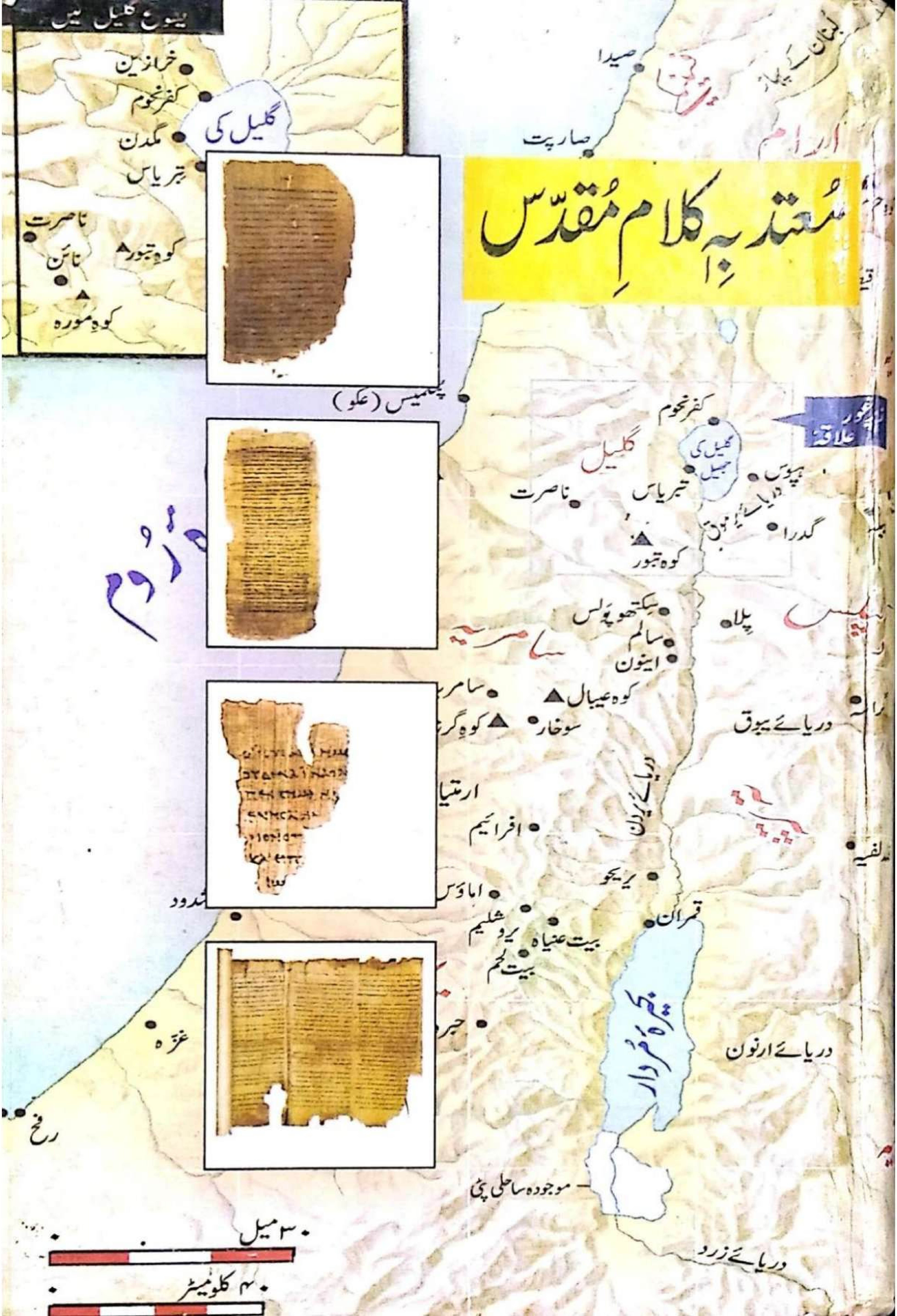
مُستندِ کلامِ مُقدّس



مُقدمہ کلامِ مُقدّس

"اور ہمارے پاس نبیوں کا وہ کلام ہے جو زیادہ معتبر ٹھہرا اور تم اچھا کرتے ہو جو یہ سمجھ کر
اُس پر غور کرتے ہو کہ وہ ایک چراغ ہے جو اندھیری جگہ میں روشنی بخشتا ہے جب تک پو نہ
پھٹے اور صبح کا ستارہ تمہارے دلوں میں نہ چمکے۔" ۲-پطرس ۱:۱۹



150 YEARS OF FAITHFUL SERVICE

1863-2013

۱۵۰ سالہ خدمات کی تکمیل پر خصوصی اشاعت

متحدہ بائبل سوسائٹی (UBS) ایک بین الاقوامی ادارہ ہے جو مقامی بائبل سوسائٹی کی رکنیت اختیار کرنے سے معرض وجود میں آتا ہے اور باہمی مالی اور دعائیہ مدد کے ذریعے دنیا بھر میں کلام مقدس کی اشاعت، تقسیم وترسیل کا کام سرانجام دیتا ہے اور اس عظیم کام کو کلیسیاؤں اور مسیحی اداروں کی معاونت اور تعاون سے کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کی رونمائی خصوصی طور پر پاکستان بائبل سوسائٹی کے ۱۵۰ سالہ خدمات کی تقریبات کے اختتام پر ۱۶ نومبر ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ پرل کانٹی نینٹل ہوٹل دی مال لاہور میں عشائیہ کے موقع پر کی گئی۔

Motdaba Kalam-e-Muqadds

(Discover The Bible)

M-2 Urdu 2013

ISBN- 978-969-250-8633

Publishers:

The Pakistan Bible Society
Anarkali, Lahore- 54000

Karachi Office:
Fatima Jinnah Road,
P.O. Box 10405,
Karachi-75530

Quetta Book Room:
Christian Book Centre,
M.A. Jinnah Road,
Quetta.

Peshawar Office:
1-Sir Syed Road,
Peshawar Cantt.

www.pbs.org.pk

Printed by: National Ittefaq Printres

فہرست

تعارف

مضمون نویس

دیباچہ ۱

تعارف

۱- بائبل مُقدّس کیا ہے؟ ۵

حصہ اوّل

۲- پُرانے عہد نامہ کا تارِیخی پس منظر اور ماحول ۳۱

۳- نئے عہد نامہ کا تارِیخی پس منظر ۵۹

۴- بائبل مُقدّس کا جُغرافیہ ۷۴

۵- بائبل مُقدّس اور آثارِ قدیمہ ۹۲

حصہ دوئم

۶- عبرانی بائبل کا متن ۱۰۵

۷- نئے عہد نامہ کا متن ۱۲۰

۸- پُرانے عہد نامے کی مستند فہرست ۱۴۰

۹- نئے عہد نامہ کی مستند فہرست ۱۶۱

حصہ سوئم

۱۰- بائبل کی تفسیر ۱۷۹

۱۱- ترجمے کے کام میں الٰہیات کے بارے میں سنجیدگی ۲۱۹

۱۲- پُرانے عہد نامہ کا ترجمہ کرنے میں خصوصی مسائل ۲۳۳

۱۳- بائبل کی شاعری کا ترجمہ ۲۵۱

۱۴-	نئے عہد نامے کے ترجمے میں نمایاں مشکلات	۳۲۵

حصہ چہارم

۱۵-	علم السانیات اور ترجمہ	۳۶۲
۱۶-	تفاعلی (یا حرکی) مترادف ترجمہ	۴۱۱
۱۷-	متن کی صورت اور معنیٰ	۴۲۹
۱۸-	انگریزی تراجم	۴۳۸

حصہ پنجم

۱۹-	بائبل سوسائٹی کے ماہرین کے کیئے گئے انگریزی بائبل کے اوّلین تراجم	۴۵۱
۲۰-	بائبل مُقدّس کا اُردو ترجمہ	۵۰۵

تعارف

اُردو قارئین کی بہت خواہش تھی کہ انگریزی بائبل مقدس کی طرح اُردو مطالعاتی بائبل بھی ہونی چاہئے۔ہم نے اُن کی خواہش کے احترام میں اس چیلنج کوقبول کیااور ۲۰۰۱ء میں نیا عہد نامہ" مطالعاتی اشاعت" چھاپ کر اُردو قارئین کی دیرینہ خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اس کتاب کی اب تک ۲۸ ہزار سے زائد کاپیاں تقسیم ہوچکی ہیں۔

نیا عہد نامہ" مطالعاتی اشاعت" کی مقبولیت کے بعد اُردو قارئین کے بے پناہ اسرار پر ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ" اُردو مطالعاتی بائبل" بھی پرنٹ کی جائے ۔ خداوند کے فضل سے دن رات کی انتھک محنت کے بعد ۲۰۱۰ء میں ہم نے" کتاب مقدس" (مطالعاتی اشاعت) بھی چھاپ کر آپ تک پہنچائی۔ اور ہم خداوند کے شکرگزار ہیں کہ صرف چھ ماہ میں ۴ ہزار جلدیں تقسیم ہوئیں۔

اِن دونوں کتب کی بے پناہ پذیرائی کے بعد لوگوں کی تشنگی اور بڑھ گئی۔ہم سے زیادہ توقعات وابستہ ہوگئیں۔اب اُردو قارئین مجھے ایک اور چیلنج دینے پر بضد تھے۔ میں نے اپنی ساری زندگی چیلنجز قبول کرتے ہوئے گذاری ہےاور مجھے چیلنجز سے جنون کی حد تک عشق ہے۔انہیں چیلنجز میں ایک چیلنج مُعتد بہ کلام مقدس"DISCOVER THE BIBLE" کا اُردو ترجمہ تھا جسے میں نے اُردو قارئین کی بائبل مقدس سے محبت اور وفاداری کو دیکھتے ہوئے قبول کیا۔اور خداوند کے فضل سے یہ ممکن ہوا۔

زیر نظر کتاب" مُعتد بہ کلام مقدس" (UBS) متحدہ بائبل سوسائٹی کی "DISCOVER THE BIBLE" کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں جو مقالے ، مضامین آپ پڑھیں گے یہ اُن دانشوروں اور عالموں کے ہیں جو کہ متحدہ بائبل سوسائٹی میں اپنی خدمات سرانجام دے رہیں یا دے چکے ہیں۔ یہ کتاب اُن کی تحقیق، تجربہ اور جدوجہد کا ثمر ہے۔اس کتاب میں پرانا عہد نامہ (عبرانی زبان) اور نیا عہد نامہ (یونانی زبان) کے متن کی ترسیل کے بارے میں مختصر مگر جامع تحریر موجود ہے۔

مزید مقالے فہرستِ مسلمہ (CANON) اور بائبل مقدس کے متن میں تراجم کے اصول وقواعد کو بیان کرتے ہیں۔

یہ اُردو زبان میں لکھی جانے والی ایک معتبر کتاب ہے۔اس سے پہلے اُردو زبان میں کوئی ایسی

کتاب دستیاب نہیں ہے۔ہم اُمید کرتے ہیں کہ جولوگ بائبل مقدس کے سنجیدہ طالبعلم ہیں اُن کے لئے یہ ایک نایاب تحفہ ہے۔اِس کتاب سے وہ اپنی بائبل مقدس کی پیاس کو سیراب کر سکیں گے۔اِس کے علاوہ سمینری کے طالب علم بھی اپنے علم میں اضافہ کے لئے اِس کتاب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

یہاں میں یہ بھی بتا تا چلوں کہ ہم جو بائبل سیمینار کرتے ہیں۔اُن تمام سیمینارز میں تعلیم دینے کے لئے مَیں اِسی کتاب سے مدد لیتا ہوں۔جنہیں سن کر لوگوں نے اُن سے بہت برکت پائی۔اکثر سیمینارز کے بعد لوگ مجھ سے یہ ضرور پوچھتے کہ یہ لیکچرز آپ نے کن کتب سے تیار کئے ہیں تو میں ہمیشہ اِس کتاب کا ذِکر کرتا ہوں۔لوگوں کی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے اپنے اُردُو پڑھنے والے قارئین کے لئے اِس کتاب کا ترجمہ کرنے کا سوچا۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ آپ اِس کتاب کے مطالعہ سے بائبل کی صداقت کے بارے میں مزید جان پائیں گے اور آپ کے بے شمار سوالات کے جواب بھی آپ کو اِس کتاب کے مطالعہ سے مل جائے گا۔ خدا آپ کو برکت دے۔آمین

دعا گو

انتھونی اعجاز لیموئیل

جنرل سیکرٹری

پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور

اکتوبر ۲۰۱۳ء

مضمون نویس

بشپ ڈینیئل سی ۔ آر یچیا: ایشیا - بحرالکاہل کے خطے کے سابقہ یو بی ایس ترجمہ کے کوآرڈینیٹر تھے۔
فلپائن کے رہائشی ہیں اور اِس وقت فلپائن میں یونائیٹڈ میتھوڈسٹ چرچ کے بشپ ہیں۔

ڈاکٹر رابرٹ اے ۔ بسکام: امریکا کے خطے میں یو بی ایس ترجمہ کے ایک مشیر ہیں۔

ڈاکٹر پلوٹار کو بونیلا: امریکا کے خطے میں یو بی ایس ترجمہ کے ایک مشیر ہیں۔

ڈاکٹر ڈیوڈ جی ۔ برک: امریکن بائبل سوسائٹی کے نِدا انسٹیٹیوٹ فار ببلیکل سکالرشپ کے ڈین ہیں۔

ڈاکٹر کیس ایف ۔ ڈی بلوآ: یورپ - مشرق وسطیٰ کے خطہ میں یو بی ایس ترجمہ کے ایک مشیر ہیں۔

ڈاکٹر پال اِلینگ وَرتھ: سکول آف ڈیوِنٹی اینڈ ریلیجئس اسٹڈیز، یونیورسٹی آف ایبرڈین کے تدریسی
عملہ میں شامل ہیں، اور یورپ - مشرق وسطیٰ کے خطہ میں یو بی ایس ترجمہ کے ایک سابقہ مشیر ہیں۔

ڈاکٹر ارمانڈو جے ۔ لیوراٹی: بیونس آئرس ارجنٹینا میں سیمینیریو میور دی لا پلاتا کے ایک پروفیسر ہیں
اور امریکا کے خطے میں یو بی ایس کے مختلف منصوبوں میں کام کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ولیم مچل: امریکا کے خطے کے لئے یو بی ایس علاقائی ترجمہ کے کوآرڈینیٹر ہیں۔

ڈاکٹر فلپ اے ۔ ناس: افریقہ کے خطے کے لئے یو بی ایس علاقائی ترجمہ کے ایک سابقہ
کوآرڈینیٹر ہیں ۔ اِس وقت وہ یو بی ایس ترجمہ کے ایک ریسرچ کوارڈینیٹر ہیں۔

ڈاکٹر گراہم اوگڈن: ایشیا بحرالکاہل کے خطے کے لئے یو بی ایس علاقائی ترجمہ کے ایک سابقہ
کوآرڈینیٹر ہیں ۔ اِس وقت وہ ایشیا ۔ بحرلکاہل خطے میں یو بی ایس ترجمے کے ایک مشیر بھی ہیں۔

ڈاکٹر راجر ایل ۔ اومنسن: یو بی ایس ترجمہ کے انٹر ریجنل مشیر ہیں۔

ڈاکٹر پیدرو اورتیز بوگتا: کولمبیا میں نئے عہدنامے کے ایک پروفیسر ہیں، اور یو بی ایس ترجمہ کے
ایک اعزازی مشیر ہیں۔

ڈاکٹر سیموئیل پیگان: امریکا کے خطے کے لئے یو بی ایس علاقائی ترجمہ کے ایک سابقہ کوآرڈینیٹر ہیں۔ اِس وقت وہ پورتوریکو کی ایونجیلیکل سیمنری کے پریذیڈنٹ ہیں۔

ڈاکٹر ایل۔ رونلڈ راس: امریکا کے خطے میں یو بی ایس ترجمہ کے ایک مشیر ہیں۔

ڈاکٹر ایڈیسیو سانچیز سیشنا: امریکا کے خطے میں یو بی ایس ترجمہ کے ایک مشیر ہیں۔

ریورنڈ ہوسے سوتو ویلیگاس: کوستاریکا میں ایک پاسبان ہیں، اور ''دا بائبل اِن سمپل [سپینش لینگویج'' پراجیکٹ کے کوآرڈینیٹر ہیں۔

ڈاکٹر ارنسٹ آر۔ ویندلینڈ: لوساکا، زیمبیا میں لوتھرن سیمنری میں ایک لیکچرر ہیں، اور یو بی ایس ترجمہ کے مشیر ہیں۔

ڈاکٹر لائنیل زوگبو: مغربی افریقہ میں یو بی ایس کے ترجمہ کے ایک مشیر ہیں۔

دیباچہ

یہ کتاب اُس کتاب کا ترجمہ اور نظرِ ثانی ہے جو ہسپانوی زبان میں Descubrela Biblia کے عنوان سے متحدہ بائبل سوسائٹیز نے ۱۹۹۸ء میں شائع کی تھی۔ البتہ اِس میں حسبِ ضرورت ثقافتی ہم آہنگی پیدا کی گئی ہے۔ اصل کتاب کے مدیر ایڈیسیئو سانچیز نے دیباچے میں اُس پس منظر کی وضاحت کی ہے جس کے باعث ہسپانوی نسخہ تصنیف ہُوا۔

۱۹۷۰ء کے اواخر اور ۱۹۸۰ء کے اوائل میں متحدہ بائبل سوسائٹیز نے اپنے تشہیر وفروخت کے شعبہ کی وساطت سے براعظم شمالی وجنوبی امریکہ کے علاقوں میں بائبل کے سیمینار منعقد کرانے شروع کئے۔ اِن سیمیناروں کا اولین مقصد یہ تھا کہ لاطینی امریکی مسیحیوں کی بڑی آبادی کو بتایا جائے کہ ہم ترجمے کے شعبے میں کیا کام کر رہے ہیں اور اِس خدمت میں کون سے وسائل، ماخذ اور طریقے بروئے کار لاتے ہیں۔

جیسے جیسے اِن سیمیناروں کے منصوبے بنتے رہے اور تجربہ حاصل ہوتا رہا تو عنوانات کی فہرست اور پیش کاریوں (اِنعقادات) کی تعداد متعین ہوتی گئی اور یہ رواج جڑ پکڑتا گیا۔ شروع ہی سے نظر اِس بات پر تھی کہ ترجمے کے کام کے مختلف پہلوؤں اور اُس متن کا جو ترجمہ کرنے کی بنیاد کا کام دیتا ہے، دونوں کا ایک وسیع نقشہ پیش کیا جائے۔ متن سے مراد خُدا کا کلام ہے اِسی وجہ سے سیمیناروں نے ان ساری باتوں کو متوازن انداز میں پیش کیا ہے۔ یعنی وہ مضامین یا موضوعات جن کا تعلق بائبل مُقدّس کے سیاق و سباق (تاریخ، جغرافیہ، آثارِ قدیمہ، مسلمہ فہرستِ کتب، متن کی تاریخ، ادبی ہیئتیں اور مجموعی مواد) اور وہ مضامین وموضوعات جن کا تعلق ترجمہ کے کام سے ہے (علمِ لسانیات، اصولِ ترجمہ اور بشریات)۔

زیرِ نظر کتاب میں قاری کو وہ گرانقدر خزانہ پیش کیا گیا ہے جو اُن سالوں کے دَوران جمع ہُوا جب سارے لاطینی امریکہ میں سیمینار منعقد کئے گئے۔ اِسے پیش کرنے کا پہلا مقصد یہ ہے کہ یہ بائبل مُقدّس سے متعلقہ اُن سیمیناروں میں اضافی یا تکمیلی مواد کے طور پر کام آئے جو بائبل سوسائٹیز اپنے اپنے ملکوں میں منعقد کرتی ہیں۔ دُوسرا مقصد یہ ہے کہ اِسے سیمنریوں اور علمِ الٰہیات کے اداروں میں درسی کتاب کے طور پر اِستعمال کیا جائے۔ بائبل مُقدّس کے تعارفی نصابوں اور تفسیری نصابوں کے

لئے یہ مواد بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ کتاب اُن سارے مسیحیوں کے لئے انفرادی اور جماعتی طور پر بہت برکت کا باعث ہوگی جو خُدا کے کلام کے بارے میں اپنے علم میں اضافے کی خاطر اور اپنی مسیحی زِندگی میں بائبل مُقدّس کو کارآمد طریقے سے اِستعمال کرنے کے خواہش مند ہیں۔

جن اشخاص نے اِس کتاب کی تشکیل وتدوین اور مندرجات کی فراہمی میں حصہ لیا ہے اُن میں سے اکثریت مترجمین کی اُس ٹیم کا حصہ ہے جو شمالی وجنوبی امریکہ کی متحدہ بائبل سوسائٹیز کے زیرِ اہتمام یہ خدمت کرتی ہے۔ تقریباً سبھی کو کئی بائبل سیمیناروں میں شریک ہونے کا موقع ملا ہے اور اُنہوں نے اپنے آپ کو نہ صِرف مطالعہ وتحقیق کے لئے وقف کر رکھا ہے جو ہمارے کام کے لئے لازماً درکار رہے بلکہ وہ کلیسیائی خدمت سے بھی پورے پورے منسلک ہیں۔ اِس لئے ہمیں یہ یقین ہے کہ اِس کتاب کا ایک ایک باب ہسپانوی بولنے والے مسیحیوں کے لئے خُدا کے کلام کے علم وواقفیت میں گرانقدر اضافے کا باعث ہوگا۔

دُنیا میں انگریزی بولنے والے علاقوں کی بائبل سوسائٹیز نے فیصلہ کِیا ہے کہ یہ کتاب بائبل مُقدّس کے اُن مترجمین اور طالب علموں کے لئے بھی مفید اور کارآمد ہوگی جو ہسپانوی نہیں بولتے۔ اِسی مقصد سے ہسپانوی نسخہ کا ترجمہ کِیا گیا ہے۔ اِسے حسبِ ضرورت کئی باتوں سے ہم آہنگ کِیا گیا ہے اور بہت سا اضافی مواد شامل کِیا گیا ہے۔ اِس انگریزی اشاعت (ایڈیشن) میں ابواب ۱-۱۲، ۱۴، ۱۶-۱۸ اور ۲۱ ہسپانوی سے ترجمہ اور نظرثانی شدہ ہیں۔ باب ۱۵ بعنوان "لسانیات اور ترجمہ" بالکل نیا مقالہ ہے، البتہ ہسپانوی نسخہ میں اِس کا عنوان یہی ہے۔ انگریزی اشاعت کے لئے ابواب ۱۹، ۲۰ اور ۲۲-۲۴ نئے لکھے گئے ہیں اور آخری بات یہ ہے کہ باب ۱۳ بعنوان "بائبل کی منظومات کا ترجمہ" نے ہسپانوی نسخہ میں ارمانڈ ولیوراٹی کے تصنیف کردہ باب کی جگہ لی ہے۔

اِس کِتاب کا "تعارُف" اِس سوال کو زیرِ بحث لاتا ہے کہ "بائبل مُقدّس کیا ہے؟" ادبی نقطۂ نظر سے بائبل مُقدّس مُختلف مگر قابلِ توجہ زبانوں اور ادبی ہیئتوں کی حامل ہے اِس میں بیانیہ متون، مجموعہ قوانین، امثالِ حکمت، تمثیلیں، نبوتیں یا پیشینگوئیاں، خطوط اور مکاشفاتی تحریریں شامل ہیں۔

حصہ اوّل:

اِس میں بائبل مُقدّس کے تاریخی سیاق وسباق پر بات کی گئی ہے۔ بائبل مُقدّس کا صحیح اور دُرست ترجمہ کرنا اُس وقت ممکن ہے جب پہلے اُسے صحیح طور سے سمجھ لِیا جائے۔ ایسی سمجھ کے لئے بائبل مُقدّس کی دُنیا کا علم ہونا ضروری ہے اور اِس کے لِئے جغرافیہ اور آثارِ قدیمہ کا مُطالعہ کرنا لازمی ہے۔ مثال کے طور پر متی ۵: ۴۱ میں بتایا گیا ہے کہ یسُوعؔ نے کہا "جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اُس کے ساتھ دو کوس چلا جا"۔ اِس آیت نے اصل یا اُس وقت کے سامعین پر جو اثر چھوڑا وہ اُسی صورت میں بہتر طور سے سمجھ میں آسکتا ہے جب جان لیا جائے کہ رُومی سپاہیوں کو جو فِلستینؔ پر قابض تھے اِختیار دیا گیا تھا کہ یہودی شہریوں سے اپنا بوجھ اُٹھوائیں اور بے گار میں لے جائیں۔ بائبل مُقدّس کے ترجمہ کے ساتھ حواشی میں ایسی وضاحتیں شامل کرنے کی ضرورت سے اِنکار ممکن نہیں ہے۔

حصہ دوئم:

اِس حصے میں متن اور کتب کی سند پر غور کِیا گیا ہے۔ مترجم کے لئے ضروری ہے کہ بائبل مُقدّس کے نہ صِرف تواریخی ماحول اور منظر کو سمجھتا ہو بلکہ یہ بھی کہ بائبل مُقدّس کا متن کیسے قلمبند ہوا اور آگے منتقل ہوا۔ جب عبرانی، یونانی اور دُوسری زبانوں مثلاً لاطینی، سریانی اور قبطی کے قدیم نسخوں کے الفاظ اور جملہ بندی میں اختلافات ہیں تو مترجم کیسے فیصلہ کرے گا کہ کس متن کو اِستعمال کرنا ہے۔ علاوہ ازیں اُن کِتابوں میں کیوں اختلافات ہیں جنہیں مسیحیوں کی مختلف جماعتیں / کلِیسیائیں مُقدّس مانتی ہیں؟ کلِیسیا نے اِن کِتابوں کو کس طرح مُقدّس صحائف قبول کِیا جو آج بائبل مُقدّس میں شامل ہیں؟

حصہ سوئم:

اِس حصے میں بائبل مُقدّس کی تفسیر کے طریقے کی اہمیت پر بحث کی گئی ہے۔ بائبل مُقدّس کی تشریح وتفسیر کیسے کرنی چاہئے؟ بائبل مُقدّس کی تفسیر کرنے میں علمِ الٰہیات کا کیا کردار ہے؟ پُرانے عہدنامہ اور نئے عہدنامہ کے متن کا ترجمہ کرنے اور تشریح کرنے میں کیا مسائل ومشکلات درپیش ہوتی ہیں؟

حصہ چہارم:

اِس حصے میں بائبل مُقدّس سے متعلقہ موضوعات سے ہٹ کر لسانی معاملات پر غور کِیا گیا ہے۔

لسانیات کے باضابطہ علم کا بائبل مُقدّس کے تراجم پر کیسے اِطلاق ہوتا ہے۔ نیز لُغوی اور تحت اللفظ ترجے اور رواں، فعال اور بامحاورہ ترجمے میں فرق پر بھی خیال آرائی کی گئی ہے۔ اِس حصے کے آخری باب میں اُن مسائل پر نظر ڈالی گئی ہے جن کا تعلق شمالی وجنوبی امریکہ کی مقامی ثقافتوں کے مطابق بائبل مُقدّس کا ترجمہ کرنے سے ہے۔

حصہ پنجم:

اِس حصے میں انگریزی اور ہسپانوی تراجم پر بات کی گئی ہے۔ اِس میں تین باب ہیں۔ پہلے باب میں بائبل مُقدّس کے انگریزی تراجم کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دُوسرے باب میں خاص طور پر اُن دو تراجم پر بحث کی گئی ہے جو امریکن بائبل سوسائٹی نے پیش کیے ہیں، ایک ہے آج کی مروجہ انگریزی (گڈ نیوز بائبل، TEV) اور دُوسرا ہے عہد حاضر کی انگریزی (CEV)۔ یہ دُوسرا باب کتاب کے دیگر ابواب کے مقابلے میں زیادہ طویل ہے کیونکہ اِس میں کئی تفاصیل شامل ہیں مثلاً دونوں تراجم کا تواریخی جائزہ، یہ بالکل مناسب اور جائز معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ تارِیخ کسی اور جگہ آسانی سے دستیاب نہیں اور بہت سے قارئین اِسے جانتے نہیں ہوں گے۔ اِس حصے کے تیسرے باب میں ہسپانوی تراجم کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

حصہ ششم:

اِس حصے کا دائرہ بہت وسیع ہے کیونکہ اِس میں دُنیا کے دُوسرے علاقوں میں بائبل مُقدّس کے ترجمے پر نظر ڈالی گئی ہے۔ پہلے باب میں افرِیقہ میں بائبل مُقدّس کو دیکھا گیا ہے۔ اِس کے بعد کے ابواب ایشیا اور یورپ میں بائبل کے ترجمے کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔ کتاب کی محدود ضخامت کے پیشِ نظر ممکن نہیں کہ اُن ساری زبانوں اور زبانوں کے گروہوں پر بحث کی جائے جن میں کم سے کم بائبل مُقدّس کے کسی حصے کا ترجمہ ہو چُکا ہے۔ مثال کے طور پر مقامی امریکی زبانوں (یعنی شمالی امریکہ یا لاطینی امریکہ) کے بارے میں کوئی مواد شامل نہیں کِیا گیا۔

باب نمبر ا

بائبل مُقدّس کیا ہے؟

ارمانڈو جے لیوراٹی

لفظ بائبل کا مطلب

بائبل کیا ہے؟ اِس سوال کا جواب کئی طرِیقوں سے دیا جاسکتا ہے۔ ایک طرِیقہ یہ ہے کہ لفظ ''بائبل'' کی وضاحت کردی جائے۔ ''بائبل'' کا لفظ یونانی کے لفظ ''ببلیون'' (Biblion) سے ماخوذ ہے جو صیغہ جمع میں ہے اور جس کا مطلب ہے ''لکھنے کا پاپائرس''، چنانچہ لغوی معنی ہوئے ''خاص کتابیں''۔ یونانی کا یہ لفظ لاطینی زبان میں اپنا لیا گیا اور وہاں سے یہ مغربی زبانوں میں آیا، مگر جمع نہیں بلکہ واحد اسم کے طور پر، چنانچہ ہم اب ''بائبل'' یا ''بائبل مُقدّس'' کہتے ہیں تو مفہوم ہوتا ہے کبھی بھی تصنیف ہونے والی سب سے عظیم کتاب۔ اب یہ اِصطلاح تحریروں کے اِس مجموعے کے حوالے سے اِستعمال ہوتی ہے جنہیں یہودی قوم اور مسیحی کلیسیا ''مُقدّس'' مانتی اور تسلیم کرتی ہے۔

بائبل مُقدّس دو حصوں میں منقسم ہے جو ضخامت کے لحاظ سے بالکل فرق فرق ہیں۔ پہلا حصہ ''پُرانا عہدنامہ'' یا ''عہدِ عتیق'' ہے اور دُوسرا حصہ ''نیا عہدنامہ'' یا ''عہدِ جدید'' ہے۔ بادی النظر میں لفظ ''عہدنامہ'' سے غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے کیونکہ فوری طور پر واضح نہیں ہوتا کہ بائبل مُقدّس پر اِس کا اِطلاق کیسے ہوتا ہے۔ مگر لاطینی کے لفظ ''ٹسٹامنیٹم (Testamentum)'' اور عبرانی کے لفظ ''بریت (Berit)'' کے باہمی تعلق کو جان لینے سے یہ سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔ اِن الفاظ کا مطلب ہے ''عہد'' (''اقرارنامہ''، ''معاہدہ'') یا ''اتحاد'' جو باہمی سمجھوتے پر مبنی ہو۔

بائبلی علمِ الٰہیات میں ''بریت (Berit)'' ایک بنیادی اِصطلاح ہے۔ اِس سے مراد وہ ''قسمیہ عہدو پیمان'' یا ''بندھن'' ہے جو خُدا نے کوہِ سینا پر اپنے لوگوں کے ساتھ ''باندھا''۔ یہ عہد، اتحاد یا بندھن جو موسیٰ کی معرفت قائم ہُوا اُس کے برعکس نبی ایک ''نئے عہد'' کی بات بھی کرتے آئے ہیں۔ یہ عہد پُرانے عہد کی طرح پتھر کی لوحوں پر لکھا ہُوا نہیں ہوگا بلکہ خُدا کا رُوح اُسے لوگوں کے دِلوں پر لکھے گا

(یرمیاہ ۳۱:۳۱-۳۴، حزقی ایل ۳۶:۲۶-۲۷)۔ یہ ہے ''نئے'' اور ''پُرانے'' عہد میں فرق۔ پُرانے عہد پہ کوہِ سینا پر مُہر ہوئی اور جانوروں کی قربانیوں سے اُس کی توثیق ہوئی۔ بے مثال طور پر اعلیٰ اور فائق نیا عہد مسیح کے خون کے وسیلے سے قائم ہُوا۔

عبرانی اِصطلاح ''بریت (Berit)'' کا ترجمہ یونانی میں کیا گیا تو لفظ ''ڈایا تھیکے (Diatheke)'' اِستعمال کیا گیا جس کا مطلب ہے ''اہتمام'' (شرائط طے کرنا) یا ''بندوبست'' (منظّم کرنا)۔ مفہوم میں توسیع کرتے ہُوئے ہم '' آخری بندوبست'' یا '' آخری وصیت'' یعنی ''وصیت نامہ'' اور حرفِ عام میں ''عہدنامہ'' کی اِصطلاح اِستعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ بائبل مُقدّس کا یونانی ترجمہ جسے ''سپٹواجنٹ (Septuagint)'' یعنی ''ہفتادی ترجمہ'' یا ''ستّر کا ترجمہ'' کہتے ہیں اُس میں اِس نکتہ پر زور دیا گیا ہے کہ یہ عہد یا اتحاد ایک بخشش ہے جو خُدا کے فضل سے ملتی ہے اور اِنسانی فیصلے کا پھل (اجر) یا نتیجہ نہیں ہے۔ یونانی لفظ ڈایا تھیکے کا لاطینی میں ترجمہ ''ٹسٹا منیٹم (Testamentum)'' کیا گیا۔ انگریزی میں لفظ ٹسٹامنٹ اسی سے ماخوذ ہے۔ اُردو میں ''عہدنامہ'' کی اصطلاح اپنائی گئی۔ چنانچہ ہم بائبل مُقدّس کے دو حصوں کو ''پُرانا عہدنامہ'' (عہدِ عتیق) اور ''نیا عہدنامہ'' (عہدجدید) کہتے ہیں۔

بائبل مُقدّس کو ''پاک نوشتے'' بھی کہا جاتا ہے۔ جبکہ یہودیت میں اِسے ''تنک'' بھی کہتے ہیں۔ ''تنک'' دراصل سرنامیہ (الفاظ کے ابتدائی حروف کو ملا کر بنا گیا لفظ) ہے، توراہ، نبیم اور کِتابیم (توریت، انبیا اور کُتُب) کے یہ وہ تین حصے ہیں جن میں عبرانی بائبل مُقدّس منقسم ہے یعنی توریت، نبیوں کے صحیفے اور نوشتے۔

بائبل مُقدّس - خُدا کا کلام

بائبل کیا ہے؟ اِس سوال کا جواب دینے کا دُوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظ کے صرف لُغوی معنی بتا دینے سے قدم آگے بڑھائیں اور بائبل کی گہری، عمیق سچّائی میں اُتریں اور تحقیق کریں کہ ''بائبل مُقدّس خُدا کا کلام ہے''۔ بائبل مُقدّس میں ہمیں ''نبیوں'' کے بیان، ''یِسُوعؔ'' کی باتیں اور ''رسُولوں'' کی مصدقہ گواہی پر مشتمل تحریریں ملتی ہیں۔ اگرچہ نبیوں، یِسُوعؔ اور رسُولوں نے الگ الگ زمانوں میں اور فرق فرق حالات میں کلام کِیا مگر سب نے خُدا کے کلام کی منادی کی۔

''نبیوں'' نے خود کو کلام کے گواہوں اور پیغامبروں کی حیثیت سے پیش کِیا اور بہت سے موقعوں

پر واضح اور غیر مبہم طور سے یہ بات بتائی اور پیغام کا تعارف اِن الفاظ سے کرایا ہے کہ خُداوند یوں فرماتا ہے۔ ''تب خُداوند نے اپنا ہاتھ بڑھا کر میرے مُنہ کو چُھوا اور خُداوند نے مجھے فرمایا دیکھ مَیں نے اپنا کلام تیرے مُنہ میں ڈال دیا'' (دیکھئے یرمیاہ ۱:۹)۔

نبیوں کے وسیلے سے اپنا کلام پہنچانے کے بعد خُدا نے ''یِسُوعؔ'' کی ذات اور اُس کے فدیے کے وسیلے سے اپنے آپ کو ظاہر کیا جیسا کہ عبرانیوں کے نام خط میں بیان ہُوا ہے۔ ''اگلے زمانے میں خُدا نے باپ دادا سے حصہ بہ حصہ اور طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کر کے اِس زمانے کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا (عبرانیوں ۱:۱-۲)'' خُدا کا کلام یِسُوعؔ مسیح مجسم ہُوا (یُوحنا ۱:۱۴) اور اُس نے اِن باتوں کی گواہی دی جو اُس نے باپ کے ساتھ رہتے ہوئے دیکھی اور سُنی تھیں (یُوحنا ۱:۱۸، متی ۱۱:۲۷)۔ پھر اُس نے اپنے شاگردوں کو یہ کہہ کر بھیجا ''جو تُمہاری سُنتا ہے وہ میری سُنتا ہے اور جو تمہیں نہیں مانتا وہ مجھے نہیں مانتا اور جو مجھے نہیں مانتا وہ میرے بھیجنے والے کو نہیں مانتا (لُوقا ۱۰:۱۶)۔''

اپنے زمانے میں ''رسُول'' کلام کے عینی گواہ اور خادِم تھے (لُوقا ۱:۲)۔ خُدا نے اُنہیں پہلے سے چُن لیا تھا (۱۰:۴۱-۴۲) اور اُنہیں سارے بنی نوع اِنسان کے سامنے خُدا کے کلام کی منادی کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی (مرقس ۱۶:۱۵)۔

خُدا کا کلام یا پیغام پہلے نبیوں، یِسُوعؔ اور رسُولوں کی معرفت دیا گیا بعد میں ضابطۂ تحریر میں لایا گیا اور یوں بائبل مُقدّس وجود میں آئی۔ یہ اِنسانی زبان کی صورت میں ''خُدا کا کلام'' ہے۔ یِسُوعؔ کی طرح یہ کامل طور پر الٰہی اور کامل طور سے اِنسانی ہے۔ اپنی الٰہی نوعیت کے باعث یہ کم اِنسانی نہیں اور نہ اِنسانی پہلو کے باعث کسی طرح کم الٰہی ہے۔

گویائی ایک عمل ہے جس میں ایک شخص دُوسرے کو مخاطب کرتا اور اپنے بارے میں کچھ بیان کرتا ہے تا کہ اِبلاغ (واقفیت، معلومات کی ترسیل) کا سلسلہ قائم ہو۔

۱- جب ہم اِس تعریف یا وضاحت کے عناصر کو الگ الگ کر کے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی اور اوّلین طور پر گویائی کسی دُوسرے شخص کی توجہ حاصل کرنے کے لئے اِستعمال کی جاتی ہے۔ دُوسرے شخص کو مخاطب کرنے کے سادہ سے عمل سے بولنے والا اِس خواہش کا اظہار (جو لازم نہیں کہ ہمیشہ عیاں اور صریح ہو) کرتا ہے کہ مجھے سنا اور سمجھا جائے، مجھے جواب دیا جائے تا کہ یقین ہو جائے

کہ میری باتیں بہرے کانوں سے نہیں ٹکرا رہیں۔ دُوسرے لفظوں میں ہماری باتیں پیغام یا بندہ کے لئے اِستدعا ہوتی ہیں، ہمارا بولنا ایک دعوت، پکار، طلب، فرمائش یا حُکم ہوتا ہے۔ باتیں لازماً "دُوسرے کی سمت" اشخاص کے مابین پیش کرنے کا عمل ہوتی ہیں۔ اگرچہ عموماً یہ بات واضح ہے کہ پیغام کسی فرد (وصول کرنے والے) کے لئے ہوتا ہے، لیکن اِس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کئی دفعہ مخصوص قسم کے الفاظ اور مختلف قِسم کے جملے، نحوی ساختیں اِستعمال کی جاتی ہیں مثلاً ندائیہ (مخاطب کرنے والے) یا حکمیہ جملے۔

چُنانچہ جب خُدا کہتا ہے "اے ابرہام! اے ابرہام" (پیدایش ۲۲: ۱۱) یا "اے مُوسیٰ! اے مُوسیٰ!" (خروج ۳: ۴) تو وہ اُس شخص کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے جس سے ہمکلام ہے۔ ابھی تک اُس نے کسی بات کا اِبلاغ (ترسیل) نہیں کِیا، بلکہ اُس شخص کو صرف پکارا (بلایا) ہے اور اُس کی طرف سے جواب کی توقع (انتظار) کرتا ہے تاکہ اِبلاغ شروع ہو سکے۔ اِس پہلی پکار (بلانا) اور مخاطب کی طرف سے جواب کے بغیر مکالمہ یا باہمی گفتگو ممکن نہیں۔

اِسی مثال کے مطابق جو شخص سوال پوچھتا ہے یا حکمیہ جملہ اِستعمال کرتے ہوئے حُکم دیتا ہے وہ پیغام یا فرد کو براہ راست مخاطب کرتا ہے۔ یسُوعؔ جنم کے اندھے سے کہتا ہے "جا شیلوخ کے حوض میں دُھولے" اور اِس حُکم کا فوری جواب ملتا ہے "پس اُس نے جا کر دُھویا..." (یوحنا ۹: ۷)۔

۲- مزید برآں الفاظ ہمیشہ کچھ مفہوم کا "اِبلاغ کرتے ہیں"۔ جب لوگ ایک دُوسرے سے گفتگو کرتے ہیں تو کسی قسم کے خیالات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نہایت معمولی اور غیر اہم گفتگو کا بھی کوئی نہ کوئی موضوع ہوتا ہے۔

۳- اپنی نوعیت اور داخلی فعالیت کے باعث گویائی ہمیشہ "میرے" اور "تمہارے" درمیان ایک "مکالمہ" ہوتی ہے۔ ہم زبان اکثر عملی وجوہ سے اِستعمال کرتے ہیں اِس لئے ابلاغ یعنی معلومات یا واقفیت کی ترسیل کا عمل ہمیشہ افادی اور کسی حد تک سطحی سیاق وسباق میں ہوتا ہے۔ بعض اوقات اِبلاغ کا عمل رُک جاتا یا خراب ہو جاتا بلکہ جواب دے جاتا ہے کیونکہ لوگ محو بالذات یا خود پرست ہوتے ہیں اور مکالمے سے کتراتے ہیں یا ایک شخص کی نیک نیتی یا خیر خواہی کو دُوسرا شخص اُسی رُوح میں نہیں سمجھتا۔

اِس کے نتیجے میں مختلف سطحوں پر شخصی مجادلے یعنی تنازعے یا جھگڑے پیدا ہو سکتے ہیں یا اِس وجہ

سے بھی ناکامی یا احساسِ محرومی پیدا ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کا پیغام دُوسرا شخص وصول کرنے یا سمجھنے میں ناکام رہتا ہے۔ مگر ایسے مواقع بھی ضرور آتے ہیں جب حقیقی ذہنی ہم آہنگی ہوتی ہے اور اِلفاظ یعنی باتیں اور اُن کے جواب حقیقی مکالمہ بن جاتے ہیں جس میں باہمی اِبلاغ اور وابستگی ہوتی ہے۔ ایسی باہم دگری صرف اِسی صورت میں ہوسکتی ہے جب آمنا سامنا محبت کے ساتھ ہو جو اُس وقت ممکن ہوتا ہے جب ایک طرف سے مُکاشفہ (انکشاف) اور بخشش ہو اور دُوسری طرف سے صاف گوئی، صاف دِلی اور وسیع النظری سے جواب دیا جائے۔ اِسی نظیر کے مطابق اِنسانی زبان کی خصوصیات کا اِطلاق خُدا کے کلام پر بھی ہوتا ہے۔ دُوسرے لفظوں میں ذہنی ہم آہنگی اور مکالمہ خُدا کے مُکاشفہ اور ہمارے اِیمان کی بے انتہا بلند سطح پر وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

خُدا کے کلام میں "مواد" (مشمولات یا مضامین) ہوتا ہے۔ یہ اعلیٰ ترین اور فائق ترین خوشخبری ہے۔ نجات کی خوشخبری ہے۔ مثال کے طور پر ہمیں یہ اِن حوالوں میں نظر آتی ہے۔

"سن اے اِسرائیل! خُداوند ہمارا خُدا ایک ہی خُداوند ہے۔ تُو اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خُداوند اپنے خُدا سے محبت رکھ" (اِستثنا ٦: ۴-۵)۔

"تُو... اپنے ہمسایہ سے اپنی مانند محبت کرنا" (احبار ۱۹: ۱۸، رُومیوں ۱۳: ۹)۔

"اگر تُو اپنی زبان سے یسُوع کے خُداوند ہونے کا اِقرار کرے اور اپنے دِل سے اِیمان لائے کہ خُدا نے اُسے مُردوں میں سے جلایا تو نجات پائے گا" (رُومیوں ۱۰: ۹)۔

یہ تین حوالے بائبل مُقدس کے پیغام کے بعض بنیادی مضامین (مواد) کو پیش کرتے ہیں یعنی سب سے بڑا حکم (متی ۲۲: ۳۴-۴۰) اور مسیح پر اِیمان کا اِقرار (دیکھئے ۱-کرنتھیوں ۱۵: ۱-۷)۔

لیکن اپنے کانوں سے سن لینا ہی کافی نہیں اِس لئے کہ خُدا کا کلام ہم سے "گزارش" یا "اِلتماس" کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اِسے سچائی سے اپنے دِلوں میں قبول کریں۔ وہ ہم سے جواب (ردِعمل) چاہتا ہے۔ ہمارا جواب (ردِعمل) ہے "اِیمان"۔ اِیمان کلام کا پیغام سنتا اور قبول کرتا ہے اور اُس کے وسیلے سے ہمارا "سامنا" زِندہ خُدا سے ہوتا ہے اور یہ "سامنا" ملاقات بن جاتا ہے اور اِیمان کا یہ جواب (ردِعمل) اِنفرادی اور کلیسیائی طور پر کلام کا یقین کرنا، اُس کی منادی کرنا اور اُس کے مطابق زِندگی بسر کرنا ہے، یہ وہ باتیں ہیں جن سے خُدا کا کلام تاریخ میں ایک مُوثر قوت بن جاتا تھا اور آج

بھی خُدا کا کلام ''مُؤثر'' ہے۔ ''خُدا کا کلام زِندہ اور مُؤثر اور ہر ایک دو دھاری تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جان اور رُوح اور بند بند اور گُودے گُودے کو جُدا کر کے گزر جاتا ہے اور دِل کے خیالوں اور اِرادوں کو جانچتا ہے'' (عبرانیوں ۴:۱۲)۔

''جس طرح آسمان سے بارش ہوتی اور برف پڑتی ہے اور پھر وہ وہاں واپس نہیں جاتی بلکہ زمین کو سیراب کرتی ہے تاکہ بونے والے کو بیج اور کھانے والے کو روٹی دے، اُسی طرح میرا کلام جو میرے مُنہ سے نکلتا ہے ہوگا۔ وہ بے انجام میرے پاس واپس نہ آئے گا بلکہ جو کچھ میری خواہش ہوگی وہ اُسے پورا کرے گا اور اِس کام میں جس کے لئے مَیں نے اُسے بھیجا مُؤثر ہوگا'' (یسعیاہ ۵۵:۱۰-۱۱)۔

یہ کلام مُؤثر ہے کیونکہ خُدا ہر شخص کے ''ظاہر'' اور ''باطن'' دونوں طرف کام کرتا ہے۔ اِنسان کے پاس اپنے آپ کا بامعنی اِظہار کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ اور ذریعہ ہے۔ وہ ہے زبان۔ البتہ خُدا کا رُوح ہمارے دِلوں کی گہرائیوں میں سرایت کر جاتا ہے اور وہاں نہایت بامعنی طور سے عمل کرتا ہے۔ اِس اثر آفرینی کے حوالے سے پاک کلام خُدا کے خاص مُکاشفہ کا ذِکر کرتا ہے (متّی ۱۱:۲۵) یعنی اُس کے نور کا ہمارے دِلوں میں چمکنا (۲-کرنتھیوں ۴:۶) اور خُدا کا ہمیں اپنے پاس کھینچنا (یُوحنّا ۶:۴۴)۔

رُوحُ القُدس کے عمل سے خُدا اِنسان کی رُوح کو اپنے نور سے معمور کرتا ہے اور ہمارے دِل میں اُس کے کلام کو قبول کرنے اور اُس کا یقین کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ خُدا ہمیشہ پہل کرتا ہے۔ نجات کا پیغام اور اِس پیغام کو قبول کرنے کی ہماری اِستعداد و قابلیت دونوں خُدا سے ملتے ہیں۔ چنانچہ خُدا کا کلام اور ہمارا ایمان دونوں لازماً ''اشخاص کے مابین'' عمل ہیں۔ جب کوئی شخص اِس کلام کو قبول کرتا اور اِس میں قائم رہتا ہے تو وہ نوکر سے بدل کر فرزند اور دوست بن جاتا ہے۔ تب اُسے خُدا کے بھیدوں میں شامل اور شریک کر لیا جاتا ہے جن کی سمجھ صرف بیٹا اور رُوحُ القُدس عطا کر سکتے ہیں۔ ممکن ہی نہیں کہ کوئی اِنسانی آمنا سامنا یا ملاقات ایسی قریبی اور گہری (بے تکلف) ہو، ایسا ربط پیدا کرے اور ایسے گہرے طور پر اِبلاغ کر سکے۔

بائبل مُقدّس کا مواد۔ مضامین

مندرجہ بالا وضاحت میں دو اہم حقائق بیان ہوئے ہیں۔ تاہم ابھی بہت سے سوال ہیں جن کے جواب دینے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی پُوچھتا ہے کہ ''بائبل کیا ہے؟'' تو خواہ یہ سوال ایسے واضح انداز

سے نہ بھی پوچھا جائے تو بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ کچھ اَور معلومات حاصل کرنے کا خواہشمند ہے اور خاص طور سے یہ جاننا چاہتا ہے کہ "بائبل مُقدّس" کیا کہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں اپنے جواب کو مکمل کرنے کی ضرورت ہے اور اُس کی خاطر بتانا ہوگا کہ اِس میں کون سے مضامین یا مشمولات پائے جاتے ہیں۔

اوّلاً، خُدا کا کلام کائنات کی تخلیق سے لے کر زمانے کے اخیر تک کی تاریخ کے بارے میں بتاتا ہے۔ پیدایش کی کتاب سے مُکاشفہ کی کتاب تک بائبل مُقدّس خُدا کے قادر کاموں کا اِعلان کرتی ہے۔ اُن کے وسیلے سے خُدا اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے کہ مَیں خُداوند اور باپ اور مُنجی ہُوں۔ اِس ظہور کا مقصد خطاکار اور گنہگار بنی نوع انسان کو گُناہ اور مَوت سے بچانا یا نجات دلانا ہے۔

یہ تارِیخ دو مرحلوں کا اِحاطہ کرتی ہے۔ پہلے مرحلے میں خُدا اپنے لِئے ایک قوم برپا کرتا ہے۔ ساری قوموں میں سے اُن لوگوں کو چُن لیتا ہے تاکہ اُس کی برگزیدہ قوم ہوں۔ اَیسی قوم جو صرف اُسی (خُدا) سے منسوب اور اُسی کے لئے وقف ہو اور کاہنوں کی حیثیت سے اُس کی خدمت کرے (خرُوج ۱۹: ۳-۶)۔ دُوسرے مرحلے کا مرکز ومحور اور لُبِ لباب یِسُوؔع مسیح ہے جو مَر گیا اور مُردوں میں سے جی اُٹھا اور جس کی صلیب پر قربانی خُدا کے مقصد و مدعا کا مکمل، صریح اور معتبر مُکاشفہ ہے۔

بائبل مُقدّس کا بیان اِنسانی تاریخ کے حقیقی معنی کو ظاہر کرتا تھا۔ یہ کوئی اتفاقی معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک عمل ہے جسے ایک شخصی خُدا ذاتی طور پر کنٹرول کرتا ہے۔ جس پر ہر چیز منحصر ہے اور اپنے اِس مقصد یا نیک ارادے کو پورا کرتا ہے "جسے اپنے آپ میں ٹھہرالیا تھا" اور اِس کا مقصد یہ ہے کہ "مسیح میں سب چیزوں کا مجموعہ ہو جائے۔ خواہ وہ آسمان کی ہوں خواہ زمین کی" (اِفسیوں ۱: ۹-۱۰)۔

شروع میں اِس تاریخ میں پُرانے عہد نامہ کو لکھنے کا طویل عمل شامل ہے جو بنی اِسرائیل کی زندگی کے متوازی چلتا ہے۔ مسیح کی مَوت اور جی اُٹھنے کے بعد اور رُوحُ القُدس کے عمل سے مسیحی کلِیسیا وجود میں آئی اور اِسی میں بتدرِیج نیا عہد نامہ وجود میں آیا۔

ذیل میں اُس زمانوں پُرانی تاریخ کے بڑے بڑے مدارج کا مختصر بیان کِیا جاتا ہے:

۱- **شروعات کی تارِیخ:** بائبل مُقدّس کی پہلی کتاب کا عنوان ہے "پیدایش" جو عبرانی کے ایک لفظ سے اخذ کِیا گیا ہے جس کا مطلب ہے "شروعات (ابتدا، اوّلین)"۔ پیدایش کی کتاب شروعات کی کتاب ہے، دُنیا کی شروعات، بنی نوع اِنسان کی شروعات اور خُدا کی اُمت کی شروعات۔

پیدایش کے پہلے گیارہ ابواب دُنیا کی تخلیق سے ابرہام تک کی اِنسانی تاریخ کا ایک سلسلہ وار وسیع منظر پیش کرتے ہیں۔ اِن واقعات سے واقف تو سبھی ہیں مگر اِن کے معنی اور اہمیت کو بہت کم سمجھا گیا ہے۔ دراصل یہ واقعات اِنسان کی حالت کے بعض اہم اور اساسی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ بنی نوع اِنسان کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ ''خُدا کی صورت پر'' خلق کئے گئے ہیں (پیدایش ۱: ۲۶-۲۷)۔ مگر جب گُناہ کے باعث بنی نوع اِنسان خُدا سے جُدا اور دُور ہو گئے تو اُنہوں نے اپنے لئے مَوت کی راہ کا اِنتخاب کیا۔ یہ سرکشی اور بغاوت کی جڑ ''خُدا کی مانند'' بننے کی خواہش ہے (پیدایش ۳: ۵)۔ دُوسرے لفظوں میں خُدا کی مرضی پر عمل کرنے کی بجائے پہلے مَرد اور پہلی عورت نے فیصلے کرنے میں اپنے آپ کو حتمی طور سے حاکم مطلق قرار دے لیا اور اُس مقام رُتبے پر قبضہ کر لیا جو صرف خُدا کا ہے۔

گُناہ نے خُدا کے ساتھ دوستی کا بندھن توڑ دیا اور مَوت اور دُکھ دُنیا میں داخل ہو گئے۔ اُس کے ساتھ ہی خُدا کے ساتھ دوستی ختم ہو جانے کے باعث خُدا اور اِنسانوں کے درمیان، مَرد اور عورت کے درمیان اور نسلِ اِنسانی اور باقی ساری کائنات کے درمیان رشتہ میں تعطل اور بے عملی پیدا ہو گئی۔ پیدایش کی کتاب کے ایک ایک واقعے میں خُدا کے خلاف بغاوت کا عنصر موجود ہے۔ گُناہ ہر جگہ موجود ہے اور کئی مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے اور جوں جوں آبادی بڑھتی ہے پھیلتا جاتا ہے۔ مگر گُناہ اور سزا حرفِ آخر نہیں ہیں کیونکہ خُدا رحم کر کے اُس چیز کو بحال کرتا ہے جسے اِنسانی غرور نے تباہ اور نیست کر دیا تھا۔ طوفان کے بعد ایک راستباز شخص نُوحؔ کے وسیلے سے بنی نوع اِنسان کی از سرِ نو تشکیل و تعمیر ہوتی ہے اور بابلؔ کے بُرج کے واقعے میں انتشار اور بکھراؤ کے بعد ابرہامؔ کی برگزیدگی کے وسیلے سے یہ عمل آگے بڑھا۔

یُوں اِن واقعات میں مذکور ڈھانچے کے اندر ''نجات کی تاریخ'' کھلتی چلی جاتی ہے۔ نجات سے مراد الٰہی کارروائیوں کا وہ سلسلہ ہے جس کے وسیلے سے خُدا بنی نوع اِنسان کو گُناہ اور مَوت سے خلاصی دلائے گا۔ گنہگار اِنسان اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے تھے۔ صرف خُدا کا فضل ہی دُنیا کو نجات کی طرف لا سکتا تھا۔ چنانچہ بائبل مُقدّس میں جو تارِیخ بیان کی گئی ہے وہ ہماری نجات اور مُخلصی کی تارِیخ ہے۔

۲- **اِبتدائی بزُرگ:** پیدایش کی کتاب کے پہلے گیارہ ابواب بنی نوع اِنسان کی اِبتدا اور اُس کی حالت کے بھید کے بارے میں ہمیں کچھ سکھاتے ہیں۔ اِس کے بعد باب بارہ سے آگے اِسرائیل کے بزرگانِ سلف یا بانیوں کی تاریخ خُدا کی اُمت کی تشکیل کے پہلے مرحلے کے بارے میں بتاتی ہے۔ خُدا

ایک بار پھر دُنیا کی تاریخ میں مداخلت کرتا ہے لیکن اِس بار یہ مداخلت فرق قسم کی ہے۔اب وہ مجرموں کو سزا دینے یا لوگوں کو اِدھر اُدھر بکھیرنے کی کارروائی نہیں کرتا بلکہ نجات کے الٰہی منصوبے کو پایہء تکمیل تک پہنچانے کے اقدام کرتا ہے۔

ابرہام: ''اِیمانداروں کا باپ'' خُدا کی بات سنتا ہے اور اُس راہ پر چل پڑتا ہے جو ماضی سے اُس کی وابستگی ختم کر دیتی ہے اور اُس کی نگاہیں مُستقبل پر لگا دیتی ہے۔

''تُو اپنے وطن اور اپنے ناتے داروں کے بیچ سے اور اپنے باپ کے گھر سے نِکل کر اُس مُلک میں جا جو مَیں تجھے دکھاؤں گا اور مَیں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور برکت دُوں گا...'' (پیدائش ۱۲:۱۲)۔

نجات کا الٰہی منصوبہ بڑی پست حالی سے، صرف ایک آدمی ابرہام اور اُس کے خاندان سے شروع ہُوا۔لیکن شروع ہی سے خُدا کا مقصد عالمگیر تھا۔ابرہام کی برگزیدگی سے ساری قوموں کو برکت ملنی تھی۔

''...مَیں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا... سو تُو باعثِ برکت ہو ... زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلے سے برکت پائیں گے'' (پیدائش ۱۲:۲-۳؛ ۱۳:۱۴-۱۷؛ ۱۵:۵؛ ۲۲:۱۷-۱۸)۔

ہم پیدائش کی کتاب میں آگے پڑھتے ہیں تو خُدا کا منصوبہ چند خاص چُنے ہوئے افراد تک محدود معلوم ہوتا ہے، مگر ضرور ہے کہ ہم اِس وعدے کی اہمیت کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دیں۔

پہلے ''اِضحاق'' اور پھر ''یعقوب'' خُدا کے اِس وعدہ کے وارث ہوئے (پیدائش ۲۶:۴؛ ۲۸:۱۳-۱۵)۔یعقوب کے گیارہویں بیٹے ''یوسف'' کو اُس کے بھائیوں نے غلام کے طور پر بیچ دیا، لیکن اِس کے نتیجے میں یعقوب کا خاندان مصر گیا اور قحط سے بچ گیا۔اِس طرح اُس عظیم رہائی کے واقعے کی بنیاد پڑی جس کا ذِکر ہم خرُوج کی کتاب میں پڑھتے ہیں۔

۳- خرُوج: مصر سے خرُوج وہ لمحہ تھا جس سے نجات کی تارِیخ میں کئی واقعات پھوٹے۔خُدا نے اپنے آپ کو موسیٰ پر ظاہر کِیا کہ مَیں تمہارے باپ دادا کا خُدا ہُوں اور نجات دینے والا خُدا ہُوں۔مَیں نے اپنے لوگوں کا رونا اور پکار سنی ہے اور اُنہیں چھڑانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔اُس نے موسیٰ پر اپنا نام ''یہوہ'' (اردو میں ''یہوواہ'') ظاہر کِیا اور اُسے مصر کے بادشاہ فرعون سے بات کرنے بھیجا۔کئی

رکاوٹوں اور مزاحمتوں کے بعد اِسرائیلی مصرؔ سے "نکلے" اور اُن کے ساتھ ایک ملی جُلی گروہ بھی گئی، (خرُوج ۱۲: ۳۸)۔ یہ مختصر سا حوالہ گہرے معنی رکھتا ہے کیونکہ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ خُدا کے لوگوں کا اتحاد (یگانگت) بنیادی طور پر نسلی اِشتراک پر نہیں ہے۔

رہائی کے بعد "عہد" کی باری آئی۔ بنی اِسرائیل کوہِ سیناؔ پر پہنچے تو خُدا اپنے لوگوں سے ملا اور اُن کے ساتھ ایک عہد یا اتحاد کا معاہدہ کِیا۔ یہ عہد دو طرفہ اقرار نامہ نہیں تھا۔ دُوسرے لفظوں میں یہ دو فریقین کے درمیان معمول کا سمجھوتا نہیں تھا جس پر دستخط کرنے سے پہلے، اُنہوں نے تفصیلی بات چیت سے اُس کی شرائط طے کر لی ہوں۔ یہ خُدا کا اپنا انتظام تھا یا مشیت الٰہی تھی۔ اِس میں خُدا نے پہل کی اور اپنے فضل سے مفت عطا کِیا۔ اِس عہد نے اُس برگزیدہ قوم کو "مُقدّس" اُمت بنا دیا جو خُدا کے لئے مخصوص (مُقدّس) ہوگئی اور زمین کی ساری قوموں کے درمیان خُدا کی خدمت کرنے کو وقف ہوگئی (خرُوج ۱۹: ۳-۸)۔

اِس رِہائی کی تاریخ بنی اِسرائیل کے دِل و دماغ پر ہمیشہ کے لئے نقش ہوگئی۔ اُس لمحے کے بعد خُدا نے اپنا تعارف اِس طرح سے کرانا کبھی نہیں چھوڑا کہ "خُداوند (یہوواہ) تیرا خُدا جو تجھے مُلکِ مصرؔ سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا مَیں ہُوں" (خرُوج ۲۰: ۱)۔

۴- خرُوج کے بعد "احبار" کی کتاب ہے۔ یہ کتاب اِسرائیلیوں کے لئے خُدا کی عبادت کے قواعد وضوابط کا تعین کرتی ہے کیونکہ وہ کاہنوں کی اُمت ہیں جو خُدا کی خدمت اور عبادت کے لئے مخصوص اور وقف ہے۔

۵- بیابانی سفر: اِس کا تفصیلی بیان "گنتی" کی کتاب میں ہے۔ بیابان کے کٹھن ماحول میں سے مُلکِ موعود کی طرف سفر کرنے کے دوران اُن لوگوں کو بھوک اور پیاس کی سختی سہنی پڑی۔ اِن مشکلات نے اُنہیں وہ مچھلی اور سبزیاں یاد دلا دیں جو مصرؔ میں کھایا کرتے تھے (گنتی ۱۱: ۵) اور وہ بار بار خُدا اور موسیٰؔ کے خلاف بغاوت کرتے رہے "خُداوند کیوں ہمیں اُس ملک میں لے جا کر تلوار سے قتل کرانا چاہتا ہے؟ پھر تو ہماری بیویاں اور بال بچّے لُوٹ کا مال ٹھہریں گے۔ کیا ہمارے لئے بہتر نہ ہوگا کہ ہم مصرؔ کو واپس چلے جائیں؟" (گنتی ۱۴: ۳)۔ آزادی اُنہیں ایک بڑا بوجھ معلوم ہوتی تھی اور وہ غلامی میں واپس جانے کو بیتاب ہو جاتے تھے۔ تب خُدا نے چٹان سے پانی بہایا اور اُنہیں من سے سیر کِیا۔

۶- اِس سفر کے اِختتام پر اور دریائے یردؔن پار کرنے سے پہلے مُوسیٰؔ نے اُنہیں آخری ہدایات دیں جو "اِستِثنا" کی کتاب میں مرقوم ہیں۔

۷- "یشُوؔع" کی کتاب جو مُوسیٰؔ کے جانشین یشُوؔع کے نام سے منسوب ہے وہ عبرانی قبیلوں کے مُلکِ موعود میں آباد ہونے کا مسرت بخش بیان کرتی ہے۔ اِس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کِیا جاسکتا ہے۔ (الف) کنعاؔن کی فتح (باب ۱-۱۲)، (ب) مفتوحہ علاقوں کی تقسیم (باب ۱۳-۲۱)، (ج) اِسرائیؔل کا اِتحاد جو اِیمان پر مبنی تھا (باب ۲۲-۲۴)۔

اِسرائیلی بیابان سے آئے۔ اُنہوں نے دریائے یردؔن پار کِیا تو اُنہیں فصیل دار شہر اور جنگی رتھ مِل گئے۔ اُس ملک میں داخل ہونے کی کامیابی کا انحصار ہتھیاروں پر کم اور خوش تدبیری پر زیادہ تھا۔ دراصل یہ فتح اِنسانی کارکردگی اور کمال نہیں تھا بلکہ خُدا نے فتح پائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اِن واقعات کی تاریخ پڑھتے ہوئے یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم عجیب اور نادر کاموں سے معمور رزمیہ قصہ پڑھ رہے ہیں مثلاً یرؔیحو کی فصیلوں کا گرنا، سورج کا رُک جانا، کنعانیوں میں سراسیمگی اور خوف کا پھیل جانا، اِس لئے کہ خُدا اپنے لوگوں کے آگے آگے جاتا اور اُن کی خاطر لڑتا ہے۔ اُن "خُداوند کی لڑائیوں" میں (۱-سموئیل ۱۸:۱۷) عہد کا صندوق اپنے لوگوں کے درمیان خُدا کی حضوری کی علامت ہے۔

چنانچہ یشُوؔع کی کتاب کا بنیادی موضوع یہ ہے کہ اِسرائیؔل خُداوند (یہوواہ) اپنے خُدا کا شکر بجالائے جس نے مُلکِ کنعان اُنہیں میراث کے طور پر عطا کِیا ہے۔ اِس کتاب کا اِختتام سکؔم کے مقام پر عہد کی تجدید کے ساتھ ہوتا ہے۔

یشُوؔع اِسرائیلیوں کے اِجتماع کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اُن سارے کاموں کی یاد دلاتا ہے جو خُدا نے اپنے لوگوں کے لئے کئے ہیں۔ پھر وہ ایک عہد تجویز کرتا ہے اور اُس عہد پر مُہر ہوتی ہے۔ لوگوں کا "یہوواہ" پر اِیمان اور ایک واحد شریعت کو قبول یا تسلیم کرنا (باب ۲۴)۔ اِس کے بعد قُضاۃ کی کتاب ہے جو اِس تاریخی دَور کی ایک فرق تصویر پیش کرتی ہے۔ یہ واضح اشارہ دیتی ہے کہ یہ عمل طویل ہے۔ یشُوع کی کتاب میں مذکور تیز رفتار اور کامل فتح نہیں ہے۔

۸- قُضاۃ: یشُوؔع کی وفات کے بعد اِسرائیؔل کے قبیلے ایک مشکل دَور میں سے گزرے جسے اکثر "قاضیوں کا دَور" کہتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ "قاضی" قانونی معنی میں قاضی نہ تھے بلکہ قومی

سورما تھے۔ جنہیں خُدا بحران کے ادوار میں برپا کرتا تھا کہ قوم کو ظلم وستم سے رِہائی دلائیں۔ جب بھی ایک یا دو اِسرائیلی قبیلوں کو خطرہ ہوتا تھا کہ دُشمن حملہ کریں گے تو یہ رہنما جو ''خُدا کے رُوح'' سے معمور ہوتے، اُٹھتے اور لوگوں یا قوم کے دُشمنوں سے جنگ کرتے تھے (قضاۃ ۳: ۱۰؛ ۱۱: ۲۹)۔

یہ خطرے یا دھمکیاں پڑوسی قوموں سے ہوتی تھیں۔ اِسرائیلیوں کے کنعان میں داخل ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد فِلستی فِلستین کی جنوبی سرحدوں پر آباد ہو گئے (تقریباً ۱۱۷۵ ق م)۔ وہ اُن پانچ شہروں میں آباد ہوئے جنہیں فِلستین کا Pentapolis (پانچ شہر) کہتے ہیں۔ اپنی فوجی طاقت اور لوہے کی پیداوار پر اِجارہ داری کے باعث وہ اِسرائیلیوں کے لئے مستقل خطرہ تھے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات عبرانی قبیلوں کا وجود اور بقا خطرے میں پڑ جاتی تھی اِس لئے کہ فِلستی جو اُس ملک کے اصل اور مقامی باشندے تھے (کنعانی) اور پڑوسی قومیں (مدیانی، موآبی، عمونی اور دُوسری قومیں) اُن کی جانی دُشمن تھیں۔

جب بھی کوئی ایسا بحران پیدا ہوتا اور نازک وقت آتا تو خُدا کوئی نہ کوئی ''قاضی'' یا رہنما برپا کر دیتا جو قوم کی خاطر فتح حاصل کرتا تھا۔ یہ سورما الگ الگ مقامات اور اوقات میں اپنے اپنے طریقے سے سرگرم عمل رہے۔ مثال کے طور پر جدعون نے جنگ کی خاطر کئی قبیلوں کو اِکٹھا کر لیا تھا۔ مگر سمسون غیر معمولی زور اور طاقت والا ایسا سورما تھا جس نے کئی موقعوں پر فِلستیوں کو پوری سنجیدگی سے چیلنج کیا اور للکارا۔ اِن قاضیوں کو سونپی جانے والی خاص ذِمہ داریاں نوعیت کے اِعتبار سے شخصی اور عارضی ہوتی تھیں۔ خطرہ ٹل جاتا تو وہ عموماً اپنے معمول کے کاروبار اور مصروفیات کی طرف لوٹ جاتے تھے۔

''دبورہ کا گیت'' (قضاۃ باب ۵) بڑی صفائی سے واضح کرتا ہے کہ قاضیوں کے زمانے میں اِسرائیلیوں کی صورت حال کیسی تھی۔ اِس گیت (نظم) میں ایک فتح پر خوشی وشادمانی کا اِظہار کیا گیا ہے۔ یہ فتح عبرانی قبیلوں کے ایک اِتحاد نے یزرعیل کے میدان میں کنعانیوں پر حاصل کی تھی۔ قضاۃ ۵: ۱۴-۱۸ کے مطابق دبورہ کے بلاوے پر چھ قبیلے جمع ہو گئے تھے یعنی افرائیم، بنیمین، مکیر (منسی)، زبولون، اشکار اور نفتالی۔ دُوسری طرف چار قبیلوں کو سخت سرزنش کی گئی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کو نہ آئے۔ یہ چار قبیلے ہیں رُوبن، جلعاد (جد)، دان اور آشر۔ جنوبی علاقے کے قبیلوں یعنی یہوداہ، شمعون اور لاوی کا تو ذِکر تک نہیں ہُوا۔ غالباً اِس لئے کہ کسی قسم کی رکاوٹ نے اُنہیں دُوسرے قبیلوں سے جُدا کر

رکھا تھا۔ایک بڑی رکاوٹ وہ چھوٹا سا خودمختار علاقہ تھا جو شمالی اور جنوبی قبیلوں کے درمیان تھا اور جس میں یروشلیم کا قلعہ واقع تھا۔ یہ علاقہ ابھی تک یبوسیوں کے قبضے میں تھا (یشوع ۱۵: ۶۳، قضاۃ ۱۹: ۱۰-۱۲)۔

قضاۃ کی کتاب اُس دَور میں اِسرائیل کے مذہبی رویے اور رواج پر کڑی تنقید کرتی ہے۔ اِسرائیلی صحرانوردی کے طرزِ زِندگی کو ترک کر کے ایک جگہ مستقل رہائش اور زرعی طرزِ زِندگی اِختیار کر رہے تھے۔ اِس وجہ سے اُن میں ایک تبدیلی آ رہی تھی۔ اُنہوں نے بعض کنعانی رسم و رواج کو پوری طرح اپنا لِیا تھا (خصوصاً جن کا تعلق کھیتی باڑی سے تھا) اور بعض وہ مذہبی رسمیں بھی اپنا لی تھیں جو "یہوہ" (یہوواہ) کی صحیح اور خالص عبادت کے خلاف تھیں۔ اِن رسموں کا تعلق کنعان کے بارداری کے دیوتا بعل کے ساتھ تھا۔ لوگ اُس سے دُعائیں مانگتے تھے کہ زمین کو زرخیزی عطا کرے، اناج کی اچھی فصل اور وافر مَے اور تیل بھی عطا کرے۔

مزید برآں قضاۃ کی کتاب اِس حقیقت پر بھی سخت تنقید کرتی ہے کہ مختلف عبرانی گروہوں میں نہ کوئی اِتحاد تھا نہ سیاسی نظم و ضبط تھا۔ "اُن دنوں اِسرائیل میں کوئی بادشاہ نہ تھا اور ہر شخص جو کچھ اُس کی نظر میں اچھا معلوم ہوتا تھا وہی کرتا تھا" (قضاۃ ۱۷: ۶، مزید دیکھئے ۱۸: ۱؛ ۱۹: ۱؛ ۲۱: ۲۵)۔ اِس کے بعد کے دَور میں بادشاہت قائم ہوئی اور طوائف الملوکی رفتہ رفتہ ختم ہوگئی۔

۹۔ سموئیل اور ساؤل: اِس دَور میں سیاسی نظم و نسق اور اِستحکام پیدا ہُوا۔ یہ بائبل مُقدّس میں مذکور سب سے اہم دَور ہے۔ قضاۃ کے بعد سموئیل کی دو کتابیں اس دَور کا تفصیلی بیان کرتی ہیں۔ یہی دَور ہے جس میں اِسرائیل پر ایک بادشاہ حکومت کرنے لگا اور قوم کو سیاسی وجود میسر آیا۔ سموئیل کی پہلی کتاب تین حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے اور ہر حصہ ایک یا دو مرکزی کرداروں پر مرکوز ہے۔ سموئیل (باب ۱-۷)، سموئیل اور ساؤل (باب ۸-۱۵)، اور ساؤل اور داؤد (باب ۱۶-۳۱)۔

اِن میں سب سے پہلی شخصیت سموئیل ہے۔ وہ بچپن ہی سے خُدا کے لئے مخصوص تھا اور نبی بنا۔ بائبل مُقدّس میں چند دُوسری مثالوں کی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بانجھ عورت کے ہاں پیدا ہونے والا بچّہ خاص مقصدِ حیات رکھتا ہے جو خُدا نے پہلے سے مقرر کر دیا ہے۔ سموئیل کی بلاہٹ میں تین عناصر ہیں جو کسی نبی کی بلاہٹ کے ہر واقعے یا معاملے میں نظر آتے ہیں۔ اوّل، خود بلاہٹ، جس میں پہل یہوواہ کرتا ہے، پھر وہ پیغام جو نبی کو حکم ہوتا ہے کہ پہنچائے اور بلائے جانے والے شخص کا ردِعمل یا جواب

(۱-سموئیل باب ۳، مزید دیکھئے خروج ۳:۱-۱۲، یسعیاہ باب ۶، یرمیاہ ۱:۴-۱۰، حزقی ایل باب ۱۳)۔

اِسرائیلی قبیلوں کو ایک شہنشاہیت کے تحت منظّم و متحد کرنے کی کوشش بعد میں ساؤل کی زیرِ قیادت شروع ہُوئی۔ اِسرائیل کے گذشتہ قاضیوں کی طرح ساؤل بھی خُدا کی طرف سے چُنا ہُوا "چھڑانے والا" تھا (۱-سموئیل ۱۰:۱)۔ خُدا کا رُوح اُس پر نازل ہُوا اور اُس نے عمونیوں کے خلاف جنگ میں پیشوائی کی (۱-سموئیل ۱۱:۱-۱۳)۔ اِس مہم سے وہ فتح مند لوٹا تو اُس کے بادشاہ ہونے کا اِعلان کر دیا گیا۔ اِس اِعلان کے ساتھ اِسرائیل میں بادشاہت قائم ہوگئی۔

۱۰- ساؤل کی وفات اور داؤد کا دَورِ حکومت: ساؤل کی شروع شروع کی فتوحات کا تذکرہ کرنے کے بعد بائبل مُقدّس دو افراد کی زِندگیوں کا حال بتاتی ہے جنہوں نے الگ الگ راہیں اِختیار کیں۔ نوجوان داؤد جو ساؤل بادشاہ کی فوج میں بھرتی ہوگیا تھا لوگوں میں مقبول سے مقبول تر ہوتا گیا (۱-سموئیل ۱۸:۶-۷)۔ بادشاہ اُس سے حسد کرنے لگا اور داؤد کو بے دردی سے ستانے لگا۔ یوں داؤد کو عرُوج حاصل ہوتا گیا اور بالآخر وہ تخت کا مالک ہوگیا اور ساؤل روبہ زوال ہُوا اور شکست اور مَوت سے دوچار ہُوا۔

ساؤل کی مَوت سے داؤد کی راہ ہموار ہوگئی اور پہلے اُسے یہوداہ کا بادشاہ تسلیم کیا گیا (۲-سموئیل ۲:۴)۔ اُدھر شمالی قبیلے منظّم و متحد رہنے میں ناکام رہے تو داؤد کو اِسرائیل کا بادشاہ بھی تسلیم کر لیا گیا (۲-سموئیل ۵:۱۳)۔ یروشلیم کی فتح داؤد کی زِندگی میں فیصلہ کن لمحہ ثابت ہوئی۔ اُس نے یبوسیوں کے اُس شہر کو اپنی مملکت کا دارالحکومت بنایا (۲-سموئیل ۵:۹-۱۶) اور عہد کا صندوق وہاں لا کر اُسے اِسرائیل کا مذہبی مرکز بھی بنا دیا (۲-سموئیل ۶:۱-۲۳)۔

سموئیل کی کتابیں داؤد کی وہ تصویر پیش کرتی ہیں کہ اِس میں موجود ایک سورما یا قومی ہیرو کی ساری خصوصیات نمایاں نظر آتی ہیں۔ وہ خوب صورت، جان نثار دوست، موسیقار، شاعر، شیر دِل سورما اور غیر معمولی رہنما تھا۔ اِن ساری باتوں کے باوجود بائبل مُقدّس داؤد کے گُناہوں کا خصوصاً اُس کا بت سبع کے ساتھ زنا اور اُس کے شوہر اُوریاہ کو قتل کرانے کے گُناہ کا ذِکر کرنے سے نہیں کتراتی۔

اپنے طویل دَورِ اقتدار میں داؤد شمالی اور جنوبی قبیلوں کے درمیان عداوت اور دُشمنی ختم کرانے میں ناکام رہا چُنانچہ ہمیشہ خطرہ رہتا تھا کہ اِن قبیلوں کا اِتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا۔ یہ حقیقت اُن بہت سی

شورشوں سے اور خصوصاً اُس کے اپنے بیٹے ابی سلوم کی سربراہی میں اُٹھنے والی بغاوت سے عیاں ہے (۲-سموئیل ۱۵:۱-۱۹:۶؛ ۴۲-۲۰:۲)۔ شاہی دربار بھی سازشوں کی آماجگاہ تھا۔ اِن حالات میں داؤد کی وفات ہُوئی تو اُس کا بیٹا سلیمان اُس کا جانشین ہُوا (۱-سلاطین باب ۱-۲)۔

۱۱- **داؤد کے بعد اِسرائیل اور یہوداہ کے بادشاہ :** سلیمان نے وہ منصوبہ مکمل کِیا جو اُس کا باپ شروع بھی نہ کر سکا تھا (۱-سلاطین ۸:۱۷-۲۱)۔ اُس نے وہ عبادت گاہ تعمیر کرائی جسے اِسرائیل کی مذہبی اور ثقافتی زِندگی کا اہم حصہ بننا تھا۔ ہیکل کی اہمیت خاص اُس دُعا سے ظاہر ہوتی ہے جو اُس کی تقدیس کی تقریب میں بادشاہ نے مانگی (۱-سلاطین ۸:۲۳-۵۳)۔

مگر سلیمان کا دَورِ حکومت فقط شان وشوکت اور عظمت اور شاہی ٹھاٹ باٹ کا دَور نہ تھا۔ بائبل مُقدّس اُس عہد کے منفی پہلو بھی سامنے لاتی ہے جن میں بت پرستی کی رعایت اور اِجازت اور بھاری ٹیکس بھی شامل ہیں جو بادشاہ نے لوگوں پر عائد کر دیئے تھے۔ اُس کے تعمیراتی منصوبوں کے لئے بھاری ٹیکس اور سینکڑوں مزدُوروں کی ضرورت تھی۔ بہت سے اِسرائیلی اِن زیادتیوں یا بے اعتدالیوں کو اُن معیاری اور مثالی باتوں سے غداری سمجھتے تھے جن سے خُدا کی اُمت کو شناخت ملی تھی اور ان کے وَجود کا خاص سبب تھیں (دیکھئے ۱-سموئیل باب ۸)۔ سارے ملک میں اور خصوصاً شمالی قبیلوں میں زبردست بے چینی اور اِضطراب پایا جاتا تھا۔ اِس اِضطراب اور بے اِطمینانی کے نتیجے میں شمالی اور جنوبی قبیلوں کے درمیان پُرانی عداوت اور دُشمنی دوبارہ سر اُٹھانے لگی (دیکھئے ۲-سموئیل ۲۰:۱-۲) اور جو اِتحاد داؤد نے قائم کِیا تھا (دیکھئے ۲-سموئیل ۲:۴؛ ۵:۳) اُس کا شیرازہ بکھر گیا۔

سلیمان کی وفات کے بعد داؤد کی مملکت دو خود مختار ریاستوں میں بٹ گئی یعنی شمال میں اِسرائیل اور جنوب میں یہوداہ اور یروشلیم یہوداہ کا دارالحکومت رہا۔ بائبل مُقدّس اُن حالات کا بھی بیان کرتی ہے جو اُس سیاسی فرقہ بندی کا باعث بنے اور پھر مذہبی فرقہ بندی بھی پیدا ہوئی (۱-سلاطین باب ۱۲)۔ اِس کے بعد بائبل مُقدّس دونوں سلطنتوں کی متوازی تاریخ بیان کرتی ہے۔ وہ اپنی پرانی عداوت کو خال خال موقعوں پر ہی نظر انداز کر سکے۔

سلاطین کی کتابوں کے مطابق شہنشاہیت کے پورے دَور میں اِسرائیل اور یہوداہ کی تاریخ مُسلسل گناہ اور بے دینی کی تارِیخ ہے اور اِس صورتِ حال کے ذِمہ دار خود بادشاہ تھے۔ حالانکہ توقع تھی کہ یہ بادشاہ

خُدا کے لوگوں پر حکمت سے حکومت کریں گے (دیکھئے ۱-سلاطین ۳:۹) مگر وہ اُس کے برعکس ہی کرتے رہے۔ چُنانچہ یہ کوئی اِتفاق نہیں کہ بالآخر اِسرائیل اور یہوداہ نے شکست کھائی اور خود مختار قوموں کی حیثیت سے اُن کا وجود ختم ہو گیا (۲-سلاطین ۱۷:۶؛ ۲۵:۱-۲۱)۔

۱۲- انبیا: یہ پس منظر ہے جس میں اِسرائیل کے عظیم نبی اپنا پیغام سناتے تھے۔ وہ اپنے معاشرے میں اِس وسیع اور گہرے اثرات کی حامل بدنظمی اور افراتفری کو حیرت سے دیکھتے تھے۔ اِسرائیلی قوم کا چلن وہ نہیں تھا جو خُدا چاہتا اور توقع کرتا تھا۔ اُس باغبان کی طرح جو تاکستان لگاتا اور اُس کی دیکھ بھال کرتا ہے خُدا نے اپنے لئے ایک قوم تیار کی اور اُس کی دیکھ بھال کرتا رہا اور توقع رکھی کہ وہ اچھا پھل پیدا کریں گے۔ مگر یہ توقع پوری نہ ہوئی اور اچھے پھل کی بجائے اس تاکستان میں کھٹے انگور پیدا ہوئے (یسعیاہ ۵:۱-۷) "یہوداہ کا گُناہ لوہے کے قلم اور ہیرے کی نوک سے لکھا گیا" (یرمیاہ ۱۷:۱)۔ "خُدا شریر کی مَوت سے خوش نہیں ہوتا بلکہ اِس سے کہ وہ باز آئے اور زِندہ رہے" (حزقی ایل ۱۸:۲۳) اِس لئے اُس نے اپنے بندوں نبیوں کو بھیجا کہ اُس کے لوگوں کو توبہ کرنے اور گُناہوں سے پھرنے کی طرف بلائیں۔

نبی تسلیم کرتے تھے کہ خُدا نے اِسرائیل کو چُن لیا اور برگزیدہ کیا ہے۔ البتہ وہ اِس بات پر بھی زور دیتے تھے کہ یہ برگزیدگی ایک اعزاز اور اِستحقاق سے کہیں بڑھ کر ہے، اِس میں ذِمہ داری بھی شامل ہے۔ لوگوں کو ہرگز نہیں سوچنا چاہئے کہ ہماری عبادت گزاری، ہماری ہیکل، داؤد کا شاہی سلسلہ یا یہوہ (یہوواہ) کے ماضی کے کاموں کی یاد اِس بات کی ضمانت ہے کہ خُدا غیر مشروط رعایت، نرمی یا مہربانی کرے گا۔ خُدا نے اُنہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ نیکی کیا ہے۔ "اے اِنسان اُس نے تجھ پر نیکی ظاہر کر دی ہے۔ خُداوند تجھ سے اِس کے سوا کیا چاہتا ہے کہ تُو اِنصاف کرے اور رحم دلی کو عزیز رکھے اور اپنے خُدا کے حضور فروتنی سے چلے؟" (میکاہ ۶:۸)۔

عاموس نبی نے بھی اِس خیال کو وضاحت اور اِختصار کے ساتھ یوں پیش کیا ہے۔

"دُنیا کے سب گھرانوں میں سے مَیں نے صِرف تم کو برگزیدہ کیا ہے۔ اِس لئے مَیں تم کو تمہاری ساری بدکرداری کی سزا دوں گا" (عاموس ۳:۲)۔

نبیوں کی منادی کا ایک اور مرکزی موضوع ہے 'یہوواہ کی عبادت کرنے میں وفاداری'۔ یہ

موضوع خاص طور پر ہوسیعؔ، یرمیاہ اور حزقی ایلؔ میں نمایاں ہے۔ اِن نبیوں نے ہر قسم اور ہر شکل کی بت پرستی کی مذمت کی ہے (مثلاً دیکھئے ہوسیع ۴:۱-۱۴، یرمیاہ ۲: ۲۳-۲۸)۔ اِس مقصد کے لئے اُنہوں نے اکثر شادی کی علامت اِستعمال کی ہے۔ یہوواہ اِسرائیلؔ کا وفادار شوہر ہے لیکن اِسرائیلؔ بے وفا بیوی کی طرح برتاؤ کرتے ہیں جس نے اپنے شوہر کو چھوڑ دیا اور جو بھی پہلا آدمی ملا اُس کے ساتھ زناکاری کی (دیگر حوالوں کے ساتھ دیکھئے ہوسیع باب ۲، حزقی ایل ۱۶: ۲۰)۔ ضرورت تھی کہ موقع گزرنے سے پہلے لوگ اپنی جوانی کی وفاداری کی طرف پھرتے (یرمیاہ ۲:۱-۳؛ ۴:۱-۴)۔

نبی حکمران طبقہ کے غرور اور بلند نظری کی بھی مذمت کرتے تھے کیونکہ اُنہیں کوئی فکر نہ تھی کہ ہماری قوم کا کیا حشر ہوگا۔ بے اصول مالک غریبوں کا اِستحصال کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں (دیکھئے عاموس ۲: ۶-۸)۔ نبی ہر طرف پھیلی ہوئی بدعنوانی اور لالچ کو دیکھتے تھے تو ظُلم اور بے اِنصافی کا شکار ہونے والوں کی حمایت میں ڈٹ جاتے تھے اور کھلے اور سخت لفظوں میں ظالموں کو ملامت کرتے تھے۔ وہ سکھاتے تھے کہ خُدا کے ساتھ وفاداری کا اِظہار صرف چند ثقافتی اور مذہبی رسموں کی پیروی سے نہیں بلکہ سب سے بڑھ کر سماجی تعلُقات میں اور عملی طور سے بھی ہونا چاہئے۔ انصاف کے بغیر محض خارجی اور دکھاوے کی عبادت خُدا کے نزدیک مکروہ اور گھنونی چیز ہے (یسعیاہ ۱:۱۰-۲۰، عاموس ۵:۲۱-۲۴)۔

۱۳- سقوطِ یروشلیم: نبی بار بار خبردار کرتے رہے کہ اگر لوگ اپنے پورے دِل سے خُدا کی طرف رجوع نہیں ہوں گے تو یروشلیم برباد ہو جائے گا اور اُس کے باشندے دُشمنوں کی تلوار کا لقمہ ہوں گے یا اسیر کر کے لے جائے جائیں گے۔ لیکن لوگ، اُن کے حاکم اور فرمانروا خُدا کے کلام پر کان نہ دھرتے تھے اور نبوتیں سچ ثابت ہوئیں۔ شاہِ بابل نبوکدنضر کی فوجیں مُقدّس شہر کے باہر خیمہ زن ہو گئیں اور یروشلیم اِس محاصرے کا مقابلہ نہ کر سکا۔ حملہ آور یروشلیم میں داخِل ہو گئے، اُسے لُوٹا اور غارت کیا اور آبادی کے خاص نمائندہ طبقے کو جلاوطن کر دیا (۲- سلاطین ۲۵:۱-۱۲)۔ زبور ۷۴: ۴-۸ اِس آشوب اور قیامت خیز تباہی کا یوں نقشہ کھینچتا ہے:

تیرے مجمع میں تیرے مخالف گرجتے رہے ہیں۔
نشان کے لئے اُنہوں نے اپنے ہی جھنڈے کھڑے کئے ہیں۔

وہ اُن آدمیوں کی مانند تھے
جو گنجان درختوں پر کلہاڑے چلاتے ہیں
اور اَب وہ اُس کی ساری نقش کاری کو
کلہاڑی اور ہتھوڑوں سے بالکل توڑے ڈالتے ہیں۔
اُنہوں نے تیرے مَقدِس میں آگ لگا دی ہے
اور تیرے نام کے مسکن کو زمین تک مسمار کر کے ناپاک کِیا ہے۔
اُنہوں نے اپنے دل میں کہا ہے ہم اُن کو بالکل ویران کر ڈالیں۔
اُنہوں نے اِس ملک میں خُدا کے سب عبادت خانوں کو جلا دیا ہے۔

۱۴- **اسیری:** اِسرائیلؔ کی مجموعی تاریخ کے سیاق وسباق میں اسیری کا زمانہ مقابلتاً مختصر تھا، یعنی پہلی جلاوطنی (۲-سلاطین ۲۵: ۱۸-۲۱) سے لے کر شاہِ فارِس خورسؔ کے فرمان تک (۲-تواریخ ۳۶: ۲۲-۲۳) تقریباً ساٹھ سال۔ تاہم یہ دَور نجات کی تاریخ کا سب سے زیادہ قابلِ قدر، بارآور اور سودمند دَور تھا۔ اِسرائیلی اپنی اِس مصیبت اور بربادی پر غور وفکر کرتے تھے اور بڑی بے تابی سے اِنتظار کرتے تھے کہ خُدا اپنے لوگوں کی خاطر ایک بار پھر مداخلت کرے گا (دیکھئے زبور ۱۳۷)۔ جب خُدا کا مقرر کردہ وقت پورا ہو گیا (یرمیاہ ۲۹: ۱۰) تو جو لوگ اسیری میں تھے اُنہوں نے نبیوں کی آواز پر توجہ دی جنہوں نے اعلان کِیا کہ اسیری کا خاتمہ اور رہائی کا وقت آ پہنچا ہے (دیکھئے یسعیاہ ۴۰: ۵۵)۔

جب یروشلیمؔ نے گھٹنے ٹیکے تھے تو شاہِ بابل نبوکدنضرؔ طاقت اور اِقتدار کے بامِ عروج پر تھا۔ مگر وہ وقت لازماً آنے کو تھا جب "بہت سی قومیں اور بڑے بڑے بادشاہ اُس سے خدمت کروائیں گے" (یرمیاہ ۲۷: ۷)۔ بابلؔ کے زوال کے اوّلین آثار تقریباً ۵۴۶ ق م میں نمودار ہوئے جب قدیم مشرقِ قریب کے منظر پر ایک نیا سردار اُبھرا۔ یہ سردار تھا فارسیوں اور مادیوں کا بادشاہ خورسؔ۔ اَب اسیر اِسرائیلی اپنی مصیبت اور زبوں حالی کے خاتمے اور رہائی کی توقع اور اِنتظار کر سکتے تھے (دیکھئے یسعیاہ باب ۴۰-۵۵) اور ۵۳۹ ق م میں بابلؔ کے زوال اور شکست کے ساتھ ہی یہ سب کچھ بھی وقوع پذیر ہُوا۔

۱۵- **اسیری سے واپسی:** خورسؔ کے فرمان نے، جو بائبل مُقدّس میں دو صورتوں میں مرقوم ہے (عزرا ۱: ۲-۴؛ ۶: ۳-۵) اسیروں کو منظوری اور اختیار دے دیا کہ فِلستینؔ کو لوٹ جائیں۔ وطن واپس

آنے والوں کا پہلا قافلہ شیسؔ بضر کی زیرکمان یہوؔداہ میں پہنچا (عزرا ۱: ۵-۱۱)۔ شیسؔ بضر ایک لحاظ سے سلطنت فارسؔ کا ہائی کمشنر (اعلیٰ اختیارات رکھنے والا افسر) تھا۔ لیکن شیسؔ بضر بہت جلد اِس منظر سے غائب ہوگیا اور اُس کی جگہ زرُبّابلؔ نے لے لی۔

زرُبّابلؔ نے ہیکل کی تعمیرِ نو بڑے جوش وولولہ سے شروع کی لیکن سامریوں کی دُشمنی اور مخالفت کے باعث کام رُک گیا، البتہ حجؔی نبی اور زکریاہ نبی کی حوصلہ افزائی سے زرُبّابلؔ نے کام دوبارہ شروع کِیا اور ۵۱۵ ق م میں ہیکل کی تعمیرِنو مکمل ہوگئی۔

خورسؔ کے شاہی فرمان کے بعد وطن واپس آنے والوں کے قافلے یکے بعد دیگرے یروشلیمؔ میں پہنچتے رہے۔ البتہ بہت سے دُوسرے یہودیوں نے اپنی پراگندگی کے ممالک میں غیر قوموں کے درمیان رہنے کو ترجیح دی جہاں وہ معاشی خوشحالی کا اور بعض اوقات سلطنتِ فارسؔ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کا لطف اُٹھا رہے تھے (دیکھئے نحمیاہ ۲: ۱)۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہوؔداہ کی سیاسی، معاشرتی اور مذہبی صورتِ حال بگڑتی گئی۔ اِس تنزلی اور خستگی کے دیگر اسباب کے علاوہ خاص اور بڑے اسباب تھے مثلاً معاشی مشکلات، جماعت کے اندرونی تفرقے اور خلفشار اور سامریوں کی دُشمنی۔

نحمیاؔہ نام ایک یہودی شاہِ فارسؔ ارتخششتاؔ اوّل کے دربار میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا۔ اُسے خبر ملی کہ عملاً یروشلیمؔ اب بھی کھنڈر ہے اور اُس کے پھاٹک جلے ہُوئے اور ناکارہ ہیں۔ چنانچہ اُس نے بادشاہ سے عرض کی کہ مجھے یہوؔداہ کا گورنر مقرر کِیا جائے تاکہ مَیں جاکر اپنے لوگوں کی مدد کرسکوں۔ اُس کی دلیری، بہادری، اِستقلال اور ثابت قدمی نے ساری مشکلات پر قابو پانے میں مدد کی اور بہت ہی تھوڑے وقت میں شہر کی فصیل دوبارہ تعمیر ہوگئی۔ اَب اُس نے لوگوں کو مُقدّس شہر میں دوبارہ واپس لانے پر توجہ مرکوز کی کیونکہ شہر تقریباً بالکل بے آباد تھا۔ اُس نے کمزور اور بے آسرا لوگوں کی محافظت کے لئے سخت اقدام کئے اور ظلم اور بے انصافی کرنے والوں کو سزائیں دِیں (نحمیاہ ۵: ۱-۱۲)۔ اُس نے خود اصول پسندی اور نیک نیتی کا نمونہ پیش کِیا (نحمیاہ ۵: ۱۴-۱۹)۔ تھوڑا عرصہ بادشاہ کے دربار میں حاضری دینے کے بعد وہ دُوبارہ یروشلیمؔ آیا اور اِصلاحات کا جو کام شروع کِیا تھا اُسے پورا کِیا (نحمیاہ باب ۱۰)۔ عزراؔ جو ایک کاہن اور مُنشی (سیکرٹری) تھا اُس نے بھی بابلؔ سے آکر اصلاح کے اِس کام

میں اہم کردار ادا کیا۔

۱۶- **پراگندگی کے ممالک میں:** جیسا کہ اُوپر ذکر ہُوا بابل میں جلاوطن ہونے والوں میں سے بہتوں نے یرمیاہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے (یرمیاہ ۲۹: ۴-۷) کھیتی باڑی شروع کر دی تھی اور کئی دُوسرے نفع بخش کاموں میں لگ گئے تھے۔ وہ اسیری میں خوشحال آبادیاں قائم کرنے میں کامیاب رہے تھے۔ اِس لئے جب خورس نے وطن واپس جانے کی منظوری دے دی تو اُنہوں نے فلستین کو واپس نہ جانے کا فیصلہ کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہودیوں کے اَور گروہ یکے بعد دیگرے فلستین سے نقل مکانی کر کے دُوسرے ملکوں میں آتے رہے تاکہ نئی شروعات کریں۔ یوں غیر ممالک میں یہودی آبادیاں قائم ہوتی رہیں اور اُن کی تعداد کافی بڑھ گئی۔ اس طرح پہلی صدی عیسوی تک نقل مکانی کر کے آنے والے یہُودی یا اُن کی اولاد بحیرۂ رُوم کے سارے خطے میں جگہ جگہ بکھر گئے (اور آباد ہو گئے) تھے۔ مجموعی طور سے اِن برادریوں (جماعتوں) کو "پراگندہ" کے نام سے پکارا جاتا تھا جس کا مطلب ہے "تتر بتر" یا "بکھرے ہوئے" (دیکھئے یعقوب ۱:۱، ۱-پطرس ۱:۱ جہاں یہ اصطلاح کلیسیا کے لئے اِستعمال ہوئی ہے اور اُردو میں ترجمہ "جابجا رہتے ہیں" کیا گیا ہے)۔

ہمیں اِن "پراگندہ" برادیوں کا شکر گزار ہونا چاہئے کیونکہ اُن کے اثر سے بہت سے بے دین اور بت پرست لوگوں نے یہُودی توحید پرستی قبول اور اختیار کر لی۔ اِن میں سے کچھ لوگوں نے یہودی مذہب کے احکام و ہدایات کو جزوی طور پر قبول کیا۔ اِن نو ایمانداروں کو "خُدا ترس یہودی" (اعمال ۲:۵) کہا جاتا تھا۔ اِن کے علاوہ بعض لوگ تھے جو زیادہ جوشیلے تھے اور مُوسیٰ کی شریعت کی پوری پیروی کرتے تھے۔ اُنہوں نے ختنہ بھی کرا لیا تھا۔ اُنہیں "نو مرید یہُودی" کہا جاتا تھا۔ رسُولوں کے اعمال کے مطابق اوّلین مسیحی مبلغین (مشنری) جہاں جہاں گئے اُنہیں وہاں "نو مرید یہُودی" اور "خُدا ترس یہُودی" ملے (اعمال ۲:۱۰؛ ۱۰:۲؛ ۱۳:۱۶، ۴۳)۔

۱۷- **دَورِ بین العہدین:** پُرانے عہد نامہ کی آخری کتاب اور نئے عہد نامہ کی اوّلین تحریروں کے درمیانی عرصے کو "دَورِ بین العہدین" کہتے ہیں۔ اِس مرحلے کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے ہمیں یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ زمانہ تھا اور اَیسا وقت پہلے کبھی نہیں تھا کہ جب یہُودیوں کو "ایک وعدے کے سہارے" زِندگی گزارنی پڑی۔ اُس وعدے کے سہارے اُمید زِندہ رہی جو پہلے ابرہام سے کیا گیا اور

مُوسیٰ کے ماتحت ایک ''عہد'' کے طور پر اُس کی تجدید ہوئی اور داؤد کے ساتھ دہرایا گیا اور نبی اِس کی لگاتار یاد دہانی کراتے رہے۔

اِسرائیل کی ساری تاریخ آشوب، ہنگامہ اور بدنظمی سے بھری ہوئی ہے۔ مگر اِس ساری تاریخ میں ''یہ اُمید'' مستقل قائم رہی۔ یہ بار بار پیدا اور تازہ ہوتی رہی اور لوگ ہمیشہ آگے کو یعنی مستقبل کی طرف دیکھتے رہے۔ اسیری کے اِبتلا، مصیبتوں اور آزمائشوں کے بعد اور بادشاہت کے خاتمے کے بعد یہ اُمید نئے داؤد یعنی ''مسایاح'' (مسیح موعود) پر مرکوز ہوگئی۔ ''مسایاح'' (مسیح موعود) کا اِنتظار کرنے والوں کا سارا جھکاؤ اِس سوچ کی طرف تھا کہ یہ بادشاہی خالصتاً زمینی اور دُنیاوی ہوگی۔ وہ صرف یہی سوچتے تھے کہ وہ آکر اُن بے دِین قوموں کو مغلوب ومحکوم کرے گا جو اِسرائیل پر ظلم وستم کرتی رہی ہیں۔

بعض پیشینگوئیوں کی تشریح اِسی طرح کی جاتی تھی مثلاً عاموس کی یہ پیشینگوئی کہ خُداوند فرماتا ہے:

''مَیں اُس روز داؤد کے گرے ہوئے مسکن کو کھڑا کرکے اُس کے رخنوں کو
بند کروں گا اور اُس کے کھنڈر کو مرمت کرکے اُسے پہلے کی طرح تعمیر کروں گا
تاکہ وہ ادوم کے بقیہ اور اُن سب قوموں پر جو میرے نام سے کہلاتی
ہیں قابض ہوں۔ اِس کو وقوع میں لانے والا خُداوند فرماتا ہے۔'' (عاموس ۹:۱۱-۱۲)

اگرچہ صرف یہی نہیں مگر خاص یہی نقطہءِ نظر تھا جو یسُوع کے زمانے میں یہودیوں میں راسخ تھا۔ اُس کے ساتھ ساتھ ہمیں مبینہ ''مکاشفاتی دھارا'' بھی نظر آتا ہے۔ ''مکاشفاتی'' عربی کے لفظ ''کشف'' سے مشتق ہے۔ جس کا مطلب ہے ''غیب کی باتوں کا اِظہار''۔ اسی سے لفظ ''مُکاشفہ'' ماخوذ ہے۔ یونانی میں اِس کے لئے لفظ ''اپاکلپسس (Apokalypsis)'' ہے جس سے اِسم صفت ''اپاکلپٹک (Apocalyptic)'' یعنی ''مکاشفاتی'' ہے۔ دراصل ہر مُکاشفہ اِنسانی تارِیخ کے گہرے معنی کا اِنکشاف ہوتا ہے کیونکہ تاریخ خُدا کے پوشیدہ اور مخفی مقصد کے برآنے کا عمل ہے اور اِسے صرف خُدا کے مُکاشفہ ہی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اِس منصوبے کے مطابق زمانے کے اخیر پر خُدا ابدی طور پر فتح یاب ہوگا اور سارے اِیمانداروں کے سب آنسو پونچھ ڈالے گا (مُکاشفہ ۲۱:۴)۔ مگر جب تک خاتمہ آنہیں پہنچتا بدی کی ساری طاقتوں کا مظاہرہ ہوتا رہے گا اور خُدا کے لوگ ستائے جائیں گے یہاں تک کہ پرتشدد موت سے مارے جائیں گے۔ اِس سیاق وسباق میں مُکاشفہ خُدا کے مظلوم اور اذیتوں کے شکار لوگوں کے لئے تسلی،

حوصلہ اور اُمید کا پیغام پیش کرتا ہے۔

یہ تحریریں مسحور کن ہیں مگر ہیں پیچیدہ کیونکہ اِن میں تاریخی حوالے بہت ہیں جنہیں اُس وقت تک سمجھنا ممکن نہیں جب تک اُن حالات سے کماحقہ واقفیت نہ ہو جن میں یہ متن لکھے گئے تھے۔ یہ مشکل اُس حقیقت کے باعث اَور بڑھ جاتی ہے کہ یہ ستون "مخصوص مکاشفاتی انداز" میں ہیں۔ اِس ادبی ہیئت کی انوکھی خصوصیت اکثر و بیشتر اِستعاراتی یا علامتی زبان کا اِستعمال ہے۔

۱۸- نیا عہد نامہ: ہمارے باپ دادا سے نبیوں کی معرفت کلام کرنے کے بعد خُدا نے اپنے بیٹے یِسُوع مسیح کو بھیجا جو اُس کا ازلی کلام اور کُل اِنسانوں کے لئے نُور ہے "تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زِندگی پائے" (یوحنا ۳:۱۶)۔

یوحنا سے بپتسمہ لینے کے بعد (مرقس ۱:۹-۱۱) یِسُوع گلیل کو واپس گیا اور خُدا کی خوشخبری کی منادی کرنے لگا (مرقس ۱:۱۴-۱۵)۔ اُس نے اپنے پاس شاگردوں کا ایک گروہ جمع کر لیا "تاکہ اُس کے ساتھ رہیں اور وہ اُن کو بھیجے کہ منادی کریں" (مرقس ۳:۱۴)۔ مگر اناجیل ہمیں بتاتی ہیں کہ شروع ہی سے شاگرد سمجھ نہ پائے کہ دراصل یِسُوع کون ہے یعنی وہ شخص جس کے ساتھ اُن کی ایسی قریبی رفاقت تھی (مرقس ۸:۱۴-۲۱)۔ مگر یِسُوع نے اُنہیں بتایا کہ فارقلیط "سچائی کا رُوح"، "تمہیں ساری باتیں سکھائے گا (یوحنا ۱۴:۲۶؛ ۱۵:۲۶؛ ۱۶:۱۳)۔ یہ اعلان پنتکست کے دِن پورا ہُوا جب اِیماندار اکٹھے ہو کر دُعا کر رہے تھے اور اُنہیں رُوح کا نور اور قوت حاصل ہوئی (اعمال ۲:۱-۴)۔

یہ پہلے شاگرد شروع سے اِن باتوں کے عینی گواہ تھے جو یِسُوع کرتا اور سکھاتا تھا اور اُس نے اُنہیں مقرر اور مامور کیا کہ سب "باتیں... ترتیب وار بیان کریں" (لُوقا ۱:۲)۔ رُوحُ القُدس کی قوت سے معمور ہو کر (اعمال ۱:۸) اُنہوں نے اُن باتوں کی گواہی دی جو دیکھی تھیں اور جن کا اُنہیں تجربہ ہُوا تھا کیونکہ اُنہوں نے "اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور سے دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے چُھوا" تھا (۱-یوحنا ۱:۱)۔ جو لوگ اِس خوشخبری پر ایمان لائے اُنہوں نے اِیمانداروں کی جماعتیں بنالیں "اور یہ رسُولوں سے تعلیم پانے اور رفاقت رکھنے میں اور روٹی توڑنے اور دُعا کرنے میں مشغول" رہتے تھے (اعمال ۲:۴۲)۔ ان جماعتوں یا کلیسیاؤں کی زِندگی میں نئے عہد نامہ کی یہ تحریریں وجود میں آئیں۔

یہ بات ذہن میں رکھنی بہت ضروری ہے کہ نئے عہد نامہ میں مستند کتابیں جس ترتیب میں موجود

ہیں وہ اُن کے تحریر ہونے کی تاریخی ترتیب نہیں ہے۔ چند نہایت پہلی یا اوّلین تحریریں پطرس کے خطوط ہیں۔ اگرچہ یہ رسُول شخصی طور پر خوشخبری کی منادی کرتا رہا (دیکھئے اعمال ۱۳: ۱۶؛ ۱۴: ۱؛ ۱۷: ۲۲)۔ لیکن جب کبھی وہ کسی اپنی قائم کردہ کلیسیا سے دُور ہوتا تو اُسے تحریک ہوتی تھی کہ اُنہیں لکھے اور اِیمان کی مزید تعلیم دے، اِیمان میں ثابت قدم اور قائم رہنے کے لئے حوصلہ افزائی کرے اور غلط عقیدوں پر اُن کی تادِیب اور اصلاح کرے (مثلاً دیکھئے گلتیوں ۱: ۶-۹)۔ یہ وَجہ تھی کہ اُس نے خطوط لکھے۔ اُس کے خطوط کا مقصد اُن مسائل کا تصفیہ کرنا تھا جو اُٹھ کھڑے ہوئے تھے خصوصاً اِس لِئے کہ مسیحی اِیمان تیزی سے اُور دُور دُور تک پھیل رہا تھا۔

اگرچہ اناجیل میں مندرج مواد مصنفین کو اُن افراد سے پہنچا تھا جو شروع ہی سے عینی گواہ تھے (لُوقا ۱: ۱) مگر دراصل یہ "اناجیل" پولُس کے خطوط کے بعد ضابطۂ تحریر میں آئی تھیں۔ چاروں اِناجیل اُس سوال کا جواب دینے کے لئے لکھی گئیں جو یسُوع سے ملنے والا ہر شخص پوچھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ وہی سوال ہے جو پولُس نے دمشق کی راہ پر پوچھا تھا کہ "اے خُداوند! تو کون ہے؟" (اعمال ۹: ۵)۔ جب شاگردوں نے یسُوع کے حکم پر طوفان کو تھمتے دیکھا اور اُن پر بڑا خوف طاری ہو گیا تھا تو اُنہوں نے بھی یہی سوال پوچھا تھا کہ "یہ کون ہے کہ ہَوا اور پانی بھی اُس کا حکم مانتے ہیں؟" (مرقس ۴: ۴۱)۔

مرقس یسُوع کے بشری پہلو کو اُجاگر کرتا ہے جبکہ ساتھ ہی ساتھ اُس کی پوشیدہ اور ماورائے ادراک رفعت اور مطلقیت کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ وہ ہمیں ایک سوال سے اگلے سوال، ایک جواب سے اگلے جواب، ایک مُکاشفہ سے اگلے مُکاشفہ کی طرف لئے چلتا ہے اور رفتہ رفتہ اِس مقام پر لے آتا ہے کہ ہم اُس کی بشریت سے آگے اُس کی اُلوہیت کو پہچاننے لگتے ہیں کہ "یہ بڑھئی جو مریم کا بیٹا ہے" (مرقس ۶: ۳) پہلے مسایاح (مسیحِ موعود) ابنِ داؤد (مرقس ۸: ۲۹) اور پھر "خُدا کا بیٹا" ہے (مرقس ۱۵: ۳۹)۔

مرقس کی نسبت متّی زیادہ تفصیل پیش کرتا ہے اور یسُوع کو اِبنِ داؤد اِبن ابرہام کی حیثیت سے پیش کرتا ہے (متّی ۱: ۱)۔ یعنی وہ مسایاح (مسیح موعود) جو اِسرائیل کی ساری اُمیدیں نہ صرف پوری کرتا ہے بلکہ اِس سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ وہ پُرانے عہدنامہ کی نبوتوں کا بار بار حوالہ دیتے ہوئے ہمیں دِکھاتا ہے کہ یسُوع اُنہیں کیسے کامل طور سے پورا کرتا ہے بلکہ اِس طریقے سے کرتا ہے کہ اُس کے زمانے کے یہودی اُسے پہچاننے کے قریب تک نہیں آتے "یہ سب کچھ اِس لئے ہُوا کہ جو خُداوند نے نبی کی

معرفت کہا تھا وہ پورا ہو'' (متی ۱:۲۲، مزید دیکھئے ۲:۱۷؛ ۴:۱۴؛ ۸:۱۷؛ ۲۶:۵۶)۔

لُوقاؔ یِسُوعؔ مسیح کے خاص مقصد پر زور دیتا ہے کہ وہ دُنیا کا منجی ہے (دیکھئے لُوقا ۲:۲۹-۳۲)۔ وہ اُس بشارت کا اعلان کرتا ہے جو بیتؔ لحم کے فرشتے نے دی تھی کہ ''مَیں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہُوں... کہ آج داؤدؔ کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہُوا ہے یعنی مسیح خُداوند'' (لُوقا ۲:۱۰-۱۱)۔ خُدا کے رحم کی تمثیلوں میں لُوقاؔ توجہ دلاتا ہے کہ نجات کی شادمانی نہ صرف زمین پر گونجتی ہے بلکہ آسمان پر زیادہ خوشی ہوتی ہے (لُوقا ۱۵:۷، ۱۰)۔ مسرف بیٹے کی باپ کے گھر واپسی پر خوشی سے جشن منایا گیا۔ اِسی طرح زکائیؔ کے گھر میں معافی اور نجات پر خوشی اور شادمانی ہوئی جس نے کمال خوشی سے یِسُوعؔ کا اپنے گھر میں خیر مقدم کِیا تھا (لُوقا ۱۹:۹)۔

یُوحناؔ کی اِنجیل کو ''رُوحانی اِنجیل'' کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مسیح کے بھید کی گہرائی کو پیش کرتی ہے۔ یِسُوعؔ دُنیا کا نور، زِندگی کی روٹی، راہ حق اور زِندگی، قیامت اور اُنگور کا حقیقی درخت ہے۔ وہ باپ کا ازلی کلام ہے جو ازل سے موجود ہے اور وہ ''مجسم'' ہُوا یعنی وہ کامل بشر ہے اور ''وہ... ہمارے درمیان رہا'' (یُوحناؔ ۱:۱۴)۔ وہ خُدا کی محبت کا کامل اور اعلیٰ ترین ظہور ہے جو سزا کا حکم کرنے نہیں بلکہ نجات بخشنے آیا۔ مگر جو اُس کی پیروی کرتے ہیں وہ اُنہیں ایک بنیادی فیصلہ کرنے کو بھی کہتا ہے ''کیا تم بھی چلے جانا چاہتے ہو؟... اے خُداوند ہم کس کے پاس جائیں؟ ہمیشہ کی زِندگی کی باتیں تو تیرے ہی پاس ہیں'' (یُوحناؔ ۶:۶۷-۶۸)۔

نئے عہدنامہ میں پولسؔ کے خطوط کے علاوہ دُوسرے ''رسُولی خطوط'' بھی شامل ہیں۔ یہ یعقوبؔ، پطرسؔ، یُوحناؔ اور یعقوبؔ کے بھائی یہوداہؔ کے ناموں سے منسوب ہیں۔ اِن میں سے اکثر خطوط کسی خاص شخص یا جماعت کو مخاطب نہیں کرتے بلکہ وسیع تر جماعتوں یا گروہوں کو مخاطب کرتے ہیں (مثال کے لِئے دیکھئے ۱-پطرس ۱:۱)۔ یہ خطوط اُن مشکلات کو منعکس کرتے ہیں جو غیر ایماندار لوگوں کی دُشمنی اور عداوت کے باعث ابتدائی مسیحیوں کو درپیش تھیں۔ اِن کے علاوہ ''عبرانیوں'' کے نام خط ہے جو زیادہ تر نصیحت اور فہمایش سے بھرپُور وعظ ہے جو مسیحیوں کو تلقین اور تاکید کرتا ہے کہ نامساعد اور کڑے حالات میں بھی یِسُوعؔ مسیح ایمان پر قائم رہیں۔

آخر میں ''مُکاشفہ'' کی کتاب خُداوند کی قطعی اور حتمی فتح کا اعلان کرتی ہے۔ مسیح کی اِس قطعی فتح

کے واقعہ اور موقع کو "برّہ کی شادی" کہا گیا ہے۔

"آؤ ہم خوشی کریں اور نہایت شادمان ہوں اور اُس کی تمجید کریں، اِس لئے کہ برّہ کی شادی آ پہنچی" (مُکاشفہ ۱۹:۷)۔

چُنانچہ مُکاشفہ کی کتاب خوشی اور مسرت کے ساتھ اعلان کرتی ہے کہ

"مبارک ہیں وہ جو برّہ کی شادی کی ضیافت میں بلائے گئے ہیں" (مُکاشفہ ۱۹:۹)۔

اِس مبارکبادی اور برکت کا اعلان کرنے کے بعد مُکاشفہ کی کتاب اِس عروسی گیت کے ساتھ ختم ہوتی ہے کہ "رُوح اور دُلہن کہتی ہیں آ" اور دُلہن جواب میں یہ آواز سنتی ہے "بے شک میں جلد آنے والا ہُوں" (مُکاشفہ ۲۲:۱۷، ۲۰)۔

حاصِلِ کلام:

خُدا جس نے بائبل مُقدّس میں اپنے آپ کو ظاہر کیا اُس نے اِنسانی تارِیخ میں مداخلت کی ہے اور یوں یہ مُقدّس تارِیخ بھی ہے۔ پُرانے عہدنامہ کے واقعات اِن باتوں کا اعلان کرتے، اُن کی مثال پیش کرتے اور جزوی طور پر عملی جامہ بھی پہناتے تھے جنہیں نئے عہدنامہ میں کامل طور سے پورا ہونا تھا۔ مسیح کا فسح دُنیا کی کامل نجات لایا۔ موسیٰ کا فسح اِس نجات کی اِبتدا تھی۔ بنی اِسرائیل کی مصر کی غلامی سے رہائی بنی نوعِ اِنسان کی گُناہ اور مَوت سے رہائی کا پیشگی اعلان تھا۔ تارِیخ کا یہ تسلسل کلِیسیا کی زِندگی تک پہنچتا ہے، جو کلام سنتی ہے، اُس کے مطابق زِندگی بسر کرتی ہے اور دُنیا کی اِنتہا تک اُس کی منادی کرتی ہے (اعمال ۱:۸)۔

حصہ اوّل

باب نمبر ۲

پُرانے عہدنامہ کا تارِیخی پس منظراور ماحول

سیموئیل پیگاؔن

پُرانے عہدنامہ کی تشکیل بنی اِسرائیل کی تاریخ میں قومی حالات کی اُن تبدیلیوں سے ہوئی جن کا پہلے سے اندازہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اِس کا پیغام ٹھوس واقعات اور تاریخی کوائف پر مبنی ہے۔ البتہ اِس کا مقصد ایک قوم کے اِیمان کی گواہی دینا ہے۔ بائبل مُقدّس کی تحریروں کا مقصد اِسرائیلی قوم کو پیش آمدہ واقعات کی تفصیلِ نَو پیش کرنا نہیں بلکہ اِس قوم کے اِیمان کو محفوظ رکھنا، اِسے برقرار رکھنا، اِس کی توثیق کرنا، اِسے شہرت دینا اور اُس پر اظہارِ مُسرت کرنا ہے۔

اگرچہ اِسرائیؔل (قوم) میں فنِ تحریر کو باضابطہ ترقی شہنشاہیت کے قیام (تقریباً ۱۰۳۰ق م) کے زمانے میں ہُوئی۔ مگر گزرے زمانوں کی یادیں محفوظ اور تازہ رکھی گئیں اور سینہ بہ سینہ (زبانی) اگلی نسلوں کو منتقل ہوتی رہیں۔ بعد کے زمانے میں بعض افراد اور گروہوں نے اُن زبانی کوائف وتفاصیل کو مدوّن اور مرتب کیا تاکہ وہ روایات اور بیانات محفوظ ہوجائیں جو اُن کے وجود کی اَساس ہیں اور اُن کے قومی تشخّص، شناخت، مذہب اور عقیدہ کی ترقی کا باعث ہوں۔

شروعات : ابتدائی تاریخ (... ۲۴۰۰ق م)

پیدایش کی کتاب کے پہلے حصے (باب ۱-۱۱) کو عام طور پر ''ابتدائی تاریخ'' یازمانہء قبل از تہذیب یا ''ماقبل تاریخ'' کہا جاتا ہے۔ یہ حصہ دُنیا کی تخلیق سے لے کر ابرؔہام کے زمانے تک بنی نوع اِنسان کا عمومی نقشہ پیش کرتا ہے۔ مقصد ہے زمین پر اِنسانوں کی حالت دکھانا۔ اگرچہ جائز اور مُناسب ہے کہ اِنسانوں کو عزّت اور شرف کا مقام ملے کیونکہ وہ خُدا کی شبیہ اور صورت پر خلق کئے گئے تاکہ اُس کی مانند ہوں (پیدایش ۱:۲۷)، مگر اُن کی نافرمانی کے باعث دُکھ اور موت تاریخ میں آداخل ہوئے۔ آدؔم، حوؔا، قائنؔ اور اُن کی اگلی نسلوں اور اُن قوموں کے رویےّ نے جنھوں نے کوشش کی کہ ''اپنے واسطے ایک شہر اور ایک بُرج جس کی چوٹی آسمان تک پہنچے بنائیں'' (پیدایش ۱۱:۴) اُن پر اُلٹا اثر ڈالا اور اِنسانوں کے

درمیان برادرانہ بندھن ٹوٹ گئے۔ مزید برآں اِنسان اور خُدا کے درمیان رفاقت ختم ہوگئی۔ اِس دِینی ڈھانچے کے اندر نجات کی تاریخ کو تشکیل پانا اور تکمیل تک پہنچنا تھا یعنی اُن واقعات کے وسیلے سے جو اپنی قوم کی تاریخ میں خُدا کی مداخلت کو نمایاں کرتے ہیں۔

بزرگانِ سلف (۲۲۰۰-۱۷۰۰ ق م)

پیدایش کی کتاب کا دُوسرا حصہ (باب ۱۲-۵۰) اِسرائیلی قوم کی اصل اور اِبتدا کو پیش کرتا ہے۔ یہ بیان ابرہام، اضحاق اور یعقوب سے شروع ہوتا ہے اور یعقوب (اِسرائیل) کے فرزندوں یعنی یعقوب اور اُس کے بھائیوں کے واقعات کے ذِکر کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ یعقوب اور اُس کے خاندان کے نقل مکانی کر کے مصر میں جانے کا واقعہ خاص اہمیت کا حامِل ہے۔ اِس کتاب میں یہ بیان اُس ذِکر پر ختم ہوتا ہے کہ یعقوب (اِسرائیل) کی نسل کے لوگ مصر میں بُود و باش کرنے لگے۔ بائبل مُقدّس میں خُدا کی قوم کی تارِیخ بنیادی اور لازمی طور پر اُن اَسلاف کے واقعات سے شروع ہوتی ہے جن میں مرد اور خواتین دونوں شامل ہیں۔

ابرہام کے آباؤاجداد ارامی تھے (پیدایش ۲۵:۲۰؛ ۲۸:۵؛ ۳۱:۱۷،۱۸، ۲۰، ۲۴، اِستثنا ۲۶:۵) جو وقت گزرنے کے ساتھ صحرا کو چھوڑ کر زرخیز علاقوں کی طرف آ گئے۔ اِسرائیل قوم کے بارے میں روداد قاری کو یاد دلاتی ہے کہ اُن کے آباؤاجداد مسوپتامیہ سے نقل مکانی کر کے کنعان میں آئے تھے۔ وہ اُور اور حاران سے ہوتے ہوئے فِلستین میں آ گئے تھے (پیدایش ۱۱:۲۷-۳۱)۔ اگرچہ اِس طویل سفر کی تاریخی تفاصیل کی صحیح صحیح نشاندہی کرنا از حد مشکل ہے لیکن اِس عرصے کو بیسویں صدی ق م اور اٹھارہویں صدی ق م کے درمیان رکھا جا سکتا ہے۔ اِن صدیوں میں قدیم مشرِق قریب میں اور خصوصاً کنعان کی طرف بہت بڑے پیمانے پر نقل مکانیاں ہُوئیں۔

پیدایش کی کتاب کے بیان کے مطابق یہ آبائے سلف نیم خانہ بدوش گروہوں کے سردار تھے جو اپنے کاروانوں کو مختلف مُقدّس مقامات پر روک لیتے تھے تا کہ خُدا سے واضح اِنکشاف (ظہور) حاصل کریں۔ کچھ عرصہ بعد یہ بزرگانِ سلف انہی مقامات کے اردگرد ڈیرے لگا لیتے تھے، ابرہام حبرون میں (پیدایش ۱۳:۱۸؛ ۲۳:۱۹)، اضحاق جنوب کی طرف بیرسبع میں (پیدایش ۲۶:۲۳) اور یعقوب فنوایل اور محنایم میں (پیدایش ۳۲:۲، ۳۰) جو دریائے یردن کے مشرق میں تھا اور پھر سکم اور بیت ایل

کے نزدیک جو دریائے یردؔن کے مغرب میں تھے (پیدایش ۲۸: ۱۰-۱۹؛ ۳۳: ۱۵-۲۰؛ ۳۵: ۱)۔

اِن بزرگانِ سلف کے اِیمان کا پورے طور سے بیان کرنا مشکل ہے۔ غالبؔاً یہ کسی خاص قسم کے خاندانی یا قبائلی مذہب پر مشتمل تھا جس میں معبود کو "باپ دادا کا خُدا" یا ابرؔہام، اضحاؔق اور یعقوؔب (اِسرائیؔل) کا خُدا کہتے تھے (پیدایش ۳۱: ۲۹، ۴۲، ۵۳؛ ۴۶: ۱)۔ بزرگانِ سلف کا خُدا کِسی مُقدّس یا پاک جگہ کا پابند نہیں تھا۔ وہ اپنے آپ کو خاندان یا قبیلے کے سردار پر ظاہر کرتا تھا اور اُسے ہدایت و رہنُمائی، محافظت، اولاد یا نسل اور زمین کی ملکیت دینے کا وعدہ کرتا تھا (پیدایش ۱۲: ۷؛ ۲۸: ۱۵، ۲۰)۔ بعض ثقافتی پہلو جو اُن بزرگوں کے حالات و واقعات کے ضمن میں بیان ہُوئے ہیں اُن کی نظیر بائبل کے علاوہ قدیم قوانین میں بھی مِلتی ہے مثلاً حمورآؔبی کا مجموعہ قوانین (تقریباً ۱۷۵۰ ق م)۔

پیدایش کتاب بزرگانِ سلف کے سِلسِلہ حسب و نسب پر بہت زور دیتی ہے۔ ابرؔہام، اضحاؔق اور یعقوؔب کو پشتوں (نسلوں) کے ایک تسلسل (سِلسِلہ) میں پیش کِیا گیا ہے۔ ابرہام اور سارہ کے بیٹے اضحاؔق کے ہاں ربقؔہ سے دو بیٹے عیسو اور یعقوؔب پیدا ہوئے۔ یعقوؔب کی پہچان اِسرائیؔل کے نام سے بھی ہوتی ہے۔ وہ بارہ بیٹوں کا باپ تھا اور بائبل مُقدّس کے بیان کے مطابق آگے چل کر اُن ہی سے اِسرائیؔل کے بارہ قبیلے برپا ہوئے۔ یعقوؔب کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے یوسفؔ کے وسیلے سے یہ گروہ مصؔر میں آیا جہاں سے بعد کے زمانے میں مُوسیٰؔ نے اُنہیں غلامی سے رہائی دلائی۔

یوسفؔ کے زمانے (تقریباً سترھویں صدی ق م) سے مُوسیٰؔ کے زمانے (تقریباً تیرھویں صدی ق م) تک ہمیں اِسرائیلی قوم اور اُن کے آباؤاجداد کے بارے میں کوئی جامع معلومات دستیاب نہیں۔ اِن تقریباً چار سو سالوں کے دوران قدیم مشرقِ قریب کے سیاسی اور سماجی حالات بہت بدل گئے تھے۔ ایک سامی قوم ہِیکسوس نے ریگستان سے آ کر مصؔر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اُن کی تقریباً ڈیڑھ سو سالہ حکومت کے بعد مصریوں نے اُنہیں شکست دی اور مار بھگایا۔ اب اُن کی خوشحالی اور نشاۃِ ثانیہ کا دَور شروع ہُوا۔ اِس پورے عرصے کے دَوران فِلستیؔن سیاسی لحاظ سے مصؔر کا دست نگر رہا۔ بحیرۂ رومؔ کے خطے میں کوئی سیاسی طاقت نہ تھی جو اِس علاقے میں اتحاد اور ربط پیدا کر سکتی۔ مسوپتاؔمیہ دو حصّوں میں بٹا ہُوا تھا۔ جنوبی حصے پر ایک پُرانی سامراجی طاقت کے جانشین حکومت کرتے تھے۔ شمالی حصہ اسوریوں کے زیرِ اِقتدار تھا۔ بعد میں چودھویں صدی ق م کے اوائل سے یہ لوگ ایک مضبوط سیاسی طاقت بن کر دوبارہ اُبھرے۔

جس زمانے میں یعقوبؔ کا گھرانا مصرؔ میں آیا وہاں ہیکسوس (۱۷۳۰-۱۵۵۰ق م) حکومت کرتے تھے۔ جب مصری آزاد ہوئے اور اپنے ان حاکموں کو مار بھگایا (۱۵۵۰ق م) تو بہت سے غیر ملکیوں کو غُلام بنالیا گیا۔

خروج ۸:۱ میں مرقوم ہے کہ "تب مصرؔ میں ایک نیا بادشاہ ہُوا جو یوسفؔ کو نہیں جانتا تھا"۔ قوی امکان ہے کہ یہ بیان مصرؔ کی اُس نئی سیاسی صورتِ حال کا اِشارہ ہو جو مصرؔ میں بسنے والے عبرانیوں پر ناموافق اور نامساعد اثرات مرتب کرگئی۔ یہ لوگ مصرؔ میں چار سو سالوں تک غُلام بن کر رہے۔ اِس عرصے میں اُنہوں نے پتومؔ اور رعمسیسؔ کے شہر تعمیر کئے (خروج ۱۱:۱)۔

یوسفؔ کی نسل کے لوگ واحد لوگ نہیں تھے جو "عبرانیوں" کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ یہ اِصطلاح ایک مخصوص طرزِ زِندگی کا مفہوم رکھتی تھی اور معاشرے کے پس ماندہ اور مفلس طبقے کی نشاندہی کرتی تھی۔ ممکن ہے یہ اُن لوگوں کا حوالہ ہو جو زمینوں کے مالک نہیں تھے اور روزگار کی تلاش میں جگہ جگہ مارے مارے پھرتے تھے۔ اُس زمانے میں اِس اِصلاح کے کوئی ایسے معنی نہیں تھے جن سے کوئی خاص نسلی گروہ مراد ہو۔ اُس زمانے میں کئی مختلف "عبرو" یا "ہابرو" گروہ قدیم مشرقِ قریب کے مختلف حصوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ اِن میں سے بعض کنعانؔ میں رہائش پذیر تھے اور کبھی مصرؔ نہ گئے تھے۔ دُوسرے گروہ ہیکسوس کے مصرؔ سے نکالے جانے سے پہلے ہی وہاں سے چلے گئے تھے۔

خروج - مُوسیٰؔ اور مصرؔ کی غُلامی سے رہائی (۱۵۰۰-۱۲۲۰ق م)

پندرھویں اور تیرھویں صدی ق م کے دوران تین بنیادی واقعات بتدریج مرتب ہو کر سامنے آئے۔ یہ واقعات وہ اسباب اور وجوہات بیان کرتے ہیں جن کی بنیاد پر اِن عبرانیوں کو اِسرائیلی قوم بننا تھا۔ اِن ہی واقعات نے اُن کے قومی شعور کو بیدار اور تعمیر کیا۔ یہ واقعات تھے۔ بزرگانِ سلف سے وعدہ، مصرؔ کی غُلامی سے رہائی اور کوہِ سینا پر خُدا کا ظہور۔ پاک نوشتوں میں یہ بیانات یا تفاصیل ایک سِلسلہ میں مُنسلک ہیں جو بزرگانِ سلف سے لے کر مُوسیٰؔ تک چلتا ہے۔ مُوسیٰؔ وہ شخصیت ہے جو ابرہامؔ، اضحاقؔ اور یعقوبؔ کے ایمان، مصرؔ کی غُلامی سے رہائی، بیابان میں سے طویل سفر اور اِسرائیلیوں کے مصرؔ میں داخلہ کو باہم ملاتی ہے۔

بائبل مُقدّس کے بیان کے مطابق خُدا نے بیابان میں مُوسیٰؔ کو بُلایا اور اُسے اپنے لوگوں کو مصرؔ کی غُلامی سے رہائی دلانے کا کام سونپا (خروج باب ۳)۔ اِس خاص کام کو خُدا کی طرف سے اُس وعدہ اور عہد کے جواب کے طور پر پیش کِیا گیا ہے جو بزرگارِن سلف سے کِیا گیا تھا (خروج ۲: ۲۴؛ ۳: ۱-۴، ۱۷؛ ۶: ۲-۷، ۱۳)۔ ''تمہارے باپ دادا کا خُدا'' خُداوند (یہوواہ) ہے۔ ''مَیں جو ہُوں سو مَیں ہُوں'' (خروج ۳: ۱۴-۱۵)۔ یہی ہے وہ جو مُوسیٰؔ پر ظاہر ہُوا۔

فرعونؔ کا سامنا اور مقابلہ کرنے کے بعد مُوسیٰؔ اور اِسرائیلی مصرؔ سے نکل گئے۔ غُلامی سے آزاد ہونے کا یہ تجربہ بنی اِسرائیل کے ایمان کا بنیادی جزو بن گیا (خروج ۲۰: ۲، زبُور ۸۱: ۱۰، ہوسیع ۱۳: ۴، حزقی ایل ۲۰: ۵)۔ روایتی طور پر اِسرائیلیوں کے مصرؔ سے خروج کی تاریخ تقریباً ۱۴۵۰ ق م مانی جاتی ہے لیکن جدید دَور کے بہت سے علما اِسے تقریباً ۱۲۵۰ سے ۱۲۳۰ ق م کے درمیان قرار دیتے ہیں۔ خروج کے زمانے کا فرعونؔ غالباً رعمسیسؔ دوم ہے جو اپنے بڑے اور عظیم الشان تعمیراتی منصوبوں کے لئے مشہور ہے۔

مصرؔ سے نکلنے کے بعد اُن لوگوں نے بحیرۂ قلزمؔ عبور کِیا (خروج ۱۴: ۲۱-۲۲)۔ لوگوں کا یہ اِقدام تارِیخ میں خُدا کی معجزانہ مداخلت کی حیثیت سے یاد کِیا جاتا ہے اور اِسی حیثیت سے اِس پر خوشی منائی گئی (خروج باب ۱۴-۱۵)۔ عبرانیوں کا جو گروہ مصرؔ سے نکلا اُس میں اِسی قسم کے اَور گروہ شامل ہو گئے۔ مُوسیٰؔ کی زیرِ قیادت بیابان میں طویل سفر کا عرصہ بائبل مُقدّس میں چالیس سال (ایک پشت) بتایا گیا ہے۔ البتہ وثوق سے یہ تعین کرنا مشکل ہے کہ اِس خروج اور سفر کا راستہ کہاں کہاں سے تھا۔

کنعانؔ کی طرف سفر میں لوگوں کا بنیادی تجربہ وہ عہد یا اتحاد تھا جو کوہِ سیناؔ پر کِیا گیا۔ یہ اِتحاد یا معاہدہ خُدا اور اُس کے لوگوں کے درمیان انوکھے اور بے نظیر تعلق کا مظہر ہے (خروج ۱۹: ۵-۶)، اِس کا بیان احکامِ عشرہ یا دَس حُکموں میں (خروج ۲۰: ۱-۱۷) اور عہدِ عتیق (خروج ۲۰: ۲۲-۲۳: ۱۹؛ ۲۴: ۷) میں مرقوم ہے۔ دَس حُکم خُدا کے احکام اور مطالبات کا خلاصہ ہیں۔ اِن احکام میں اوّل تو وہ حکم شامل ہیں جو خُدا کے حضور بنی نوع اِنسان کے صحیح رویّوں کا تعین کرتے ہیں، پھر وہ حُکم ہیں جو اِنسانوں کے آپس کے حقوق کے باہمی احترام کی اہمیت واضح کرتے ہیں اور جو اکٹھے اور میل ملاپ سے ہم آہنگ زِندگی بسر کرنے کے لئے قطعی ناگزیر ہیں۔

مُوسیٰ کی وفات کے بعد یشُوؔع عبرانیوں کے اِس گروہ کا سردار یا رہنُما ہُوا جو مصرؔ سے نکل آئے تھے (تقریباً ۱۲۲۰ ق م)۔ پاک نوشتوں میں مرقوم بیان کے مطابق کنعانؔ کو فتح کرنے کی کارروائی مشرق کی طرف سے ہوئی۔ یَردنؔ کو پار کر کے پہلے یریحوؔ کا شہر فتح کِیا گیا (یشُوع باب ۶)۔ یہ ایک تدریجی عمل تھا جو بعض جگہوں پر فوجی طاقت سے کیا گیا جب کہ کئی علاقوں میں پُرامن اور مرحلہ وار طریقے سے کِیا گیا۔ اِس فتح سے کنعانی آبادی کُلّی طور پر نیست و نابُود نہ ہوئی (قُضاۃ ۲: ۲۱-۲۳؛ ۳: ۲)۔

اِس مُلک کو فتح کرنے اور اِس پر قبضہ کرنے کے عرصے کے دوران مصرؔ اور مسوپتامیہؔ کی سلطنتیں روبہ زوال تھیں۔ کنعانؔ کے مُلک پر طرح طرح کے مختلف نسلی گروہوں کا قبضہ تھا۔ سیاسی ڈھانچے کی خصوصیت یہ تھی کہ متعدد شہری ریاستیں قائم تھیں جو روایتی طور سے مصرؔ کی حلیف اور وفادار تھیں۔ کنعانؔ کا علاقہ بارداری کی رسموں کے باعث خاص اِمتیاز رکھتا تھا۔ اِن میں مُقدّس طوائفیت بھی شامل تھی۔ اُن کے دیوی دیوتاؤں میں بعلؔ، یسیرتؔ اور عستارات قابلِ ذکر ہیں۔ اِس علاقے کی معیشت کا انحصار زراعت پر تھا۔

قاضیوں کا دَور (۱۲۰۰-۱۰۵۰ ق م)

باوثوق اندازے کے مطابق ۱۲۰۰ سے ۱۰۵۰ ق م کو قاضیوں کا دَور قرار دیا جاتا ہے۔ کنعانؔ کی فتح اور اِس پر قبضہ کرنے کے بعد اِس علاقے میں بتدریج نظم و نسق قائم کرنے کا دَور آیا۔ اُن دنوں عبرانی گروہ قبیلوں یا گھرانوں کے ایک وفاق میں مُنظم و متحد تھے۔ اِس زمانے میں کنعان کی شہری ریاستوں اور مذکورہ وفاق کے درمیان لڑائیوں اور جھڑپوں کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر اِسرائیلؔ کے آباؤاجداد اپنے اِن مخالفوں اور دُشمنوں پر غالب آئے اور اُنہیں محکومی اور غُلام باشی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا (قُضاۃ ۱: ۲۸، یشُوع باب ۹)۔

قضاۃ کی کتاب اُس دَور کے اہم اور دُوررس اثرات کے حامل واقعات کا بیان کرتی ہے۔ قاضی درحقیقت کمانڈر تھے یعنی منفرد صلاحیتوں کے مالک فوجی سردار یا رہنُما تھے جو قوم کے لئے عدل واِنصاف کا ماحول سازگار کرتے تھے۔ وہ حُکمران نہیں بلکہ آزادی یا خلاصی دلانے والے تھے جو بحرانی اور ہنگامی حالات میں لڑنے کو اُٹھ کھڑے ہوتے تھے (قُضاۃ ۲: ۱۶؛ ۳: ۹)۔ دبُورہؔ کے گیت

(قضاۃ باب ۵) میں یز رعیل کے میدان میں کنعانیوں کے خلاف عبرانی گروہوں کے اِتحاد کی فتح پر خوشی وشادمانی کا اظہار کیا گیا ہے۔

قاضیوں کے دَور کی خاص بات یہ ہے کہ عبرانی گروہوں کے درمیان اتحاد اور تنظیم نہ تھی۔ فِلستین کے جغرافیائی حالات اور باہمی تعاون کا فقدان لوگوں کے نفسانفسی کے رجحان کو تقویت دیتے تھے۔ اِسرائیلی مُلک میں آباد ہونے کے عمل اور نیا طرزِ زِندگی خصوصاً زراعت کو اپنانے کے عمل سے گزر رہے تھے۔ اِس دَوران وہ رفتہ رفتہ کنعانی تہذیب وثقافت اور طرزِ زِندگی میں مدغم ہوتے گئے۔ اِس ادغام کا نتیجہ یہ ہُوا کہ نا قابلِ قبول اور الٹے رسم ورواج اِن عبرانیوں میں راہ پا گئے۔ یہوواہ کو اِسرائیلیوں کی مصر سے رہائی کے ساتھ شناخت کیا جاتا تھا۔ لیکن اب یہوواہ کے پیروکاروں کے مذہب میں وہ کنعانی رسمیں اور رواج بھی شامل ہوگئے جو خاص بعل سے تعلق رکھتے تھے جسے اُس مُلک کا خُداوند مانا جاتا تھا اور یقین کیا جاتا تھا کہ وہ باروری اور فصلوں کی فراوانی عطا کرتا ہے۔

فِلستی جو جزیروں (کریتے اور یونانی جزائر) میں آباد لوگوں میں سے نکلے تھے اور جنہیں تقریباً ۱۲۰۰ ق م میں مصریوں نے ردّ کر دیا تھا وہ متحد و منظّم ہو کر فِلستین کے جنوبی ساحل کے ساتھ ساتھ پانچ شہروں میں آباد ہوگئے تھے۔ وہ زبردست فوجی قُوّت اور لوہے کے اجارہ دار ہونے کے باعث اِسرائیلیوں کے لئے خطرہ تھے (قضاۃ باب ۱۳-۱۶، ۱-سموئیل ۱۳:۱۹-۲۳)۔

شہنشاہیت ساؤل، داؤد، سُلیمان (۱۰۵۰-۹۳۱ ق م)

فِلستی گیارہویں صدی ق م کے آخر تک فِلستین کے بیشتر علاقے میں پھیل چکے تھے۔ اُنہوں نے عہد کا صندوق چھین لیا تھا اور سیلا کے شہر پر قبضہ کر لیا تھا (۱-سموئیل باب ۴)۔ اِن حالات نے اِسرائیلیوں کو مجبور کر دیا کہ منظّم ہوں اور مستحکم قیادت کے تحت متحدہ کارروائی کریں۔ اِن غیر مُلکی اور بیرونی سیاسی دباؤ اور مجبوریوں کے پیشِ نظر اِسرائیلیوں نے اپنی شہنشاہیت تشکیل دی (۱-سموئیل باب ۸-۱۲)۔

سموئیل آخری قاضی تھا (۱-سموئیل ۷: ۲-۱۷)۔ علاوہ ازیں وہ نبی اور کاہن مانا جاتا تھا۔ اُس کی خُداداد صلاحیتوں اور منفرد قیادت نے لوگوں کو تحریک، اُمنگ اور اِتحاد عطا کیا (۱-سموئیل باب ۱-۷)۔ اِسرائیل کے پہلے دو بادشاہوں ساؤل (۱-سموئیل باب ۱۰) اور داؤد کو (۱-سموئیل ۱۶: ۱-۱۳) اُسی نے مسح کیا۔

اپنے دَورِ حکومت کے شروع میں ساؤلؔ نے اہم اور نمایاں فتوحات حاصل کیں (۱-سموئیل ۱۱:۱-۱۱)، تو بھی وہ کبھی اِس قابِل نہ ہُوا کہ فِلستیوں کو حتمی اور فیصلہ کُن شکست دیتا۔ نوبؔ کے کاہنوں کے قتل سے (۱-سموئیل ۲۲:۶-۲۳) اُس کا زوال شروع ہُوا اور اُس کی شہرت اور نیک نامی کو مزید دھچکا اُس واقعے سے لگا جب اُس نے عینؔ دَور میں جنات کی آشنا عورت سے رابطہ کیا اور صلاح لی (۱-سموئیل ۲۸:۳-۲۵)۔ ساؤلؔ اور اُس کا بیٹا یونتنؔ جلبُوعہؔ کی لڑائی میں فِلستیوں کے ہاتھوں مارے گئے (۱-سموئیل باب ۳۱)۔

ساؤلؔ کی وفات کے بعد حبرونؔ میں داؤدؔ کو مسح کر کے بادشاہ بنایا گیا۔ پہلے وہ جنوبی قبیلوں پر بادشاہ مخصوص اور مُقرر کیا گیا (۲-سموئیل ۲:۱-۴)، اور کچھ عرصہ بعد شمالی قبیلوں نے بھی اُسے بادشاہ قبول کر لیا (۲-سموئیل ۵:۱-۵)۔ اُس زمانے میں دو مملکتیں تھیں اور ایک بادشاہ تھا۔

داؤدؔ کے زیرِ حکومت (۱۰۱۰-۹۷۰ ق م) اِسرائیلؔ کی سلطنت شان وشوکت کے عروج پر پہنچی۔ اپنی فوج کی مدد سے داؤدؔ نے کنعانی شہروں کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور پڑوسی قوموں کو مغلوب اور مطیع کیا۔ اِن قوموں میں سے عمونی، موآبی اور ادومی مشرق میں اور ارامی (شامی) شمال میں تھے، مگر خاص طور سے قابلِ ذکر فِلستی ہیں جو مغرب میں رہتے تھے۔ مزید برآں اُس نے یروشلیمؔ کا شہر فتح کیا اور اُسے سلطنت کا سیاسی اور مذہبی مرکز بنا دیا (۲-سموئیل ۵:۶-۹؛ ۶:۱۲-۲۳)۔

داؤدؔ بادشاہ کی طاقت مجتمع کرنے کو اُس کے سیاسی شعور اور فوجی مہارت سے منسوب کیا جا سکتا ہے مگر اُس کی کچھ وجہ مصرؔ اور مسوپتامیہؔ کی عظیم سلطنتوں کا زوال بھی ہے۔ داؤدؔ کے شاہی خاندان کا آغاز اِسرائیلؔ میں ہُوا (۲-سموئیل باب ۷)۔

اِسرائیلؔ میں شہنشاہیت کے ادارے کے متوازی نبُوت کی تحرِیک اُبھری۔ یہ تحریک شہنشاہیت کے ساتھ ساتھ اِس لئے پیدا ہوئی کہ اپنی ماہیت اور رُوح میں یہ بادشاہوں کی مخالف تھی۔ انجام کار جب شہنشاہیت کا وجود مٹ گیا (بابلؔ کی اِسیری کے دوران) تو نبُوت کی تحریک نے نیا رُخ اِختیار کر لیا اور لوگوں کی نئی سیاسی، سماجی اور مذہبی حالت کے مطابق اپنا فرض ادا کرنے لگی۔

داؤدؔ کے بعد سازشوں اور بے یقینی کے مختصر سے ایام کے بعد سُلیمانؔ تخت نشین ہُوا (۱-سلاطین باب ۱)۔ اُس کا عہد (۹۷۰-۹۳۱ ق م) معاشی خوشحالی (۱-سلاطین ۹:۲۶-۱۰:۲۹) اور غیر معمولی

تعمیراتی منصوبوں کے لئے شہرت رکھتا ہے۔ بین الاقوامی تجارتی تعلقات سے اُس کے پاس دولت کی ریل پیل ہوگئی (ا-سلاطین ۹:۱۱، ۲۶-۲۸؛ ۱۰:۱-۲۱)۔ اُس نے یروشلیم میں ہیکل تعمیر کرائی (ا-سلاطین باب ۶-۸) جسے قومی مقدِس (عبادت گاہ) ہونے کا شرف حاصل تھا اور وہاں کاہن سلطنت کے اعلےٰ منصبداروں کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے تھے (ا-سلاطین ۴:۲)۔ اِسرائیل کی پوری تاریخ میں کوئی اَور بادشاہ نہیں ہُوا جس نے سُلیمانؔ جیسی شہرت اور ناموری حاصل کی ہو (متّی ۶:۲۹)۔

شہنشاہیت- منقسم سلطنت (۹۳۱-۵۸۷ ق م)

داؤُد کی قائم کردہ سلطنت سُلیمانؔ کے زمانے میں ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگی۔ سلطنت کے دُور اُفتادہ علاقوں میں (ا-سلاطین ۱۱:۱۴-۴۰) لوگ شاہی سیاستدانوں سے نالاں تھے۔ شمال اور جنوب میں پُرانی رقابت اور مسابقت دوبارہ اُبھرنے لگی۔ سُلیمانؔ کی وفات کے بعد سلطنت دولخت ہوگئی۔ یربعامؔ اِسرائیلؔ کا اور رحبعامؔ یہوداہ کا بادشاہ بن گیا۔ یروشلیمؔ یہوداہ کا دارالحکومت رہا (ا-سلاطین باب ۱۲)۔ سابق متحدہ سلطنت منقسم ہوگئی اور شمالی سلطنت (اِسرائیلؔ) اور جنوبی سلطنت (یہوداہ) آزاد اور خود مختار ریاستوں کی حیثیت سے کئی صدیوں تک چلتی رہیں۔ ۹۳۱ ق م میں ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچنا ممکن نہ رہا۔ یسعیاہ نبی (یسعیاہ ۷:۱۷) متحدہ سلطنت کی اُس تقسیم کو خُدا کے غضب اور اُس کی طرف سے سزا سے تعبیر کرتا ہے۔

یہوداہؔ کی سلطنت مزید تین صدیوں سے زیادہ قائم رہی (۵۸۷ ق م تک)۔ یروشلیمؔ اِس کا پایہ تخت رہا اور تخت پر بیٹھنے کے لئے داؤُدؔ کی نسل سے کوئی نہ کوئی وارث ہمیشہ موجود رہا۔ شمالی سلطنت کو ایسا اِستحکام نصیب نہ ہُوا۔ اُس کا دارالحکومت کئی موقعوں پر بدلا گیا جیسے سکمؔ، فنوایلؔ (ا-سلاطین ۱۲:۲۵) اور ترضہ (ا-سلاطین ۱۴:۱۷؛ ۱۵:۲۱، ۳۳)۔ بالآخر سامریہؔ (ا-سلاطین ۱۶:۲۴) اِس کا مستقل دارالحکومت بنا۔ شاہی خاندان یا سِلسِلہ قائم کرنے کی کوشش ناکام ہوتی رہیں اور اُن کا اختتام عموماً تشدّد پر ہوتا تھا (ا-سلاطین ۱۵:۲۵-۲۷؛ ۱۶:۸-۹، ۲۹)۔ نبی شہنشاہیت پر بے دردی سے تنقید کرتے تھے اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ شاہی خاندانوں کے عدم قیام میں اُن کا بڑا اور خاص حصہ تھا۔

شمالی سلطنت کے بادشاہوں میں سے چند ایک سیاسی یا مذہبی وجوہات سے نمایاں رہے

(اِسرائیلؔ اور یہوداہؔ کے بادشاہوں کی مکمل فہرست کے لئے دیکھئے "زمانی سِلسِلہ")۔ یرُبعامؔ اوّل نے (۹۳۱-۹۱۰ ق م) عبادت کے معاملے میں اِسرائیلؔ کی یہوداہؔ سے گلوخلاصی کرالی۔ اِس مقصد کے لئے اُس نے بیت ایلؔ اور دانؔ میں بُت پرستی کے قومی مراکز قائم کئے (۱-سلاطِین ۱۲: ۲۵-۳۳)۔ عمریؔ (۸۸۵-۸۷۴ ق م) اور اُس کے بیٹے اخیؔ اب (۸۷۴-۸۵۳ ق م) نے نامناسب اور بے جوڑ باتوں کو مذہب میں شامل کرنے اور فروغ دینے کی سرپرستی کی تاکہ کنعانی آبادی سلطنت میں ضم ہوکر اُس کا حصہ بن جائے۔ بعلؔ کی پرستش کو برداشت کرنے اور اُس کی حمایت کرنے کے باعث (۱-سلاطِین ۱۶: ۳۰-۳۳) نبیوں کی طرف سے کڑی تنقید اور سخت مزاحمت ہوتی تھی (۱-سلاطِین ۱۳: ۴)۔ یاہوؔ (۸۴۱-۸۱۴ ق م) جو اِسرائیلؔ میں طویل ترین عرصے کے لئے بادشاہی کرنے والے خاندان کا بانی تھا، وہ یہوہ (یہوواہ) کی پرستش کرنے والوں کی مدد سے برسرِ اقتدار آیا تھا۔ شروع میں وہ سلطنت کی اُس کارروائی کے خلاف تھا کہ مذہب اور بُت پرستی کی رسموں کو باہم ملایا جائے (۲-سلاطِین باب ۹) تو بھی بعد میں ہوسیعؔ نبی نے اُس کی سِنگدلی کے باعث (۲-سلاطِین ۹: ۱۴-۳۷) اُس کی مذمّت کی اور اُسے رد کیا۔ یرُبعامؔ دوم کا دورِ حکومت (۷۸۳-۷۴۳ ق م) خوشحالی کا دَور تھا (۲-سلاطِین ۱۴: ۲۳-۲۹)۔ اِسرائیلؔ کی سلطنت کا آخری اور حتمی زوال ہوسیعؔ بادشاہ (۷۳۲-۷۲۴ ق م) کے زمانے میں ہُوا جب ۷۲۱ ق م میں اسوریوں نے سامریہؔ پر چڑھائی کی اور اُسے فتح کرلیا (۲-سلاطِین باب ۱۷)۔

اسوریوں کے ہاتھوں اِسرائیلؔ کے سلطنت کی تباہی و بربادی بتدریج اور ظلم وتشدد کے ساتھ ہوئی۔ پہلے اسوریوں نے مناحمؔ سے خراج طلب کِیا (۲-سلاطِین ۱۵: ۱۹-۲۰)، پھر انہوں نے ملک کی حدود سُکیڑ دیں اور ایک ایسے شخص کو بادشاہ بنایا جو اسوریوں کا اطاعت گزار تھا (۲-سلاطِین ۱۵: ۲۹-۳۱)۔ بالآخر انہوں نے پوری سلطنت کو اسوریوں کے صوبائی نِظام میں ضم کردیا، ساری سیاسی آزادی ختم کردی، شہریوں کو جلاوطن کردیا اور وہاں غیرملکی حُکمران طبقہ کو مسلط کردیا (۲-سلاطِین باب ۱۷)۔ شمالی سلطنت کی تباہی کے ساتھ ہی یہوداہؔ نے اِسرائیلؔ کا نام اپنالیا۔ اسوری سلطنت نے فِلِستینؔ میں اپنی طاقت کے پنجے اُس وقت تک گاڑے رکھے جب تک مادیوں اور کسدیوں (بابلیوں) نے اُنہیں شکست نہیں دی۔ مصرؔ کے فرعون نکوہؔ نے اسورؔ کو زوال سے بچانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ یوسیاہ

بادشاہ جو مجدّو کی لڑائی میں مارا گیا (۲-تواریخ ۳۵: ۲۰-۲۷، یرمیاہ ۲۲: ۱۰-۱۲) وہ لوگوں کی خاطر اِصلاحات کا ایک اہم سِلسِلہ شروع کرنے کے لئے مشہور ہے (۲-سلاطین ۲۳: ۴-۲۰)۔ اُس کے جانشین یہوآخز کو بعد میں جلاوطن کر کے مصر بھیج دیا گیا۔ بابل کی فوجوں کے سپہ سالار نبوکدنضر بالآخر کرکمیش کی جنگ (۶۰۵ ق م) میں مصری لشکر پر غالب آیا اور اُس نے یروشلیم کو فتح کر لیا (۵۹۷ ق م)۔ ۵۸۷ ق م میں بابل کی فوجوں نے یروشلیم کا محاصرہ کیا اور اُس پر قبضہ کر لیا۔ اِس واقعے کے ساتھ وہ دَور شروع ہُوا جسے ''بابل کی اسیری'' کہا جاتا ہے۔ نبوکدنضر کے ہاتھوں یہودیوں کی شکست کا مطلب تھا کہ اُن کی سیاسی آزادی اور خودمختاری کا خاتمہ ہو گیا، داؤد کے خاندان کی حکومت اچانک ختم ہو گئی (دیکھئے ۲-سموئیل باب ۷)، یروشلیم شہر اور ہیکل منہدم ہو گئے (دیکھئے زبور ۴۶ اور ۴۸) اور اُنہیں ملکِ موعود سے زبردستی نِکال دیا گیا۔

بابل میں اِسرائیل کی اسیری (۵۸۷-۵۳۸ ق م)

اسوریوں نے شمالی سلطنت اِسرائیل کو فتح کیا تو وہاں غیر مُلکی حُکمران مسلّط کر دیئے۔ مگر بابلیوں نے جنوبی سلطنت یہوداہ کو فتح کیا تو اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ یہوداہ کو بظاہر بابل کے (مفتوحہ) صوبہ سامریہ میں ضم کر دیا گیا۔ مُلک ویران اور کھنڈر ہو گیا کیونکہ ایک طرف تو حملہ آور فوجوں نے لُوٹ مار اور تباہی کا بازار گرم رکھا تو دوسری طرف ادُوم (عبدیاہ ۱) اور عمون (حزقی ایل ۲۵: ۱-۴) کے لوگ اُسے لُوٹتے اور تاراج کرتے رہے۔ اگرچہ آبادی کا زیادہ تر حصہ فِلستین میں رہا مگر بہت سے لوگوں کو اسیر کر کے بابل کو لے گئے۔

بابل کی حکومت نے اِن اسیروں کو اِجازت دیئے رکھی کہ بیاہ شادیاں کریں، مکان بنائیں، باغ لگائیں (یرمیاہ ۲۹: ۵-۷) اور اپنے رہنماؤں اور بزرگوں سے صلاح مشورے کریں (حزقی ایل ۲۰: ۱-۴۴)۔ علاوہ ازیں یہودیوں کو یہ بھی اجازت تھی کہ دریائے کبار کے کناروں کے ساتھ ساتھ تل ابیب میں آباد ہو جائیں (حزقی ایل ۳: ۱۵، مزید دیکھئے زبور ۱۳۷: ۱)۔ رفتہ رفتہ پراگندگی کے علاقوں میں رہنے والے یہ یہودی نئے سیاسی اور معاشرتی حالات کے عادی ہو گئے اور اُن کی مذہبی رسوم وشعائر لوگوں کے درمیان اتحاد اور یکجہتی کا سب سے بڑا بندھن ثابت ہُوئے۔

اسیری کا زمانہ (۵۸۷-۵۳۸ ق م) اگرچہ بے وطنی اور غم واندوہ کا زمانہ تھا مگر مذہبی اور ادبی سرگرمیاں بہت تیز اور دُوررس رہیں۔ اِن سالوں کے دوران قوم کی بہت سی مذہبی روایات، رسومات اور عقائد جمع کئے اور ضابطہ ءتحریر میں لائے گئے۔ ہیکل کی بربادی کے بعد بھی کاہن یہودی جماعت میں اہم اور نمایاں قیادتی کردار ادا کرتے رہے۔ اُنہوں نے ضروری بنیاد قائم کرنے میں بہت معقول، اہم اور بھاری کردار ادا کِیا جس سے یہودیت کو گرانقدر ترقی اور فروغ حاصل ہُوا۔

جنوبی ایران میں انشان کا بادشاہ فارس کے تخت پر بیٹھا (۵۵۹-۵۳۰ ق م) تو بابل میں اسیر یہودیوں کے لئے آزادی کی اُمید کی عِلامت بن گیا (یسعیاہ ۴۴:۲۱-۲۸؛ ۴۵:۱-۷)۔ اُس کی عسکری اور سیاسی زِندگی کے تین واقعات بہت نمایاں ہیں۔ مادی فارسی سلطنت کا قیام واِستحکام جس کا پایہ تخت ''اخمتا'' (۵۵۳ ق م) تھا، ایشیائے کوچک میں لدیہ کے بادشاہ کو شکست دے کر اُس سارے علاقے کو مغلوب کرنا (۵۴۶ ق م) اور بابل میں فاتحانہ داخلہ (۵۳۹ ق م)۔ بابل میں اِقتدار حاصل کرنے کے بعد بھی اُس نے سلطنت فارس کی مذہبی رواداری کی حکمت عملی جاری رکھی اور اِسی سال وہ فرمان جاری کِیا جس نے اسیری کا خاتمہ کر دیا۔

سلطنتِ فارس کا دَور- بحالی (۵۳۸-۳۳۳ ق م)

خورس بادشاہ کا فرمان عبرانی (عزرا ۱:۲-۴) اور ارامی (عزرا ۶:۳-۵) دونوں زبانوں میں محفوظ ہے۔ اِس فرمان سے اسیروں کو اِجازت مِل گئی کہ فِلستین واپس جائیں اور ہیکل کی سلطنتِ فارس کی امداد سے ازسرِ نو تعمیر کریں۔ عِلاوہ ازیں یہ حکم بھی ہُوا کہ ہیکل کے مُقدّس ظرُوف جو بنوکدنضر بابل میں اُٹھا لایا واپس پہنچائے جائیں۔

اسیری تو ختم ہوئی مگر فِلستین کو یہودیوں کی واپسی بتدریج کئی مرحلوں میں ہُوئی۔ بہتوں نے پرا گندگی کے علاقوں میں اور خصوصاً فارس میں رہنے کو ترِجیح دی کیونکہ وہاں وہ معاشی لحاظ سے پھل پھول رہے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سلطنت کے اہم اُمور بھی سرانجام دے رہے تھے۔ وطن واپس آنے والوں کا پہلا گروہ شش بضر کی سربراہی میں یہوداہ پہنچا (عزرا ۱:۵-۱۱) جو سلطنت فارس کا ایک اعلےٰ عہدیدار تھا۔ بعد میں زرُبابل اور سردار یشُوع کی قیادت میں ہیکل دوبارہ تعمیر ہوئی (عزرا باب

۳-۶)۔ حجّی نبی اور زکریاہ نبی اُن کے مددگار تھے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہوداہ کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حالات بگڑتے گئے۔ اِس بگاڑ میں جو عوامل بروئے کار رہے اُن میں چند ایک یہ ہیں: اُس علاقے میں معاشرتی دشواریاں، جماعتی دھڑے بندی اور سب سے بڑھ کر سامریوں کی دُشمنی۔

نحمیاہ بادشاہ ارتخششتا اوّل کا ساقی تھا۔ ۴۴۵ ق م میں اُسے یروشلیم کی صورتِ حال کے بارے میں خبریں ملیں۔ اُس نے عرض کی کہ مجھے یہوداہ کا گورنر مقرر کیا جائے تا کہ اپنے لوگوں کی مدد کر سکوں۔ اِس یہودی مصلح کا کام صرف شہر کی فصلیں بنانے تک محدود نہ تھا۔ اُس نے اسیری کے بعد کے زمانے کی یہودی قوم کو نئے سرے سے منظّم و مرتب کرنے اور بنانے سنوارنے میں گراں قدر کام کیا (نحمیاہ باب ۱۰)۔

عزرا بنیادی طور پر ایک مذہبی رہنما تھا۔ کاہن ہونے کے ساتھ ساتھ اُسے ''آسمان کے خُدا کی شریعت کے فقیہِ کامل'' کا خطاب بھی دیا گیا تھا (عزرا ۷:۱۲) جس سے اُسے یہ اِختیار بھی حاصل تھا کہ ''دریا پار کے سب لوگوں'' یعنی دریائے فرات کے مغرب میں رہنے والے یہودیوں کو اُن کے آئین وضوابط یعنی شریعت کی تعلیم دے اور اُس پر عمل کرائے (عزرا ۷:۱۲-۲۶)۔ اُس نے یہ قومی اور سرکاری کام یہوداہ میں سرانجام دیا۔ ممکن ہے کہ اِس کام کا آغاز ۴۵۸ ق م میں ہُوا جو ارتخششتا اوّل کے عہدِ حکومت کا ساتواں سال تھا (عزرا ۷:۷)۔ البتہ چند مورخین اِسے ۳۹۸ ق م میں قرار دیتے ہیں جو ارتخششتا دوم کے عہد حکومت کا ساتواں سال تھا۔ چند اَور مورخین اِسے ۴۲۸ ق م میں جا رکھتے ہیں۔

بابل کی اسیری کے بعد کے زمانے میں یہودی قوم میں شریعت اور اُس کی پابندی کو جو اہمیت حاصل ہوئی اُس میں عزرا کی کوششوں کا بڑا ہاتھ تھا۔ جس وقت عزرا نے مذہبی اور اِخلاقی اِصلاح کا اعلان کیا تب سے یہودی ''اہلِ کتاب'' بن گئے۔ یہودی تذکروں اور روایتوں میں عزرا کی شخصیت کو مُوسیٰ کے مشابہ ٹھہرایا گیا ہے۔

یونانی دَور (۳۳۳-۶۳ ق م)

فلستین میں فارسی غلبہ کا دَور (۵۳۹-۳۳۳ ق م) سکندرِ اعظم کی فتوحات کے ساتھ

(۳۳۴-۳۳۰ ق م) ختم ہو گیا۔ اب قدیم یونانی دَور (۳۳۳-۶۳ ق م) شروع ہُوا۔ سکندرِاعظم کی وفات (۳۲۳ ق م) کے بعد اُس کے جانشین سلطنت کا اتحاد قائم نہ رکھ سکے۔ فِلستین پر پہلے مصر کی بطلیموسی سلطنت (۳۰۱-۱۹۷ ق م) کا اور بعدازاں سلوکسی سلطنت کا غلبہ رہا۔

یونانی دَور میں پراگندگی کے ممالک میں یہودیوں کی بہت بڑی تعداد کے باعث پُرانے عہدنامہ کا یونانی زبان میں ترجمہ کرنے کی ضرورت پڑی۔ یہ ترجمہ عُلما کی ایک جماعت نے کیا جو "ستر" کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ اِسی عدد (فارسی میں ہفتاد) کی مناسبت سے اِس ترجمے کو "ہفتادی ترجمہ" کہا جاتا ہے۔ اِس ترجمے نے یونانی بولنے والے یہودیوں کی مذہبی ضرورت کو پورا کِیا اور خاص طور پر اُس یہودی جماعت کی ضرورت کو جو مصر کے شہر سکندریہ میں آباد تھی۔

یونانی زبان کو اپنانے کے اِس عمل کے باعث فِلستین کی یہودی جماعت میں اختلافِ رائے اور تفرقہ پیدا ہو گیا۔ بہت سے لوگوں نے کھلے بندوں یونانی رسم ورواج اپنا لئے، دُوسرے لوگ پوری شدومد سے مُوسیٰ کی شریعت کی پابندی کرنے لگے۔ اُن کا جوش وجذبہ جنون اور اِنتہا پسندی تک پہنچا ہُوا تھا۔ دونوں دھڑوں کے درمیان یہ کھنچاؤ مکابیوں کی بغاوت کی صورت میں ڈرامائی طور سے پھٹ پڑا۔

سلوکسی دَور کے شروع میں یہودیوں کو نسبتاً مذہبی اور سماجی امن وسکون حاصل تھا۔ مگر یہ حالت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی۔ انطیاکس چہارم اپی فینس (۱۷۵-۱۶۳ ق م) یونانی تہذیب وثقافت کو دیوانگی کی حد تک چاہتا تھا۔ وہ اِقتدار میں آیا تو اَور باتوں کے علاوہ یروشلیم کی ہیکل کو ناپاک کرنے کی شہرت بھی پائی۔ ۱۶۷ ق م میں اُس نے ہیکل میں زیوس دیوتا کا مجسمہ نصب کرایا۔ علاوہ ازیں اُس نے مذبح پر سُؤر بھی قربان کرائے (ارامی سُؤر کو ناپاک جانور نہیں سمجھتے تھے)۔ اِن کاموں نے یہودیوں کو سرکشی اور بغاوت پر بھڑکایا۔

یروشلیم کے شمال مغرب میں ایک عمر رسیدہ کاہن مَتّتیاہ اور اُس کے پانچ بیٹوں یہوداہ، یونتن، شمعون، یوحنّا اور الیعزر نے یہودی اور ارامی (سلوکسی) فوج کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ یہوداہ جو مکابی (ہتھوڑا) کے لقب سے مشہور ہُوا وہ فوجی سورما (ہیرو) کی حیثیت سے ممتاز ہُوا۔

۱۶۴ ق م میں مکابی گروہ نے یروشلیم کی ہیکل پر قبضہ کر لیا اور اُسے نئے سرے سے خُدا کے لئے مخصوص اور مُقدّس کِیا۔ عیدِ تجدید یا حنوکہ (یُوحنّا ۱۰: ۲۲) اِسی جراَت مندانہ مُہم کی یاد میں منائی جاتی

ہے۔ مکابیوں کی اِس فتح اور اِنقلاب کے ساتھ یہودیوں کی آزادی اور خود مختاری کا دَور شروع ہو گیا۔

متّتیاہ کے آخری بیٹے شمعون کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے یوحنّا ہرکانس اوّل (۱۳۴-۱۰۴ ق م) نے حسمونی خاندان کی بُنیاد رکھی۔ اُس دَور میں یہودیہ کی سرحدوں کو وسعت ملی جبکہ ساتھ ہی ساتھ شورشیں، افراتفری اور بغاوتیں بھی ہوتی رہیں۔ بالآخر ۶۳ ق م میں نامور رُومی جرنیل پومپئی نے یروشلیم فتح کر لیا اور فلستین اور سوریہ کی تنظیم نو کر کے انہیں رُومی صوبہ بنا دیا۔ یہودیوں کی مذہبی سربراہی سردار کاہن کرتا تھا جو بذاتِ خود رُومی حاکموں کے ماتحت ہوتا تھا۔

نئے عہد نامہ کا زمانہ فلِستین پر رُومی قبضے کے زمانے کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ یہ صورتِ حال ۶۶ء-۷۰ء میں یہودی جنگیں شروع ہونے تک قائم رہی۔ اِن جنگوں کا خاتمہ دُوسری ہیکل اور یروشلیم شہر کی بربادی کے ساتھ ہُوا۔

پُرانے عہد نامہ کا زمانی سِلسِلہ

مندرجہ ذیل زمانی سِلسِلہ بائبل مُقدّس کی تاریخ میں نہایت اہم واقعات کی تارِیخیں دِکھاتا تھا۔ ''تقریباً'' کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ تارِیخ کا تعیّن تخمینے سے کِیا گیا ہے۔ تارِیخ جتنی قدیم ہو گی اُس کی صحت اتنی ہی کم ہو گی۔

بادشاہوں کے زمانے کی تارِیخیں زیادہ صحیح ہیں۔ حالانکہ اُن کے بارے میں بھی عُلما کئی کئی سالوں کا اِختلاف رکھتے ہیں۔ یہ زمانی سِلسِلہ قدیم تارِیخ کے بعض اہم واقعات کی بھی نشاندہی کرتا ہے اور بعض نبیوں کی خدمت کی تاریخوں کو بھی نمایاں کرتا ہے۔

۱-شروعات۔ پیدائش باب ۱-۱۱

قدیم تاریخ		بائبل کا بیان
زمانہ قبل از تاریخ		تخلیقِ کائنات
کانسی کا قدیم زمانہ	۳۱۰۰-۲۲۰۰ق م	مسوپتامیہ میں ابرہام کے خانہ بدوش آباؤاجداد
سُمیری تہذیب	۲۸۰۰-۲۴۰۰ق م	
بحیرۂ روم کے خطہ میں فوجی طاقت کا پھیلاؤ	۲۶۰۰-۲۵۰۰ق م	
مِصر	۲۵۰۰ق م	
قدیم سلطنت ۳۱۰۰-۲۱۰۰ق م		
عظیم اہرام کی تعمیر ۲۶۰۰-۲۵۰۰ق م		

۲- بزرگانِ سلف۔ پیدائش باب ۱۲-۵۰

کانسی کا متوسط زمانہ	۲۲۰۰-۱۵۵۰ ق م	
مصر	۲۰۰۰ ق م	
درمیانی سلطنت ۲۱۰۰-۱۷۲۰ ق م		
مسوپتامیہ		
اُور کا تیسرا شاہی خاندان		ابرہام کی فِلستین میں آمد تقریباً
۲۱۰۰-۲۰۰۰ ق م		۱۸۵۰ ق م
بابل کا پہلا شاہی خاندان		
(اموری)-آغاز ۱۹۹۰ ق م	۱۷۰۰ ق م	
		بزرگانِ سلف مصر میں
مصر:		
ہیکسوس کا قبضہ ۱۷۳۰-۱۵۵۰ ق م		

۳- مصر سے خروج - موسیٰ اور یشوع - خروج، گنتی، استثنا، یشوع

کانسی کا آخری زمانہ	۱۵۵۰-۱۲۰۰ ق م	موسیٰ مصر میں
مصر - نئی سلطنت	۱۵۰۰ ق م	
اٹھارہواں شاہی خاندان	۱۳۰۰ ق م	مصر سے خروج - تقریباً ۱۲۵۰-۱۲۳۰ ق م
۱۵۵۰-۱۰۷۰ ق م		اسرائیلی بیابان میں حالتِ سفر میں
ایشیائے کوچک اور شمالی ارام	۱۲۵۰ ق م	
حتی سلطنت ۱۴۵۰-۱۰۹۰ ق م		
رعمسیس دوم مصری فرعون		موسیٰ کو کوہِ سینا پر شریعت کی لوحیں دی گئیں۔
۱۳۰۴-۱۲۳۸ ق م		یشوع فلستین پر یلغار اور قبضہ کرتا ہے۔
	۱۲۲۰ ق م	کنعان اسرائیلی قبیلوں کے وفاق کی صورت میں استحکام حاصل کرتے ہیں۔ تقریباً ۱۲۳۰-۱۲۰۰ ق م

۴-قاضیوں کا زمانہ - قُضاۃ

آہن کا زمانہ اوّل	۱۲۰۰-۹۰۰ق م	
مصر۔ فرعون		قاضیوں کا دور ۱۲۰۰-۱۰۳۰ق م
رعمسیس سوم	۱۱۵۰ق م	
دبورہ اور برق کنعانیوں کو Taanach کے مقام پر شکست دیتے ہیں۔ تقریباً ۱۱۳۰ق م		فلِستی۔ رعمسیس نے نکال دیا۔ فلِستین کے ساحل کے ساتھ ساتھ آباد ہوگئے۔
مسوپتامیہ۔ تگلت پلاسر اوّل ۱۱۱۵-۱۰۷۷ق م		۱۱۹۷-۱۱۶۵ق م سموئیل۔ اسرائیل کا نبی اور قاضی تقریباً ۱۰۴۰ق م
اسور کا زوال اور دمشق کی ارامی سلطنت کا آغاز۔ دمشق کا بادشاہ رضین۔		

۵-شہنشاہیت ۱-اور ۲-سموئیل، ۱-اور ۲-سلاطین، ۱-اور ۲-تواریخ

	۱۰۵۰ق م	ساؤلؔ اسرائیلؔ کا پہلا بادشاہ تقریباً ۱۰۳۰-۱۰۱۰ق م
	۱۰۰۰ق م	داؤدؔ سلطنت کو وسعت دیتا اور یروشلیمؔ کو سیاسی اور مذہبی مرکز قائم کرتا ہے۔ تقریباً ۱۰۱۰-۹۷۰ق م
	۹۲۵ق م	سلیمانؔ سلطنت کو وسعت دیتا اور یروشلیمؔ میں ہیکل تعمیر کرتا ہے۔ ۹۷۰-۹۳۱ق م سکمؔ میں اجتماع اور سلطنت کی تقسیم ۹۳۱ق م

یہوداہ اور اسرائیل۔۔ منقسم سلطنت ۹۳۱-۵۸۷ ق م

		اسرائیل کے بادشاہ	یہوداہ کے بادشاہ
آہن کا زمانہ دوم	۹۰۰-۶۰۰ ق م		
مصر بائیسواں شاہی خاندان	۹۰۰ ق م	یربعام اوّل ۹۳۱-۹۱۰ ق م دان اور بیت ایل میں عبادت کے مرکز قائم کئے گئے۔	رحبعام ۹۳۱-۹۱۳ ق م
			ابیاہ ۹۱۳-۹۱۱ ق م
دمشق بن ہدد اوّل		ندب ۹۱۰-۹۰۹ ق م	آسا ۹۱۱-۸۷۰ ق م
		بعشا ۹۰۹-۸۸۶ ق م	
اسور-اشور بنی پال ۸۸۳-۸۵۹ ق م		ایلہ ۸۸۶-۸۸۵ ق م	

	۸۵۰ق م	زمری ۸۸۵ق م (سات دن)	
		عمری ۸۸۵-۸۷۴ق م	یہوسفط ۸۷۰-۸۴۸ق م
سلمنسر سوم		اخی اب ۸۷۴-۸۵۳ق م	
۸۵۸-۸۲۴ق م			
		ایلیاہ نبی کی خدمت	یہورام ۸۴۸-۸۴۱ق م
		تقریباً ۸۶۵ق م	
		اخزیاہ ۸۵۳-۸۵۲ق م	اخزیاہ ۸۴۱ق م
سلمنسر پنجم		یورام ۸۵۲-۸۴۱ق م	ملکہ عتلیاہ
۸۲۴-۸۱۱ق م		الیشع نبی کی خدمت تقریباً ۸۵۰ق م	یہوداہ کی سلطنت
			۸۴۱-۸۳۵ق م
عدادنراری سوم ۸۱۱-۷۸۴ق م		یاہو ۸۴۱-۸۱۴ق م	یوآس ۸۳۵-۷۹۶ق م
اسور کا زوال		یہوآخز ۸۱۴-۷۹۸ق م	
۷۸۳-۷۴۵ق م			
	۸۰۰ق م	یہوآس ۷۹۸-۷۸۳ق م	امصیاہ ۷۹۶-۷۸۱ق م
اسور-تگلت پلاسر دوم	۷۵۰ق م	یربعام دوم ۷۸۳-۷۴۳ق م	عزیاہ (عزریاہ)
۷۴۵-۷۲۷ق م		عاموس اور ہوسیع کی نبوتیں	۷۸۱-۷۴۰ق م
مفتوحہ لوگوں کی مدد کرنے کی		تقریباً ۷۵۰ق م	
حکمتِ عملی۔		زکریاہ ۷۴۳ق م (چھ ماہ)	یسعیاہ اور میکاہ کی نبوتیں
ارام اور افرائیم کی جنگ		سلوم ۷۴۳ق م (ایک ماہ)	تقریباً ۷۴۰ق م۔
			یوتام ۷۴۰-۷۳۶ق م

اِسرائیل اور ارام یہوداہ کے خلاف جنگ کرتے ہیں ۷۳۴ق م اسور سلمنسر پنجم ۷۲۶-۷۲۴ق م سرجون دوم ۷۲۱-۷۰۵ق م		مناحم ۷۴۳-۷۳۸ق م فقحیاہ ۷۳۸-۷۳۷ق م فقح ۷۳۷-۷۳۲ق م ہوسیع ۷۳۲-۷۲۴ق م	آخز ۷۳۶-۷۱۶ق م حزقیاہ ۷۱۶-۶۸۷ق م
	۷۲۱ق م	سقوطِ سامریہ کچھ لوگ اسیر ہوگئے مذہب میں اَن مل باتوں کی آمیزش۔	
اسرحدون ۶۸۱-۶۶۹ق م اسور بنی پال ۶۶۸-۶۲۱ق م	۷۰۰ق م	شمالی سلطنت کا خاتمہ	
بابل نبوپلاسر ۶۲۶-۶۰۵ق م			منسی ۶۸۷-۶۴۲ق م امون ۶۴۲-۶۴۰ق م
	۶۲۵ق م		یوسیاہ ۶۴۰-۶۰۹ق م
نینوہ کی بربادی ۶۱۲ق م کرکمیس کی لڑائی			صفنیاہ کی نبوتیں تقریباً ۶۳۰ق م یرمیاہ کی بلاہٹ تقریباً ۶۲۷ق م مذہبی اصلاحات جو سامریہ تک ہوئیں ۶۲۲ق م
بابل نبوکدنضر ۶۰۴-۵۶۲ق م			نحمیاہ کی نبوتیں تقریباً ۶۱۲ق م یہوآخز ۶۰۹ (تین ماہ) یہویقیم ۶۰۹-۵۹۸ق م
			یہویاکین ۵۹۸ق م (۳ ماہ) صدقیاہ ۵۹۸-۵۸۷ق م حزقی ایل نبی کی خدمت کا آغاز ۵۹۳ق م سقوطِ یروشلیم ۵۸۷-۵۵۶ق م

۶-اِسرائیل کی بابل میں اسیری ۵۸۷-۵۸۳ ق م

آہن کا زمانہء سوم اویل مرودک ۵۶۲-۵۵۹ ق م یہویاکین کی معافی ۵۶۱ ق م بابل۔نبوندیس ۵۵۹-۵۳۹ ق م شاہ فارس خورس بابل کو فتح کرتا ہے۔ ۵۳۹ ق م۔	۶۰۰-۳۰۰ ق م	یروشلیم کے فتح ہو جانے اور ہیکل کی بربادی کے بعد یہودی امرا و شرفاء کو یروشلیم سے جلاوطن کردیا گیا۔ ۵۸۶/۵۷ ق م جدلیاہ کو گورنر مقرر کیا گیا ۵۸۷-۵۸۶ ق م

فارسیوں کا دَور۔ بحالی ۵۳۶-۳۳۳ ق م

خورس۔ شاہی فرمان۔ اسیری کا خاتمہ	۵۳۸ ق م	شیس بضر کو گورنر مقرر کیا گیا ۵۳۸ ق م
فارس۔ کیمبس ۵۲۹-۵۲۲ ق م		قربانی کے مذبح کی بحالی ۵۳۸ ق م
دارا ۵۲۲-۴۸۶ ق م		یروشلیم میں "دُوسری ہیکل" کی تعمیر ۵۲۰-۵۱۵ ق م
سلطنت فارس کی تنظیمِ نو۔ ارام اور فلستین سلطنت		حجی اور زکریاہ کی نبوتیں ۵۲۰ ق م
کی پانچویں نیم خودمختار علمداری بنتے ہیں۔	۵۰۰ ق م	زرُبابل گورنر نامزد ہوتا ہے۔
فارس۔ اخسویرس اوّل		یشوع سردار کاہن عزرا کی یروشلیم میں خصوصی
		ذمہ داری ۴۵۸ ق م
۴۸۶-۴۶۵ ق م رتخششتا اوّل		(۴۲۸ یا ۳۹۸ ق م)
لونگی مینس ۴۶۵-۴۲۴ ق م		
		ملاکی کی نبوتیں
اخسویرس دوم ۴۲۳ ق م		دیواروں کی ازسرِ نو تعمیر ۴۵۵-۴۳۳ ق م
دارا دوم، اوخس (نوطس) ۴۲۳-۴۰۴ ق م		نحمیاہ کا دُوسرا خاص کام ۴۳۲ ق م
	۴۰۰ ق م	
ارتخششتا دوم منے مون ۴۰۴-۳۵۸ ق م		
ارتخششتا سوم اوخس ۳۵۸-۳۳۸ ق م		یہودیہ کو سلطنت فارس کے تحت دینی ریاست
ارسس ۳۳۸-۳۳۶ ق م		کا درجہ دیا گیا۔ تقریباً ۳۵۰ ق م۔
دارا دوم کوڈومنس ۳۳۶-۳۳۱ ق م	۳۵۰ ق م	
سکندرِ اعظم فارس کو فتح کرتا ہے		
(۳۳۳ ق م)، اور مصر کو (۳۲۱ ق م)		

یونانی سلطنت کا دور ۳۳۱-۶۳

سکندرِ اعظم ۔ ۳۳۱-۳۲۳ ق م سکندر کی وفات کے بعد سلطنت دو بڑے حصوں میں منقسم ہوگئی

مصر Lagus کی سلطنت	ارام اور بابل۔ سلوکسی سلطنت		یہودیہ
			یہودیہ Lagus کا مطیع ہو جاتا ہے۔ ۳۲۳-۱۹۷ ق م
بطلیموس اوّل ۳۲۳-۲۸۵ ق م بطلیموس دوم فلادلفس ۲۸۵-۲۴۶ ق م	سلوکس اوّل نیکاطور ۳۱۲-۲۸۰ ق م	۳۰۰ ق م	یہودی گروہ مصر اور انطاکیہ میں آباد ہوتے ہیں۔
	انطیاکس اوّل سوطر ۲۸۰-۲۶۱ ق م انطیاکس دوم تھیوس ۲۶۱-۲۴۶ ق م	۲۵۰ ق م	شریعت یعنی اسفارِ خمسہ کا یونانی میں (ہفتادی) ترجمہ۔ پُرانے عہد نامہ کی دُوسری کتابوں کا ترجمہ ۲۵۰ ق م
بطلیموس سوم یوار گیتس ۲۴۶-۲۲۱ ق م بطلیموس چہارم فلومطر ۱۸۰-۱۴۵ ق م یہودی روایات کو ختم کرنے کا فرمان۔ یروشلیم کی ہیکل میں دیوتا یوپطر اولمپس (زیوس) کا بُت نصب کیا گیا ۱۶۷ ق م	سلوکس دوم کالینی کس ۲۴۶-۲۲۶ ق م انطیاکس سوم (انطیاکس اعظیم) ۲۲۳-۱۸۷ ق م سلوکس چہارم فلوپطر ۱۸۷-۱۷۵ ق م	۲۰۰ ق م	سلوکسی یہوداہ کو مغلوب کر لیتے ہیں ۱۹۷-۱۴۲ ق م انطیاکس چہارم ہیکل کو اجاڑ دیتا ہے۔ ۱۶۹ ق م

سلوکسی حکومت سے آزادی کی خاطر مکابیوں کی بغاوت ۱۶۶-۱۴۲ق م	انطیاکس چہارم اپی فنس ۱۷۵-۱۶۳ق م		
ہیکل کی دوبارہ تعمیر اور تقدیس ۱۶۴ق م	انطیاکس پنجم یوپطر ۱۶۳-۱۶۲ق م		
یہوداہ مکابی کی وفات ۱۶۰ق م	دیمتریس اوّل سوطر ۱۶۲-۱۵۰ق م		
بطلیموس ہفتم ۱۴۵-۱۱۶ق م			
	سکندر بالس ۱۵۰-۱۴۵ق م	۱۵۰ق م	یہودیہ کی خود مختاری۔ مکابی بغاوت کی فتح ۱۴۲ق م
	دیمتریس دوم ۱۴۵-۱۳۸ق م جو انطیاکس چہارم کے ساتھ تھا ۱۴۵-۱۴۲ق م		حسمونیوں کی حکومت ۱۴۲-۶۳ق م
	انطیاکس ہفتم سیدیتیس ۱۳۸-۱۲۹ق م		یوحنا ہرکانس۔ سردار کاہن اور حاکم اعلےٰ ۱۳۴-۱۰۴ق م
بطلیموس نہم ۱۱۶-۱۰۹ق م	دیمتریس دوم نیکاطور ۱۲۹-۱۲۵ق م		
بطلیموس دہم ۱۰۸-۸۹ق م	انطیاکس ہشتم ۱۲۲-۱۱۳ق م جو سلوکس پنجم کے ساتھ تھا ۱۲۲ق م انطیاکس نہم ۱۱۳-۹۵ق م	۱۰۰ق م	ارستبولس اوّل۔ سردار کاہن جس نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا ۱۰۴-۱۰۳ق م۔ سکندر یانیس۔ سردار کاہن ۱۰۳-۷۶ق م

بطلیموس یازدہم ۸۸-۸۰ ق م	جانشینی کی جنگ ۹۵-۸۴ ق م		
	تگرانیس آرمینی ۸۳-۶۴ ق م		ملکہ سکندرہ سلومی ۷۶-۶۷ ق م
	انطیاکس سیزدہم ۶۸-۶۴ ق م		ارستبولس دوم، بادشاہ اور سردار کاہن ۶۷-۶۳ ق م
	پومپئی۔ رومی جرنیل یروشلیم کو فتح کرلیتا ہے۔ ۶۳ ق م		یُوحنا ہرکانس دوم۔ سردار کاہن ۶۳-۴۰ ق م
ہیرودیس، یہودیہ کا بادشاہ ۳۷-۴ ق م			قلوپطرہ ہفتم۔ ملکہ مصر ۵۱-۳۱ ق م
			روم مصر کو فتح کرلیتا ہے۔ ۳۱ ق م

نئے عہد نامہ کا تارِیخی پس منظر

ہوسے سوتو ولیگاس

نئے عہد نامہ کی کتابیں پہلی صدی عیسوی کے نصفِ اوّل میں تحریر ہوئیں۔ اِن میں اُس زمانے کے تاریخی سیاق وسباق اور ثقافت کا عکس نظر آتا ہے۔ چنانچہ نئے عہد نامہ نے اپنے زمانے کی تین بڑی ثقافتوں کے اثرات کے تحت تشکیل پائی یعنی یہودی، یونانی اور رُومی۔ اِس لئے تعجب کی کوئی بات نہیں کہ یسُوعؔ کی صلیب پر لگایا گیا کتبہ تین زبانوں عبرانی، یونانی اور لاطینی میں تھا (یوحنا۱۹:۱۹-۲۰)۔

نیا عہد نامہ اور یہودی سیاق وسباق

یہودی تہذیب وتمدن کو جانے اور سمجھے بغیر نئے عہد نامہ کو سمجھنا ممکن نہیں۔ یہ بات اِس لئے درست ہے کہ نئے عہد نامہ کے بہت سے کردار یہودی ہیں جیسے یسُوعؔ، اُس کے شاگرد اور رسُول اور کلیسیا میں نئے اِیماندار۔ یسُوعؔ ارامی زبان بولتا تھا۔ اُس نے گلِیلؔ اور یہودیہ میں زِندگی گزاری اور اُس کی موت یروشلیم میں ہوئی۔

یہودی سیاق وسباق کے تین پہلوؤں پر زور دینا ضروری ہے۔ یہ ہیں مذہبی، معاشرتی اور علمی ادبی پہلو۔

مذہبی پہلو

مسیحی کلیسیا یہودی قوم سے گہرا تعلق رکھتی ہے اور مذہبی لحاظ سے تو یہ تعلق بہت ہی گہرا ہے۔ یہودی اِیمان کا دِل وجان سے یہ تصدیقی اِقرار ہے کہ "خُداوند (یہوواہ) اور صرف خُداوند (یہوواہ) ہی ہمارا خُدا ہے" (استثنا ۶:۴، مرقس ۱۲:۲۹) اور کہ اُس کے آئین واحکام حکمت والے اور اِس لائق ہیں کہ اُن کی تعمیل کی جائے (زبُور ۷۸:۵-۸) اور اُس نے اپنے لئے ایک قوم چُن لی ہے۔ اِن میں سے کوئی اقرار بھی مسیحی اِیمان سے خارج نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بنی اِسرائیل کے نوشتے جن میں نبیوں نے خُدا کے لوگوں (قوم) کے لئے خُدا کا پیغام قلمبند کیا ہے مسیحی کلیسیا بھی اُنہیں اپنے نوشتے مانتی

آ رہی ہے۔ نیا عہد نامہ تو بہت بعد میں شامل ہُوا۔ اِسی وجہ سے نیا عہد نامہ بہت سے یہودی رسم رواج کا حوالہ دیتا ہے۔ اِسی طرح اُس زمانے کے نہایت بااثر یہودی گروہوں کا ذِکر کرتا ہے (متّی ۲۲:۲۳-۳۳، اعمال ۲۳:۶-۸، ۱-کرنتھیوں ۱۵:۱۲-۵۸)۔

دُوسری طرف مسیحِ موعود کے آنے کی اُمید کا مطلب تھا کہ یہودی آرزُو رکھتے تھے کہ خُدا خود اِنصاف کرے گا۔ تب یہودیوں سے عداوت رکھنے والی قوموں اور افراد کو سزا ملے گی اور برگزیدہ قوم اور راستبازوں کو اجر ملے گا۔ لیکن مسیح کی موت اور قیامت (جی اُٹھنے) سے اِبتدائی مسیحی سمجھ گئے کہ موعودہ نجات اور عدالت دونوں میں ہر زمانے کے سارے بنی نوع انسان شامل ہیں (یُوحنّا ۳:۱۴-۱۸؛ ۱۲:۳۲، ۱-تیمتھیس ۱:۱۵؛ ۲:۴)۔

معاشرتی پہلو

اندازہ ہے کہ یسُوعؔ کے زمانے میں فِلستینؔ کی آبادی دس لاکھ تھی۔ یسُوعؔ کے زمانے میں اِسرائیلی معاشرے میں تین طبقے تھے- اعلیٰ، متوسط اور غریب۔ اعلیٰ طبقہ سیاسی اور مذہبی زُعما کے خاندانوں پر مشتمل تھا، علاوہ ازیں کامیاب سوداگر اور کاروباری لوگ، زمین کے مالکان اور محصول لینے والے بھی اِس طبقے میں شمار ہوتے تھے۔ متوسط طبقے میں چھوٹے پیمانے پر کاروبار کرنے والے، کارِیگر، کاہن اور شریعت کے معلّم یا علما شامل تھے۔ غریب طبقے کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ اِس میں مزدُور پیشہ لوگ شامل تھے جو تنگدستی کی زِندگی گزارتے تھے (متّی ۲۰:۱-۱۶)۔ علاوہ ازیں بہت سے لوگ تھے جنہیں کوئی پوچھتا تک نہ تھا مثلاً بھکاری، کوڑھی اور مفلوج ومعذور افراد (مرقس ۱۰:۴۶)۔

قوانین کی رُو سے سماجی زینے کی سب سے نچلی سطح پر غُلام تھے اگرچہ اُن کی اصل حالت کا دارومدار اُن کے مالکوں کی حیثیت اور کردار پر تھا۔ غیر یہودی غُلاموں کو تو شاذ ونادر ہی آزادی نصیب ہوتی تھی۔ البتہ یہودی غُلام سبتی سال میں آزاد ہو جاتے تھے۔ سبتی سال میں جو ہر ساتویں سال منایا جاتا تھا زمین کا جوتنا بونا معطل رہتا تھا تاکہ خُدا کی تعظیم ہو (خروج ۲۳:۱۰-۱۱، احبار ۲۵:۱-۷؛ ۲۶:۳۴، ۴۳)۔ چونکہ زمین میں کاشت نہ ہوتی تھی اِس لئے قرض بیباق نہیں ہو سکتے تھے چُنانچہ معاف کردیئے جاتے تھے۔ اِسی طرح جو اِسرائیلی غُلام چھ برس خدمت کر لیتے تھے انہیں آزاد کر دیا جاتا تھا۔

بڑے بڑے پیشے یہ تھے۔ کاشتکاری، مویشی پالنا، ماہی گیری (گلیلؔ کی جھیل کے اِردگرد)، دستکاری (کوزہ گری، جوتے بنانے، بڑھئی کا کام، راج گیری اور بیوپار۔ علاوہ ازیں ہیکل کی خدمت اور نگہداشت بے شمار کاہنوں اور لاویوں کو کام مہیا کرتی تھی۔

یہودی معاشرے میں مذہب اور سیاست یک جا نہیں تھے البتہ اِن دونوں پہلوؤں میں قرِیبی وابستگی ضرور تھی، چنانچہ یہودی متعدد گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ نئے عہدنامہ میں اِن کا ذِکر آتا ہے مثلاً فریسی، صدوقی، ہیرودی اور شرع کے عالم۔

فریسی اِن میں پرہیزگار اور مذہبی گروہ تھا جو پیشے کے اعتبار سے مذہب سے وابستہ نہیں تھے۔ وہ مُوسیٰؔ کی شریعت، بزرگوں کی روایات اور مروجہ دینداری کے اصولوں کی بہت سختی سے پابندی کرتے تھے (فلپیوں ۳:۵-۶) وہ لوگوں پر بڑا رُعب داب رکھتے تھے، بہت اثر ورسوخ کے مالک تھے اور سیاسی قیادت میں بھی شامل تھے۔ یروشلیمؔ میں ہیکل کی بربادی (۷۰ء) کے بعد کاہنوں کا غلبہ اور اِقتدار ختم ہوگیا اور یہودیوں میں فریسی طبقے کا غلبہ بڑھ گیا۔ فریسی بدن کی قیامت، آزاد قوتِ ارادی (فعل مختاری) اور قضاوقدر پر اِیمان رکھتے تھے۔

صدوقیوں کا تعلق زیادہ تر کاہنوں کے طبقہء اشراف سےتھا۔ وہ کاہنوں اور سنہیڈرن (قدیم یہودیوں کی اعلٰے ترین کونسل) سے مراسم اور روابط رکھتے تھے۔ وہ قیامت یعنی موت کے بعد زِندگی کا اور رُوحوں اور فرشتوں کے وجود کا انکار کرتے تھے (متّی ۲۲:۲۳-۳۳، اعمال ۲۳:۶-۸) البتہ سقوطِ یروشلیمؔ کے بعد اس گروہ کا خاتمہ ہوگیا۔

ہیرودیوں اور اسینیوں کے گروہ مقابلتاً چھوٹے تھے (ہیرودی ہیرودیس بادشاہ کے طرفدار تھے۔ متّی ۲۲:۱۶)۔ نئے عہدنامہ میں اگرچہ اسینیوں کا ذکر نہیں ہے مگر مورّخین اور اُس دَور کے عینی شاہد (فیلویُودیُسؔ، جسے سکندریہؔ کا فیلو بھی کہتے ہیں، فلیویئسؔ یوسیفسؔ، پلینیؔ بزرگ) یہاں تک کہ اِبتدائی بزرگانِ کلیسیا (جسٹنؔ، سکندریہ کا کلیمنٹؔ، اوریگنؔ) اُن کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہیں۔

اسینیوں کی گروہی زِندگی بہت منظّم تھی اور ساری املاک مشترکہ تھیں۔ وہ تجرّد کی زِندگی، اِخلاقی راست روی، پرہیزگاری پر بہت زور دیتے تھے۔ وہ سفید لباس پہنتے اور اکٹھے کھانا کھاتے تھے۔ وضو اور غسل (مذہبی لحاظ سے پانی سے پاکیزگی) اُن کی زِندگی کا خاص حصہ تھے۔ وہ دُوسرے یہودیوں سے

الگ تھلگ رہتے تھے۔ وہ یہودی عقیدہ اور ہمیشہ پاک صاف رہنے کی ضرورت پر یقین رکھتے تھے۔ زیلوتیس یا غیور کہلانے والے گروہ نے ۶۶ء میں رومؔ کے خلاف جنگ چھیڑ دی تا کہ اِسرائیلؔ کو رومی تسلط سے نجات دلائیں اور موجودہ زِندگی اور تارِیخ کے خاتمے کا اِشتیاق سے انتظار کریں تو صدوقیوں اور ہیرودیوں کی طرح اسینی گروہ بھی ختم ہو گیا۔

آخر میں ہم اس گروہ کا ذِکر کرتے ہیں جو اپنے علمی ادبی اثر کے لئے بہت اہم تھا اور وہ تھے شرع کے عالم (فقیہ، عالم یا ربی) علما اکثر قیاس کرتے ہیں کہ فقیہ بھی فریسی تھے۔ لیکن حالیہ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لاوی یا کاہن تھے۔ بہر صورت وہ مذہب اور روایات کی تعلیم دیتے تھے اور پاک نوشتوں کی تفسیر کرتے تھے۔ وہ ہیکل میں (لُوقا ۲:۴۶) یا عبادت خانوں میں (اعمال ۱۵:۲۱) تعلیم دیا کرتے تھے۔ وہ اپنے عِلم اور دِینداری کے باعث بہت اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ وہ مُوسیٰ کی شریعت کی بہت محتاط تشریح کرتے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ اِنسان کسی حد تک مختارِ فعل ہے مگر قضا و قدر کے اِختیار میں بھی ہے۔ وہ قیامت اور فرشتوں پر، مسیح موعود کی آمد پر اور بالآخر اِسرائیلؔ کے سارے قبیلوں کے اتحاد پر یقین رکھتے تھے، وہ یِسُوعؔ کی سخت مخالفت کرنے میں فریسیوں کے ساتھ مِل گئے تھے (متّی باب ۲۳)۔ اُن کی تعلیمات اُن تحریروں میں محفوظ ہیں جنہیں مبینہ طور پر ''ربیوں کا ادب'' کہا جاتا ہے جو نئے عہد نامہ کے نوشتوں کے بعد لکھا گیا۔

علمی واَدبی پہلو

مسیحی ادب اور خصوصاً نیا عہد نامہ، پُرانے عہد نامہ اور ہمعصر یہودیت کی تحریک سے وجود میں آیا۔ یہ اِس لئے قابلِ توجہ ہے کہ نیا عہد نامہ اور مابعد کی تحریریں یونانی زبان میں لکھی گئیں۔ تاہم یونانی اثرات کے باوجود بہت سے الفاظ، تصورات اور تعلیمات عبرانی ذہنیت سے مطابقت رکھتی ہیں۔ یِسُوعؔ کی تعلیمات اور ابتدائی کلیسیا کی تعلیمات پہلے ارامی زبان میں زبانی دی گئیں۔ پھر اُن کا ترجمہ یونانی میں ہُؤا لیکن یہودی مزاج اور خصوصیت نمایاں طور پر قائم رہی۔ اِسی لئے نئے عہد نامہ میں ''ابّا'' (گلتیوں ۴:۶) جیسے لفظ اپنی اصل کے مطابق محفوظ ہیں۔

اِبتدائی مسیحیت یہودی لوگوں میں شروع ہوئی تھی (اعمال ۲:۴۶) اور رفتہ رفتہ اُس سے الگ

پہچان کرانے لگی اور بالآخر اُن سے بالکل الگ ہوگئی۔ آخری علیٰحدگی اُس پیغام کے باعث ہوئی جس کا مسیحیت اعلان کرتی ہے کہ مسیحی ہونے کے لئے یہودی ہونا شرط نہیں (اعمال ۱۵:۱-۳۵)۔ یہی سبب ہے کہ بہت سے غیر یہودی کلیسیا میں شامل ہوئے اور جزوِ خاص بن گئے اور اِس طرح علیٰحدگی کے عمل کو آگے بڑھایا (رومیوں ۱۱:۱۱-۱۲)۔ یہودیت اور مسیحیت میں علیٰحدگی بہر صورت متوقع تھی کیونکہ خُدا کے بیٹے یِسُوعؔ مسیح پر ایمان اُس کی زِندگی، موت، جی اُٹھنے اور بعد میں ظاہر ہونے اور مداخلت کرنے کی وجہ سے موجود ہے اور اپنی ذات میں ایک نئے واقعے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نیا مخلوق ہے (مرقس ۱:۲۷؛ ۲:۲۱-۲۲، یوحنا۱۳:۳۴، گلتیوں ۶:۱۵، افسیوں ۲:۱۵)۔ مزید برآں اِس نئے واقعے کی خبر نئی علمی و ادبی ہیئتوں مثلاً اناجیل اور روایت سے ہٹ کر نئے اسالیب مثلاً خطوط کے ذریعہ سے مشتہر ہُوئی۔

نیا عہد نامہ اور یونانی ماحول

ایشیا میں سکندرِؔ اعظم کی دُوررَس اثرات کی حامل فتوحات (۳۳۴ق م) کے نتیجے میں یونانی تہذیب وثقافت سارے مغربی ایشیاؔ، شمالی افریقہؔ اور جنوبی یورپؔ اور رومؔ میں بھی پھیل گئی۔ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ پہلی صدی عیسوی تک یونانی بحیرۂ رومؔ کے اِردگرد کے علاقوں کے پڑھے لکھے لوگوں کی زبان بن گئی بلکہ اِس علاقے کے بہت سے حصوں کی عام زُبان بھی بن گئی۔ یونانی تہذیب وتمدن کے اِس بکھراؤ اور نفوذ کو "قدیم یونانی زُبان اور ثقافت کو اپنانے کا عمل" کہا جاتا ہے۔

چونکہ تاریخ کے مختلف ادوار میں اِسرائیلیوں کو بڑے پیمانے پر جلاوطنی برداشت کرنی پڑی اِس لئے فِلستینؔ کے باہر بھی کئی جگہ یہودی آبادیاں قائم ہوگئیں۔ پراگندگی یا بکھراؤ کے اِن علاقوں میں بھی یہ یہودی جماعتیں یا برادریاں اپنی مذہبی روایات کی وفادار رہیں (مثلاً اعمال ۱۶:۱۳) البتہ انہوں نے یونانی کو اپنی زبان کی حیثیت سے اپنا لیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ۷۰ء کے بعد اِسرائیلؔ میں یہودیوں کی تعداد کم اور پراگندگی کے علاقوں میں زیادہ تھی۔ اِسی سبب سے مصرؔ میں سکندریہؔ کی یہودی جماعت نے عبرانی نوشتوں کا یونانی میں ترجمہ کیا۔ اِن میں سب سے اہم اور مشہور "ستّر کا ترجمہ" یا "ہفتادی ترجمہ" ہے۔ یونانی بولنے والے مسیحی بھی ہر جگہ یہی متن استعمال کرنے لگے۔

علاوہ ازیں یروشلیم میں یہودی مسیحی تھے جو یونانی بولتے تھے (اعمال ۶:۱)۔ اِس سے پراگندگی کے علاقوں کی جماعتوں میں اور غیر قوموں میں خوشخبری پھیلنے میں سہولت ہوئی (اعمال ۱۱:۱۹-۲۰)۔ پراگندگی کے علاقے کا مشہور ترین یہودی، بے شک ترسس کا پَولُس ہے۔ پَولُس پہلے تو مسیحیوں کو ستایا کرتا تھا لیکن مشرّف بہ مسیحیت ہونے کے بعد مسیح کا ولولہ انگیز پیروکار اور غیر قوموں میں پُر جوش منادی کرنے والا ثابت ہُوا (گلتیوں ۱:۱۴)۔ اُس کے بشارتی دورے اُس زمانے کی معلومہ دُنیا کے بیشتر حصوں پر محیط تھے اور اُس کے خطوط نئے عہدنامہ کا معتدبہ حصہ ہیں۔

اِن ساری وجوہ کی بنا پر کوئی تعجب نہیں کہ نیا عہدنامہ یونانی زبان میں لکھا گیا۔ اگرچہ چند نسخوں اور سابق روایتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ نئے عہدنامہ کے کچھ حصے پہلے عبرانی اور ارامی میں لکھے گئے تھے۔ باوجود اِس کے آخری تحریر اور متن یقینی طور پر یونانی میں محفوظ ہُوا۔

نیا عہدنامہ اور رومی ماحول

دُوسری صدی ق م آتے آتے رومؔ نے بحیرۂ رومؔ کا سارا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ ۶۳ ق م کے بعد سے فلستینؔ رومؔ کی فوجی اور سیاسی قُوّت کے زیرِ نگیں تھا۔

شروع میں تو یہودی حاکموں نے اپنا "بادشاہ" کا لقب قائم رکھا حالانکہ وہ رُومی قُوّت و اقتدار کے ماتحت تھے۔ یسُوعؔ مسیح کی پیدایش ہیرودیسؔ اعظم کے زمانۂ اقتدار میں ہوئی جو ۳۷ ق م تک فلستینؔ پر حکمران رہا (متّی ۲:۱-۲۰، لوقا ۱:۵)۔ ہیرودیسؔ کی وفات پر سلطنت اُس کے تین بیٹوں میں تقسیم کر دی گئی۔ ارخلاؤسؔ ۶ء تک یہودیہؔ اور سامریہؔ کا حاکم رہا (متّی ۲:۲۲)۔ ہیرودیسؔ انتپاس نے گلیلؔ اور پریہؔ پر ۳۹ء تک حکومت کی (لُوقا ۳:۱؛ ۱۳:۳۲؛ ۲۳:۷-۱۶) اور فلپسؔ ۳۴ء تک گلیلؔ کی جھیل کے شمال مشرقی علاقوں پر حکمران رہا (لُوقا ۳:۱)۔ ۶ء میں رومی شہنشاہ اوگستسؔ نے ارخلاؤسؔ کو بادشاہی سے معزول کر دیا۔ اب یہودیہؔ اور سامریہؔ کی تنظیمِ نو کر کے ایک رومی صوبہ بنایا گیا اور وہاں ایک مختارِ کار (گورنر) تعینات کر دیا گیا جس کا تقرر شہنشاہ کرتا تھا۔ مسیحی تارِیخ میں سب سے مشہور مختارِ کار پنطس پیلاطسؔ ہے جو یہودیہؔ کا حاکم (گورنر ۲۶-۳۶ء) تھا جس نے یسُوعؔ کو سزائے موت سنائی (متّی ۲۷:۱-۲۶)۔

فلپس ۳۴ء میں فوت ہوگیا اور ۳۷ء میں شہنشاہ کالیگولا نے ہیرودیس اعظم کے پوتے اگرپا اوّل کو فلپس کے علاقے پر حکمران مقرر کیا۔ ۴۰ء میں کالیگولا نے ہیرودیس انطپاس کو معزول کر کے اگرپا اوّل کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ ۴۱ء میں ہیرودیس اگرپا اوّل نے اپنا دائرۂ اختیار یہودیہ تک بڑھا لیا۔ اِس طرح اُس کی قلمرو تقریباً اُس کے دادا ہیرودیس اعظم کی قلمرو کے برابر ہو گئی (اعمال ۱۲:۱-۱۹)۔ ہیرودیس اگرپا اوّل ۴۴ء میں فوت ہو گیا (اعمال ۱۲: ۱۹-۲۳)۔ اُس وقت فلستین کا سارا علاقہ رُومیوں نے اپنے زیرِ انتظام لے لیا۔ یہ صورتِ حال ۶۶ء تک قائم رہی جب یہودیوں اور رُومیوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔

اُن دنوں روم نے اپنی ساری فوجی قوت پورے اِسرائیل میں صف آرا کر دی۔ سپاہیوں کو ''دستوں'' میں مُرتب کِیا گیا۔ یہ دستے اِس بات کا دھیان رکھنے کے ذِمہ دار تھے کہ سلطنت کے ایک سِرے سے دُوسرے سِرے تک شہنشاہ کی پرستش مناسب و معقول طریقے سے کی جائے۔ دس دستے مل کر ایک ''لیجیئن'' (Legion) یا پلٹن بنتی تھی جس میں تقریباً ۶۰۰۰ جوان ہوتے تھے۔ فتوحات کرنا اور بغاوتیں فرو کرنا ان سپاہیوں کی ذِمہ داری تھی۔ وہ یہودی تہواروں پر لوگوں کے اجتماع، قید خانوں اور سزائے موت کے حکم کی تعمیل اور نگرانی کرتے تھے (متّی ۲۷:۱۱-۱۵، لُوقا ۲۳:۴۷، یُوحنّا ۱۹:۲، ۲۳، ۲۴، ۳۴)۔ اِس ذِمہ داری کے باوجود بعض سپاہیوں نے یِسُوعؔ اور مسیحیت کو قبول کر لیا (متّی ۸:۵-۱۳؛ ۲۷:۵۴، لُوقا ۲۳:۴۷، اعمال ۱۰ باب، ۲۷:۳-۱۱)۔ افسیوں کے نام خط میں پَولُس مسیحی کو ایک سپاہی سے تشبیہ دیتا ہے (افسیوں ۶:۱۰-۱۸)۔

رومی حکومت کے خلاف یہودی قوم کی بےچینی اور اِضطراب ۶۶ء میں عرُوج کو پہنچ گیا۔ اُس سال زیلوتیس (غیور) گروہ نے روم کے خلاف علَمِ بغاوت بلند کِیا۔ یہ جدوجہد چار سال تک جاری رہی۔ جنگ کے پہلے سال میں روم نے فیصلہ کیا کہ فلستین کے سارے گورنر فوجی جرنیلوں (جنہیں ''لیگیٹ'' [Legate] یعنی عامل کہتے تھے) کی حیثیت سے کام کرتے رہیں۔ اِن میں سے پہلا ویسپسیان تھا۔ ۶۹ء میں اُس کے شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ بالآخر رومی فوجوں نے یہودی بغاوت کچل دی اور ستمبر ۷۰ء میں یروشلیم پر قبضہ کر کے ہیکل کو مسمار اور برباد کر دیا (متّی ۲۴:۲، لُوقا ۲۱:۲۰)۔ یہودیوں کی یہ شکست رومیوں کی اعلےٰ اور برتر فوجی طاقت کا نتیجہ تھی۔ علاوہ ازیں یہودیوں کے نہ ختم

ہونے والے آپس کے جھگڑے اور تفرقے بھی اِس شکست کا باعث بنے۔

سقوطِ یروشلیم کے ساتھ ہی سنہیڈرن یعنی یہودیوں کی اعلےٰ ترین قومی کونسل یا عدالت کا اِختیار بھی جاتا رہا۔ کاہنوں کے خاندان بے تحاشا قتل کر دیئے گئے اور شرع کے عالم بھی تعداد میں کم سے کم تر ہوتے گئے۔ ہیکل میں عبادت کے ساتھ ہی سردار کاہن کا عہدہ بھی قصہء ماضی بن گیا۔ اب مذہبی، روایتی اور ثقافتی تعلیمات کو ربیوں اور اُن کے مدرسوں کے گرد نئے سِرے سے مُرتب و مُنظّم کِیا گیا۔

فِلستین سے باہر مسیحیوں نے رومی سلطنت کی پیش کردہ مراعات سے فائدہ اُٹھانا سیکھ لیا۔ رومی سلطنت نے سیاسی اور ثقافتی اِتحاد اور اِستحکام پیدا کر دیا تھا۔ اِس سے خوشخبری کو ساری بے دِین دُنیا میں تیزی سے پھیلنے میں بڑی مدد ملی (رومیوں ۱۵: ۱۹، ۲۸، ۱-پطرس ۱:۱)۔ اِس کی ایک وجہ تو یہ حقیقت تھی کہ شروع شروع میں رومیوں نے یہودی مذہب یا مسیحیت پر عمل پیرا ہونے کی مخالفت نہ کی۔ مگر جب یسُوعؔ کے ساتھ وفاداری رومی مفادات سے ٹکرانے لگی تو پہلی دفعہ ایسا ہُوا کہ وہ مسیحیوں کو ایذائیں دینے اور شہید کرنے لگے۔ مسیحی شہنشاہ اور اُس کے دیوتا کو سجدہ کرنے سے اِنکار کرتے تھے۔ پہلی اور دُوسری صدی عیسوی میں مسیحیوں کو اِن سخت اور کڑے حالات کا سامنا رہا۔ اِن ہی حالات کا عکس ۱-پطرس ۴: ۱۲-۱۶ اور مکاشفہ کی کتاب میں نظر آتا ہے جہاں معلوم ہوتا ہے کہ رومؔ مسیحیوں کا سب سے بڑا اور نمایاں دُشمن تھا۔

نئے عہد نامہ کا تاریخی سِلسِلہ

نیا عہد نامہ کوئی خاص تاریخیں بیان نہیں کرتا جس سے ہمیں زمانی سِلسِلے مُرتب کرنے میں مدد ملے جیسا کہ مروجہ عالمی تقویم (کیلنڈر) اِستعمال کرنے سے ہوسکتا ہے۔ البتہ تاریخی سِلسِلے کی کچھ تفاصیل ضرور ملتی ہیں جو اپنی خصوصیت میں یہودیوں کے زمانے کے حساب رکھنے کے طریقے سے مطابقت رکھتی ہیں۔ جو تفاصیل نئے عہد نامہ میں اور اُس زمانے کی دُوسری غیر مذہبی تحریروں میں ملتی ہیں وہ ہمیں تارِیخوں کا اندازہ لگانے میں ضرور مدد دیتی ہیں اور ہم یسُوعؔ کی زِندگی کے واقعات اور رسولوں کے زمانے میں کلِیسیا کی زِندگی کے واقعات کی تارِیخوں کا تخمینہ لگا سکتے ہیں۔

یِسُوعؔ کی زِندگی

یِسُوعؔ کی پیدایش: متی ۲:۱ کے مطابق یِسُوعؔ کی پیدایش اُن دنوں میں ہوئی جب ہیرودیسؔ اعظم یہودیہ کا بادشاہ تھا۔ اِس کا مطلب ہے کہ اُس کی پیدایش ہیرودیسؔ کی وفات کے بعد نہیں ہوسکتی۔ اپنی کتاب ''یہودیوں کے قدیم ایام'' (Jewish Antiquities) میں یہودی مورخ یوسفسؔ بیان کرتا ہے کہ ہیرودیسؔ کی وفات سے پہلے ایک چاند گرہن ہُوا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ ۵ ق م اور ۴ ق م کے سالوں کے دوران کئی گرہن ہُوئے تھے۔ جو گرہن ہیرودیسؔ کی وفات سے ٹھیک پہلے ہُوا تھا وہ ۱۲ مارچ ۴ ق م والا گرہن ہوگا۔ خود یوسفسؔ کہتا ہے کہ ہیرودیسؔ ۱۱ اپریل ۴ ق م کو ہونے والی عیدِ فسح سے پہلے فوت ہُوا تھا۔ اِس لئے ضرور ہے کہ ہیرودیسؔ کی وفات اُس سال اپریل کے اوائل میں ہوئی۔

لُوقا ۲:۱ میں بیان ہُوا ہے کہ یِسُوعؔ کی پیدایش اُس مردم شماری کے دنوں میں ہوئی جس کا حُکم قیصر اوگستسؔ نے دیا تھا۔ لُوقا یہ بھی کہتا ہے کہ یہ مردم شماری کورنیسؔ کے عہد میں ہُوئی جو سوریہؔ میں رومی گورنر تھا۔ یوسفسؔ کی تحریروں اور دُوسری قدیم دستاویزات سے ملنے والی شہادتوں کی بنا پر بعض علما ۶ء / ۷ء کو مردم شماری کی ممکنہ تارِیخ قرار دیتے ہیں۔ لیکن نئے عہدنامہ کے دُوسرے حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ یِسُوعؔ کی پیدایش ۴ ق م میں ہیرودیسؔ اعظم کی وفات سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے ہُوئی تھی۔ جس تارِیخ پر بیشتر عُلما کا اِتفاق ہے وہ ہیرودیسؔ کی وفات سے چند سال پہلے ہے۔

یِسُوعؔ کی خدمت: ہم جانتے ہیں کہ یِسُوعؔ نے خدمت کا آغاز یوحنّا سے بپتسمہ لینے کے بعد اور بیابان سے واپس آنے کے بعد کِیا (لُوقا ۳:۲۱-۴:۱۴)۔ لیکن صحیح تارِیخ کے بارے میں ہمارے پاس کوئی معلومات نہیں ہیں۔ اِس تارِیخ کا تعیّن کرنے کے لئے ہم بغور جائزہ لیں گے کہ اِنجیل نویس لُوقاؔ، یوحنا بپتسمہ دینے والے کی خدمت کو تارِیخی ترتیب میں کہاں رکھتا ہے (لُوقا ۳:۱)۔

لُوقاؔ بیان کرتا ہے کہ یوحنّاؔ نے خدمت کا آغاز اُس وقت کیا جب قیصر تبریسؔ کو حکومت کرتے ہوئے تقریباً پندرہ سال ہوگئے تھے۔ مورخ یوسفسؔ بیان کرتا ہے کہ تبریسؔ کے دَورِ اقتدار کا آغاز اُس وقت ہُوا جب ۱۴ عیسوی میں اوگستسؔ نے وفات پائی۔ اِس کا مطلب ہے کہ اُس کی حکومت کا پندرھواں سال ۲۸ء یا ۲۹ء ہوگا اور اِسی سال یوحنّاؔ کی خدمت اور یِسُوعؔ کی خدمت بھی شروع ہوئی۔

یوحنا ۲: ۲۰ کے بیان سے بھی اِسی تارِیخ پر دلالت ہوتی ہے جہاں بتایا گیا ہے کہ اُس وقت تک یروشلیم میں ہیکل کی تعمیر کو چھیالیس سال لگے تھے۔ یوسفس کے مطابق ہیرودیس نے ہیکل کی تعمیر ۲۰ ق م میں شروع کی تھی۔ اِس میں ۴۶ سال جمع کرنے سے بھی تاریخ تقریباً ۲۷ء یا ۲۸ء بنتی ہے۔

لُوقا ۳: ۲۳ کے مطابق یِسُوعؔ نے خدمت شروع کی تو اُس کی عمر تقریباً تیس برس تھی اور یوحنا کی انجیل کے مطابق اُس کی خدمت کی مدت تقریباً اڑھائی سال ہے۔ ہم اِس نتیجے پر اِس لئے پہنچتے ہیں کہ یوحنا یِسُوعؔ کی خدمت کے دوران فَسح کی تین عیدوں کا ذکر کرتا ہے (یوحنا ۲: ۱۳-۲۳؛ ۷: ۲؛ ۱۰: ۲۲؛ ۱۲: ۱)۔

یِسُوعؔ کی موت: یہودی تقویم کے مطابق عیدِ فَسح کے دوران یِسُوعؔ کی موت جمعہ ۷ اپریل ۳۰ء کو ہُوئی تھی۔

رسُولی زمانہ میں کلِیسیا

رسولی زمانے میں کلِیسیا کی زِندگی کے بڑے بڑے واقعات کی ممکنہ تاریخوں کا تعین کرنے کے لئے ہم صرف اُن واقعات پر نظر ڈالتے ہیں جن کا ذکر اعمال کی کتاب میں ہے اور یہودی اور رومی ماخذوں کے مطابق جن کی تارِیخوں کا صحیح صحیح تعین ہوسکتا ہے۔ اِن تاریخوں کی بنیاد پر دُوسرے واقعات کی تاریخوں کا بھی ٹھیک ٹھیک تعین ہوسکتا ہے (دیکھئے تاریخی ترتیب کا جدول)۔ یہودی مورخ یوسفسؔ کے مطابق اگرؔپا کو اُس وقت فِلستینؔ کا بادشاہ مُقرّر کِیا گیا جب قیصر کلودیسؔ کو رومؔ میں برسرِ اقتدار آئے بالکل تھوڑا عرصہ ہُوا تھا اور کلودیسؔ نے ۴۱ء میں اِقتدار سنبھالا تھا۔ یوسفسؔ کے مطابق اگرؔپا نے تین سال حکومت کی۔ جس کا مطلب یہ ہُوا کہ وہ ۴۴ء میں فوت ہُوا۔

ایک اور قابل توجہ واقعہ جس کی تارِیخ کا تعین ہوسکتا ہے وہ کال ہے جس کا ذِکر اعمال ۱۱: ۲۸ میں ہُوا ہے، کیونکہ کئی قدیم مصنفین (یوسفسؔ، ٹیکی ٹسؔ، سویٹونیسؔ) کی کتابوں اور مصر پاپائرس میں درج ہے کہ اُس وقت گندم کی قیمت کیسی چڑھ گئی تھی۔ اِن ماخذوں کے مطابق ۴۶ء یا ۴۷ء میں نہایت سخت کال پڑا تھا جب تبریسؔ سکندر یہودیہ کا (رومؔ کا مقرر کردہ) حاکم تھا۔

اگرچہ اوروسیسؔ جیسے بعد کے زمانے (پانچویں صدی) کے مورّخ پر اِنحصار نہیں کِیا جا سکتا لیکن یہ

بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ قیصر کلودیس نے یروشلیم سے یہودیوں کو نکال دینے کا جو فرمان جاری کِیا تھا (اعمال ۱۸: ۲) اُس کی تارِیخ ۴۹ء یا ۵۰ء تھی۔

پھر اعمال ۱۸: ۱۲ میں ذِکر ہے کہ پَولُس کا مقدمہ اخیہ کے گورنر گلیو کے سامنے پیش کیا گیا۔ یونان میں دلفی کے مقام سے ملنے والے ایک کتبے کے مطابق گلیو کی حکومت کا زمانہ ۵۱ء اور ۵۳ء کے درمیان تھا۔

نئے عہدنامہ کی تاریخی ترتیب

رومی شہنشاہ	تاریخ	نئے عہدنامہ کی تاریخ	فلستین کے حکمران
	۳۷ ق م		ہیرودیس اعظم ۳۷-۴ ق م
اوگستس ۳۱ ق م - ۱۴ء			
	تقریباً ۷ یا ۶ ق م	یوحنا کی اور یسوع کی پیدائش	
	۴ ق م		ارخلاؤس (یہودیہ ۴ ق م-۶ء) ہیرودیس فلپس (گلیل کی جھیل کے شمال مشرق میں اتوریہ۔ ۴ ق م-۳۴ء)
تبریس ۱۴-۳۷ء	۱۴ء		
	۲۶ء		ہیرودیس انطپاس (گلیل ۴ ق م-۳۹ء)
	۲۸ء	یسوع کا بپتسمہ	پنطس پیلاطس (۲۶-۳۶ء)
		یوحنا بپتسمہ دینے والے کی وفات۔ عیدِ فسح کے لئے یسوع یروشلیم میں (یوحنا ۲:۱۳)	
		یسوع سامریہ میں (یوحنا ۴:۳۵)	

رومی شہنشاہ	تاریخ	نئے عہد نامہ کی تاریخ	فلِستین کے حکمران
		عیدِ خیام کے لئے یسُوعؔ یروشلیم میں (یوحنا ۵:۱)۔	
	۲۹ء	۵۰۰۰ کو کھلانا (یوحنا ۶:۴) عیدِ فَسح کے موقع پر	
	۳۰ء	عیدِ خیام کے لئے یسُوعؔ یروشلیم میں (یوحنا ۷:۲) (عیدِ فَسح کے دنوں میں) یسُوعؔ مصلوب ہُوا اور جی اُٹھا۔ پنتکُست (اعمال ۲:۱)	
	۳۳ء	ستفنسؔ کا سنگسار کیا جانا (اعمال ۷:۱، مابعد)	
	۳۴ء	پَولُسؔ کا ایمان لانا (اعمال ۹:۱، مابعد)	
گیسؔ (کالیگولا) ۳۷-۴۱ء	۳۷ء		
کلودیسؔ ۴۱-۵۴ء	۴۱ء		ہیرودیسؔ اگرپا اوّل (یہوؔدیہ کا بادشاہ) ۴۱-۴۴ء
	۴۶ء	پَولُسؔ کا پہلا بشارتی دَورہ (اعمال باب ۱۳-۱۴)	
	۴۸ء	یروشلیم میں رسولوں کی کونسل	

رومی شہنشاہ	تاریخ	نئے عہد نامہ کی تاریخ	فلستین کے حکمران
		(اعمال ۱۵:۱-۲۹)	
	۴۹ء	پولس کا دوسرا بشارتی دورہ	
		۴۹-۵۳ء	
		(اعمال ۱۵:۳۶-۱۸:۲۳)	
	۵۰ء	یعقوب کا خط تحریر ہوا؟	
			ہیرودیس اگرپا دوم تقریباً ۵۰ء
	۵۱ء	۱، ۲- تھسلنیکیوں کی تصنیف	-۱۰۰ء (شمالی علاقہ)
	۵۲ء		
	۵۴ء	پولس کا تیسرا بشارتی دورہ	فیلکس-رومی حاکم ۵۲-۶۰ء
نیرو ۵۴-۶۸ء		۵۴-۵۸ء	
		(اعمال ۱۸:۲۳-۲۱:۱۷)	
	۵۶ء	پولس تروآس کے لئے روانہ ہوا	
	۵۷ء	پولس مکدنیہ اور اخیہ میں۔	
		۱-کرنتھیوں، گلتیوں، فلپیوں (؟)	
		۲-کرنتھیوں، رومیوں کی تصنیف	
	۵۸ء	یروشلیم میں پولس کی گرفتاری	
		(اعمال ۲۱:۲۷-۲۳:۳۳)	
		پولس قیصریہ میں قیدی ۵۸-۶۰ء	فیستس رومی حاکم ۶۰-۶۲ء
	۶۰ء	پولس بہ حیثیت قیدی روم لایا گیا	

رومی شہنشاہ	تاریخ	نئے عہدنامہ کی تاریخ	فلِستین کے حکمران
	۶۱ء	پولُس دو سال نظر بند رہا (اعمال ۲۸:۳۰)	
		کلُسّیوں، فلیمون، اِفسیوں کی تصنیف	
	۶۴ء	۱-پطرس کی تصنیف (؟)	
	۶۷ء	طِطُس، ۱-، ۲-تیمُتھیُس، عبرانیوں کی تصنیف۔	
گالبا ۶۸-۶۹ء	۶۸ء		
اوتھو ۶۹ء	۶۹ء		
وتلیس ۶۹ء			
ویسپیان ۶۹-۷۹ء			
	۷۰ء	سقوطِ یروشلیم	
		مرقس، ۲-پطرس، یہوداہ کی تصنیف	
طِطُس ۷۹-۸۱ء	۷۹		
	۸۰-۹۰ء	متّی، لُوقا، اعمال (؟) کی تصنیف	
دومطیان ۸۱-۹۶ء		کلیسیا پر ایذا رسانی	
		یوحنا، مکاشفہ ۱-، ۲-، ۳-یوحنا کی تصنیف	

بائبل مُقدّس کا جغرافیہ

پیدرو اور تیز پنجم

جوسے سوٹو ولیگاس

افراد ہوں یا اقوام، کوئی بھی خلا میں نہیں رہتا۔ اُن کے مکانات کا طرزِ تعمیر، اُن کی کاروباری اور سیاسی سرگرمیاں جو اُنہیں ممیّز کرتی ہیں یہاں تک کہ جو اوزار اور ہتھیار وہ اِستعمال کرتے ہیں اُن کے طبعی ماحول کو ظاہر کرتے ہیں جس میں وہ بُود و باش رکھتے اور زِندگی گزارتے ہیں۔ آب و ہوا اور زمین کی خصوصیات طے کرتی ہیں کہ اِس میں کاشتکاری کیسے ہوتی ہے اور کیا پیدا ہوتا ہے، وہ کیسے لباس پہنیں گے اور کس قِسم کے مکانوں میں رہیں گے۔ علاقے کے حیوانات اور نباتات لوگوں کے کھانے پینے کی عادات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ صنعتی ترقی کا اِنحصار اور گہرا تعلق کسی علاقے میں دستیاب خام مال اور منڈیوں تک رسائی پر ہوتا ہے۔ جہاز رانی کی صنعت بندرگاہوں اور سمندر تک رسائی سے وابستہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ عموماً شہروں کی جائے وقوع بھی اِتفاقی معاملہ نہیں۔ وہ ایسی جگہوں پر آباد ہوتے ہیں جہاں تجارتی سرگرمیاں اور نقل وحمل کی سہولیات میسر آئیں۔ کسی علاقہ کا جغرافیائی ماحول اور سطحِ زمین کی ساخت وہاں کے شہروں کی حدود اور نظم ونسق پر بے حد اثر انداز ہوتے ہیں۔ اِن ساری وجوہات کے باعث ہم اُس دُنیا کا مطالعہ کرنے میں وقت صرف کریں گے جس میں بائبل مُقدّس کے واقعات رُونما ہوئے۔ اِس دُنیا سے واقفیت ہمیں بائبل مُقدّس کو بہتر طور پر سمجھنے اور اِس کے متن کی صحیح تر تفسیر کرنے میں مدد دے گی۔

بائبل مُقدّس کی سرزمین کا جغرافیہ:

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ بائبل مُقدّس کی دُنیا یا سرزمین صرف وہی علاقہ نہیں جسے ارضِ مُقدّس کہا جاتا ہے یعنی فِلستین۔ اگرچہ اِس میں شک نہیں کہ بائبل مُقدّس کی تاریخ میں فِلستین کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے مگر اُس کے قرب وجوار کا جغرافیائی علاقہ اور ماحول بھی اتنا ہی اہم ہے۔ اِس لئے آیئے،

فلسطین کے جغرافیے کا مطالعہ کرنے سے پہلے اُن قرب و جوار کے علاقوں کے جغرافیہ پر ایک نظر ڈالیں۔
بابل: شروع میں بابل کا علاقہ (موجودہ جنوبی عراق) خلیج فارس سے ۳۴ ویں شمالی عرض بلد تک پھیلا ہُوا تھا اور دریائے دجلہ اور فرات اُس کی حدود کے ساتھ ساتھ بہتے تھے۔ اُس کی شمالی سرحد کے ساتھ اسور اور مسوپتامیہ اور جنوبی سرحد پر خلیج فارس واقع تھی۔ شمال کی طرف پہاڑوں کا سلسلہ اِسے عیلام سے الگ کرتا تھا اور مغرب میں صحرائے عرب پھیلا ہُوا تھا۔ (نقشہ نمبر ۱)

مگر بابل نے فتوحات سے اپنی حدود بہت وسیع کر لیں اور نینوہ، اسور، آرمینیا، فلسطین ارام (شام) اور مصر کو اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ بابل کو دو دریاؤں دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہونے کے باعث خاص فوائد حاصل تھے۔ یہ خطّہ خوشحال تھا کیونکہ متعدد نہریں اِسے سیراب کرتی اور زرخیزی میں اضافہ کرتی تھیں۔ اِس وجہ سے یہ مُلک بڑی آبادی کو خوراک مہیا کر سکتا تھا۔
اسور: (موجودہ شمالی عراق)۔ پہلے یہ بابل کا ایک صوبہ تھا۔ معلوم نہیں کہ اِس نے کب آزادی اور خودمختاری حاصل کی، لیکن اتنا ضرور جانتے ہیں کہ یہ کامیابی اُسے بابل کے بادشاہ حمورابی (۱۷۲۸-۱۶۸۶ ق م) کی زِندگی میں حاصل ہوئی۔ اِس کا پہلا صدر مقام اشور تھا مگر آٹھویں صدی ق م کے اوائل تک نینوہ کو صدر مقام بنا لیا گیا تھا۔

اسور مسوپتامیہ کے میدانی علاقے میں واقع تھا۔ اِس کی شمالی سرحد پر وان اور اُرمیہ کی جھیلیں تھیں، مشرق میں مادی کا مُلک، مغرب میں دریائے فرات اور جنوب میں بابل واقع تھا (نقشہ نمبر ۱)۔ اِس کا طُول شمالاً جنوباً ۲۸۰ میل (۴۵۰ کلومیٹر) اور عرض شرقاً غرباً ۱۶۰ میل (۲۵۷ کلومیٹر) تھا۔ زمین زرخیز اور آبادی گنجان تھی اور باشندے خوشحال اور متمدن تھے۔
ارام (شام): جغرافیائی لحاظ سے براعظم ایشیا اور افریقہ کے درمیان اور بحیرۂ روم کے ساحل اور دریائے فرات کے درمیان کا سارا علاقہ ارام ہے لیکن سیاسی لحاظ سے یہ علاقہ شمال میں ارام اور جنوب میں فلسطین میں منقسم ہے۔

ارام کا پورا علاقہ بحیرۂ روم کے مشرقی ساحل اور اِس علاقے پر مشتمل ہے جو کوہِ ثور سے بحیرۂ قلزم کے نزدیک تک پھیلا ہُوا ہے۔ خود اِس علاقے میں پہاڑوں کے دو سلسلے ہیں جن کے درمیان ایک وسیع و عریض وادی ہے۔ یہ پہاڑ ریگستان کے ساتھ سرحد کا کام دیتے ہیں (نقشہ نمبر ۱)۔

دشتِ سینا (سینا کا ریگستان): اِس میں مصر اور ادوم کے درمیان کا سارا علاقہ شامل ہے۔ اِس کی شکل تکونی ہے۔ اِس کے مغرب میں خلیجِ سویز اور مشرق میں خلیجِ عقبہ ہے۔ اِس کا کل رقبہ تقریباً ۲۳۵۵۰ مربع میل (۶۱،۰۰۰ مربع کلومیٹر) ہے۔ اِس کے دو تہائی حصے میں پانی بالکل نایاب ہے اور زمین سخت ہے۔ تقریباً ۲۰ میل (۳۲ کلومیٹر) لمبی ایک ریتلی پٹی ہے جس کے شمال میں بحیرۂ قلزم اور کڑوے پانی کی جھیلیں اور جنوب میں چونے کے پتّھر کی کئی پہاڑیاں واقع ہیں۔ اِسی صحرا میں سنگِ خارا (گرینائٹ) کا پہاڑی سلسلہ ہے جہاں خوب آبپاشی ہوتی ہے اور اِسی وجہ سے اسے مصر اور ادوم کے درمیان سفر کرنے کے لئے بہترین علاقہ سمجھا جاتا تھا۔ پھر عرابہ کی وادی ہے جو بحیرۂ مردار اور خلیجِ عقبہ کے درمیان ہے۔ یہ دس میل چوڑی اور ۱۲۰ میل لمبی ہے (۱۶x۱۹۳ کلومیٹر)۔ یہ چاروں طرف پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے۔ یہاں چشمے بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں (نقشہ نمبر ۲)۔

مِصر: یہ براعظم افریقہ کے شمال مشرقی حصے میں واقع ہے اور شمال میں بحیرۂ روم کے ساحل سے جنوب میں دریائے نیل کی پہلی آبشار تک پھیلا ہُوا ہے۔ اِس کی مشرقی سرحد پر بحیرۂ قلزم اور عرب اور مغربی سرحد پر صحرائے اعظم ہیں (نقشہ نمبر ۲)۔ مصر کی آبادی ہمیشہ دریائے نیل کے کناروں پر مرتکز رہی ہے۔ نیل کے سالانہ سیلابوں سے زمین زرخیز ہوتی رہتی ہے جو اِس وجہ سے آتے ہیں کہ دریا کے منبع کے علاقوں میں خوب بارشیں ہوتی ہیں۔ خود مصر میں بارش نہیں ہوتی بلکہ دریا کا پانی پورے علاقہ کو سیراب کرتا ہے۔ اِس کے سیلاب کا پانی دُور دُور تک پھیل جاتا ہے اور اِس کے ساتھ بہہ کر آنے والی مٹی زرخیزی کا باعث بنتی ہے۔ مزید برآں کئی جگہ یہ پانی ذخیرہ کی صورت میں کھڑا رہتا ہے۔

ایشیائے کوچک: نئے عہدنامہ کے زمانے میں ایشیائے کوچک متعدد رومی صوبوں اور باجگذار ریاستوں میں بٹا ہُوا تھا۔ ان میں آسیہ، بتُونیہ، پنطس، گلتیہ، کلکیہ اور کپدکیہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں (نقشہ نمبر ۳)۔ اِس کے جغرافیہ میں کئی نزدیکی جزیرے بھی شامل تھے مثلاً قبرص، پتمس، رُدُس، سمترا کے، کوس، اُسُس، خیُس اور کندس۔ ایشیائے کوچک کے سارے طول وعرض میں ہمیں وہ شہر ملتے ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی طرح نئے عہدنامہ کی تاریخ میں اہم کردار ادا کیا مثلاً ترسس، دربے، لسترہ، اکنیم، پسدیہ کا انطاکیہ، پرگہ، اتلیہ، ہیراپلس، لودیکیہ، کلسے، فلدلفیہ، سمرنہ، تھواتیرہ، افسس، پرگمن اور تروآس (نقشہ نمبر ۴)۔

فلِستین: آیئے اُس مُلک کو دیکھیں جس میں بائبل مُقدّس کی تارِیخ مرتب ہوئی۔

نام: فلِستین کا نام ''فلِسطینی'' قوم سے ماخوذ ہے۔ یہ لوگ اکادی زبان میں ''فلاسطو'' کہلاتے تھے (۸۰۰ ق م)۔ عِبرانی میں اُنہیں ''فلیشیت'' کہتے تھے۔ اُردو میں اِن کا ترجمہ ''فلِستین'' کے باشندے یا صرف ''فلِستین'' کِیا گیا ہے۔ البتہ بائبل مُقدّس میں ''فلِستین'' اُس مُلک کے نام کے طور پر اِستعمال نہیں ہُوا جس پر عبرانی حکومت کرتے تھے۔ بلکہ بائبل مُقدّس میں اِس نام کی جڑیں رومی سلطنت کی سرکاری اِنتظامی زبان میں ہیں۔ یہ نام اُس وقت اِستعمال ہونے لگا جب یہودیہ کو ''ارام و فلِستین'' (Syria Palestine) یا صرف ''فلِستین'' کے نام سے پُکارنے لگے تھے۔ پُرانے عہدنامہ میں اِس کا ذِکر کئی طرح سے آیا ہے:

''وہ مُلک جسے تیرے باپ دادا کو دینے کا مَیں خُداوند نے وعدہ کِیا تھا'' (یا اِس سے ملتے جلتے الفاظ)

''وہ مُلک جس کا وعدہ...'' یا مُلکِ موعود

''کنعان کا مُلک''

''اِسرائیل کا مُلک''

''عبرانیوں کا مُلک''

''مُقدّس مُلک''

''ارام و فلِستین''

''کنعان'' یا ''مُلکِ کنعان'' (پَیدائش ۱۲:۵، خروج ۱۵:۱۵) کی اصطلاح اُس وقت اِستعمال ہُوئی جب یہ مُلک صرف ایک اُمید یا ایک وعدہ تھا۔ اِسرائیلیوں کے سرزمین پر قبضہ کر لینے کے بعد یہ اِصطلاح اِستعمال نہیں ہُوئی۔ ''کنعان'' کا مطلب غالباً ''سرخی مائل ارغوانی'' ہے۔ یہ ایک رنگ ہے جو اُس علاقے میں بنایا جاتا تھا۔

حدود: **شمال** سے جنوب کو فلِستین کی سرحدیں بائبل مُقدّس میں یوں مرقوم ہیں ''دان سے بیرسبع تک'' (قضاۃ ۲۰:۱) اور دُوسری جگہ یوں لکھا ہے ''دریائے مصر سے لے کر اُس بڑے دریا یعنی دریائے فرات تک'' (پیدائش ۱۵:۱۸)۔ اِن حدود کو مثالی حدود سمجھا جاتا ہے۔ شمال میں دان سے لے کر جنوب میں سینا کے جزیرہ نُما تک اِس کی لمبائی تقریباً ۲۰۰ سے ۲۳۵ میل (۳۲۰ اور ۳۸۰ کلومیٹر) تھی۔ شمالی

سرحد بحیرۂ رومؔ کے ساحل پر صُورؔ سے لے کر دمشقؔ تک چلی گئی تھی۔ جنوبی سرحد دریائے نیلؔ سے لے کر بحیرۂ مردارؔ کے جنوبی کنارے تک تھی۔

مغرب سے مشرق کو سرحد بحیرۂ رومؔ کے ساحل سے یردنؔ کی وادی کے نشیب تک تھی۔ اِس کی چوڑائی مختلف جگہوں پر مختلف ہے۔ شمالی سِرے پر ۳۰ میل (۵۰ کلومیٹر) سے جنوب میں بحیرۂ مردارؔ کے خطہ میں ۵۰ میل (۸۰ کلومیٹر) تک ہے۔ چونکہ دریائے یردنؔ کے مشرق میں واقع سطح مرتفع کو (تقریباً ۳۰ کلومیٹر) جسے ماورائے یردنؔ کہتے ہیں اِسرائیلؔ کا علاقہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ اِس کا کُل رقبہ تقریباً ۸،۸۸۰ مربع میل (۲۳،۰۰۰ مربع کلومیٹر) ہے جو بلجیئمؔ سے ذرا زیادہ اور سوئٹزرلینڈ سے بہت کم ہے۔ قدیم فلِستینؔ رقبے میں ریاستہائے متحدہ امریکہ میں تقریباً ریاست ورجینیا کے برابر تھا۔ فلِستینؔ شمالاً جنوباً تقریباً چار متوازی پٹیوں میں بٹا ہُوا ہے (نقشہ نمبر ۶)۔ مشرق سے مغرب کی جانب یہ پٹیاں یوں ہیں۔

ماورائے یردن کے پہاڑ: یہ پہاڑی سلسلہ دریائے یردنؔ کے مشرق میں ہے۔ اِن سے ایک سطح مرتفع بن گئی ہے جسے چار دریا ذیلی حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ یہ ہیں دریائے یرموک، یبوقؔ، ارنون اور زردنیؔ (نقشہ نمبر ۵)۔ بائبل مُقدّس کے بیان (یشوع ۱۸: ۷-۱۰) کے مطابق قاضیوں کے دَور میں یہ علاقہ رُوبن، جد اور منسّیؔ کے قبیلوں کی ملکیت تھا مگر اِس پر اِسرائیلیوں کا قبضہ بتدریج ہُوا۔ مشہور ''گولانؔ کی سطح مرتفع'' (بائبل مُقدّس میں ''بسن'' کا علاقہ) ماورائے یردنؔ کے شمالی حصہ میں ہے۔ یہاں کوہِ حرمونؔ ہے جس کی چوٹیوں پر ہر وقت برف جمی رہتی ہے۔ اس کی اُونچائی ۹،۲۰۰ فٹ (۲،۸۰۰ میٹر) سے بھی زیادہ ہے (دیکھئے نقشہ نمبر ۵)۔

اِن علاقوں میں بہنے والے چار دریا تاریخ کے مختلف ادوار میں اِسرائیلؔ کے مشرقی پڑوسیوں کے ساتھ سرحدوں کا کام دیتے رہے ہیں۔ جنوب سے شروع کر کے پہلا مُلک ادومؔ ہے۔ یہ خلیجؔ عقبہ اور زردنیؔ کے درمیان ۱۷۰ کلومیٹر تک پھیلا ہُوا ہے (نقشہ نمبر ۵، ۷)۔ ادومیوں کو داؤدؔ نے مغلوب کیا تھا (۲-سموئیل ۸: ۱۳-۱۴)۔ بعد کے زمانے میں سُلیمانؔ کے دَورِ حکومت میں اِسرائیلی اُن کی تانبے اور لوہے کی کانوں سے فائدہ اُٹھاتے رہے۔ شمال کی طرف موآبؔ اور عمونؔ کے مُلک تھے جن کی حکمرانی ۸۰ میل (۱۳۰ کلومیٹر) تک پھیلی ہوئی تھی۔ اِن مملکتوں کا علاقہ زردنیؔ اور دریائے یبوقؔ کے درمیان تھا (نقشہ نمبر ۵، ۷)۔ اِن دونوں مُلکوں کے درمیان کوئی قدرتی سرحد نہ تھی۔ شمال میں اُن

سے آگے دریائے یبوق اور یرموک کے درمیان جلعاد کا علاقہ ہے۔ اِس کا طُول تقریباً ۳۴ میل (۵۵ کلو میٹر) ہے۔ جلعاد جنگلات، مویشی اور زراعت سے مالا مال تھا اور عطریات اور دواؤں میں اِستعمال ہونے والی جڑی بُوٹیوں کے لئے مشہور تھا (یرمیاہ ۸: ۲۲؛ ۴۶: ۱۱)۔

یردن کا نشیب: یہ دس میل چوڑا نشیب شگاف وادی یا شکست وادی بھی کہلاتا ہے اور جغرافیائی لحاظ سے فلِستین کا سب سے نمایاں حصہ ہے۔ یہ نشیب سطح سمندر سے ۱،۳۰۰ فٹ (۴۰۰ میٹر) سے بھی زیادہ نیچا ہے۔ یہ شمال میں ارام (شام) اور لبنان سے شروع ہو کر جنوب میں بحیرۂ مردار، وادیء عرابہ، خلیجِ عقبہ اور بحیرۂ قلزم سے ہوتا ہُوا افریقہ کے مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے۔

دریائے یردن اِسے دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے یعنی ماورائے یردن (یردن سے مشرق) اور ورائے یردن (یردن کے مغرب)۔ دریائے یردن میں پانی کوہِ حرمون اور دان کے علاقے سے آتا ہے اور بحیرۂ مردار میں جا گرتا ہے۔ اپنی گزرگاہ میں یہ دریا تین جھیلیں بناتا ہے۔ (۱) گلِیل کی جھیل کے شمال میں قدیم جھیل ہُولہ تھی (نقشہ نمبر ۵) جسے میروم کی جھیل بھی کہتے تھے (یشُوع ۱۱: ۵، ۷)۔ اِسرائیل نے اِس جھیل کا پانی کھینچ کر ۱۹۶۷ء میں بالکل خشک کر دیا۔ (۲) گلِیل کی جھیل جسے کنرت کی جھیل (گنتی ۳۴: ۱۱)، تبریاس کی جھیل (یوحنا ۶: ۱) اور گنیسرت کی جھیل بھی کہتے ہیں۔ یہ سطح سمندر سے ۶۹۶ فٹ (۲۱۲) میٹر نیچے ہے۔ اِسے گلِیل کے صوبہ کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ اِس تازہ پانی کی جھیل کے مغربی حصے میں بڑی بڑی لہریں اُٹھتی رہتی ہیں مگر مچھلیوں کی اِفراط ہے۔ (۳) کھاری بحیرۂ مردار جو سطح سمندر سے ۱،۲۸۶ فٹ (۳۹۲ میٹر) نیچا ہے۔ اِس میں گندھک کثرت سے پائی جاتی ہے۔ مُمکن ہے کہ اِس کی تہہ میں گرم پانی کے چشمے ہوں۔ مُسلسل بُخارات اُٹھتے رہنے سے اِس کے پانی میں بہت سے مادوں کا اِرتکاز ہو گیا ہے اور پانی نہایت کھاری اور کڑوا ہے۔

دریائے یردن جن علاقوں سے گزرتا ہے وہاں زمین کی ساخت غیر معمولی قِسم کی ہے۔ اِس دریا کے آس پاس کی وادی ترکی سے شروع ہوتی ہے اور ارام (شام)، لبنان، فلِستین اور بحیرۂ قلزم تک آتی ہے اور وہاں سے افریقہ کے براعظم میں جا نکلتی ہے۔ اِس کی لمبائی ۴۰۰۰ میل (۶،۵۰۰۰ کلو میٹر) ہے۔ یوں یہ دُنیا کی سب سے لمبی اور گہری ارضی دراڑ ہے۔ دریائے یردن سانپ کی طرح بل کھاتا اور لہراتا ہُوا تیزی سے بہتا ہے۔ اِس کا پانی گدلا ہے۔ بڑے دریا سے آسانی سے آبپاشی نہیں

ہوسکتی مگر اِس کے معاون ندی نالے آس پاس کے علاقوں کو سیراب کئے رکھتے ہیں اور مختلف قِسم کی فصلوں کی کاشت میں بھی معاون ہیں۔

فِلِستِین کے پہاڑ یا ورائے یردن: یہ جغرافیائی پٹی بائبل مُقدس کی بہت سی تارِیخ کی گواہ ہے۔ اِس میں پہاڑوں کا ایک سِلسِلہ، دریائے یردن اور بحیرۂ روم کے درمیان کی پہاڑیاں اور وادیاں شامل ہیں۔ یہ پہاڑی سِلسِلہ اِس علاقے کو پانی مُہیا کرتا ہے۔ ڈھلانوں پر سے ندی نالے بہتے ہُوئے بحیرۂ روم کے ساحلی میدانوں تک آتے ہیں اور دُوسری طرف دریائے یردن کی وادی میں بہتے ہیں۔ فِلِستِین کے اِس مرکزی علاقے کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ شمال میں گلِیل، وسط میں سامریہ اور جنوب میں یہوداہ، گلِیل اور سامریہ کے درمیان یزرعیل کی وادی ہے جسے یونانی میں اسدریلون کہتے ہیں۔ یہ بحیرۂ روم کے ساحِل کو یردن کی وادی سے مِلاتی ہے۔

گلِیل کا علاقہ دو بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ شمال میں بالائی گلِیل جس کی اوسط بلندی ۱،۹۷۰ فٹ (۶۰۰ میٹر) ہے۔ اِس علاقے کی سب سے اُونچی چوٹی کوہِ یرموک ہے جو ۳،۹۶۳ فٹ (۱،۲۰۸ میٹر) اُونچی ہے (نقشہ نمبر ۵)۔ زیریں گلِیل کا زیادہ تر علاقہ سطحِ سمندر سے ۵۰۰ فٹ (۱۵۲ میٹر) بلند ہے۔ اِس میں کوہِ تبور واقع ہے جس کی بُلندی ۱،۹۲۹ فٹ (۵۶۲ میٹر) ہے۔

اِس پہاڑی سِلسِلے میں کوہِ کرمِل (نقشہ نمبر ۵) بھی شامل ہے جہاں ایلیّاہ نے بعل کے نبیوں سے زبردست معرکہ کیا تھا (۱-سلاطِین ۱۸:۱-۴۰)۔ یہ سِلسِلہ ساحلی میدان سے شروع ہوتا ہے اور ۱۵ میل (۲۴ کلومیٹر) دُور جنوب مشرق میں سامریہ کے پہاڑوں سے جاملتا ہے۔ اِس کی بلندی ۱،۷۹۱ فٹ (۵۴۶ میٹر) ہے۔

یزرعیل کے میدان کے جنوب میں سامریہ کی پہاڑیاں ہیں جن میں کوہِ عیبال اور کوہِ گرزیم (نقشہ نمبر ۵) شامل ہیں۔ اِن کی چوٹیاں بالترتیب ۳،۰۸۴ فٹ (۹۴۰ میٹر) اور ۲،۸۹۰ فٹ (۸۸۱ میٹر) بُلند ہیں۔ یروشلیم کی طرف بعل حصور میں جو بیت ایل کے شمال میں ہے سطح کی بلندی ۳،۳۳۳ فٹ (۱،۰۱۶ میٹر) تک پہنچتی ہے اور زیتون کا پہاڑ ۲،۶۸۴ فٹ (۸۱۸ میٹر) تک بلند ہے۔ آخر میں یہوداہ کے پہاڑ یروشلیم سے بیر سبع تک ۴۳ میل (۷۰ کلومیٹر) لمبا اور ۱۲.۵ میل (۲۰ کلومیٹر) چوڑا علاقہ گھیرے ہوئے ہیں۔

فلستین کے شہر اور اہم قصبے وسطی پہاڑی سلسلے کے علاقے (نقشہ نمبر ۱۱) میں واقع تھے۔ شمال سے جنوب کو اِن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

گلیل کے علاقے میں: ناصرت اور کفرنحوم، کوہِ کرمل کے نزدیک مجدّو، کوہِ جلبوعہ کے دامن میں یزرعیل (۲-سلاطین باب ۹-۱۰)۔

سامریہ کے علاقے میں: سکم، ترضہ اور سامریہ۔ جنوب کی طرف سیلا، بیت ایل، مصفاہ، رامہ، جبعہ، جبعون اور یروشلیم واقع ہیں اور آخر میں یروشلیم کے جنوب میں بیت لحم، حبرون اور بیر سبع ہیں۔

ناصرت جنوبی علاقہ کا قصبہ ہے جو زیریں گلیل کے پہاڑوں کے درمیان اسدریلون کے میدان (یزرعیل کی وادی) میں واقع ہے۔ نبوت کا تاکستان وہیں تھا۔ یہ علاقہ ساؤل کی شکستوں کا گواہ ہے۔ الیشع کا مکان یہاں تھا۔ ایلیّاہ نبی نے وہاں قربانیاں چڑھائی تھیں اور یسوع نے "بڑھئی کے بیٹے" کی حیثیت میں وہاں پرورش پائی تھی۔

بحیرۂ روم کے ساحلی میدان: یہ علاقہ فلستین کے مغربی حصے میں واقع ہے۔ یہ میدان شمالاً جنوباً تقریباً سیدھا واقع ہے اور جنوبی ترکی میں خلیج سکندرون سے غزہ اور رافعیہ تک چلا گیا۔ وہاں سے خم کھا کے اُس کا رُخ مغرب کو ہو گیا ہے (نقشہ نمبر ۸)۔ یہ ارام (شام)، لبنان (قدیم فینیکیے) اور فلستین کے ساحلوں کو گھیرے ہوئے ہے۔

ساحل کے ساتھ شمال میں دریائے لیونٹیس اور جنوب میں دریائے نیل کے دہانے قدرتی سرحدوں کا کام دیتے ہیں۔ ساحل کی لمبائی ۲۱۰ میل (۳۴۰ کلومیٹر) ہے (نقشہ نمبر ۸)۔ ساحل پر کوئی اہم قدرتی بندرگاہ نہیں ہے۔ اِسی سبب سے فلستین کے اِس علاقے کے باشندوں نے سمندری سفر یا جہازرانی میں ترقی نہ کی۔ فینیکیوں کا بھی یہی حال رہا جو شمال میں اُن کے ہمسائے تھے۔ پُرانے عہدنامہ میں شہنشاہیت کے زمانے میں بڑی بندرگاہ یافا میں تھی (۲-تواریخ ۲:۱۵، یوناہ ۱:۳)۔

کوہِ کرمل اِس علاقے کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ شمالی پٹی تنگ ہے جبکہ جنوبی پٹی بتدریج چوڑی ہوتی جاتی ہے جس میں تین میدان شامل ہیں۔ عکو کا میدان جو اسدریلون کے میدان (یزرعیل کی وادی) سے جا ملتا ہے۔ شارون اور فلستیہ کے میدان۔ موخرالذکر میدان میں فلستین کے پانچ اہم شہر

تھے یعنی عقرونؔ، اشدودؔ، اسقلونؔ، جاتؔ اور غزہؔ (نقشہ نمبر ۹)۔

یہُوداہ کے پہاڑوں اور بحیرۂ رومؔ کے ساحل کے درمیان بائبل مُقدّس ایک خطے کی نشاندہی کرتی ہے۔ اِس کا نام ''شفیلہؔ'' دیا گیا ہے۔ یہ ایک عبرانی اِصطلاح ہے جس کا مطلب ہے ''نشیب''۔ یہ کم بلند اُونچی نیچی پہاڑیوں کا علاقہ ہے جن کا سِلسِلہ میدان اور اُونچے پہاڑوں کے درمیان پھیلا ہُوا ہے۔ اِس علاقے میں کئی اہم شہر واقع ہیں مثلاً جزرؔ، بیت شمسؔ، عزیقاہؔ، مریسہ اور لکیسؔ (نقشہ نمبر ۹)۔ اِس علاقے کی زرخیزی ضرب اُلمثل تھی (۱-سلاطِین ۱۰: ۲۷؛ ۲-تواریخ ۱: ۱۵؛ ۹: ۲۷)۔ اِس کا محلِ وقوع عسکری اہمیت کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔

طبعی خامیوں یا حدبندیوں کے باوجود فِلستِینؔ کئی وجوہ سے ہمیشہ اہم علاقہ رہا ہے۔ اِس نے تارِیخ کے شروع ہی سے پورے علاقے کی سیاسی، تجارتی اور ثقافتی زِندگی میں نمایاں کِردار ادا کِیا ہے۔ اِس سرزمین پر پہاڑ، وادیاں، دریا، جھیلیں جگہ جگہ موجود ہیں۔ اِس کی حدود میں دُنیا میں سطحِ سمندر سے سب سے نیچا شہر اور غالباً دُنیا کا قدیم ترین آباد شہر یریحوؔ اور بحیرۂ مردار واقع ہیں جو زمین پر سب سے نیچی جگہ ہے۔

فِلستِینؔ ہی کی سرزمین ہے جس میں عملاً بائبل مُقدّس کی ساری تارِیخ مرتب ہُوئی۔ یہ سطح چھوٹی ہے۔ یروشلیمؔ سے سامریہؔ تک کُل لمبائی صرف ۳۴ میل (۵۵ کلومیٹر) ہے۔ اِس چھوٹے سے علاقے کا ہر شہر، ہر پہاڑ اور ہر دریا آثارِ قدیمہ کے لحاظ سے امکانی طور پر بہت ہی اہم ہے۔

فِلستِینؔ میں جو آثارِ قدیمہ دریافت ہوئے ہیں اُن کی قدر و قیمت کے تعیّن اور تشریح سے اُن علاقوں اور مُلکوں کی تہذیبوں کی سمجھ اور بصیرت حاصل کرنے میں بے حد اضافہ ہُوا اور ہو رہا ہے۔

فِلستِینؔ اپنے جغرافیائی محلِ وقوع کے باعث جغرافیائی سیاست میں بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ بائبل مُقدّس میں مذکور بڑے اور اہم واقعات جس علاقے میں رُونما ہوئے وہ یوریشیاؔ اور یورپؔ، مشرق اور مغرب، دریائے نیلؔ اور دریائے فراتؔ کی وادیوں کے سنگموں پر واقع ہے۔

آب و ہوا: فِلستِینؔ کے مختلف حصوں کی آب و ہوا کا تعیّن اُن کے جغرافیائی محلِ وقوع، سطح کے عناصر ترکیبی اور ریگستان سے فاصلہ سے ہوتا ہے۔ اگرچہ ہر حصے کی آب ہوا عمومی طور پر فرق فرق ہے مگر مجموعی طور پر دو موسم نمایاں ہیں یعنی برسات کا موسم اور خشک موسم۔ مبینہ ''پہلی برسات'' اکتوبر کے وسط میں ہوتی ہے اور اُس کے ساتھ ہی زرعی سال شروع ہوتا ہے۔ فِلستِینؔ میں شدید بارشیں دسمبر سے مارچ میں

ہوتی ہیں اور مبینہ "پچھلی برسات" جو فصلوں کے پکنے اور کٹنے کے لئے بہت اہم ہے وہ اپریل اور مئی میں ہوتی ہے (یرمیاہ ۳:۳، عاموس ۴:۷)۔

فلِستین کے ایک طرف سمندر ہے اور دُوسری طرف ریگستان۔ بارشیں اِس علاقے کے مغرب میں سمندر سے شروع ہوتی ہیں اور مشرق کو آتے آتے اُن کی شدت میں کمی آتی جاتی ہے، مگر پہاڑوں کی بلندی کے باعث یہ اثرات بہت کم ہوتے ہیں۔ زیادہ بارش عموماً ماورائے یردن اور گولان کی سطح مرتفع کے پہاڑی سِلسلے کے مغرب میں ہوتی ہے (نقشہ نمبر ۶)۔ ساحلی علاقے اور یروشلیم میں بارش کی سالانہ اوسط ۲۴ سے ۲۶ انچ، مجدّو میں ۱۶ انچ اور حبرون کے جنوب میں ۱۲ انچ ہے۔

موسم گرما میں ساحلی علاقے عموماً گرم ہوتے ہیں البتہ پہاڑی علاقوں میں آب وہوا خوشگوار ہوتی ہے۔ پہاڑی علاقوں میں مثلاً یروشلیم میں کبھی کبھی برف بھی پڑتی ہے۔ گرمیوں میں جنگلوں میں آگ لگنے کے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ ریگستان میں اکثر گھاس اور کانٹے دار جھاڑیاں کئی کئی کلومیٹر کے دائرہ میں جلنے لگتی ہیں اور بہت سے جانوروں کو بھٹ اور بِل چھوڑ کر بھاگنا پڑتا ہے۔

سارا سال مغرب سے ہوائیں چلتی رہتی ہیں جو سمندر کی وساطت سے فلِستین کی زِندگی میں دو اہم کام سرانجام دیتی ہیں۔ اوّل تو سردیوں کے موسم میں سمندر سے بخارات سے لدی ہُوئی ہوائیں ٹھنڈے پہاڑوں سے ٹکراتی ہیں تو موسم سرما کی بارشیں ہوتی ہیں۔ گرمیوں میں شمال مغرب سے خشک ہوائیں چلتی ہیں اور کوئی بارِش نہیں ہوتی۔ مگر اِن سے پیدا ہونے والے مقابلتاً ٹھنڈے جھونکے گرمی کی شدت کو کم کرتے ہیں۔

دریائے یردن کے مشرق اور نجب (کنعان کا جنوبی حصہ اور جنوبی یہوداہ) کے جنوب میں ریگستان ہے جہاں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ اِس علاقے میں درجہ حرارت میں اچانک تبدیلی آجاتی ہے جس سے گرم خشک ہوائیں پیدا ہوتی ہیں جو فلِستین کی کاشتکاری پر تباہ کُن اثرات کا باعث بنتی ہیں۔ یہاں کی "شرقیہ ہوائیں" (یا "اطالوی بادِسموم") خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ ہوائیں موسم بہار کے آخر اور موسم خزاں کے شروع میں پیدا ہوتی ہیں۔ اِسرائیل کے نبی اِن ہواؤں کو خُدا کا غضب قرار دیتے ہیں۔ اُردُو میں ترجمہ "مشرقی ہوا" یا "پوربی ہوا" کِیا گیا ہے (یسعیاہ ۲۷:۸، حزقی ایل ۱۷:۱۰، ہوسیع ۱۳:۱۵)۔

اپنی آب وہوا کے باعث فلِستین دُنیا کے نہایت خوشگوار علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔ سالانہ اوسط

درجہ حرارت ۱۷ سے ۲۲ درجے سینٹی گریڈ کے درمیان رہتا ہے۔ گرم ترین دِن شاید ہی کبھی ۳۳ ڈگری سے اُوپر ہوں اور سرد ترین دنوں میں بھی درجہ حرارت نقطہء انجماد سے شاید ہی کبھی نیچے جاتا ہو۔ فروری میں اوسط درجہء حرارت ۸ ڈگری اور مارچ اور اپریل میں بتدریج بڑھتے ہوئے ۱۳ سے ۱۶ ڈگری تک پہنچتا ہے۔ اور مئی اور جون میں ۱۸ سے ۲۵ ڈگری تک چلا جاتا ہے جب کہ اگست میں ۲۷ ڈگری کے آس پاس رہتا ہے اور ستمبر اور اکتوبر میں ۲۷ سے گر کر ۲۲ ڈگری پر آجاتا ہے۔ نومبر میں برسات کے بعد درجہ حرارت ۱۷ ڈگری تک گر جاتا ہے اور دسمبر میں ۱۱ ڈگری تک آجاتا ہے۔ بالآخر جنوری میں برف باری اور سرد ہواؤں کے سبب اور دھوپ کی کمی کے باعث درجہء حرارت ۸ ڈگری تک گر جاتا ہے۔

سال بھر میں درجہ حرارت کی اِن تبدیلیوں نے فِلسطین کے باشندوں میں حد درجہ ماحول کے مطابق ڈھل جانے کا مزاج اور لچک دار طبیعت پیدا کر دی ہے جس سے وہ اِن تبدیلیوں کو بخوبی برداشت کر لیتے ہیں۔

نباتات وحیوانات: فِلسطین کی نباتات کو تین بڑے زمروں میں تقسیم کِیا جا سکتا ہے۔

غِلّہ: گیہوں، جَو اور باجرا۔

پھل: زیتون، انگور، سیب، بادام، انار، انجیر، گودے دار چھوٹے (بیر کی قسم کے) پھل، چوبی چھلکے والے مغز دار پھل، کیلا اور مالٹا۔

درخت: چیڑ، دیودار، بطم، شاہ بلوط، جھاؤ، گولر، یوکلپٹس اور کھجور۔

حیوانات: کو بھی اِسی طرح زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

جنگلی جانور: ببر شیر، بگڑ (چرخ)، گیدڑ، غزال، سُؤر، بھیڑیا، لومڑ، ریچھ، ہرن، چنکارہ، بچھو، ٹڈیاں۔

پرندے: بگلا، شکرا، باز، عقاب، کوا، تیتر، قُمری، فاختہ۔

مچھلیاں: وہاں تیس قِسم کی مختلف مچھلیاں پائی جاتی ہیں۔

پالتو جانور: مواشی، بیل، سانڈ، گھوڑا، گدھا، سُؤر، بھیڑ، بکری اور اُونٹ۔

جغرافیہ کا لوگوں اور معیشت پر اثر

قدیم زمانے سے آج تک فِلستیؔن کے باشندے اپنی زمین کی زرخیزی کو زائل کرتے آئے ہیں۔ قدیم زمانے میں دریائے یردؔن کے دونوں طرف کے پہاڑی علاقے جنگلوں سے ڈھکے ہوئے تھے، آج وہ سب کاٹ لئے گئے ہیں۔ اِس سے زمین کی بالائی سطح کا کٹاؤ ہُوا ہے۔

یہ مُلک کبھی حقیقت میں زرخیز نہ تھا۔ اِس کی معیشت کا زیادہ تر اِنحصار مویشی پالنے اور فصلیں کاشت کرنے پر رہا ہے۔ بنجر میدانوں اور پہاڑوں کی کثرت کے باعث پیداوار اتنی نہیں ہوتی کہ اتنی بڑی آبادی کے گزارے کے لئے کافی ہو۔

آبادی: آٹھویں صدی ق م کے اوائل میں (معاشی خوشحالی کا دَور) آبادی ۸،۰۰،۰۰۰ سے کم تھی۔ شمالی سلطنت کی آبادی ۳،۰۰،۰۰۰ باشندوں سے کم اور یہوداہ کی آبادی اِس کا ایک تہائی تھی۔ عموؔن، موآؔب اور ادوؔم کی آبادی شامل کر کے کل تعداد کبھی دس لاکھ سے زیادہ نہیں ہوئی تھی۔

پُرانے عہدنامہ کے زمانے کے شہر کسی چشمے کے یا زیرِ زمین پانی کے ذخیرے کے نزدیک آباد ہُوئے تھے۔ یہ شہر بہت چھوٹے ہوتے تھے اور آبادی بہت تھوڑی ہوتی تھی۔ بڑے بڑے شہر بھی صرف چند ہیکٹر رقبہ پر پھیلے ہوتے تھے اور اُن میں بسنے والوں کی تعداد بھی چند ہزار ہوتی تھی۔ یہوؔداہ میں یروشلیم اور اِسرائیؔل میں سامرؔیہ کے شہر بہت پھیلے ہوئے تھے مگر اُن میں آبادی ۳۰،۰۰۰ سے کم تھی۔ آبادی کے دُوسرے مراکز (جو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے گاؤں یا دیہات ہی مانے جائیں گے) رقبہ میں ایک ایک ہیکٹر سے بھی کم تھے اور آبادی بھی ایک ہزار نفوس سے کم ہوتی تھی۔

فِلستیؔن کے نسبتاً گُنجان آباد علاقے اسدریلوؔن کا میدان (یزرعیؔل کی وادی)، زیریں گلِیؔل، یہوؔداہ کے پہاڑوں کی مغربی ڈھلانیں اور شفیلؔہ (نشیب کا میدان) تھے۔

پیشے: زیادہ تر باشندے دیہات میں رہتے تھے اور کھیتی باڑی کرتے تھے اور ایسا خاص طور پر مُلک کے شمالی حصے میں ہوتا تھا۔ اِس علاقے میں پیدا ہونے والی خاص فصلیں یہ تھیں: گیہوں، جَو، زیتون، انگور اور اِنجیر۔ جنوبی فِلستیؔن کے باشندے مویشی اور بھیڑ بکریاں پالتے تھے۔ بڑے جانور کم ہی پالتے تھے۔

لوگوں میں یکسانیت نہ ہونے کی بڑی وجہ طبعی اور جغرافیائی خدوخال میں بے قاعدگی تھی یعنی آب

وہوااور زمین کی سطحی حالات میں اِختلاف۔ شہروں اور قصبوں کا طرزِ زندگی اور دلچسپیاں بالکل فرق فرق تھیں۔ کیونکہ زمین بہت ہی ہموار اور سنگلاخ ہے اور بمشکل ۱۵.۵ میل (۲۵ کلومیٹر۔ نقشہ نمبر ۲) کے علاقے میں سطحِ سمندر سے بلندی میں ۳،۲۸۰ فٹ (۱۰۰۰ میٹر) تک فرق آجاتا ہے۔ یہ حقیقت سارے علاقہ پر صادق آتی ہے۔

رسائی کے راستے: دریائے دجلہ وفرات اور دریائے نیل کے درمیانی علاقوں میں ایشیائے کوچک کے جنوب کی مملکتوں میں بڑی بڑی تہذیبیں اُبھریں اور پروان چڑھیں۔ فِلستین اُن کے بیچوں بیچ واقع تھا۔ اپنے اِس محلِ وقوع کے باعث فِلستین قدیم مشرقِ قریب کی تاریخ میں بہت نمایاں اور غالب کردار ادا کرتا رہا ہے، تجارتی کارواں اور جنگی رتھ دونوں ہی ثقافتی وتمدنی اور تجارتی وکاروباری اِقدار اِس علاقے میں لاتے رہے۔ اِن اِقدار نے اِس علاقے پر گہرے اثرات مُرتب کئے۔ ثقافتی وتمدنی، تجارتی اور زمانہء جنگ کے دوران اِس ادلے بدلے سے فِلستین کی قوموں کے قدیم مشرقِ قریب میں اپنے پڑسیوں کے ساتھ روابط پیدا ہوتے اور میل جول بڑھتا تھا۔

مختلف قوموں کے درمیان یہ روابط اور میل جول شاہراہوں کے ایک سِلسلے کے ذریعہ ہوتے تھے جن میں سے بعض کا ذکر بائبل مُقدس میں بھی آیا ہے۔ چوتھی ہزاری ق م سے لے کر ایک زمانہ تک مسوپتامیہ کے تمدن اور ثقافت کی مصر میں اہمیت رہی۔ اِن تہذیبوں میں سے ہوکر گزرنے والی سب سے اہم شاہراہ کو عام طور پر The Grand Trunk Road کہا جاتا ہے۔ اِسے ''وایا ماریس'' (Via Maris) بھی کہتے ہیں۔ یہ عِبرانی نام کا لاطینی ترجمہ ہے۔ اُردو بائبل مقدس میں اِس کا ترجمہ ''دریا کی سمت یردن کے پار'' (یسعیاہ ۹:۱) کِیا گیا ہے۔ مراد ہے وہ راہ جو یردن کے پار سمندر تک جاتی ہے۔ اِس کو ''فِلستیوں کے مُلک کا راستہ'' (خروج ۱۳:۱۷) بھی کہا گیا ہے۔ مصری اِسے ''ہورس کی شاہراہ'' (ہورس سے مراد ہے فرعون) کہتے تھے۔ یہ مصر میں ممفس سے شروع ہوکر ساحل کے ساتھ ساتھ ہوتی ہوئی آگے ریگستان میں سے گزرتی ہے اور رافعہ، غزہ، اسقلون، اشدود اور یافا سے آگے نکلتی اور شمال میں کوہ کرمل اور مجدو سے ہوکر اسدریلون کے میدان (یزرعیل کی وادی) تک چلی گئی ہے۔ وہاں سے آگے شمال کو دمشق تک جو پُرانی ہولہ جھیل کے جنوب میں ہے یا گلیل کی جھیل کے جنوب میں ہے (نقشہ نمبر ۱) چلی گئی ہے۔ یہ شاہراہ اُس سے آگے بابل اور بابل سے بھی آگے تک جاتی ہے۔

ایک اور اہم شاہراہ "شور کی راہ" (پیدایش ۱۶:۷) تھی۔ یہ مصر میں نیل کے ڈیلٹا میں "تمساہ" (Timsah) کی جھیل سے شروع ہوتی اور شمال مشرق میں قادِس برنیع کا رُخ کرتی ہے۔ وہاں سے یہ شمال ہی کو آگے چلتی ہوئی نجب میں سے گزرتی ہوئی بیر سبع، حبرون، یروشلیم اور سکم تک جاتی ہے۔ یہ شاہراہ اسدریلون کے میدان (یزرعیل کی وادی) کو بھی جاتی ہے (نقشہ نمبر ۱۰)۔ فِلستین میں دریائے یردن کے مغرب میں بیشتر شاہراہیں شرقاً غرباً چلتی ہیں اور مُلک کو بحیرۂ روم سے ملاتی ہیں۔ یہ "شور کی راہ" پہاڑی سِلسِلہ کی پشت پر شمالاً جنوباً چلتی ہے اور اُن معدودے چند راہوں میں سے ایک ہے جس سے شمال اور جنوب کے درمیان وسطی پہاڑوں پر سفر کرتے ہیں۔

فِلستین میں سے گزرنے والی تیسری اہم تجارتی شاہراہ "بادشاہ کی شاہراہ" تھی (گنتی ۲۰:۱۷؛ ۲۱:۲۲)۔ یہ بھی مصر سے شروع ہو کر خلیج عقبہ کے شمال میں عصیون جابر سے گزرتی ہے اور آگے شمال میں ادوم اور موآب سے ہوتی ہوئی ماورائے یردن (دریائے یردن کے مشرق) سے گزرتی اور دمشق میں ختم ہوتی ہے جہاں یہ Grand Trunk Road سے مِل جاتی ہے (نقشہ نمبر ۱۰)۔

فِلستین میں زِندگی

یہودی زِندگی کا مرکز گھر ہوتا تھا (استثنا ۶:۴-۹)۔ اِسرائیلی گاؤں، دیہات اور شہروں میں ایک منظم زِندگی گزارتے تھے۔ پہاڑی علاقوں میں سلیٹی رنگ کے چُونے کے پتھروں سے مربع یا مُستطیل شکل کے مکان بنائے جاتے تھے۔ وادیوں میں دُھوپ میں سُکھائی ہوئی کچی اینٹوں سے مکان بنائے جاتے تھے۔ لوگ چپٹی چھتوں پر کھانے کی اشیا ذخیرہ کرتے تھے۔ چھتوں کو ہوادار (بالاخانہ) کے طور پر بھی اِستعمال کرتے تھے۔ بالاخانہ سب سے ٹھنڈی اور خوش منظر جگہ سمجھا جاتا تھا (متّی ۱۰:۲۷)۔ یہ مہمانوں کو ٹھہرانے کی بہت مناسب جگہ تھی (اعمال ۱۰:۹)۔

غریبوں کے گھروں میں صرف ایک کمرہ ہوتا تھا۔ عام طور پر مکان آرام دہ اور ٹھنڈے ہوتے تھے اگرچہ پانی کی کمی ہوتی تھی۔ غریب لوگ چٹائیوں پر بیٹھتے اور سوتے تھے اور گھروں کو تیل کے دِیئوں سے روشن کرتے تھے (لُوقا ۸:۱۵)۔ امیر لوگ چارپائی پر سوتے، میزوں پر کھانا کھاتے اور نوکر رکھتے تھے۔

قاعدہ اور رواج کے مطابق عورتیں اُون کاتتی تھیں (امثال ۳۱:۱۳)۔ یہ اُون کپڑے بنانے کے

کام آتی تھی۔ سَن پیدا کرنے والے لوگ اِسی کے ریشے کو کتانی کپڑا بنانے کے لئے اِستعمال کرتے تھے۔ شیر خوار بچّوں کے کپڑے بنانے کے لئے اُون اور سَن دونوں استعمال ہوتے تھے۔ ننھے بچّوں کو پنگھوڑوں میں سُلاتے تھے جو مکان کی چھت سے لٹکا دیئے جاتے تھے۔ بچّہ کو سلانے سے پہلے ماں اُسے مہندی کے پتوں اور پسے ہوئے باریک نمک کی مالش کرتی تھی۔

پوشاک کا اِنحصار آب وہوا اور لوگوں کی سماجی حالت پر تھا۔ لوگ لمبے اور ڈھیلے ڈھالے چوغے پہنتے تھے۔ دَولت مند لوگ کتان اور نفیس اُون کے لِباس زیب تن کرتے تھے (حزقی ایل ۴۴: ۳)۔ مگر اکثریت کا لِباس لِبادہ، چوغہ اور سفید بالا پوش پر مُشتمل تھا۔ مَردوں میں یہ لِباس پنڈلیوں تک اور عورتوں میں ٹخنوں تک لمبا ہوتا تھا۔ مَرد سر پر سفید کپڑا پہنتے تھے جس کے اُوپر اُونٹ کے بالوں کا پٹکا یا رسّی کس دی جاتی تھی۔ کمر پر وہ پٹکے کے ساتھ تھیلی یا بٹوا باندھتے تھے۔ عورتوں کا لباس بھی مَردوں جیسا ہوتا تھا۔ البتہ وہ سر پر رنگین نقاب اوڑھتی تھیں جو بعض اوقات بالوں کے ساتھ اٹکا لیتی تھیں۔ پوشاک کے اُوپر عام طور پر بے آستین کی قبا پہنی جاتی تھی جو سرد راتوں میں کمبل کا کام بھی دیتی تھی (۲-تیمتھیس ۴: ۱۳)۔ یہ لباس عام طور پر دو ٹکڑوں کو ایک ساتھ سی کر بنائے جاتے تھے۔ البتہ بعض لِباس ایک ہی بِن سلے ٹکڑے سے بنائے جاتے تھے جیسے یِسُوعؔ کا چوغہ تھا (یُوحنّا ۱۹: ۲۲-۲۴)۔ مگر ایسے چوغے یہودیوں میں خال خال ہی اِستعمال ہوتے تھے۔

یہودی زیادہ تر ننگے پاؤں رہتے تھے۔ لمبے سفر کے لئے وہ سینڈل پہنتے تھے جو چمڑے کے صرف ایک ٹکڑے پر مُشتمل ہوتا تھا۔ یہ ٹکڑا ٹخنوں تک پہنچتا تھا۔ اُس کے تسمے پاؤں کے دو انگلیوں پر چلیپائی شکل سے گزرتے تھے (یسعیاہ ۵: ۲۷، مرقس ۶: ۹)۔ مَرد اور عورت دونوں اپنی جِلد کی حفاظت کے لئے مختلف تیل، مرہم اور خوشبوئیں اِستعمال کرتے تھے۔ بعض لوگ قیمتی پتّھر کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے عطر دانوں میں عطر اپنے ساتھ رکھتے تھے جو اپنی گردن میں لٹکا لیتے تھے (متّی ۲۶: ۷، مرقس ۱۴: ۳)۔

کھیتی باڑی سب سے اہم پیشہ تھا۔ موسمِ خزاں میں کاشتکار سُہاگے کی مدد سے کھلیان تیار کرتے تھے جہاں گندم اور جَو کی فصلیں اُگائی جاتی تھیں۔ موسمِ بہار کی بارشیں آتے آتے فصلیں کاٹ لی جاتی تھیں۔ فصل گاہنے کے لئے بَیل استعمال ہوتے تھے۔ اِس کام کا بائبل مُقدّس میں کئی بار ذکر ہوا ہے (استثنا ۲۵: ۴، ۲-سموئیل ۲۴: ۱۹، ۱-کُرنتھیوں ۹: ۱۰)۔ سہ پہر کو اناج اسایا جاتا تھا۔ اِس عمل میں

بھوسا اُڑ کر دُور چلا جاتا تھا اور دانے ایک جگہ جمع ہو جاتے تھے (زبُور ۱:۴، یسعیاہ ۴:۴۱-۱۴، یرمیاہ ۱۴:۱۳)۔ اناج گھر لے جا کر ذخیرہ خانوں میں رکھ لیا جاتا تھا۔ ذخیرہ کرنے سے پہلے اناج کو ناپ لیا جاتا تھا۔ کئی دفعہ اُسے بوریوں میں بھر کر رکھتے تھے۔ فِلستین میں انگور، انجیر، زیتون، دالیں، پھلیاں، کھیرے، لہسن، پیاز، گندم اور رائی (یا سرسوں) کی پیداوار ہوتی ہے۔

پُرانے عہد نامہ میں ماہی گیری عِبرانی لوگوں کی معاشی زِندگی میں کوئی اہم کردار ادا نہ کرتی تھی۔ بحیرۂ رُوم کے ساحل فینیکیوں اور فِلستیوں کے قبضہ و اِختیار میں تھے۔ اِس لئے اِسرائیلی دریاؤں اور جھیلوں خصوصاً گلِیل کی جھیل میں ماہی گیری کرتے تھے۔ جو مچھلیاں پکڑی جاتی تھیں انہیں تازہ تازہ بیچتے تھے یا نمک لگا کر محفوظ کر لیتے تھے۔ زبدی کے بیٹے اور شمعُون پطرس یہودیوں کا ماہی گیری کا تیسرا طریقہ استعمال کرتے تھے یعنی کھینچنے والے جال جن پر دھات کے بوجھل موتی اور اُوپر کی طرف تیرنے والے ہلکے لٹو جیسے لگے ہوتے ہیں۔ ماہی گیر اُنہیں خاص عمودی انداز میں پھینکتے اور پھیلاتے تھے۔ کئی دفعہ متعدد جال ساتھ ساتھ پھیلائے جاتے تھے اور ایک ساتھ کھینچ لیتے تھے (یوحنا ۲۱:۸، متّی ۴:۸، مرقس ۱:۱۶)۔ مچھلیاں پکڑنے کے دُوسرے طرِیقے کانٹے اور نیزے سے شکار کرنا تھے۔ مچھلی عام طور پر کُھلی آگ یا کوئلوں پر بھون کر اور نمک لگا کر روٹی کے ساتھ کھائی جاتی تھی (یوحنا ۲۱:۹)۔ بعض اوقات مچھلی کو گیہوں کے پتلے آٹے اور مسالوں کے ساتھ لپیٹ کر تنور وغیرہ میں پکایا جاتا تھا۔ یہ اُن لوگوں کا پسندیدہ کھانا تھا۔

چرواہوں کی زِندگی زیادہ سخت اور مشکل ہوتی تھی۔ ہر رات اُنہیں اپنی بھیڑیں گننی پڑتی تھیں اور باڑے کے دروازے پر سونا پڑتا تھا تاکہ بھیڑوں کو ببر شیروں، بھیڑیوں، لومڑیوں اور گیدڑوں سے بچائے رکھیں جو رات کی تارِیکی میں چھپ کر نکلتے تھے (۱-سموئیل ۱۷:۳۴-۳۷)۔ بعض اوقات چرواہے بھیڑوں اور بکریوں کی نگہداشت کرتے تھے۔ دونوں جانور گوشت، دودھ، چمڑا اور اُون مُہیا کرتے تھے۔ البتہ بھیڑوں کو ترجیح دی جاتی تھی۔

یہودی معاشرے میں کاریگروں اور دستکاروں کو خاص اہمیت حاصل تھی کیونکہ وہ ہل، چھلنی، برتن، چمڑا، جوتے اور کپڑا بناتے اور وہ اپنا مال بیچنے کے لئے شہروں کی منڈیوں اور بازاروں میں جمع ہوتے تھے۔ دراصل اِن ہی عوامی جگہوں میں لوگوں کے بڑے بڑے اجتماع ہوتے تھے (۲-تواریخ ۳۲:۶،

نحمیاہ ۸:۱، امثال ۱:۲۰، لُوقا ۱۴:۲۱، اعمال ۱۷:۱۷)۔ فِلستین میں کمہار، دباغ اور بڑھئی بھی ہوتے تھے۔ یوسف اور یسُوع بڑھئی تھے (متّی ۱۳:۵۵)۔

شادی کرنا ایک فرض تھا۔ رشتہ والدین طے کرتے تھے (پیدایش ۲۴:۱-۶۷)۔ منگنی کی تصدیق تحائف کے تبادلے سے ہوتی تھی۔ شادی کے دن دُلہن دُلہا کا اِنتظار کرتی تھی۔ رشتے داروں کی موجودگی میں دُلہا دُلہن کو اُس کے نئے گھر لے جاتا تھا۔ شادی کا جشن بعض اوقات ہفتہ بھر سے بھی زیادہ منایا جاتا تھا۔

اُولاد کا نہ ہونا بڑی بدقسمتی سمجھا جاتا تھا۔ مُبارک حالی کا تناسب اُولاد کی تعداد سے ہوتا تھا۔ پیدا ہونے کے آٹھ دن بعد لڑکوں کا ختنہ کِیا جاتا تھا۔ اگر لڑکا پہلوٹھا ہوتا تو والدین مقررہ قربانی گزرانتے تھے (گنتی ۳:۱۳، لُوقا ۲:۲۱)۔ بچّوں کا دُودھ عموماً تین برس کی عمر میں چھڑایا جاتا تھا۔

لوگوں کی زِندگی میں سالانہ عیدیں خاص اہمیت رکھتی تھیں۔ اُن میں وہ اپنے برگزیدہ لوگوں پر خُدا کی مہربانیوں اور رحمتوں کو یاد کرتے تھے۔ سب سے اہم عیدِ فَسح تھی جس میں مِصر سے خروج کی یاد اور خوشی منائی جاتی تھی (خروج ۱۲:۱۱، متّی ۲۶:۲)۔ دُوسری ہفتوں کی عِید یا عِیدِ پنتِکُست تھی جو فصل کی کٹائی کے شروع میں منائی جاتی تھی (۱-کُرِنتھیوں ۱۶:۸) اور تیسری عِیدِ خیام (جھونپڑوں کی عید) تھی جو فصل کی کٹائی کے دوران منائی جاتی تھی (یُوحنّا ۷:۲)۔ ایک اور عیدِ رہائی کی عید یا عیدِ پُوریم تھی جو آستر کے زمانے میں یہودیوں کے چھٹکارے کی یاد میں منائی جاتی تھی (آستر ۹:۱-۳۲)۔ دِیندار لوگوں کو سال میں تین بار ہیکل میں حاضِر ہونا پڑتا تھا۔ البتہ خاص صورتِ حالات میں کسی شخص کو سال میں صرف ایک دفعہ حاضر ہونے کی اِجازت ہو سکتی تھی۔ سبت آرام کا دِن تھا اور خُدا کی رحمت کے لئے اُس کی تعظیم اور شُکر گزاری کرنے کے لئے مخصوص تھا (خروج ۲۰:۸؛ ۳۱:۱۳)۔ چنانچہ اِسرائیلیوں کی زِندگی خُدا کی حضوری اور اُسے خاص طور پر تسلیم کرنے کے گرد گھومتی تھی۔ حقیقت میں یہی عناصر مسیحی زِندگی میں بھی اختیار کئے گئے ہیں۔

علمِ الٰہیات اور جغرافیہ

بائبل مُقدّس علمِ الٰہیات کا متن ہے۔ اِس کا پیغام نجات کی تارِیخ پیش کرتا ہے۔ یہ پاک نوشتے کوئی

سائنس کا ہدایت نامہ یا رہنُما کتاب نہیں بلکہ ایک قوم کے اِیمان کا اور اُس کی تارِیخ کے اہم واقعات کی الٰہیات کے مطابق تشریح وتفسیر کا تفصیلی بیان ہے۔ اِس وجہ سے جب بائبل مُقدّس کے حوالے زمین کی خوب صورتی، افراط اور زرخیزی کا ذکر کرتے ہیں تو وہ علمِ الٰہیات کی اقدار کا اعلان کرتے اور اُن کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔

ماقبل جتنی جغرافیائی تفاصیل دی گئی ہیں وہ فِلستین کے درختوں، پودوں، جانوروں اور جغرافیائی خدوخال کے ذکر کے پیچھے علمِ الٰہیات کے نکات کو بہتر طور پر سمجھنے میں ہماری مدد کرتی ہیں۔ آیئے چند مثالوں پر غور کریں۔

''میدان'' اور ''پہاڑ'': مُندرجہ بالا سطور میں فِلستین کی چار جغرافیائی پٹیوں کی تفصیل دی گئی ہے جو شمالاً جنوباً متوازی واقع ہیں۔ اِن کا مختصر ذکر دو تراکیب میں کِیا جاسکتا ہے ''میدانی فِلستین'' اور ''پہاڑی فِلستین''۔ اِس جغرافیائی صورتِ حال کو اِسرائیل کی تارِیخ میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ اِس لئے کہ منطقی طور پر پہاڑ پیادہ فوج کی جنگوں کے لئے اور میدان گھوڑوں اور رتھوں سے لڑی جانے والی جنگوں کے لئے موزوں تھے۔ چنانچہ پہاڑ رہائش کے لئے بالکل محفوظ جگہ فراہم کرتے تھے کیونکہ ہمسایہ قومیں فِلستین کے میدانی علاقوں میں تجارت کرنے اور جنگیں لڑنے کو ترجیح دیتی تھیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پڑوسی سلطنتوں کی یلغاروں میں پہاڑ ہی آخری علاقے تھے جو اِسرائیلیوں کے قبضہ سے نکلے۔ اِس سے یہ تصور پیدا ہُوا کہ اِسرائیل کا خُدا پہاڑوں کا خُدا ہے میدانوں کا خُدا نہیں ہے۔ اِسی وجہ سے جب ارام کے بادشاہ بن ہدد نے اِسرائیل پر چڑھائی کی تو اِسرائیل کے بادشاہ اخی اب کے ہاتھوں پہاڑوں میں شکست کھائی۔ بادشاہ بن ہدد کے اعلےٰ افسروں نے شکست کی جو وضاحت پیش کی وہ ۱-سلاطین ۲۰: ۲۳ میں یوں مرقوم ہے ''اُن کا خُدا پہاڑی خُدا ہے اِس لئے وہ ہم پر غالب آئے لیکن ہم کو اُن کے ساتھ میدان میں لڑنے دے تو ضرور ہم اُن پر غالب ہوں گے۔''

باب نمبر ۵

بائبل مُقدّس اور آثارِ قدیمہ

اڈیسیوسانچیز

قدیم لوگوں نے جو باقیات اور اشیاء ہمارے لئے چھوڑی ہیں آثار قدیمہ کے دلداہ اور ماہرین انہیں ڈھونڈ نکالتے اور ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اِن چیزوں کا باقاعدہ اور ترتیب سے مطالعہ کرنے اور اِن کی تشریح کرنے سے اُن قدیم لوگوں کا ماضی اور بھولی بسری تہذیبیں ایک دفعہ پھر ہمارے سامنے آجاتی ہیں اور ہم اُن کی رُوداد تحریری صورت میں محفوظ کر لیتے ہیں۔ ازمنہ قدیم کی باقیات اور آثار کئی قسم کی تحریروں، دستاویزات، روزمرہ کے اِستعمال کی چیزوں اور تاریخ کے مختلف ادوار کی مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں سے تعلق رکھنے والی غیر تحریری شہادتوں پر مشتمل ہیں۔

چنانچہ آثارِ قدیمہ کا علم عمل اور کارروائی کے دو قسم کے میدانوں پر مشتمل ہے۔ اوّل دریافت، دوم تشریح یا وضاحت، دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ یعنی تاریخ کے کسی دَور میں کِسی خاص مقام یا علاقے کے افراد اور جماعتوں کے حالات اور زندگیوں کو جاننا اور سمجھنا۔ اِس دریافت اور تشریح کے وسیلے سے آثارِ قدیم کا علم ہمیں اِس قابل بنا دیتا ہے کہ ایک طرف مجموعی طور پر بائبل مُقدّس کے تاریخی اور ثقافتی سیاق وسباق کی تائید وتوثیق کریں اور دُوسری طرف بائبل مُقدّس کے متن کی بعض تفاصیل کی تائید و توثیق کریں۔

بائبل مُقدّس کے آثار قدیمہ کے تقریباً سب ہی ماہرین یک رائے ہیں کہ آثارِ قدیمہ کا بڑا مقصد بائبل مُقدّس اور اُس کی تعلیمات کا عملی مظاہرہ کرنا، اُسے ثابت کرنا یا اُس کی حمایت اور دفاع کرنا نہیں ہے بلکہ مقصد معاونت اور مدد فراہم کرنا ہے جس سے ہم بائبل مُقدّس کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔ سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ آثارِ قدیمہ اُن تاریخی اور ثقافتی سیاق وسباق پر روشنی ڈالتے ہیں جن میں وہ واقعات رُونما ہوئے جن کے وسیلے سے خُدا نے مداخلت کر کے بنی نوع اِنسان کی نجات اور کفّارہ کے منصوبے کو ظاہر کِیا۔ چنانچہ بائبل کے علم ودانست میں آثارِ قدیمہ کا خاص مقصد توثیق کرنا نہیں بلکہ وضاحت کرنا اور

سلجھانا ہے اور ہدف یا نیت بائبل مُقدّس کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دینا ہے، اِس کا دفاع کرنا نہیں۔ آثارِ قدیمہ کا علم اُس وقت یہ مقصد پورا کرتا ہے جب بائبل مُقدّس کے کسی واقعے یا بیان یا تذکرے کے تاریخی اور ثقافتی سیاق وسباق کے بارے میں ہماری معلومات اور واقفیت میں اضافہ کرتا ہے۔ باعیز کمار گو لکھتا ہے کہ "آثار قدیمہ کے علم نے ہمیں سب سے بڑھ کر یہ گہرا احساس دیا ہے کہ جن لوگوں اور واقعات کے بارے میں ہم بائبل مُقدّس میں پڑھتے ہیں وہ ایک تاریخی حقیقت ہیں۔" بائبل مُقدّس سے متعلقہ آثارِ قدیمہ کے علم نے تاریخ کو زمین پر پاؤں جمانے میں مدد دی ہے۔

آثارِ قدیمہ کا علم بائبل مُقدّس کے طالب علموں کی کیسے مدد کرتا ہے؟

۱- بائبل مُقدّس کوئی اساطیر (دیومالاؤں) اور من گھڑت داستانوں اور کہانیوں کی کتاب نہیں۔ اِس کی بنیاد اخلاقی، رُوحانی اور عبادت کی رسومات کی تعلیمات پر ہے۔ یہ ایک خاص قوم اور خاص افراد کا تذکرہ ہے جو تاریخ کے خاص ادوار اور اوقات میں ہوئے۔ آثارِ قدیمہ کا علم بائبل مُقدّس کی معلومات کی صرف تائید وتوثیق ہی نہیں کرتا بلکہ اِن کی تکمیل اور وضاحت بھی کرتا ہے۔ برطانیہ کے عجائب گھر میں موجود بابل کا ایک روزنامچہ نہ صرف بائبل کے اِس بیان کی تصدیق کرتا ہے کہ نبوکدنضر نے یروشلیم کو پہلی دفعہ ۵۹۷ ق م میں فتح کِیا تھا (۲-سلاطین ۲۴:۸-۱۷) بلکہ اِس فتح کی تاریخ کا تعین بھی کرتا ہے-اُسی سال مارچ کی سولھویں تاریخ۔

چنانچہ آثارِ قدیمہ کے علم کی سب سے بڑی دین اور بڑا احسان یہ ہے کہ اِس نے خُدا کی قوم کی تاریخ کے بائبلی تذکرے کو اِس کی تاریخ کے دُرست سیاق وسباق میں رکھنے میں مدد دی ہے۔ یہ علم ہمیں یہ دیکھنے میں مدد دیتا ہے کہ بائبل کی تاریخ عالمی تاریخ کا ایک حصہ ہے۔

۱-	عصرِ حجری (پتّھر کا زمانہ) ۱.۱ قدیم حجری دَور ۱.۲ متوسط حجری دَور (۱۰،۰۰۰-۷،۰۰۰ ق م) ۱.۳ جدید حجری دَور (۷،۰۰۰-۴،۰۰۰ ق م) ۱.۴ CALCOLITHIC (۴،۰۰۰ - ۳،۲۰۰ ق م)
۲-	عصرِ نحاسی (کانسی کا زمانہ) ۲.۱ ماقبل نحاسی دَور (۳،۲۰۰-۲،۵۰۰ ق م) ۲.۲ متوسط نحاسی دَور (۲،۵۰۰-۱،۵۵۰ ق م) ۲.۳ مابعد نحاسی دَور (۱،۵۵۰-۱،۲۰۰ ق م)
۳-	عصر الحدید (دورِ آہن۔ لوہے کا زمانہ) ۳.۱ ماقبل دَورِ آہن (۱،۲۰۰-۹۰۰ ق م) ۳.۲ مابعد دَورِ آہن (۹۰۰-۵۸۶ ق م)
۴-	سقوطِ یروشلیم سے ہیرودؔیس تک کا دَور ۴.۱ بابلؔ اور فارسؔ (۵۸۶-۳۰۰ ق م) ۴.۲ یونانی اور حسمونی (۳۰۰-۱ ق م)
۵-	نئے عہد نامہ کا دَور

۲- آثارِ قدیمہ کا علم اِس معاملے میں بھی ہماری مدد کرتا ہے کہ بائبل مُقدّس کے کِسی خاص حوالے کے بارے میں کچھ بیان کرنے یا کوئی نتیجہ اخذ کرنے میں محتاط رہیں۔ پیدایش کی کتاب کے پہلے دو باب اِس کی اچھی مثال ہیں۔ انیسویں صدی کے وسط تک عام یقین کِیا جاتا تھا کہ تخلیق کائنات ۶،۰۰۰ اور ۴،۰۰۰ ق م کے دوران ہوئی۔ آرچ بشپ اُشرؔ اِس بات کا اِتنا قائل تھا کہ اُس نے قرار دیا کہ بنی نوع انسان کی تخلیق ۴۰۰۴ ق م میں ہوئی۔ آج فی الواقع کوئی بھی تاریخوں کی تائید نہیں کرتا۔ عصرِ حاضر کی تخلیق نے اِنسانی سنگوارے یا متحجرات (ڈھانچے یا باقیات جو طوالت زمانہ سے پتھر بن چکے ہیں) دریافت کئے ہیں جو دس لاکھ سال پُرانے ہیں۔ آثارِ قدیمہ کی کھدائی نے ثابت کِیا ہے کہ یریحوؔ کا

شہر ۷۰۰۰ ق م میں بھی موجود تھا۔

آثارِ قدیمہ کی دریافتیں ہمیں روکتی ہیں کہ بائبل مُقدّس کا کوئی تواریخی حوالہ پڑھیں تو فوراً کسی نتیجے پر پہنچ جائیں۔ مثال کے طور پر پیدایش ۲۱: ۳۴ اور ۲۶: ۱ میں "فِلستیوں کے مُلک"، یعنی فِلستِین کا ذکر یقیناً ترتیب زمانی میں غلطی ہے۔ اِس لئے کہ فِلستی فِلستِین کے جنوبی ساحل پر پیدایش کی کتاب میں مذکور واقعات سے پانچ یا چھ صدیاں بعد آباد ہوئے تھے۔ بزرگانِ سلف کے زمانے میں اُنہوں نے اپنی اصل جائے پیدایش یعنی کریتے کے جزیرہ سے نقل مکانی نہیں کی تھی۔

آثارِ قدیمہ کا علم ہمیں اُن الفاظ، تراکیب یا جملوں کا مطلب سمجھنے میں بھی مدد دیتا ہے جو پہلے مبہم یا اُلجھے ہوئے تھے یا بائبل مُقدّس کے موجودہ تراجم میں جن کا ترجمہ غلط ہُوا تھا۔

۳- آثارِ قدیمہ کا علم اِسرائیل کو اُس زمانے کے ثقافتی اور مذہبی سیاق وسباق میں رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ جو لوگ اور قومیں پُرانے عہد نامہ کے زمانے میں اِسرائیل کی ہم عصر اور پڑوسی تھیں اُن کی تحریروں کی دریافت نے یہ جانچنے اور سمجھنے میں بڑی مدد دی ہے کہ اِسرائیل نے کس حد تک دُوسری قوموں کی ثقافت، اعتقادات، علم وادب اور طرزِ زندگی کو اپنایا یا ردّ کیا۔

جو معلومات بزرگانِ سلف کے زمانے کی اِن تحریروں سے دریافت ہوئی ہیں جن کا تعلق لے پالک یا متبنیٰ بنانے، بیاہ شادی اور مذہبی رسوم ورواج ہے اُن سے بہت سی باتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر پیدایش ۳۱: ۱۹، ۳۰، ۳۴، ۳۵ میں خاندانی بُتوں کا ذکر ہے (قضاۃ ۱۷: ۵، ہوسیع ۳: ۴، زکریاہ ۱۰: ۲ میں اُن کے لئے "ترافیم" کا نام آیا ہے)۔ نوزو (عراق) کے مقام سے ملنے والی تختیوں سے پتہ چلا ہے کہ یہ ترافیم نہ صرف خوشحالی اور کامیابی لاتے تھے بلکہ جس کے قبضے میں ہوں خاندان کا ورثہ اُسی کو ملتا تھا۔ اِس سے وضاحت ہوتی ہے کہ راخل انہیں اپنے باپ کے گھر سے کیوں اُٹھالائی تھی۔

۲-سلاطین ۲۰: ۷ میں "انجیروں کی ٹکیہ" کا ذکر ہے جو حزقیاہ بادشاہ کے پھوڑے پر باندھی گئی اور اُسے شفا ہوئی۔ اغاریت (شام) سے ملنے والی تختیوں میں رہنمائے سلوتریاں (مواشی کے معالج) بھی شامل ہے۔ اِس میں "پُرانے انجیروں کی ٹکیہ کی پولٹس"، یعنی لیپ کرنے کی دوا کا بھی ذکر ہے۔

۴- آثارِ قدیمہ کا علم ایک اور لحاظ سے بھی بہت کارآمد ہے۔ یہ نہ صرف اِسرائیل یا نئے عہد نامہ کی

کلیسیا کے عمومی تاریخی سیاق وسباق کو ظاہر کرتا ہے بلکہ ہمیں اِس قابل بناتا ہے کہ اِسرائیل کو اُن کی مذہبی تاریخ کے سیاق وسباق میں دیکھ سکیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ آثارِقدیمہ کی دریافتیں بائبل مُقدّس میں پیش کردہ واقعات پر یہاں تک کہ مُعجزانہ واقعات مثلاً مصر کی دس آفتوں پر کتنی روشنی ڈالتی ہیں۔

۵- بہت سی صورتوں میں آثارِقدیمہ کی دریافتیں واقعات کے بارے میں بائبل مُقدّس کے بیان کی تائید وتوثیق کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر ۱-سموئیل ۱۳: ۱۹-۲۲ میں بتایا گیا ہے کہ لوہے کے اوزاروں کے لئے اِسرائیلی فِلستیوں پر انحصار کرتے تھے۔ اِس علاقے میں کچے لوہے کے معدنی ذخائر کے بغور مطالعہ وتحقیق سے ثابت ہُوا ہے کہ فِلستی پہلی قوم تھی جنہوں نے گیارھویں اور دسویں صدی ق م میں لوہا اِستعمال کرنا شروع کِیا تھا۔ ہیکل کے اندرونی صحن کی ساخت اور تعمیر کا ذکر ۱-سلاطین ۶: ۳۶ میں آیا ہے۔ وہاں تعمیر کرنے کے طریقہ کا بیان یوں ہے "تین صفیں تراشے ہوئے پتھر کی بنائیں اور ایک صف دیودار کے شہتیروں کی"۔ یہی طریقہ دُوسری ہیکل کی تعمیر میں اِستعمال کِیا گیا تھا (عزرا ۶: ۴)۔ مشرقِ قریب کے دُوسرے قدیم مقامات کی کُھدائی سے اَیسی عمارات سامنے آئی ہیں جن میں تعمیر کا یہی طریقہ اِستعمال کِیا گیا تھا۔ غالباً اِس کا مقصد زلزلوں سے بچاؤ تھا۔

۶- بائبل مُقدّس کے تواریخی، سیاسی، ثقافتی اور مذہبی سیاق وسباق کے بارے میں آثارِقدیمہ نے گرانقدر معلومات فراہم کی ہیں۔ اِس کے علاوہ آثارِقدیمہ کی دریافتیں علمی وادبی اور لسانیات کے بارے میں تحقیق ومطالبہ کا اہم ذریعہ ثابت ہوئی ہیں۔ اِن میں راس شمرہ، قمران اور ایبلہ سے مِلنے والی چیزیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ہم اُن بڑی تعداد میں ملنے والی تحریری دستاویزات کے احسان مند ہیں جو اُن مقامات سے ملی ہیں۔ اغاریتی زُبان کے مطالعہ وتحقیق سے بائبل مُقدّس کی عبرانی کی لسانی ساخت، صرف ونحو (گرامر)، متن کے مسائل اور شاعری کو سمجھنے میں انمول مدد ملی ہے۔ قمران نے آثارِ قدیمہ کی تحقیق میں بہت زیادہ حصہ ادا کِیا ہے۔ وہاں سے مِلنے والے نسخے اُن نسخوں سے بھی ایک ہزار سال پُرانے ہیں جن پر پُرانے عہدنامہ کا عبرانی متن مبنی ہے۔ جو معلومات اِن سے فراہم ہوئی ہیں وہ متن سے متعلقہ تنقید کے لئے اساسی اہمیت رکھتی ہیں۔ ایبلہ سے ملنے والی چیزوں نے محققین کو اِس قابل کر دیا ہے کہ اُن شخصی ناموں کا تقابلی مطالعہ کرسکیں جو اُس سے پہلے صرف بائبل مُقدّس میں ملتے تھے۔ یہ معلومات اور تحقیق پُرانے عہدنامہ کی تاریخ میں بزرگانِ سلف کے دَور کو بہتر اور گہرے طور پر سمجھنے میں بہت

مفید ثابت ہوئی ہیں۔ ایبلائی زُبان (عبرانی سے مشابہ ایک سامی زُبان) ۷۰۰، ۱۱ ایسے الفاظ کو سمجھنے میں کارآمد ہوگی جو پُرانے عہدنامہ کے عبرانی متن میں صرف ایک ایک بار آئے ہیں مگر ایبلہ سے ملنے والے نسخوں میں بار بار آئے ہیں۔

۷۔ آثارِ قدیمہ کی دریافتوں اور اُن سے متعلقہ مابعد کے مطالعہ اور تحقیق نے مزید تحقیق کی نئی راہیں کھول دی ہیں جو علما اور محققین کو اُن نظریات کی تردید یا توثیق کرنے میں مدد دیں گی جو عرصہ دراز سے قائم چلے آرہے ہیں۔ ہمارا خاص اِشارہ اِسرائیلیوں کے کنعان پر قبضہ کرنے کے مطالعے کی طرف ہے۔ بائبل مُقدّس کا بیان کوئی یکساں اور ہم آہنگ تصویر پیش نہیں کرتا کہ فی الواقع کیا ہُوا تھا۔ آثار قدیمہ کے ماہرین اور اُن سے متعلقہ منضبط علوم کے محقّقین نے اِس واقعے کی وضاحت کے لئے تین نظریے وضع کئے ہیں۔

۱۔ مُلک پر پُر امن قبضہ (آلٹ اور نوتھ)

۲۔ سخت جنگ وجدل کے ذریعے قبضہ (آبرائٹ)

۳۔ داخلی انقلاب (مینڈن ہال، گوٹ والڈ، برائٹ)

آثارِ قدیمہ کے ماہرین کے حلقوں میں آج کل مینڈن ہال کے نظریے کو مقبولیت حاصل ہے کہ یہ زیادہ قرین قیاس اور معقول معلوم ہوتا ہے۔

آثارِ قدیمہ کی تحقیق میں سائنسی طریقوں کے اِستعمال پر بحث کرتے ہوئے ہمیں اِس منضبط علم اور اِس کی حدود وقیود کو بھی سامنے رکھنا ہوگا۔ تاریخوں کا تعین کرنے کے طریقے خواہ کیسے ہی استدلالی اور پیچیدہ اور عُمدہ کیوں نہ ہوں تو بھی غلطی کا بڑا احتمال ہمیشہ رہے گا اِس لئے کہ اِس میں بہت سی اِتفاقی اور غیر متوقع باتیں شامل ہیں جن پر اِس علم کے ماہرین کو کچھ اختیار نہیں ہوتا۔

کِسی تل (وہ ٹیلہ یا پہاڑی جو قدیم قصبوں اور شہروں کی یکے بعد دیگرے باقیات کے بتدریج جمع ہو جانے سے وجود میں آئی ہو) کی کُھدائی کے دوران یہ صورت حال بھی ماہرین کے سامنے آسکتی ہے کہ کِسی آبادی کی تاریخ کے ایک پورے دَور کی نمائندگی کرنے والی باقیات کی پوری تہہ ہی ضائع یا غائب ہو چکی ہے۔ شاید وجہ یہ تھی کہ موسمی حالات سے زمین کٹاؤ کا شکار ہوگئی یا پہلے باشندے نقل مکانی کر گئے لیکن ان کی نسل کے لوگ صدیوں بعد وہاں لَوٹ آئے۔

آثارِ قدیمہ کی تلاش، مطالعہ اور تحقیق سے رفتہ رفتہ اور تھوڑی تھوڑی کر کے جمع شدہ یہ معلومات ہمیشہ ادھوری ہوں گی کیونکہ کِسی مقام کی کبھی بھی پوری کھدائی نہیں ہوئی۔ اَیسی پوری اور مکمل کھدائی کی لاگت آسمان سے باتیں کرے گی۔ آثارِ قدیمہ کا ہر ماہر جانتا ہے کہ کِسی بھی مقام کے کچھ حصے جوں کے توں چھوڑنے پڑتے ہیں۔ مگر اُمید ہوتی ہے کہ اگلی پشتوں کو بہتر طریقے دستیاب ہوں گے اور وہ اِس تحقیقی کام کو آگے بڑھائیں گی۔ کھدائی کا کام کبھی بھی جامع اور سیر حاصل نہیں ہوتا کیونکہ وقت اور پیسہ دونوں کی بچت پیش نظر رہتی ہے۔ مزید برآں اَیسی غیر ضروری معلومات جمع کرنے سے بھی بچنا ہوتا ہے جو پہلے بھی حاصل ہوں۔

آثارِ قدیمہ کے علم کی ایک اور مشکل بھی ہے جس کا تعلق بائبل مُقدّس میں مذکور تواریخی ادوار سے ہے۔ آثارِ قدیمہ کی دریافتیں بائبل مُقدّس کے متن کے بعض پہلوؤں پر محدود حد تک ہی روشنی ڈال سکتی ہیں اور بائبل مُقدّس کے طلبا کو صرف اِن ہی معلومات سے استفادہ کرنے کی پوری پوری کوشش کرنی پڑتی ہے جن کا حصول اِنسان کے لئے ممکن ہے۔

یہ مشکل اُس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم اِس حقیقت کو دیکھتے ہیں کہ آثارِ قدیمہ خاص لوگوں یا واقعات کے بارے میں صرف ٹھوس اور معروضی معلومات ہی مہیا کرتے ہیں۔ یہ بائبل مُقدّس کے اُن بیانات کا مطالعہ کرنے میں بے فائدہ ہیں جو کِسی واقعے کے بارے میں بلا واسطہ، صاف اور معروضی تفصیل نہیں دیتے۔ بائبل مُقدّس کے علما کو اِن دو قسم کی معلومات میں امتیاز کرنا سیکھنا چاہئے۔ ایک تو وہ معلومات ہیں جن کی سائنسی طریقے مثلاً آثارِ قدیمہ کی تحقیق سے تائید و توثیق ہوسکتی ہے۔ دُوسری وہ جن کے وسیلے سے سائنسی معلومات مہیا کرنا کبھی مقصود ہی نہ تھا بلکہ مقصد تھا خُدا کی ستائش کرنا، ایمان کا اقرار کرنا یا علم الٰہیات کے مطابق غور و فکر کرنا۔

بائبل مُقدّس کی سچائیوں کو بے نقاب کرنے اور سمجھنے میں صرف آثارِ قدیمہ کا ایک علم معاون اور رہنما نہیں ہوسکتا۔ ضرور ہے کہ بائبل مُقدّس کے علما دُوسرے ذیلی اور امدادی علوم سے بھی استفادہ کریں۔ ادب کی مختلف اصناف، ہیئتوں اور اسالیب سے واقفیت بہت ضروری ہے۔ اِن کے ساتھ دُوسرے عناصر کے بغور مطالعہ سے طالب علم مصنف کے اصل معنی و مقصد کو بہتر طور پر سمجھ سکے گا۔ وہ طالب علم جو اِس نکتہ کو جان اور سمجھ لیتے ہیں اُنہیں یہ خدشہ نہیں رہے گا کہ بائبل مُقدّس اور آثارِ قدیمہ کا علم ایک دُوسرے کی تردید کریں گے۔

بائبل مُقدّس اور آثارِ قدیمہ کی سنگِ میل دریافتیں

۱۔ بہستون کا کتبہ (۱۸۳۵ء): یہ خطِ میخی یا میخی حروف میں اور تین زُبانوں یعنی بابلی، قدیم فارسی اور عیلامی میں لکھا ہُوا کتبہ ہے۔ اِسے "نامعلوم زُبانوں کی کلید" بھی کہا جاتا ہے۔ اِس کی دریافت سے میخی خط کو سمجھنے اور کئی اَور میخی عبارتیں پڑھنے کی راہیں کھلیں۔

۲۔ موآبی پتھر: اِسے "میسا کا ستون" بھی کہتے ہیں (۱۸۶۸ء)۔ یہ پتھر کا یادگار ستون عموداً نصب ہے۔ اِس پر نویں صدی ق م کے اوائل میں موآب کے بادشاہ میسا کی فتح کا بیان کندہ ہے جو اُس نے اِسرائیل کے بادشاہ اخی اب اور یورام پر حاصل کی تھی۔ یہ کتبہ مابعد کے دورِ آہن کے دوران (تقریباً ۸۴۰ ق م) میں تیار کیا گیا تھا۔ یہ بائبل مُقدّس کی علما کے لئے تین باتوں کے باعث اہمیت رکھتا ہے۔ (۱) یہ قدیم طرزِ تحریر یعنی قدیم کتبہ نویسی اور قدیم کتبہ خوانی پر روشنی ڈالتا ہے۔ موآبی زُبان بائبل مُقدّس کی عبرانی زُبان سے بہت ملتی جلتی ہے۔ اِن دونوں کا مقابلہ کرنے سے آثارِ قدیمہ کے ماہرین اُس دَور کے طرزِ تحریر کو بہتر طور سے سمجھنے کے قابل ہوئے ہیں۔ اِس سے دُوسری تحریروں اور کتبوں کی تاریخیں متعین کرنے میں مدد ملی ہے کیونکہ علما اُن کے حروف کے انداز کا مقابلہ موآبی پتھر کی تحریر سے کر کے ایسا کر سکتے ہیں۔ (۲) یہ پتھر اُس زمانے کی مذہبی رسوم کے بارے میں معلومات کا اچھا ذریعہ ہے۔ اِس میں موآبی دیوتا کموس کے بارے میں دلچسپ اور بصیرت افروز باتیں درج ہیں (۳) یہ پتھر تواریخی نقطہء نگاہ سے بھی بہت اہم ہے کیونکہ بائبل مُقدّس میں مذکور واقعے کی توثیق کرتا ہے (۲-سلاطین ۳: ۱-۲۷)۔

۳۔ حتّی سلطنت: (۱۸۷۱ء اور ۱۹۰۶ء)۔ حتی سلطنت سے متعلقہ سب سے اہم دریافت ۱۹۰۶ء میں ہوئی جب ۲۰،۰۰۰ سے زیادہ تختیوں پر مشتمل سرکاری دستاویزات خانہ دریافت ہُوا۔ اِن میں تختیاں اکادی اور کچھ حتّی ہیں۔ حتّی متون کو پڑھنے کی کلید دریافت کرنے کا کام ۱۹۱۵ء میں شروع ہُوا۔ نہایت اہم عبارتیں محکوم یا باجگذار ریاستوں یا حاکمیتِ اعلےٰ (آزاد ریاست) پر قرار دادوں (معاہدوں) پر مشتمل ہیں۔ یہ قرار دادیں (معاہدے) معمولی اختلافات کے ساتھ اپنے انداز اور ہیئت میں پُرانے عہد نامے میں موجود کئی عبارتوں کے مشابے ہیں۔ مینڈن ہال نے ۱۹۵۰ء کے وسطی سالوں

میں اپنے مقالوں میں واضح کیا کہ سینا کے عہد کی روایات اور مابعد کے نحاسی دَور کی روایات میں کیا کیا مشابہات ہیں۔ منیڈن ہال کے دنوں سے آج تک یہ قرار دادیں علما کے لئے "عہد" کے اِس تصور کو جو پُرانے عہد نامہ میں ہے بہتر طور پر سمجھنے میں بہت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ اِن سے بزرگانِ سلف کے متعدد ثقافتی پہلوؤں پر بھی روشنی پڑھتی ہے۔

۴- حموراِبی کا ضابطہء قوانین (۱۹۰۱ء): پتھر کا یہ ستون ۸ فٹ اُونچا ہے۔ یہ فرانس کے ماہرین آثارِ قدیمہ کو ۱۹۰۱ء میں مِلا تھا۔ بابل کے بادشاہ حموراِبی نے اِس پتھر پر ضابطہء قوانین کندہ کرائے تھے۔ یہ بادشاہ مُوسیٰ سے ۴۰۰ سے ۵۰۰ سال پہلے ہُوا تھا۔ مُوسیٰ کی شریعت اور حموراِبی کے ضابطہء قوانین میں بہت مشابہت پائی جاتی ہے جس میں "آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت" کا اُصول خاص طور پر نمایاں ہے۔ اِس دریافت سے علما کو مدد ملی کہ مُوسیٰ کی شریعت کو وسیع تر سیاق وسباق میں دیکھ سکیں اور بہت سے اُن شک پرستوں کی آنکھیں کھل گئیں جو مُوسیٰ کی شریعت کی قدامت کا اِنکار کرتے تھے۔ حموراِبی کے قوانین نے ہمیں وہ فرق جاننے اور پہچاننے کے بھی قابل کیا جو ایک طرف عمومی اور عالمگیر قوانین اور دُوسری طرف اُن قوانین کے درمیان پایا جاتا ہے جن کا خاص تعلق خُدا کی قوم کے ساتھ ہے۔

۵- نوزی اور ماری تختیاں (۱۹۲۵ء اور ۱۹۳۶ء): ۳،۵۰۰ سے زیادہ تختیاں جن کا تعلق پندرھویں صدی ق م سے ہے شمالی عراق میں نوزی (موجودہ کرکوک) کے قدیم مقام سے دریافت ہوئی ہیں۔ اِسی دَور سے تعلق رکھنے والی ۲۰،۰۰۰ سے زیادہ تختیاں شام میں ماری کے مقام سے ملی ہیں۔ دونوں دریافتیں بہت سی باتوں پر روشنی ڈالتی ہیں مثلاً بزرگانِ سلف کا تاریخی وثقافتی سیاق وسباق، ابرہام اور ہاجرہ کے مابین رشتے کا بائبلی بیان (پیدائش باب ۱۶)، یعقوب اور بلہاہ کے مابین رشتہ (پیدائش باب ۳۰)، غُلام کو اپنا لے پالک (متبنیٰ) بنانا (پیدائش ۱۵: ۲)۔ اِن سارے معاملات کی تائید وتوثیق ابرہام کے ہم عصروں کے رسم ورواج کے بارے میں اِن بیانات سے ہوتی ہے جو نوزی تختیوں میں پائے گئے ہیں۔

۶- راس شمرہ (قدیم اوگاریت): ۱۹۲۹ء میں شام کے ساحل پر واقع راس شمرہ کے ٹیلے سے پختہ مٹی کی ہزاروں تختیاں دریافت ہوئیں۔ اُن پر مختلف زُبانوں مگر خاص طور پر اوگاریتی زُبان میں

تحریریں درج ہیں۔ اِس سے علما کو کنعانی مذہب و تمدن کی ایک مکمل تصویر پیش کرنے میں بڑی مدد ملی ہے۔ کنعان میں طرزِ زندگی کے بارے میں جو معلومات بائبل سے دستیاب ہُوئی ہیں اور راس شمرہ کی تختیوں میں اُس دَور کے دیوی دیوتاؤں کی جو کہانیاں درج ہیں جب اُن دونوں کا تقابلی مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہُوا کہ پُرانے عہدنامہ کے اِسرائیلی کیوں "یہوہ" (یہوواہ) کو بار بار ترک کر دیتے اور "غیر معبودوں" کے پیچھے چل پڑتے تھے۔ ہارورڈ کے پروفیسر فرینک ایم کراس اور دُوسرے علما نے اِس سلسلے میں جو کام کیا ہے اُس سے پتہ چلتا ہے کہ پُرانے عہدنامے کے مذہبی اور علمِ الٰہیات کے سیاق و سباق کو سمجھنے میں اِس دریافت نے کیسا معیاری اور فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔ علاوہ ازیں اوگاریتی زُبان اور بائبل مُقدّس کی عبرانی میں مشابہات کے باعث علما بائبل کی عبرانی کے وہ الفاظ سمجھنے اور اُن کے معنی دریافت کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں جو اِس سے پہلے بعید از فہم تھے۔ راس شمرہ کی تختیوں سے بہت سے زبُوروں کی ادبی ساخت اور اسلوب پر اور قواعدِ زبان کے حوالے سے جو روشنی پڑی ہے اُس سے معلومات میں گرانقدر اضافہ ہُوا ہے۔ اب ہم جان گئے ہیں کہ زبُور اُس زمانے میں کنعان میں رہنے بسنے والی قوموں کی شاعری کے اسالیب، ہیئتوں اور عجیب شعری زُبان کی انوکھی خصوصیات کو منعکس کرتے ہیں۔

۷۔ لکیس کے مکتوبات (۱۹۳۵ء، ۱۹۳۸ء): مغربی نشیبی علاقے میں واقع لکیس کے قلعے کے محافظوں کی کوٹھڑیوں سے مٹی کے ظرُوف کے اکیس ٹکڑے (ٹھیکرے) ملے ہیں۔ اُن پر یہوواہ کی سلطنت کے آخری ایام کی واضح اور صاف تفاصیل درج ہیں۔ یہ تحریریں بہت جلدی میں لکھی گئیں کیونکہ عنقریب حملے کا خطرہ تھا۔ بابل کی فوجیں پیش قدمی کر رہی تھیں اور کسی محافظ نے یہ بُری خبر مٹی کے پختہ ٹکڑوں (ٹھیکروں) پر جلدی جلدی لکھ دی۔ یہ دریافت بائبلی تحقیق میں بہت اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اِن تحریروں میں ایک نبی کا ذکر ہے جس نے لوگوں کو پُکار پُکار کر آنے والے حملے سے خبردار کیا تھا۔ کوئی شک نہیں کہ یہ نبی یرمیاہ تھا۔ لکیس کے متن میں مستعمل کئی جملے اور ترکیبیں یرمیاہ کی اپنی تحریر میں موجود ہیں (یرمیاہ ۶:۱؛ ۳۸:۴ قب ۳۴:۷)۔ لکیس کے مکتوبات اِسرائیل کی اسیری اور جلاوطنی کی تاریخی صداقت ہونے کے بارے میں پختہ شہادت فراہم کرتے ہیں۔ قدیم تحریریں پڑھنے کے نقطۂ نظر سے بھی یہ مکتوبات اہم ہیں اِس لئے کہ بتاتے ہیں یہ اُس زمانے میں عبرانی کیسے لکھی جاتی تھی۔

۸- بحیرۂ مردار کے طومار (۱۹۴۷ء) : بحیرۂ مردار کے طومار آج کے زمانے کی مشہور ترین دریافت ہیں۔ جس جگہ سے یہ طومار ملے اُس کا نام قمران ہے۔ وہاں کھدائی سے یہودیوں کے اسینی فرقے کے لوگوں کی زندگی اور رسوم و رواج کے بارے میں بیش بہا معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ قمران سے آثارِ قدیمہ کی اہم ترین دریافت طومار یا اُن کے ٹکڑے ہیں جن کی تعداد ۶۰۰ سے زیادہ ہے۔ یہ طومار گیارہ مختلف غاروں میں رکھے گئے تھے۔ یہودیوں کے اسینی فرقے کا زمانہ دُوسری صدی ق م سے پہلی صدی عیسوی تک محیط ہے۔

بحیرۂ مُردار کے طوماروں کی افادیت

۸.۱- سوائے آستر کے عبرانی فہرست مسلمہ کی ساری کتابیں قمران سے ملی ہیں۔ اِس طرح سے:

یہ طومار نہ صرف معلومات کا ایک دلچسپ ذریعہ اور ماخذ ثابت ہوئے ہیں بلکہ علما کو عبرانی کا وہ متن دستیاب ہُوا ہے جو اُس نسخے سے ایک ہزار سال پُرانا ہے جو عبرانی بائبل کے تنقیدی (سائنسی) نسخے شائع کرنے میں استعمال ہُوا ہے۔ طوماروں کے متن کا مطالعہ کرنے سے علما اِس حقیقت سے واقف ہوئے ہیں کہ متن کی بہت سی فرق فرق روایات موجود ہیں۔ اُن کی مدد سے وہ مسوراتی متن کی زیادہ صحت کے ساتھ جانچ پرکھ کر سکے۔ یہ بات قابلِ توجہ اور اہم ہے کہ قمران کے طوماروں اور ٹکڑوں میں سے اکثر مسوراتی متن کی نسبت یونانی کے اُس ترجمے کے زیادہ قریب ہیں جسے ہفتادی ترجمہ کہتے ہیں۔

۸.۲- قمران سے دریافت ہونے والی تحریروں میں مستند بہ درجہ دوم کی کئی کتابوں کے اصل زُبان میں نسخے شامل ہیں جب کہ اِس سے پہلے یہ کتابیں صرف یونانی زُبان میں موجود تھیں۔ اصل ارامی زُبان میں طوبیاہ کی کتاب اور عبرانی میں واعظ کی کتاب دو بہت اچھی مثالیں ہیں۔

۸.۳- یہاں سے چند "تارگوم" (بائبل کی بعض کتابوں کے ارامی تراجم) بھی ملے ہیں۔ ایُوب کا تارگوم جو دُوسری صدی ق م میں لکھا گیا ایک مثال ہے۔ اب علما تارگوم کی مدد سے وہ عبرانی دوبارہ تشکیل دے سکتے ہیں جس سے یہ کتاب ترجمہ ہُوئی تھی۔ تارگوم تفسیر و تشریح کی تاریخ کا مطالعہ کرنے میں بھی بہت کارآمد ہیں کیونکہ بتاتے ہیں کہ بعض خاص عبارتوں کا اُس وقت کیا مفہوم سمجھا جاتا تھا جب وہ لکھی گئی تھیں۔

۸.۴- قمران سے بڑی تعداد میں جعلی کتابیں (حنوک، یوبلیاں، بارہ بزرگانِ سلف کا عہد نامہ) بھی دریافت ہوئی ہیں۔ اب ہمارے پاس عبرانی اور ارامی دونوں زبانوں میں اُن کتابوں کے نسخے (تراجم) موجود ہیں جو پہلے صرف حبشی (ایتھوپیائی) زبان میں ترجموں کی صورت میں دستیاب تھیں۔ یہ ترجمے یونانی سے کئے گئے تھے۔ یہ کتابیں اس لحاظ سے بہت اہم ہیں کہ علمِ الٰہیات کے اُن خیالوں کو ازسرِنو تشکیل دینے میں مدد دیتی ہیں جو یہودیت میں دورِ بین العہود اور پہلی صدی عیسوی میں موجود تھے۔ اِس علمِ الٰہیات کا بہت کچھ عکس نئے عہد نامہ کی متعدد کتابوں میں نظر آتا ہے۔

۸.۵- بہت سے طومار اُن دستاویزات پر مشتمل ہیں جو خود اسینیوں نے لکھے تھے۔ اِس میں رہنمائے نظم ونسق یا جماعت کے لئے قواعد وضوابط، دینی جماعت کے لئے قواعد وضوابط، دمشق کی دستاویز، بائبل کی تفاسیر اور مزامیر (زبور) شامل ہیں۔ اب ہمارے پاس یہودیت کے ایک نہایت اہم فرقے کے علمِ الٰہیات (دینی اعتقادات) کے بارے میں مفصل معلومات موجود ہیں۔ علما نے معلوم کرلیا ہے کہ اسینیوں اور نئے عہد نامہ کے زمانے کے یہودیوں میں کئی خصوصیات مشترک تھیں۔

حصّہ دوم

عبرانی بائبل کا متن

رابرٹ بسکوم

عبرانی بائبل کے عملِ انتقال[1] کی تاریخ

متن کے تعین کی تاریخ پر قمران کے اثرات

۱۹۴۷ء سے شروع کر کے بحیرۂ مردار کے مغربی ساحل کے قریب خربت قمران (قمران کے کھنڈرات) سے سینکڑوں طومار، نسخے، دستاویزات اور طوماروں کے ٹکڑے دریافت ہوئے ہیں۔ اِن طوماروں سے حاصل ہونے والی معلومات اور شہادتوں سے بائبل سے متعلق علم کے مختلف پہلوؤں پر گہرے اور دُوررس اثرات مرتب ہوئے ہیں مثلاً پُرانے عہدنامہ کی مسلمہ فہرست کا تحقیقی مطالعہ، عبرانی اور ارامی بولیوں کے ارتقاء، نقل نویسی کے طریقوں اور رواجوں، بائبل کی زُبانوں کے حروف اور الفاظ کی اشکال، ہجے، املا اور ابتدائی یہودیت کی تاریخ کا مطالعہ و تحقیق وغیرہ۔ علاوہ ازیں اِن سے نئے عہدنامہ کے مطالعے کے مختلف پہلوؤں پر بھی بہت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

یہاں ہمارا خاص تعلق اس حقیقت سے ہے کہ بحیرۂ مردار کے طوماروں کی دریافت سے علما کو پہلی دفعہ موقع مہیا ہُوا ہے کہ مسوراتی متن کے پیچھے براہِ راست نظر ڈال سکیں۔ متن کی تاریخ کو جاننے اور سمجھنے کے طریقے کے بعض پہلوؤں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ مثلاً علما کا ابھی تک یہی خیال ہے کہ بائبل کے مندرجات کو تحریر میں لانے کا عمل تقریباً ۱۰۰۰ ق م میں شروع ہُوا اور مسوراتی متن کا رواج بالآخر نویں سے دسویں صدی عیسوی کے دوران مستحکم ہُوا۔ حقیقت یہ ہے کہ متن کے نقادوں اور محققین کی اکثریت کو یقین ہے کہ عبرانی بائبل کا پُورا متن دُوسری صدی عیسوی تک معیاری ہونے کی اعلیٰ سطح تک پہنچ چکا تھا۔ مسوراتی متن کے نسخوں میں پائے جانے والے اکثر و بیشتر اختلافات ہجوں کے اختلافات یا دُوسرے ایسی معمولی نوعیت کے اختلافات ہیں جن کا متن کے مفہوم و معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

---

[1] مراد ہے وہ عمل، طریقے، وسائل اور ذرائع جن کی مدد سے بائبل کا متن آئندہ زمانوں کے لئے محفوظ کیا گیا اور اگلی نسلوں کو پہنچایا گیا۔

البتہ بہت سے علما اِس بات پر متفق ہیں کہ دورِ وسطیٰ کی تاریخ کو خصوصاً تقریباً ۳۰۰ ق م سے ۷۰ء تک کے دَور کی تاریخ کو جس انداز سے ہم سمجھتے رہے ہیں اب اُسے شروع سے لے کر آخر تک بالکل نئے سرے سے لکھنے کی ضرورت ہے۔ جو کچھ سامنے آیا ہے اُس کے مطابق متن کے عملِ انتقال کی تاریخ کے چار مرحلے ہیں۔ عبرانی بائبل کے متن کے علما کے درمیان اُس کے خاص خاکے کے بارے میں وسیع اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے۔ چار مرحلوں پر مشتمل یہ تاریخ متن کے تنقیدی مطالعے کے اُس منصوبے کی بنیاد بنی ہے جسے ہیبرو اولڈ ٹیسٹامنٹ ٹیکسٹ پروجیکٹ کا نام دیا گیا ہے (یعنی عبرانی پرانے عہدنامہ کے متن کا منصوبہ)۔ یہ منصوبہ ڈومینک بارتھالمی کے زیرِ اہتمام کام کرے گا اور اِس کے اخراجات یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز (متحدہ بائبل سوسائٹیز) ادا کریں گی۔ ۱۹۷۶ء سے ۱۹۸۰ء کے درمیان پانچ جلدوں پر مشتمل ابتدائی رپورٹ شائع ہو چکی ہے۔ آخری پانچ میں سے دو جلدیں فرانسیسی زبان میں Critique Textuelle de L' Ancient Testament کے عنوان سے شائع ہو چکی ہیں۔

متن میں عدمِ استحکام

دَورِ وسطیٰ کو نئے انداز سے سمجھنے کے لئے کلیدی عنصر یہ دریافت ہے کہ قمران سے ملنے والے بائبل کے متون میں وہ بنیادی مطابقت نہیں پائی جاتی جو مسوراتی متن کے نسخوں میں ہے۔ علمانے معیار کی اِس کمی کو متن کی ''روانی'' کا نام دیا ہے۔ دُوسرے لفظوں میں بحیرۂ مُردار کے طومار عبرانی متون کی اِس روانی کو ظاہر کرتے ہیں جو قمران میں ۷۰ء کے دَور سے پہلے موجود تھی۔ قمران میں متن کے اِس عدمِ مشابہت کے سلسلے میں عمانوایل ٹووؔ نے بالکل انقلابی نظریہ اختیار کیا ہے کہ قمران میں معلومہ متن کی ہیئتوں کو متن کی انواع نہیں بلکہ ''متون'' ہی سمجھنا چاہئے۔

لیکن ۷۰ء سے پہلے کے دَور میں صرف متن ہی ''رواں'' نہیں تھا۔ ۱۹۵۶ء میں قمران کی ۱۱ نمبر غار سے زبوروں کا ایک طومار ملا (اِسے 11QPs ''۱۱- کیوزبور'' کا نام دیا گیا)۔ اِس طومار میں زبور کی کتاب کی آخری تہائی کا بڑا حصہ شامل ہے۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ اِس میں تین وہ زبور شامل ہیں جو پہلے نامعلوم تھے۔ اِن کے علاوہ تین زبور اَور شامل ہیں جو مسوراتی متن میں نہیں ہیں مگر ہفتادی اور سریانی ترجموں اور کئی دُوسری غیر مستند تحریروں سے اُن کا علم تھا۔ ۱۱- کیوزبور کے طومار پر جیمز سینڈرز اپنی

تصنیف میں کہتا ہے کہ قمرآن میں غیر مستند زبوروں اور جو زبور بعد میں یہودی مذہب میں مستند مانے گئے اُن کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ یعنی اُس دَور میں قمرآن میں سند کے بارے میں کشادہ دلی یا آزادی تھی۔

قمرآن کی دریافتوں سے پہلے متن کا مطالعہ کرنے والے علما کئی دفعہ یہ بات اُٹھاتے تھے کہ عبرانی متن میں غلطیاں ہیں اور مشورہ دیتے تھے کہ ممکنہ اصل متن کے بارے میں عالمانہ اندازے لگانے چاہئیں۔ وہ اُنہیں "قیاسی تصحیح" کہتے ہیں۔ قمرآن نے شہادتوں اور اثبات کا جو خزانہ پیش کیا ہے اور دُوسری متونی شہادتوں خصوصاً ہفتادی ترجمے کی جانچ پرکھ میں اِس کی افادیت نے بظاہر "قیاسی تصحیح" کی سوچ ختم کر دی ہے جو گذشتہ دو صدیوں میں اُبھرتی رہی ہے۔ اب عبرانی بائبل کے متن پر تنقید کے لئے نسخوں کی شہادت کی ٹھوس بنیاد پر زور دیا جاتا ہے۔ آج کل عبرانی بائبل کے سلسلے میں دو بڑے پروجیکٹ چل رہے ہیں۔ اوّل، The Biblia Hebraica Quinta (جرمن بائبل سوسائٹی کی Biblia Hebraica کا پانچواں ایڈیشن)۔ دوم، "ہیبرو یونیورسٹی بائبل" (Herbrew University Bible) جس کی اشاعت ۱۹۶۵ء میں یروشلیم میں شروع ہوئی تھی۔ اِن دونوں منصوبوں میں اِس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ متن کی تشکیلِ مکرر "قیاسی تصحیح" نہیں بلکہ اصل نسخوں کی بنیاد پر ہونی چاہئے۔

متن کے خاندانوں کی تشکیل

قمرآن سے ہونے والی دریافتوں کے نتیجے میں فرینک مور کروس نے تین سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کی۔ (۱) قمرآن میں اتنی مختلف نوعیتوں کے نسخے کیوں تھے؟ (۲) اِن کے "خاندان" اتنے تھوڑے کیوں ہیں؟ (۳) یہ خاندان اِتنا طویل عرصہ کیوں اِستعمال ہوتے رہے؟ اُس کا مفروضہ تھا کہ متون اور متن کے خاندان با آسانی اجزا میں تقسیم ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور اگر اُن کا واسطہ متن کے کسی فرق خاندان کے نسخوں کے ساتھ ہو تو یہ ٹوٹ کر الگ الگ ہو جاتے ہیں اور یا تو اُن کے ساتھ گڈمڈ ہو جاتے ہیں یا اُن میں بالکل ضم ہو جاتے ہیں یا "نگلے جاتے ہیں"۔ کروس نے "مقامی متون" کا نظریہ وضع کیا ہے۔ جس کے مطابق متن کی مختلف روایات الگ الگ جغرافیائی خطوں میں پروان چڑھتی

اور زندہ رہتی ہیں۔

دُوسری طرف شمریاہوتالمن نے اِس رائے کا اظہار کیا ہے کہ کروس کے سوالوں کے بہترین جواب جغرافیہ نہیں بلکہ عمرانیات اور تاریخ مہیا کرتے ہیں۔ یوں تالمن اور بعض دُوسرے علماء ۷۰ء سے پہلے کا دور تکثیریت (متعدد لسانی ... مفادات کا اکٹھے مجموعی ترقی کرنا) اور رواداری کا دَور تھا جس میں مختلف انواع کے نسخے ایک ساتھ موجود رہ سکتے تھے (بمقابلہ سینڈرز کا نظریہ کہ مُقدس کہانی اور مُقدس متن میں فرق ہوتا ہے)۔ تالمن کے مطابق گڈمڈ ہونے کا عمل تو ہوسکتا ہے مگر ضم ہونے یا "نگلے جانے" کا عمل اُس وقت ہوتا ہے جب معاشرتی لحاظ سے ٹکڑوں میں منقسم اور الگ سے پہچانی جانے والی جماعتوں کو یہ احساس ہونے لگے کہ ہماری الگ پہچان اور تشخص کو خطرہ لاحق ہے (جنہیں سینڈرز "ایمان دار جماعتیں" کہتا ہے) اور وہ دیگر عمرانی امکانات "بدعتی گروہوں" کو خارج کرنے کے ساتھ ساتھ متن کے دُوسرے امکانات کو بھی خارج کرنے لگتی ہیں۔

مسلمہ فہرست کا ارتقاء

اگرچہ علما میں واضح طور پر بہت سے اختلافات پائے جاتے ہیں مگر عبرانی بائبل کے متن کی تاریخ کے بارے میں بڑے بڑے نکات پر حیرت انگیز اتفاقِ رائے بھی موجود ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ اکثر و بیشتر علما بعض ادوار کے بارے میں متفق ہیں کہ وہ اِن عوامل کو سمجھنے کے لئے اہم ہیں جو عبرانی بائبل کے متن کے ارتقا میں اور اُسے معیاری بنانے اور مسلمہ قرار دینے میں بروئے کار آئے۔ علاوہ ازیں بارتھولمی، سینڈرز اور گوشن گوٹشٹین کے ساتھ ساتھ تالمن بھی گہرا احساس رکھتے ہیں کہ جب ۷۰-۱۳۵ء کے عرصے کے دوران متن کو معیاری بنایا جارہا تھا تو مسلمہ قرار دینے کا عمل ایک صدی پہلے مکمل ہوچکا تھا۔

اِس سلسلہ میں بارتھولمی اور سینڈرز نے اِس رائے کا اظہار کیا ہے کہ یہ عمل بتدریج ہُوا۔ سینڈرز توجہ دلاتا ہے کہ اسفارِ خمسہ اور متقدم انبیا کو چھٹی اور پانچویں صدی ق م میں مسلمہ ہونے کا درجہ حاصل ہوچکا تھا جبکہ متاخر انبیا کو چھٹی سے دُوسری صدی ق م میں یہ درجہ حاصل ہُوا اور صحائف (نوشتے) ۷۰ء تک فیصلہ طلب رہے۔ چنانچہ سینڈرز کے مطابق مسلمہ قرار دینے کا کام یہودیت کی طرف سے فارسی اور

یونانی اثرات کے ردِعمل کے طور پر ہُوا اور اسی سے متن کو معیاری بنانے کا عمل بھی شروع ہُوا جو ۷۰ء-۱۳۵ء میں تیزی سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔ یوں عبرانی بائبل کے ہر حصے کے لئے مسلمہ قرار دینے اور معیاری بنانے کے دونوں عمل باہم ایک ساتھ بھی تھے اور الگ الگ سلسلہ وار بھی تھے۔ اِن دونوں کا اِس طرح آگے بڑھنا بالکل ناگزیر تھا۔

متن کی نئی تاریخ کے پیچھے مسلمہ قرار دینے کے جو عوامل کارفرما تھے اُن کی وضاحت کرنے کا کام زیادہ تر سینڈرز نے کیا ہے۔ وہ ٹالمن سے اتفاق کرتا ہے کہ ایماندار جماعتیں ہی متن کی تاریخ اور اُس کو آگے منتقل کرنے کی ذمہ دار ہیں۔ وہ اِس بات سے بھی اتفاق کرتا ہے کہ متن کے بارے میں اندازِ فکر میں بھی تبدیلی آئی ہے۔ پہلے صرف ''بائبل'' کو سامنے رکھا جاتا تھا اب ''بائبل سے ہٹ'' کر بھی سوچا جاتا ہے۔ (یعنی متن کی حقیقت کے علم کے لئے مُقدّس کہانی کی سوچ چھوڑ کر مُقدّس متن کی سوچ کی طرف آئے ہیں)۔ ثقافتی اور تمدنی دباؤ کے تحت پہلے یہودی اور بعد میں مسیحی جماعتوں دونوں نے وہ راہیں اور وہ طریقے تلاش کئے جن سے اپنے مسلمہ نسخوں (روایات) کو محفوظ بھی رکھ سکیں اور حالات کے مطابق مفید مطلب بھی رکھ سکیں۔

تنقیدِ متن کے مسائل

تنقیدِ متن کے حوالے سے ۳۰۰ ق م سے ۷۰ء تک کا دَور بے شک سب سے اہم دَور تھا۔ اِسی میں نسخوں پر مبنی شہادت شروع ہوئی اور اِسی میں عبرانی بائبل کو مُقدّس کہانی کی بجائے مُقدّس متن سمجھنے کی تبدیلی آئی۔ ربیوں کا ادب متن اور مسلمہ فہرست کے بارے میں سوچ اور تصور میں انقلابی تبدیلی کو منعکس کرتا ہے۔ ۵۵۰ ق م سے ۷۰ء تک یہ تبدیلی بتدریج لیکن پہلی صدی ق م سے ۷۰ء کے دَوران یہ تبدیلی تیزی سے آئی۔

۷۰ء سے پہلے کے دَور میں متن میں پائے جانے والے تنوع کا سلسلہ ماضی میں اُس زمانے تک پھیلا ہُوا معلوم ہوتا ہے جسے قبل از متن کا مرحلہ کہتے ہیں۔ چُنانچہ عین مُمکن ہے کہ ہفتادی ترجمے میں ادبی تدوین وترتیب مسوراتی متن سے فرق ہو۔ مگر اِسے کسی صورت متن کی تحریف قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مزید برآں بعض اوقات متن کی تاریخ کے مراحل کی تشریح کرنا بھی پیچیدگی پیدا کرتا ہے۔ مثال کے طور

پر ایسے واقعات بھی ہیں کہ متن میں تحریف کی گئی اور انجام کار متن کو دوبارہ یکجا اور مستحکم کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بائبل کے کئی حصے ایک دوسرے سے مرکب ہیں۔ تواریخ کی کتابوں میں اسفارِ خمسہ کے حوالے سے بڑی احتیاط ملحوظ رکھی گئی ہے مگر سلاطین میں اس کی تحریر مکرر بڑی فراخ اور آزادانہ ہے۔ علاوہ ازیں ضروری نہ سمجھا گیا کہ بعد میں اس کی تصحیح کر کے سلاطین کے مطابق کر دیا جائے (دیکھئے چاروں اناجیل) شاید اس لئے کہ سلاطین/ تواریخ کو ابھی تک مسلمہ ہونے کا درجہ حاصل نہ ہوا تھا۔

مستند قرار دینے کے وہ عمل جن سے اولاً بائبلی ادب پیدا ہوا، تحریری صورت میں آنے کے مرحلے میں متن میں مطابقت مماثلت، یکسانیت اور ہمواری پیدا کرنے کی شکل میں جاری رہی۔ تالمن انہیں تکراری عمل قرار دیتا ہے جو تشخص یا شناخت کے بحران کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان بحرانوں کا صریح اور قطعی اثر یہ ہوتا ہے کہ جماعتیں اپنے وجود کو اور اپنی مُقدس روایات کو اصل اور مکمل شکل میں قائم ودائم رکھنے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں۔ سینڈرز خاص طور پر عبرانی بائبل کے معاملے میں مُقدس کہانی سے مُقدس متن کی طرف تبدیلی کی بات کرتا ہے تاوقتیکہ متن کو تحریری صورت دینے کی ذہنیت کے تحت صرف چند تبدیلیوں کی اجازت دی گئی۔ یوں بعض اوقات ہم متن کی ماقبل حالت کو بازیاب کر سکتے ہیں۔ البتہ اس مسئلے کو اُس سے بھی قبل جس طرح نمٹایا گیا وہ متن کی تنقید کی رسائی سے باہر ہے۔ اب وہ مسئلہ دو متقابل ادبی اور متنی روایات کی صورت میں سامنے آئے گا۔

یہ موقع ہے جہاں مسلمہ قرار دینے پر تنقید کردار ادا کر سکتی ہے۔ البتہ دو باتوں کا دھیان رکھنا ہوگا۔ اوّل، مسلمہ قرار دینے کے اُس عمل کو رَد نہ کیا جائے جس نے بائبل کا متن تشکیل دیا اور اس مقصد کے لئے تازہ ترین پرت کے پیچھے ایک ''اصل'' قرأت تک پہنچا جائے جسے معتبر مانا جاتا ہے جیسا کہ بعض ہیئت کے نقادوں نے کیا ہے۔ دوم، مسلمہ متن کے بارے میں جامد اور متعصب نظریے کو رَد کیا جائے جو فرض کر لیتا ہے کہ کسی ایک جماعت کی مسلمہ فہرست ہی نہیں بلکہ اُس کا متن بھی بے مثال طور پر معتبر ہے۔ مؤخر الذکر صورت میں یہ تسلیم نہیں کیا جاتا کہ کسی ایک جماعت کے متون کو مسلمہ قرار دینے کے عمل کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس جماعت کے متون کے معیاری قرار دینے کے سارے عمل کو بھی قبول کرتے ہیں۔

تبدیل شدہ صورتِ حال کے تجزیے سے بعض اصول سامنے آئے ہیں جو عبرانی بائبل کے متن

کے نقادوں کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ پہلا اصول یہ ہے کہ تجربے اور مشاہدے پر مبنی شہادتوں کو ترجیح دی جائے۔ اُس کی کچھ وجہ تو یہ ہے کہ اب ہمارے پاس زیادہ بلاواسطہ شہادتیں موجود ہیں۔ مگر زیادہ وجہ یہ ہے کہ قرآن کے متن کی حالت یا کیفیت کے پیش نظر متن کے نقاد بہت سی صورتوں میں زیادہ سے زیادہ یہ کرسکتے ہیں کہ متن کی اُن روایات کو ایک گروہ میں یکجا کر دیں جن کا تعلق اِس مرحلے سے معلوم ہوتا ہے جب متن کو مسلمہ قرار دینے کا عمل شروع ہُوا تھا۔ چنانچہ جہاں ممکن ہو عبرانی نسخوں کو قدیم تراجم پر ترجیح دی جاتی ہے اور قیاسی تصحیح پر دونوں ہی کو ترجیح دی جاتی ہے، البتہ ہر صورتِ حال کو اِس کی اپنی افادیت اور خوبی کے مطابق نمٹایا جاتا ہے۔

کچھ عرصے سے متن کے ہر قسم کے نقادوں نے اِس مفروضہ کو اپنا رکھا ہے کہ مشکل قرائتوں اور چھوٹی قرائتوں کو ترجیح دی جائے لیکن عبرانی بائبل میں موجود مسائل کی مشکل کے باعث بہت سے عالم اِن اصولوں کے جواز پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالیہ سالوں میں متن کی تنقید پر ہونے والے کام نے اِن اصولوں کی عمومی طور پر دوبارہ تصدیق کر دی ہے البتہ انہیں دُوسرے اصولوں کے ساتھ ساتھ استعمال کرنا ہوگا۔

سب سے اہم نیا اصول یہ ہے کہ متن کی تشکیل مکرر اُسی دَور کے اندر اندر ہونی چاہئے جس میں اُسے مقدس نوشتہ مانا گیا۔ یُوں پہلے دو اصولوں کو استعمال کرتے ہُوئے قرآن کے عبرانی متون سے یرمیاہ یا سموئیل کے کچھ حصوں کے متن کی "ماقبل" کی تشکیل مکرر کی جاسکتی ہے جو ہفتادی ترجمے کی قرائتوں کے مطابق ہوگی جو مسوراتی متن کی قرائتوں سے چھوٹی ہیں۔ اِس طریقہ کار میں خطرہ یہ ہے کہ قرآن کے متون ہمیں ماضی میں اِتنا دُور لے جاتے ہیں کہ مکرر تشکیل شدہ متن کے مسلمہ ہونے کی حیثیت پر شک ہونے لگتا ہے۔ دُوسرے لفظوں میں یہ ضروری نہیں کہ نہایت ابتدائی متن اپنی ہیئت میں وہ متن ہو جس کو مسلمہ مانا گیا تھا۔

مثالیں

یہ بات شروع ہی سے ذہن میں رہنی چاہئے کہ بعض اوقات علما کو متن کی تنقید اور اُس کے ترجمے سے متعلق فیصلوں میں امتیاز کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ مثال کے طور پر جب کوئی جدید ترجمہ مسوراتی متن سے مطابقت نہیں رکھتا تو کیا اُس کا فیصلہ متن پر تنقید کے حوالے سے کیا گیا تھا (مترجمین نے ہفتادی ترجمہ یا کسی اَور قدیم ترجمے کی پیروی کی) یا مترجمین نے مسوراتی متن کے ملفوف یا مضمر

معنی کی وضاحت کی ہے؟ بہت سے معاملات میں یہ مسئلہ اصولی اور عملی دونوں لحاظ سے حقیقی ہے۔ معلوم ہُوا ہے کہ علما اور مترجمین اکثر دعویٰ کرتے ہیں کہ مسوراتی متن کی پیروی نہ کرنے کے ہمارے فیصلے متن کی تنقید کو دھیان میں رکھنے کا نتیجہ ہیں جو تقریباً ہمیشہ ہی قدیم ''تراجم'' پر مبنی ہوتے ہیں مثلاً ہفتادی، ولگاتا یا سریانی ترجمہ۔ لیکن مسوراتی متن کی بجائے کسی قدیم ترجمے کی پیروی کرنے کا فیصلہ کسی حد تک متن کی تنقید کے دعوے کو بمنزلہ ثبوت تسلیم کر لیتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ قدیم تراجم یعنی نسخوں میں مسوراتی متن کا آزاد ترجمہ کیا گیا ہو۔

متن کے نقاد کے لئے یہ مشکل ہوتی ہے کیونکہ اِس کے برخلاف ٹھوس معلومات موجود نہیں ہوتیں اِس لئے وہ تقریباً مجبور ہوتا ہے کہ جدید تراجم میں کسی بھی اہم اختلاف کے بارے میں یہ قرار دے کہ متن کی تنقید اُس کا محرک ہُوئی۔ اِس کی وجہ صرف یہ نہیں کہ اِس اختلاف کی تائید کے لئے کوئی نہ کوئی اختلافی قرأت یا متن پہلے ہی موجود ہوتا ہے بلکہ یہ بھی کہ ایسی کسی چیز عدم موجودگی میں بھی متن کی تنقید کے بارے میں قیاسات اور جدید ترجمے میں ضرورت کے مطابق تبدیلیوں میں فرق بہت دفعہ (متعدد لوگوں کے لئے) صرف مسئلے کو حل کرنے کا اپنا ہی سوچا ہُوا طریقہ ہوتا ہے۔

کبھی کبھی جدید تراجم کسی آیت میں مسوراتی متن کی پیروی کرتے ہیں لیکن جس طرح مسوراتی متن کا ترجمہ ہُوا ہے وہ متن کے لحاظ سے کسی قدیم ترجمے سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر پیدائش ۹:۹--۱۰ کا مستوراتی ترجمہ یوں ہے: (یاد رکھئے یہ مسوراتی متن کے انگریزی ترجمے کا ترجمہ ہے)۔

''مَیں اپنا عہد باندھتا ہُوں تمہارے اور تمہاری نسل کے ساتھ جو تمہارے بعد ہوگی اور ہر جاندار کے ساتھ جو تمہارے ساتھ ہے، پرندوں، پالتو جانوروں اور زمین کا ہر جانور جو تمہارے ساتھ ہے، جو اُن سب سے ہوں گے جو کشتی سے نکلے، زمین کے ہر جانور کے ساتھ۔''

بادی النظر میں آخری الفاظ ''زمین کے ہر جانور'' کا مفہوم یوں معلوم ہوتا ہے کہ کچھ جانور طوفان سے بچ گئے تھے۔ یعنی معلوم ہوتا ہے کہ خُدا جانوروں کے دو زمروں کی بات کر رہا ہے، اوّل وہ جو کشتی میں سے نکلے، دوم وہ جو زمین پر باقی رہ گئے تھے۔ ہفتادی ترجمہ میں ''زمین کے ہر جانور'' کے الفاظ شامل نہیں اور اِس موقع پر NRSV (نیو ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورژن) اور NAB (نیو امریکن بائبل) میں ہفتادی ترجمے کی پیروی کی گئی ہے جب کہ NIV (نیو انٹرنیشنل ورژن) میں مسوراتی متن کی پیروی کی گئی

ہے مگر اوقاف ورموز اِس طرح لگائے گئے ہیں کہ مفہوم یوں اخذ ہوتا ہے کہ "زمین کے ہر جانور" کے الفاظ پہلے آنے والے فقرے کے پہلو بہ پہلو (یعنی اُس کا بدل) ہیں۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ NIV (نیو انٹرنیشنل ورژن) نے مسوراتی متن کی پیروی کی ہے، لیکن معنی ہفتادی ترجمے کے مطابق ہیں۔

البتہ HOTTP (ہیبر واولڈ ٹیسٹامنٹ ٹیکسٹ پروجیکٹ / عبرانی پُرانے عہدنامہ کے متن کا منصوبہ) کی ابتدائی رپورٹ میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ عبرانی کے حروفِ ربط جن کا انگریزی میں ترجمہ "from" اور "unto" کیا گیا ہے اور اُوپر اُردو میں "سے" اور "کے ساتھ" کیا گیا ہے، دو الگ الگ زمروں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اوّل وہ جانور جو کشتی سے باہر نکلے، دوم وہ جو بعد ازاں زمین پر ہوں گے۔ مسوراتی متن میں خُدا عہد کے "دوام" کا اظہار کر رہا ہے اور اِس مقصد کے لئے وہ "زمین کے جانوروں" (اور دُوسروں) کا ذکر کرتا ہے جو کشتی سے نکلے ہیں اور پھر دہرا کر "زمین کے جانوروں" کا ذکر کرتا ہے (جو کشتی سے نکلنے والوں کی نسل ہوں گے)۔

واقعتاً اِس بات کو ترجمے میں واضح کیا جا سکتا تھا جیسے FRCL (La Bible en francais /courant عام فرانسیسی زُبان میں ترجمہ) اور ITCL (Parola del Singnoe: La Biblia) میں کیا گیا ہے۔ جس کا اُردو میں ترجمہ (انگریزی ترجمہ سے) کچھ یوں ہوگا "....وہ جو کشتی سے نکلے اور جو مستقبل میں زمین پر ہوں گے (لغوی معنی جئیں گے)۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِس قسم کے تبصرے مترجمین کے لئے سب سے زیادہ دلچسپی کا باعث ہوں۔

متنی تنقید کا ایک مشہور مسئلہ پیدائش ۴: ۵ میں پایا جاتا ہے۔ یہاں تقریباً سارے جدید تراجم ہفتادی ترجمے کی پیروی کرتے ہوئے یہ الفاظ بڑھا دیتے ہیں کہ "آؤ ہم کھیت میں چلیں"۔ یہ الفاظ مسوراتی متن میں اِن الفاظ کے بعد بڑھائے گئے ہیں کہ "قائن نے اپنے بھائی ہابل سے کہا..." یہ قابلِ اعتماد معلوم ہوتا ہے کیونکہ قائن نے ہابل سے جو کہا وہ مسوراتی متن میں موجود نہیں۔ البتہ تارگوم نے غیر موجود بات کو غیر موجود ہی رہنے دیا ہے اور علمِ الٰہیات کی ایک بحث کھڑی کر دی ہے۔ جس کے دوران بالآخر قائن خُدا کے خلاف کفر بکتا اور اپنے بھائی کو قتل کر دیتا ہے۔ اِس قسم کا ترقی پسندانہ نمونہ یعنی چھوٹی سی گفتگو (تقریر) کو لمبی گفتگو بنا دینا متن کے بعض نقادوں کو شبے میں ڈال دیتا ہے کہ یا تو چھوٹی گفتگو کسی لمبی گفتگو کا اختصار ہے یا لمبی گفتگو کسی چھوٹی گفتگو کی ترقی دادہ صورت ہے۔ مگر اِس اِدراک کے

ساتھ کہ عبرانی کا فعل "وَیومر" (Vayomer) ("کہا") غیر مشروط معنی دینے کا کام بھی کرتا ہے اور اِس کے معنی کسی "سے کہنا/ اسے کلام کرنا" ہیں۔ خود مسوراتی متن کا ترجمہ یوں کیا جا سکتا ہے "قائن نے اپنے بھائی ہابل سے کہا/ کلام کیا..." اِس طرح مسوراتی متن کے معنی کو واضح کرنے کے لئے اُس گفتگو کی ضرورت ہی نہیں رہتی جو ہفتادی ترجمہ یا تارگوم میں پائی جاتی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ متن کے نقاد مسوراتی متن کو اکثر اُس کی اپنی خاطر نہیں بلکہ اِس وجہ سے ترجیح دیتے ہیں کہ یہ اُس بہترین نسخوں کی روایت کو پیش کرتا ہے جب عبرانی نوشتوں کو مسلمہ مانا جانے لگا تھا۔ دُوسرے لفظوں میں متن کی تنقید کے قواعد وضوابط کی روشنی میں اکثر و بیشتر مسوراتی متن کو بہترین مانا جاتا ہے لیکن یہ قواعد وضوابط خاص اُس کے لئے وضع نہیں کئے گئے تھے اور دُوسرے متون کو بھی سنجیدگی سے اور بعض اوقات حیرت کی حد تک سنجیدگی سے لیا جاتا ہے۔ ۱-سموئیل ۷ ۸:۲ میں مسوراتی متن میں "قدیم زمانے سے" ہے مگر VP،HOTTP (عام ہسپانوی ترجمہ)، JB (یروشلیم بائبل) اور ہفتادی ترجمے میں اِس کے برعکس "Telaim" ہے۔ ۱-سموئیل ۱۳: ۱۵ میں HOTTP مسوراتی ترجمے کے مقابلے میں ہفتادی ترجمے کو "اوّل" درجہ دیتا ہے۔

بعض صورتوں میں ہفتادی ترجمہ نمایاں طور پر مشکل قرأت دیتا ہے۔ پیدایش ۱۱: ۳۱ اِس کی ایک مثال ہے۔ اِس موقع پر مسوراتی متن میں یوں ہے "وہ (تارح اور لوط) اُن کے ساتھ باہر گئے" اور سریانی میں ہے "وہ (تارح) اُن کے ساتھ باہر گیا"۔ ہفتادی ترجمہ اگرچہ کہتا ہے کہ تارح اُنہیں باہر "لایا" مگر پیدایش ۱۲: ۱-۴ اور ۱۵: ۷ میں تارح نہیں بلکہ خُدا ہے جو ابرہام کو اُور سے باہر جانے کا حکم دیتا ہے اور اُسے باہر لاتا ہے۔ امکان یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہفتادی ترجمے نے سب سے پُرانے متن کو محفوظ رکھا ہے مگر یہ کہنے سے بچنے کے لئے متن کو بدل دیا گیا کہ تارح تھا جو ابرہام کو اُور سے باہر لایا۔ پھر خروج کی روایت (بمقابلہ نحمیاہ باب ۹، دانی ایل باب ۹) جس نے اِس متن پر زبردست اثر ڈالا ہوگا، اِس میں بھی خُدا ہے جو لوگوں کو باہر نکالنے میں پہل کرتا ہے۔ ابرہام اور اِسرائیل کے لئے خُدا رہنما، سردار اور محافظ ہے، اِس لئے تارح کو اِس کردار (کام) سے خارج کر دینا چاہئے اور فی الواقع مسوراتی متن اور سریانی نسخے میں ایسا ہی ہے یعنی تارح خارج ہے۔

حاصلِ کلام

متن کی تنقید میں بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کیا ہم یقین رکھتے ہیں یا نہیں کہ کاتب متن کو سادہ بنانے اور واضح کرنے کا رجحان رکھتے ہیں یا نہیں۔ بہر صورت مترجمین کو چاہئے کہ متن کو ذرا دُور رکھیں اور پہلے اُسے اُس کی اپنی شرائط پر سمجھنے کی کوشش کریں (جو بے شک ہماری شرائط سے فرق تھیں) اور پھر فیصلہ کریں کہ ترجمے میں کیا کوشش کی جائے گی۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ جو کچھ ہم متن کی تنقید میں حاصل کرتے ہیں اُس کا بہت سا حصہ ترجمہ کرنے میں کھو دیتے ہیں۔ شاید یہ اتنی بُری بات نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ترجموں کے ساتھ بھی بسا اوقات یہی ہوتا رہا ہے۔ البتہ متن کی تنقید اور ترجمے کو باہم ملا دینا زیادہ بری بات ہے اور اس سے بھی بری بات یہ ہے کہ متن کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے ہم اچھے ترجمے کی اپنی تحقیق کو رہنما بنا لیں۔

ضمیمہ - بائبل مُقدّس کی زُبانیں

۱- عبرانی

اِسرائیلی قوم کی اصل یا مادری زُبان عبرانی تھی اور اکثر و بیشتر پُرانا عہد نامہ عبرانی میں لکھا گیا ہے۔

۲- ارامی

عبرانی میں شام کا نام ارام ہے اور شام کی زُبان کو ارامی زُبان کہتے ہیں۔ یہ زُبان بہت حد تک عبرانی کے مشابہ ہے لیکن پھر بھی اِس سے فرق ہے۔ سقوطِ یروشلیم سے پہلے کے سالوں میں عبرانی مشرقِ وسطیٰ کی اہم بین الاقوامی زُبان بن چکی تھی۔ یسعیاہ باب ۳۶ (خصوصاً آیت ۱۱-۱۳) میں حزقیاہ بادشاہ کے زمانے میں عبرانی اور ارامی کے درمیان ایک دلچسپ تعلق نظر آتا ہے۔ غیر ملکیوں سے بحث کرنے کی زُبان ارامی تھی جبکہ عام لوگ عبرانی بولتے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب بابلیوں نے یروشلیم کو فتح کر لیا اور یہوداہ کے بہت سے لوگوں کو اسیر کر کے بابل میں لے گئے تو اُس کے ساتھ ہی عبرانی زُبان کے ختم ہونے کا عمل شروع ہو گیا۔ اِس کے

بعد اِسرائیل کے ملک اور دُوسرے علاقوں میں بھی ارامی کی اہمیت بڑھتی گئی۔ یہ عمل برسوں تک جاری رہا اور یسوعؔ کا زمانہ آنے تک عبرانی عام بول چال کی زُبان نہ رہی تھی، البتہ دینی و مذہبی مقاصد کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ زُبان کی اِس تبدیلی کا ثبوت ماضی میں نحمیاہ ۸:۸ میں ملتا ہے جہاں شریعت کی کتاب (اسفارِ خمسہ) عبرانی میں پڑھی گئی اور موقع پر زُبانی ترجمہ ارامی میں کِیا گیا تا کہ لوگ سمجھ سکیں۔ پُرانے عہد کے حصے ارامی میں لکھے گئے یعنی عزرا ۴:۶-۷ اور دانی ایل ۲:۴-۷:۲۸۔ علاوہ ازیں کہیں کہیں اِکا دُکا آیات اَور بھی ہیں۔ پُرانے عہدنامہ کے مواد کے غیر منظور شدہ نسخوں کا بھی ارامی میں ترجمہ کِیا گیا۔ اِس کا مقصد اُن افراد کی مدد کرنا تھا جو یہودی عبادت خانوں میں وعظ ونصیحت کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ اِن تراجم کو "تارگوم" کہا جاتا ہے۔

۳- یونانی

سکندرِ اعظم زبردست فاتح تھا۔ اُس نے فارسؔ (ایرانؔ)، اِسرائیل اور ارامؔ (شامؔ) سمیت مصر سے ہندوستان (برصغیر پاک و ہند) تک کے سارے ممالک فتح کر لئے۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کا علاقہ اُس کے جرنیلوں کے درمیان تقسیم ہو گیا۔ اُن میں ایک بطلیموسی خاندان کا بانی تھا۔ وہ مصر پر حکمرانی کرتا تھا۔ ایک اَور جرنیل ارامؔ (شامؔ) کا فرمانروا تھا۔ وہ سلوکسی خاندان کا بانی ہُوا۔ کم سے کم اُس دَور سے یونانی دُنیا کے اِس خطے کی اہم زُبان بن گئی۔

دَور بین العہود (پرانے اور نئے عہدناموں کا درمیانی زمانہ) میں یہ دونوں شاہی خاندان۔ مصرؔ کے بطلیموسی اور ارامؔ کے سلوکسی۔ یہودی قوم کی تاریخ کے لئے بہت اہم بن گئے۔ یہ بادشاہ اِس خطے پر اقتدار حاصل کرنے کے لئے آپس میں ہمیشہ مصروفِ جنگ رہتے تھے۔ چنانچہ اِسرائیل کی سرزمین پر بہت سی لڑائیاں لڑی گئیں۔ اِسرائیل کبھی مصر کے اور کبھی ارامؔ کے زیرِ نگین رہتا تھا۔

بالآخر ارامؔ کے بادشاہ انطیاکسؔ اپی فینس نے یہودی مذہب کو نیست و نابود کر دینے کا فیصلہ کیا۔ اُس کے سپاہی ہیکل میں گھس گئے حالانکہ یہودی کِسی کو وہاں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اُن سپاہیوں نے یہاں تک کِیا کہ ہیکل کے مذبح پر سُؤر کی قربانی چڑھائی۔ انہوں نے یہودیوں کو سُؤر کا گوشت کھانے پر مجبور کِیا اَور کئی اور باتیں زبردستی کرائیں جو اُن کے مذہب کے خلاف تھیں۔ بالآخر صورت

حال ایسی بگڑ گئی کہ یہودیوں نے مکابی خاندان کی قیادت میں بغاوت کر دی۔ یہ بغاوت کامیاب رہی۔ یہودیوں نے غیر ملکی لشکر کو مار بھگایا اور آزادی اور خود مختاری حاصل کر لی۔

اُس زمانے میں یہودیوں کا سردار یا پیشوا سردار کاہن ہوتا تھا۔ وہ نہ صرف مذہبی رہنما بلکہ سیاسی رہنما بھی ہوتا تھا۔ یہودی تقریباً ایک سو سال تک خود مختار رہے۔ بعد ازاں رُومیوں نے انہیں زیر کر لیا اور یشوؔع کی پیدائش سے تقریباً ۶۰ برس پہلے اُن کے ملک کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

اِس سے بہت عرصہ پہلے سقوطِ یروشلیم کے وقت بہت سے یہودی نقل مکانی کر کے مصرؔ چلے گئے تھے۔ مندرجہ بالا واقعے کے بعد مصرؔ کی یہودی جماعت بہت اہم ہو گئی۔ دُوسرے علاقوں کے یہودیوں کی طرح وہ بھی عبرانی زُبان کا استعمال چھوڑ چکے تھے۔ اُن کی نئی زُبان یونانی تھی۔ یہ یہودی چاہتے تھے کہ ہم اپنے صحائف اُس زُبان میں پڑھ سکیں جو ہم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے پُرانے عہدنامے کا یونانی میں ترجمہ کرنے کا انتظام کیا۔ یوں وہ مشہور ترجمہ ہُوا جسے ہم ہفتادی ترجمہ کہتے ہیں۔

ہفتادی ترجمہ استعمال کرنے والی یہودی جماعت صرف وہی کتابیں استعمال نہیں کرتی تھی جن کا عبرانی سے ترجمہ ہُوا تھا۔ دیگر مذہبی کتابیں بھی تھیں جو یونانی میں لکھی گئی تھیں یا عبرانی میں تھیں مگر ہم تک یونانی میں پہنچیں، اِن میں سے بھی چند ایک ہفتادی ترجمے میں شامل کر لی گئیں۔ چنانچہ ہفتادی ترجمہ ابتدائی دنوں ہی سے یہودی نوشتوں سے فرق ہے۔

۴- یشوؔع کی زُبان:

یشوؔع کے زمانے میں فِلستینؔ (گلیلؔ، سامریہؔ اور یہودیہؔ) کی زُبان ارامی تھی۔ یشوؔع شاگردوں اور بھیڑ سے یقیناً ارامی میں باتیں کرتا تھا۔ عین ممکن ہے کہ یشوؔع یونانی بھی استعمال کرتا ہو مثلاً پیلاطسؔ سے بات کرتے ہوئے۔ اگرچہ اصل میں رُومیوں کی زُبان لاطینی تھی، مگر رومی سلطنت کی زُبان یونانی ہی تھی۔

گزشتہ پشتوں کے دوران وثوق سے کہتے تھے کہ مرقسؔ کی انجیل ارامی میں لکھی گئی اور بعد میں یونانی میں ترجمہ ہوئی۔ بعض علما کو یہ بھی یقین تھا کہ نئے عہدنامہ کے دُوسرے حصے بھی اصل میں ارامی یا عبرانی میں لکھے گئے تھے۔ آج کل اِن نظریات کی مقبولیت کم ہو گئی ہے۔ کچھ بھی ہو نئے عہد کا جو مواد آج ہمارے پاس ہے وہ سارا یونانی میں ہے۔ جس زمانے میں نیا عہدنامہ تصنیف ہو رہا تھا، مسیحی کلیسیا بہت

سے فرق فرق علاقوں اور ملکوں میں پھیل چکی تھی اور جس زُبان کی ضرورت تھی وہ یونانی تھی۔

یہ بات اِس لئے بھی بہت دلچسپی کی حامل ہے کہ اِس کا مطلب ہے کہ ہمارے پاس یسوع مسیح کے بالکل صحیح اِلفاظ کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں۔ ہمارے پاس اُس کے اِلفاظ صرف یونانی ترجمے میں موجود ہیں جو اناجیل کے مصنفین نے اِستعمال کئے (نئے عہدنامہ میں ارامی کے چند الفاظ بھی موجود ہیں مثلاً ''ابا'' یعنی باپ اور ''افتاح'' یعنی کُھل جا)۔ بالکل شروع ہی سے مسیحیت وہ مذہب رہا ہے جس نے اپنے پاک نوشتے ایمانداروں کو دینے کے لئے ترجمہ اِستعمال کیا ہے۔ جو مسیحی آج کل ترجمے کے کام میں مصروف ہیں وہ فقط اناجیل کے پہلے مصنفین کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔

یہ بات ایک اَور لحاظ سے بھی دُرست ہے۔ نئے عہدنامہ کے مصنفین کو پُرانے عہدنامہ سے اقتباس کرنا ہوتا تھا تو انہیں یونانی میں لکھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ بنیادی طور پر وہ یہ کام تین طریقوں سے کرتے تھے۔ (۱) وہ خود عبرانی سے یا عبرانی کے ارامی ترجمے سے ترجمہ کرتے تھے۔ (۲) وہ اپنی یاد داشت سے عبرانی یا ارامی یا عبرانی ماخذوں سے اقتباس کرتے تھے۔ (۳) وہ پُرانا یونانی ترجمہ یعنی ہفتادی ترجمہ اِستعمال کرتے تھے۔ نئے عہدنامہ میں موجود اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پُرانے عہدنامہ سے اقتباس کرنے کے لئے ۶۰ فیصد یا اِس سے زیادہ دفعہ ہفتادی ترجمے کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

جب مسیحی کلیسیا کے لئے یہ فیصلہ کرنے کا مرحلہ آیا کہ ہماری مکمل بائبل میں کونسی کتابیں شامل ہونی چاہئیں تو کچھ اختلافِ رائے بھی سامنے آیا، یہ اختلاف رائے خاص طور پر پُرانے عہدنامہ کے بارے میں تھا۔ بعض افراد کی رائے تھی کہ صرف عبرانی کی کتابیں شامل کرنی چاہئیں (یہودی صرف اِن ہی کو مستند مانتے تھے)۔ دُوسروں کی رائے تھی کہ ہمیں اُن زائد کتابوں اور کتابوں کے حصوں کو کھونہیں دینا چاہئے جو ہفتادی ترجمے میں شامل ہیں۔ مسیحیوں کے مختلف گروہوں کے درمیان یہ اختلافِ رائے ختم نہ ہوسکا اور آج تک موجود ہے۔ رومن کاتھولک کلیسیا عبرانی کتابوں کو پُرانے عہدنامہ کا پہلا حصہ مانتی ہے۔ مگر وہ یونانی کے مواد کو بھی پُرانے عہدنامہ کا پورا پورا حصہ (دُوسرا حصہ جسے وہ مستند بدرجہ دوم کہتے ہیں) مانتی ہے۔ اینگلیکن اور بعض دُوسری پروٹسٹنٹ کلیسیائیں بھی یونانی کی یہ کتابیں یا اُن میں سے چند کتابیں اِستعمال کرتی ہیں اور وہ اکثر و بیشتر پروٹسٹنٹ نسخوں میں شامل کی گئیں جب اُن کا پہلی دفعہ مقامی زُبان میں ترجمہ ہُوا۔ البتہ دُوسری پروٹسٹنٹ کلیسیائیں صرف عبرانی کتابوں کو بائبل کا حصہ مانتی

ہیں اور اب بہت سے پروٹسٹنٹ نسخوں میں یہ کتابیں شامل نہیں ہیں۔ آرتھوڈاکس (راسخ العقیدہ) کلیسائیں اِن سے بھی زیادہ کتابوں کو مسلمہ مانتی ہیں مگر مختلف آرتھوڈاکس ایماندار گروہوں میں اُن کی تعداد بھی مختلف ہے۔

یہ وجوہات ہیں کہ اب ہمارے پاس بائبل مقدس کے بہت سے ترجموں کی دو دو اشاعتیں ہیں۔ چھوٹی اشاعت میں صرف عبرانی کی کتابیں ہیں اور بیشتر پروٹسٹنٹ کلیسائیں اِسے ترجیح دیتی ہیں۔ بڑی اشاعت زیادہ تر کاتھولک کلیسیاؤں کے لئے ہے مگر بعض لوتھرن اور اینگلیکن کلیسائیں بھی اِسے استعمال کرتی ہیں۔ آرتھوڈاکس کلیسیاؤں نے جدید ترجموں پر حال ہی میں کام شروع کیا ہے۔ انہیں ایک اَور نسخے کی ضرورت ہے۔

باب نمبر ۷

نئے عہد نامہ کا متن

روجرایل اومنسن

متنی تنقید کا مقصد

نئے عہد نامہ کی متنی تنقید بائبل کے متون اور قدیم قلمی نسخوں کا مطالعہ اور تحقیق ہے۔ اس مطالعے کا اوّلین مقصد اصل تحریروں جنہیں ''اصل مسودات'' یا ''خودنوشت مسودات'' کہتے ہیں کے صحیح صحیح متن کا تعین کرنا ہے۔ یعنی وہ متن جو نئے عہد نامہ کی ہاتھ سے لکھی ہوئی نقول تیار کرنے والے کاتبوں کی تبدیلیاں اور غلطیاں کرنے سے پہلے تھا۔

خوب سمجھ لیں اور یاد رکھیں کہ مندرجہ ذیل پیرا نئے عہد نامہ کے الہامی ہونے پر بات نہیں کر رہا اور نہ اس سوال پر کہ اصل تحریروں میں غلطیاں تھیں یا نہیں۔ اصلی قلمی نسخے تو موجود ہی نہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ نقول کی نقول ہیں۔ نئے عہد نامہ کے کسی بھی حصے کا جو قلمی نسخہ موجود ہے وہ پاپائرس کا ایک ٹکڑا ہے جو یوحنا کی صرف چند آیات پر مشتمل ہے۔ اس ٹکڑے کو پی ۵۲ (P52) کہا جاتا ہے اور اس کی تاریخ تقریباً ۱۲۵ء ہے۔

ان مسائل پر بہت بحث ہوتی آئی ہے کہ اصل تحریروں کے متن کا تعین کرنا ممکن ہے یا نہیں، اور کیا متنی تنقید کا یہ اوّلین مقصد ہونا چاہئے یا نہیں۔ بیسویں صدی کے نصف اوّل میں دریافت ہونے والے پاپائرس نسخوں سے ہمارے ہاتھ وہ نسخے آئے ہیں جو گزشتہ صدی میں معلومہ یونانی نسخوں سے کم سے کم ایک صدی پُرانے ہیں۔ بعض علما کے مطابق جنہیں متن کے نقاد کہا جاتا ہے اصل متون کی بازیافت کے لئے یہ نسخے ضروری شہادت مہیا کرتے ہیں۔ دُوسرے علما کے مطابق یہ پاپائرس نسخے ہمیں ماضی میں متن کی صرف اُس ہیئت تک پہنچاتے ہیں جو تیسری صدی میں موجود تھی اور ضروری نہیں کہ یہ متن کی اصل ہیئتیں ہوں جو نسخوں میں غلطیاں اور تبدیلیاں ہونے سے پہلے تھیں۔

یونانی مواد اور کاتب

نئے عہد نامہ کی ہر ایک اصل تحریر پہلی صدی کے نصف اوّل یا دُوسری صدی کے اوائل میں کسی وقت یونانی زُبان میں ہاتھ سے لکھی گئی تھی۔ یہ تحریریں پاپائرس پر لکھی گئیں۔ پاپائرس ایک چیز تھی جو پاپائرس نامی پودے کے ڈنٹھل سے تیار کی جاتی تھی۔ ڈنٹھل کو پتلی پتلی پٹیوں میں کاٹ کر اور اُوپر نیچے آڑھی ترچھی رکھ کر خوب دبایا جاتا تھا۔ اس طرح پرت تیار ہو جاتے تھے جن پر لکھا جاتا تھا۔ تقریباً چوتھی صدی سے شروع کر کے یہ نقول رَق پر لکھی جانے لگیں۔ رَق جانوروں کی کھالوں سے بنایا جاتا تھا (اِسے چرمی کاغذ کہہ سکتے ہیں)۔ اِن تحریروں کی نقول تیار کرنا بہت مہنگا پڑتا تھا۔ اِس کی ایک وجہ تو لکھنے کے لوازمات کی قیمت تھی اور دُوسری وجہ یہ تھی کہ ایک کتاب کو ہاتھ سے نقل کرنے میں بہت وقت لگتا تھا۔ نئے عہد نامہ کے اوسط ضخامت کے رَق کے ایک نسخے کے لئے کم سے کم پچاس ساٹھ بھیڑوں یا بکریوں کی کھالیں درکار ہوتی تھیں۔

مسیحیوں کی پہلی جماعتیں جن کو اصل تحریریں موصول ہوئی تھیں اُنہوں نے غالباً نزدیکی شہروں اور قصبوں کی مسیحی جماعتوں کے لئے نقول تیار کیں۔ جب ایک ہی شہر کی مختلف مسیحی جماعتیں اُسی شہر کے مختلف گھروں میں فراہم ہوتی تھیں (دیکھئے رُومیوں ۱۶:۵) تو ہر کلیسیا کی خواہش ہوتی ہوگی کہ ہمارے پاس انجیل یا پولسؔ کے خط کا اپنا نسخہ ہو۔ جب اِن تحریروں کی پہلی نقول تیار کی گئیں تو نقل نویس جنہیں منشی کہا جاتا تھا وہ اِن تحریروں کو پاک نوشتے خیال نہیں کرتے تھے۔ وہ فقط پولسؔ یا پطرسؔ کے کسی خط کی یا اپنے جیسے کسی مسیحی کی لکھی ہوئی انجیل کی نقل کر رہے ہوتے تھے۔ اِس کا مطلب ہے کہ وہ سہواً غلطی کرنے کے علاوہ بعض اوقات ارادتاً تبدیلیاں بھی کر دیتے تھے۔ صرف رفتہ رفتہ ہی کہیں دُوسری صدی میں مسیحی اِن تحریروں کو پاک نوشتے سمجھنے لگے، یعنی کسی مفہوم میں عبرانی نوشتوں کے ہم پلہ جو کلیسیا کو یہودیت سے ملے تھے۔

یونانی نسخے: قدیم ترین نسخے پاپائرس پر لکھے گئے تھے لیکن تقریباً چوتھی صدی سے رَق استعمال ہونے لگے تاوقتیکہ بارھویں صدی میں اُن کی جگہ کاغذ نے لے لی۔ نویں صدی تک جو رسم الخط اِستعمال ہوتا رہا اُس میں ساری عبارت صرف قدیم بڑے حروف (کیپٹل Capital) میں لکھی جاتی تھی (اُردو میں

بڑے اور چھوٹے حروف کا کوئی امتیاز نہیں)۔ اِس رسم الخط میں لکھے گئے نسخوں کو بھی بڑے حروف والے نسخے (Uncial) کہا جاتا ہے۔ نویں صدی سے نئے عہدنامہ کی مشینی چھپائی تک وہ رسم الخط اِستعمال ہوتا رہا جس میں چھوٹے حروف (سمال Small) باہم جوڑ کر رواں خط میں طرزِ تحریر میں لکھے جاتے ہیں۔ اِس رسم الخط میں لکھے گئے نسخوں کو چھوٹے حروف والے نسخے (minuscules) کہتے ہیں۔ یونانی کے نسخے جو آج موجود ہیں اُن کی بڑی تعداد (تقریباً ۲،۸۰۰) چھوٹے حروف والے نسخوں کی ہے۔ زیادہ تعداد کا تعلق گیارہویں سے چودھویں صدی تک کے نسخوں سے ہے۔

بیسویں صدی کے اوائل تک یہی معلوم تھا کہ پاپائرس کے صرف نو نسخے موجود ہیں۔ آج ہمارے پاس پاپائرس کے چورانوے نسخے موجود ہیں اگرچہ اُن میں سے بہت سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں جو صرف چند آیتوں پر مشتمل ہیں۔ بڑے حروف والے نسخوں کی تعداد ۲۷۴ ہے، اگرچہ اُن میں دو تہائی سے بھی کچھ زیادہ نسخے ایسے ہیں جو متن کے صرف دو ورقوں پر مشتمل ہیں۔ متن کے نقادوں کی نظر میں بائبل کے یونانی کے یہ نسخے اور خاص طور پر بڑے حروف والے اور پاپائرس کے نسخے اُس متن کی بازیافت کے لئے سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں جو نئے عہدنامہ کے مُصنفین نے لکھا تھا۔

کچھ ماہرین ہیں جو دعویٰ سے کہتے ہیں کہ بائبل کے یونانی کے قلمی نسخے ہمیں متن کی صرف اُس ہئیت تک پہنچاتے ہیں جو ماضی میں تیسری صدی رائج تھی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ نئے عہدنامہ کے متن کی قدیم ترین ہئیت، جو اصل کے قریب ترین ہوگی، صرف اِس طریقے سے بازیافت کی جاسکتی ہے کہ آبائے کلیسیا (کچھ تفصیل آگے آئے گی) کی تصانیف کا اور نئے عہدنامہ کے قدیم قبطی، سریانی اور لاطینی تراجم کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے۔

دُوسری زُبانوں میں قلمی نسخے: ماضی میں دُوسری صدی عیسوی میں نئے عہدنامہ کے سریانی، لاطینی اور قبطی زُبان میں ترجمے ہوئے۔ اگلی چند صدیوں کے دَوران دُوسری زُبانوں میں بھی ترجمے ہوئے مثلاً گاتھی، آرمینی، قدیم ایتھوپیائی، اور گرجستانی۔ اِن میں سے سریانی، لاطینی اور قبطی تراجم نئے عہدنامہ کی یونانی تحریروں کی قدیم ترین ہئیت کی بازیافت کے لئے سب سے زیادہ کارآمد ہیں۔ اِن تراجم کو ''ورژن'' یا ''قدیم ورژن'' (ancient versions) کہا جاتا ہے۔

یونانی تلاوت نامہ کے نسخے

جس کتابچے میں سال بھر کے ہر روز اور خاص عیدوں پر تلاوت کے لئے اوراد درج ہوتے ہیں اُسے تلاوت نامہ (Lectionary) کہتے ہیں۔ مندرجہ بالا سطور میں ۳،۰۰۰ سے زائد جن قلمی نسخوں کا ذکر ہُوا ہے اُن کے علاوہ تقریباً ۲،۲۰۰ تلاوت ناموں کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ اِن نسخوں میں وہ عبارتیں اُس ترتیب میں موجود ہیں جو کلیسیائی سال کے دَوران تلاوت کے لئے مقرر کی گئی تھیں۔

قدیم آبائے کلیسیا کی تصانیف: دُوسری سے پانچویں صدی کے دَوران معروف و ممتاز کلیسیائی رہنماؤں نے اپنی یونانی یا لاطینی تصانیف میں اکثر نئے عہدنامہ سے آیات اقتباس کی ہیں۔ اِن کلیسیائی رہنماؤں کو آبائے کلیسیا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اِن کی تصانیف کو "آبا" (عربی میں "اب" بمعنی "باپ" سے مشتق) کی تصانیف کہتے ہیں۔ البتہ اکثر تعین کرنا مشکل ہوتا ہے کہ وہ کوئی آیت لفظ بلفظ نقل کر رہے ہیں یا اِس کا صرف بالواسطہ حوالہ دے رہے ہیں اور اگر نقل کر رہے ہیں تو کیا فقط یادداشت سے نقل کر رہے ہیں جس میں غلطی کا بہت احتمال ہوتا ہے یا کسی تحریری نقل سے نقل کر رہے ہیں جو اُن کے سامنے موجود ہے؟ علاوہ ازیں اُن آبا کی تصانیف کی نقل تیار کرتے ہوئے بعض اوقات منشی متون میں تبدیلی کر دیتے تھے یعنی الفاظ کو اُن فرق الفاظ سے بدل دیتے تھے جو منشی خود جانتا تھا۔ چنانچہ بعض اوقات یہ جاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ آبا نے اصل میں کیا لکھا تھا۔

خاص مشکل

کوئی ایک آیت نہیں ہے جس پر یہ سارے قلمی نسخے (یونانی نسخے، تلاوت ناموں کے نسخے، دیگر زبانوں کے نسخے اور آبائے کلیسیا کی تصانیف میں اقتباسات) متفق ہوں۔ بہت سے اختلافات اہم نہیں مثلاً کہیں کوئی ہجے غلط ہیں یا اصل کی جگہ مترادف لفظ لکھا گیا ہے۔ لیکن بعض اختلاف زیادہ اہم ہیں مثلاً الفاظ، جزو، جملہ یا پوری کی پوری آیت حذف کر دینا یا بڑھا دینا۔

متنی نقاد کس طرح فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مصنفین نے اصل میں کیا لکھا تھا؟ کیا متنی نقاد کسی ایک بہترین قلمی نسخہ کی پوری پوری پیروی کریں خواہ اِس بہترین نسخے میں بین غلطیاں ہوں؟ پھر یہ فیصلہ کیونکر ہو کہ کون سا نسخہ بہترین ہے؟ کیا متنی نقاد نسخوں کے کسی خاص گروہ کو دُوسرے گروہ پر ترجیح دے؟ بعض

بہتر نسخوں کو دُوسرے نسخوں پر ترجیح دینے کو" خارجی شہادت پر انحصار کرنا (آگے مزید ذکر آئے گا) کہتے ہیں۔ بعض "بہتر" نسخوں کے بجائے دُوسری باتوں کو بنیاد بنانا مثلاً نئے عہد نامہ کے مصنف کا اسلوبِ بیان، ذخیرۂ الفاظ اور علم الٰہیات وغیرہ" داخلی شہادت پر انحصار" (مزید ذکر آگے آئے گا) کرنا کہلاتا ہے۔ داخلی شہادت کا ایک عنصر یہ تعین کرنے کی کوشش کرنا بھی ہے کہ کاتبوں نے کس قسم کی غلطیاں کی ہوں گی۔ اِسے "نقل نگاری سے متعلقہ امکان" کہتے ہیں۔

اِن نسخوں کی نقلیں صدیوں سے تیار ہوتی آ رہی ہیں۔ اِس عرصے کے دَوران یہ غلطیاں اور تبدیلیاں کیسے در آئیں؟ اِس سوال کے جواب سے متنی نقادوں کو مدد ملتی ہے کہ وہ معیار اور اصول قائم کریں جن کے مطابق وہ ممکنہ حد تک اصلی متن تک پہنچ سکیں۔

دانستہ یا ارادی تصرفات (تبدیلیاں) : نئے عہد نامہ کی تحریروں کی نقلیں تیار کرتے ہوئے نقل نویس بعض اوقات متن میں تصرفات کر دیتے تھے۔ بعض تصرفات دانستہ یا ارادی ہوتے تھے تاکہ اسلوبِ بیان بہتر ہو جائے یا زُبان قواعد گرامر کے مطابق ہو جائے۔ دُوسرے دانستہ تصرفات اِس لئے کئے گئے کہ ایک انجیل کے متن کو دُوسری انجیل کے متن کے مطابق یا پولس کے ایک خط کے مندرجات کو اُسی کے کسی دُوسرے خط کے مندرجات کے مطابق بنا دیا جائے۔ مثال کے طور پر NRSV میں ا۔تھسلنیکیوں ۱:۱ کے مختصر متن "تمہیں فضل اور اطمینان حاصل ہوتا رہے") کا مقابلہ KJV میں مقابلتاً طویل متن "خُدا ہمارے باپ اور خُداوند یسُوع مسیح کی طرف سے تمہیں فضل اور اطمینان حاصل ہوتا رہے" سے کیجئے۔

علاوہ ازیں KJV اور RSV میں لُوقا ۱۱: ۲-۴ میں مرقوم دُعائے ربانی کا مقابلہ کیجئے۔ کلیسیا کی بہت ابتدائی تاریخ ہی میں چاروں اناجیل میں سے متی کی انجیل کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہو گئی تھی اور متی ۶: ۹-۱۳ میں مرقوم دُعائے ربانی کلیسیائی عبادتوں میں بہت زیادہ دفعہ استعمال ہوتی تھی۔ اگرچہ لوقا ۱۱: ۲-۴ میں مرقوم دُعائے ربانی کے الفاظ اصل میں اُسی دُعا کے متی میں مرقوم الفاظ سے فرق تھے، مگر کسی نامعلوم نقل نویس نے لوقا میں اِس کی صورت کو تبدیل کر دیا تاکہ وہ متی کے مطابق انجیل والی زیادہ معروف و مانوس صورت کے مطابق ہو جائے۔ لوقا کی انجیل میں مرقوم دُعا کی یہ تبدیل شدہ اور زیادہ طویل صورت ہی بائبل کے مقبول ترین متن یعنی "ٹیکسٹس ریسیپٹس" (Textus

(Receptus) جس کا مزید ذکر آگے آئے گا، میں شامل ہے۔ KJV ترجمے میں اِسی کی پیروی کی گئی اور بیسویں صدی تک ساری دُنیا میں تقریباً سارے تراجم میں اِسی کو اپنایا گیا۔ تقریباً سارے جدید تراجم (مثلاً دیکھئے TEV, NIV, NRSV, RSV) لُوقا میں مرقوم دُعائے ربانی کی مختصر صورت کی پیروی کرتے ہیں یعنی وہ صورت جو متی کی انجیل میں مرقوم دُعائے ربانی سے فرق ہے۔

کئی اور تصرفات بعض آیات میں علم الٰہیات کو "بہتر" بنانے کے لئے کئے گئے۔ مثال کے طور پر لُوقا ۲: ۴۱-۴۳ میں بتایا گیا ہے کہ جب یسُوع بارہ برس کا تھا تو عیدِ فسح کے بعد دُوسرے مسافروں کے ہمراہ گھر واپس جانے کی بجائے وہ یروشلیم میں رہ گیا۔ بہترین قلمی نسخے آیت ۴۳ میں کہتے ہیں کہ وہ رہ گیا اور "اُس کے والدین" کو خبر نہ تھی۔ چونکہ یوسف یسُوع کا جسمانی یا طبعی باپ نہیں تھا اِس لئے کسی منشی نے "اُس کے والدین" کی بجائے (تصرف کر کے) "یوسف اور اُس کی ماں" لکھ دیا۔ غالباً مقصد یسُوع کے کنواری سے پیدا ہونے کے عقیدہ کا تحفظ کرنا تھا۔ "ٹیکسٹس ریسیپٹس" (Textus Receptus) کی پیروی میں KJV میں "یوسف اور اُس کی ماں" ہے مگر اکثر و بیشتر موجودہ تراجم بہتر نسخوں کی پیروی کرتے اور "اُس کے والدین" کہتے ہیں (NJB, NAB, REB, NRSV)۔

غیر ارادی یا نادانستہ تصرفات (تبدیلیاں): کئی تصرفات غیر ارادی تھے، اِس کا سبب پڑھنے میں غلطی یا ناقص یادداشت ہے۔ غلطی اِس طرح ہوگئی کہ کبھی منشی کی نظر کسی ایک حرف، ایک لفظ یا کبھی پوری سطر سے اُچٹ گئی اور ایک لفظ یا کئی لفظ سہواً نقل ہونے سے رہ گئے۔ کبھی یہ ہُوا کہ متن کو غلط پڑھا اور غلط حرف یا غلط لفظ نقل کر دیا یا کبھی غلطی سے کوئی لفظ یا چند الفاظ مکرر نقل کر دیئے۔

کئی دفعہ کئی کئی منشی ایک ہی کمرے میں ایک ساتھ کام کرتے تھے۔ کوئی ایک شخص متن کو بلند آواز سے پڑھتا تھا اور باقی سب نقل تیار کرتے تھے۔ کبھی کبھار سننے میں غلطی ہوگئی اور غلط لفظ لکھ دیا گیا۔ مثلاً KJV میں ۱-یوحنا ۱: ۴ کا آخری حصہ کہتا ہے "تا کہ تمہاری خوشی پوری ہو جائے"۔ مگر تقریباً سارے جدید تراجم کہتے ہیں "تا کہ ہماری خوشی پوری ہو جائے"۔ یونانی میں صیغہ جمع کے اسمائے ضمیر "ہومون" (تمہاری) اور "ہیمون" (ہماری) دونوں چار چار حروف پر مشتمل ہیں اور صرف پہلا حرف فرق ہے۔ لیکن بولنے میں بعد میں دونوں ایک ہی طرح بولے (تلفظ کئے) جانے لگے۔ چونکہ متن میں "تمہاری" اور "ہماری" دونوں بہت موزوں معنی دیتے ہیں اِس لئے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بعض منشیوں نے ایک

اور بعض نے دُوسرا لفظ لکھ دیا۔ یونائٹیڈ بائبل سوسائٹی کے یونانی نئے عہدنامہ کی چوتھی اشاعت (۱۹۹۳ء -- آگے ذکر آئے گا) کے مدیروں نے متن میں لفظ "ہیمون" (ہماری) چھاپا ہے اور اِس قدر کے لحاظ سے "اے" (A) یعنی اوّل درجہ دیا ہے یعنی اُنہیں یقین ہے کہ ۱-یوحنا کے اصل متن میں "ہماری" ہی ہے۔

منشیوں سے غلطیاں ہو جانے کے کئی اسباب ہیں مثلاً ٹھنڈا موسم، کم روشنی، کمزور نظر اور تھکن اور ماندگی۔ بعض اوقات جس نسخے سے نقل کی جا رہی ہوتی وہ کٹا پھٹا ہوتا اور صفحے کے اُوپر یا نیچے سے سطریں غائب ہوتیں، یا صفحے کے کِسی حصے کو کیڑے کھا گئے ہوتے تھے۔ اگر صفحہ کہیں سے گیلا ہو گیا ہوتا تو سیاہی کے دھبے پڑے ہوتے تھے۔ ایسی صورتوں میں منشی کو قیاس آرائی کر کے اندازہ لگانا پڑتا تھا کہ اصل میں کیا لکھا ہُوا تھا۔

منشیوں سے ارادی اور غیر ارادی دونوں قسم کے تصرفات ہونے کے باعث نسخوں میں اختلافات بڑھتے گئے اور ایسے نسخوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ بعض اوقات منشیوں کو کئی کئی نسخے دستیاب ہوتے تھے اور وہ اُن کا موازنہ کرنے سے ایسے اختلافات سے واقف ہو جاتے تھے۔ بعض منشی کسی نسخے کو کسی دُوسرے نسخے پر ترجیح دیتے تھے۔ دوسرے منشی دو یا زیادہ قرأتوں کو ساتھ ملا کر دونوں قرأتیں قائم رکھتے تھے۔

بعض نسخے کسی ایک دُوسرے نسخے سے براہِ راست نقل کئے گئے۔ دُوسرے کئی نسخے دو یا دو سے زیادہ مختلف نسخوں سے نقل کئے گئے اور منشیوں نے اِن مختلف نسخوں کی قرأتوں کا موازنہ کر کے ایسا کیا۔ پھر اَور نسخے تھے جو دُوسرے نسخوں کی روشنی میں "تصحیح" کر کے لکھے گئے۔ متعدد نقلیں تیار ہُوئیں تو متن کے خاندان یا انواع (آگے ذکر آئے گا) پیدا ہونے لگیں۔

لُوقا ۲۴: ۵۳ : یہ آیت اِس حقیقت کی بہت عمدہ مثال ہے کہ جب منشی دیکھتے کہ ایک نسخے میں ایک لفظ اور دُوسرے میں فرق لفظ ہے تو وہ دونوں قرأتیں لکھ دیتے تھے۔ KJV کہتا ہے کہ "وہ ہر وقت ہیکل میں حاضر ہو کر خُدا کی حمد اور ستائش (مبارک کہتے) کیا کرتے تھے"۔ NIV کہتا ہے کہ "وہ ہر وقت ہیکل میں رہ کر خُدا کی حمد کرتے تھے"۔ قدیم ترین اور بہترین نسخے صرف "خُدا کی حمد کرتے تھے" کہتے ہیں۔ بڑے حروف کا ایک نسخہ اور لاطینی کے متعدد نسخے کہتے ہیں "خُدا کی ستائش کرتے تھے"۔

دُوسری قرأت یعنی ''ستائش کرتے تھے'' شاید اِس لئے نمودار ہُوئی کہ کسی منشی نے ''حمد کرتے تھے'' کے بجائے غلطی سے ''ستائش کرتے تھے'' لکھ دیا۔ بعد کے دنوں میں کسی منشی نے جو دونوں قرأتوں سے واقف تھا اُس نسخے میں دونوں کو شامل کر لیا جو وہ نقل کر رہا تھا۔ اور یہ نئی قرأت متن کے بازنطینی نسخوں (آگے ذکر آئے گا) میں منتقل ہو گئی۔

متنی نقاد کسی آیت کے ایک ہی مقام پر پائی جانے والی دو مختلف قرأتوں کے لئے ''اختلافی قرأتیں'' کی تکنیکی اصطلاح اِستعمال کرتے ہیں۔ مذکورہ مثال میں ''حمد کرتے''، ''ستائش کرتے'' اور ''حمد و ستائش کرتے'' میں سے ہر ایک اختلافی قرأت ہے۔ نئے عہدنامہ کی تحریروں کے موجودہ نسخوں میں پائی جانے والی ساری اختلافی قرأتوں کا پورا شمار کیا گیا لیکن ایک مشہور متنی نقاد کے اندازہ کے مطابق یہ تعداد ۳۰۰،۰۰۰ (تین لاکھ) تک ہے۔

اصل قرأتوں کا تعین کرنے کے اصول

متن کی انواع: سینکڑوں نسخوں اور منشیوں کی ہزاروں غلطیوں کا بہ نظرِ غائر جائزہ لینے کے بعد متنی نقادوں نے معیار اور اصول وضع کئے ہیں جن کے مطابق وہ معتبر اور غیر معتبر نسخوں اور نسخوں کے گروہوں کو الگ الگ کرتے ہیں مگر ساتھ ہی تسلیم کرتے ہیں کہ سب میں غلطیاں موجود ہیں (یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ متنی نقاد اصل نسخوں کا نہیں بلکہ نقول کی نقول کا مطالعہ کر رہے ہیں)۔ اکثر و بیشتر نسخوں کو ڈھیلے ڈھالے انداز میں متن خاندانوں یا انواع میں اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ جہاں نسخوں میں دو یا اِس سے زیادہ اختلافی قرأتیں ہوں اور اُن میں یہ موافقت ہو کہ اُن کی عبارتوں میں اُس مقام پر ایک ہی اختلافی قرأت ہو تو اُسے اختلافی اکائی کہتے اور اِن نسخوں کو متن کی ایک ہی نوع قرار دیا جاتا ہے۔

سکندریہ کی متنی نوع: یہ نوع چوتھی اور پانچویں صدی کے اکثر پاپائرس نسخوں اور بڑے حروف والے کئی نسخوں میں موجود ہے۔ اور آج بہت سے علما اِسے وہ نوع سمجھتے ہیں جو اصل تحریروں کے متن کے قریب ترین ہے۔ جن نسخوں میں یہ نوع ہے وہ بہترین نسخے مانے جاتے ہیں حالانکہ یہ نسخے بھی ہر ایک آیت میں ایک دوسرے سے مماثل نہیں اور اِن سب میں غلطیاں بھی ہیں۔

مغربی متنی نوع پر مشتمل نسخوں میں کبھی کبھی درست قرأت محفوظ ہوتی ہے۔ جبکہ دُوسری انواع کے

نسخوں میں ایسا نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ متن کی یہ ہیئت نسخوں میں آزادانہ تصرفات کرنے کے نتیجے میں پیدا ہوئی کیونکہ منشیوں نے متعدد تصرفات کئے۔ قدیم آبائے کلیسیا کی تحریروں میں اقتباسات میں متن کی مغربی نوع منعکس ہوتی ہے۔ اِسی طرح قدیم لاطینی کے نسخے اور ولگاتا میں بھی متن کی یہی نوع نظر آتی ہے۔

بازنطینی متنی نوع: یہ نوع چھوٹے حروف کے تقریباً اسی فیصد نسخوں میں اور تلاوت ناموں کے تقریباً سارے نسخوں میں پائی جاتی ہیں۔ نسخوں کے اِس گروہ کو سب سے کم قدر مانا جاتا ہے۔ البتہ چند علما اِس دعوےٰ سے متفق نہیں جیسا کہ اگلی سطور میں نظر آئے گا۔ اِسی باب میں پہلے جن اختلافی قرأتوں کا ذکر ہوا ہے اُن پر نظر ڈالتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ بازنطینی متن کے نسخوں میں یہ قرأتیں پائی جاتی ہیں۔

۱-تھسلنیکیوں ۱:۱ میں "خُدا ہمارے باپ اور خُداوند یسُوع مسیح کی طرف سے تمہیں فضل اور اطمینان حاصل ہوتا رہے"

لُوقا ۱۱: ۲-۴ میں دُعائے ربانی کی طویل صورت۔

لُوقا ۲: ۴۳ میں "یوسف اور اُس کی ماں"

۱-یوحنا ۱: ۴ میں "تمہاری خوشی"

لُوقا ۲۴: ۵۳ میں "حمد وستائش کرتے تھے"

مختلف قرأتوں میں سے چننے کے رہنما اصول: اِن رہنما اصولوں کو "قواعد" بھی کہتے ہیں۔ یہ قواعد متنی نقادوں نے بہترین قرأت کا تعین کرنے کی خاطر وضع کئے ہیں۔ اِن کے دو زُمرے ہیں۔ خارجی شہادت اور داخلی شہادت۔

۱-خارجی شہادت: (الف) زیادہ امکان یہ ہے کہ قدیم نسخوں نے اصل قرأت کو محفوظ رکھا ہے۔ (ب) جو اختلافی قرأت وسیع جغرافیائی علاقوں میں معروف ہے اُس کے اصل ہونے کا زیادہ امکان ہے بہ نسبت اُس قرأت کے جو صرف ایک جغرافیائی علاقے میں معروف ہو۔ (ج) جس قرأت کی بہت سے موجودہ نسخے تائید کرتے ہوں ضروری نہیں کہ بہترین قرأت ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ سارے نسخوں کا مشترکہ ماخذ ایک ہی ہو۔ اِس لئے لازم ہے کہ نسخوں کو "تولا" جائے یعنی خوب جانچ پرکھ کی جائے اور گِنا نہ جائے کہ کتنے نسخے کسی اختلافی قرأت کی تائید کرتے ہیں۔

۲- خارجی شہادت: (الف) مختصر قرأت کا اصلی ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔ اکثر منشی الفاظ چھوڑتے نہیں بلکہ بڑھا دیتے تھے۔ البتہ حالیہ تحقیق اس دیرینہ قاعدے کو چیلنج کرتی ہے۔ (ب) اُس قرأت کی پیروی کرنی چاہیے جو سمجھنے میں زیادہ مشکل ہو اس لئے کہ منشی مشکل متن کو سلیس کرتے تھے نہ کہ سلیس کو مشکل۔ (ج) جو قرأت مصنف کے اسلوب بیان اور ذخیرۂ الفاظ کے بہت مطابق ہو اُس کے اصل ہونے کا زیادہ امکان ہے (د) اسی طرح جو قرأت سیاق وسباق سے زیادہ مطابقت رکھتی ہوئے سے ترجیح دینی چاہیے۔

بہت سے دیگر رہنما اصولوں کا بھی ذکر کیا جا سکتا ہے اور مذکورہ بالا اصولوں کی شرائط اور لوازم بھی گنوائے جا سکتے ہیں۔ یہ اُصول وقواعد متنی نقادوں کی یہ تعین کرنے میں رہنمائی کرتے ہیں کہ کسی مصنف نے اصل میں کیا لکھا تھا۔ بے شک درجہ بندی کا یہ طریقہ کار سائنس اور آرٹ کا امتزاج ہے۔ بعض علما اپنے فیصلوں کی زیادہ بنیاد خارجی شہادت پر رکھتے ہیں اور بعض داخلی شہادت پر۔ البتہ آج کل متنی نقادوں کی اکثریت تسلیم کرتی ہے کہ داخلی اور خارجی شہادت میں توازن رکھنے کی ضرورت ہے۔

یونانی نئے عہد نامہ کے متن کی تاریخ

چھاپے کی ایجاد سے پہلے: پہلی تین عیسوی صدیوں کے دوران منشیوں نے یونانی نئے عہد نامہ میں متعدد تصرفات کئے کیونکہ تا حال بالکل صحیح صحیح نقول تیار کرنے کے سخت ضوابط لاگو نہیں تھے۔ چونکہ ابتدائی صدیوں میں منشی نقول سے نقول تیار کرتے تھے اِس لئے بعض نسخوں میں ایک سی غلطیاں اور تصرفات یعنی اختلافی قرأتیں موجود ہوتی تھیں یعنی وہ جو دُوسرے نسخوں میں ہوتی تھیں۔ مثال کے طور پر بعض نسخوں میں متی ۶: ۱۳ میں یہ الفاظ تھے کہ "کیونکہ بادشاہی اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔ آمین" اور دوسرے نسخوں میں یہ الفاظ نہیں تھے۔ اِس طرح بعض نسخوں میں وہی اختلافی قرأتیں تھیں جو دوسرے نسخوں میں تھیں۔ یہ مشابہات بعض نسخوں میں ہیں اور بعض میں نہیں ہیں، اِن کی بنیاد پر متنی نقاد اِنہیں مختلف متنی انواع میں تقسیم کرتے ہیں۔ متن میں ملاوٹ اِس طرح بھی ہوئی کہ منشی فرق قرأتوں والے یعنی فرق متنی نوع والے نسخوں کو اِستعمال کرتے ہوئے نسخوں میں "تصحیح" کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ مسیحی اِن تحریروں کو مُقدّس نوشتے ماننے لگے تو نقلیں تیار کرتے ہوئے تصرفات یا تبدیلیاں کرنے کی آزادی بھی کم ہوتی گئی۔

۲۰۰ء کے لگ بھگ رومی سلطنت کے مغربی حصے میں لاطینی نسخے، مصر میں قبطی نسخے اور ارام (شام) میں سریانی نسخے استعمال ہو رہے تھے۔ رُومی سلطنت کے مشرقی حصے میں یونانی اِستعمال ہوتی رہی۔ فی الحقیقت آج ہمارے پاس لاطینی ولگا تا کے ۸۰۰۰ سے زائد نسخے موجود ہیں اور یہ سارے معلومہ یونانی نسخوں سے زیادہ ہیں۔ ساتویں صدی کے اواخر تک یونانی میں نیا عہدنامہ کلیسیا کے ایک چھوٹے سے حصے میں پڑھا جاتا تھا اور یہ تھی یونانی آرتھوڈکس کلیسیا۔ اِن کا اہم اور نمایاں (کلیسیا کے بطریق [سربراہ پادری] کے ماتحت) حلقہ قسطنطنیہ میں تھا۔ وہاں جو یونانی متن اِستعمال ہوتا تھا وہ بازنطینی متنی نوع (اُوپر ذِکر آ چکا ہے) تھی۔ دُنیا کے وہ علاقے جہاں نیا عہدنامہ کبھی یونانی میں پڑھا جاتا تھا اب وہ مقامی زُبانوں میں ترجمہ شدہ نیا عہدنامہ پڑھتے تھے۔ مثال کے طور پر پہلے مصر میں متن کی سکندریہ کی نوع پڑھی جاتی تھی۔ اب اُس کی جگہ قبطی کی مختلف بولیوں کے تراجم نے لے لی ہے۔ چھاپا ایجاد ہونے تک نئے عہدنامہ میں یونانی میں ایک ہی ہیئت اِستعمال ہو رہی تھی اور وہ تھی بازنطینی متن۔

اِس آخری نکتے کی اہمیت سمجھنے کی ضرورت ہے۔ بعض علما آج بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ چونکہ بازنطینی متنی نوع کے نسخے تعداد میں سکندریہ کی متنی نوع کے نسخوں سے بہت زیادہ ہیں اِس لئے بازنطینی متنی نوع اصل تحریروں کے قریب تر ہے۔ دلیل یہ ہے کہ خُدا اُس متن میں قراٗتوں کو محفوظ نہیں رہنے دے سکتا جس میں یونانی نسخوں کی تعداد کسی اور متنی نوع کے نسخوں سے اتنی کم ہو۔ یہ دلیل اُن تاریخی تبدیلیوں کو نظر انداز کر دیتی ہے جن کے باعث رُومی سلطنت کے بیشتر حصوں میں مقامی زُبانوں نے یونانی کی جگہ لے لی۔ مزید برآں اِس میں دُنیا کے ساتھ خُدا کے تعلق رکھنے کے لحاظ سے بھی بچگانہ سا نظریہ منعکس ہوتا ہے۔

مطبوعہ یونانی نیا عہدنامہ: یونانی کا پہلا مطبوعہ نیا عہدنامہ ولندیزی انسان دوست اراسمس نے مرتب و مدون کیا تھا اور اِسے ۱۵۱۶ء میں سوٹزرلینڈ کے طابع فروبن نے بیزل شہر میں چھاپا تھا۔ اراسمس نے چھ قلمی نسخے اِستعمال کئے جو اُسے دستیاب تھے۔ اُن میں سے زیادہ تر بارھویں اور تیرھویں صدی کے تھے اور کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ سوائے ایک کے سب بازنطینی متن پر مشتمل تھے۔ اگلے سو سال تک بازنطینی نوع والے نسخوں پر مبنی اِس مطبوعہ متن کے کئی ایڈیشن شائع ہُوئے جن میں نہایت معمولی تصرفات تھے اور یہ "مسلمہ متن" (Textus Receptus) کے نام سے مشہور ہُوا۔ انگریزی میں اس کا مخفف TR

۲۔

اگلے دوسو سالوں کے دوران "مسلمہ متن" (TR) کے تعلق سے دو بڑے سلسلہ وار ارتقائی کام ہوئے۔ اوّل، سترھویں اور اٹھارھویں صدی وہ زمانہ تھا جب انگلستان اور جرمنی میں علما نے معلومہ قلمی نسخوں اور متون اور "مسلمہ متن" (TR) کے متن کا موازنہ کرنا اور اختلافی قرأتیں یعنی وہ قرأتیں جو "مسلمہ متن" (TR) سے فرق تھیں جمع کرنا شروع کیں۔ "مسلمہ متن" (TR) کے کئی ایڈیشن طبع ہوئے جن کے حاشیہ میں اختلافی قرأتیں شامل تھیں۔ علما کا یہ یقین بڑھتا گیا "مسلمہ متن" (TR) وہ باتیں صحیح صحیح موجود نہیں جو نئے عہدنامہ کے مصنفین نے اصل میں لکھی تھیں۔

دوم، اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں علما نے تنقید کے وہ قواعد وضوابط (اُوپر ذکر آ چکا ہے) وضع کیے جن کے باعث بالآخر انیسویں صدی کے اواخر میں "مسلمہ متن" (TR) ردّ یا معزول کر دیا گیا۔

آگے بڑھنے سے پہلے واضح کرنا ضروری ہے کہ جب کہا جاتا ہے کہ "مسلمہ متن (TR)" "ردّ" یا "معزول" کر دیا گیا تو مطلب کیا ہوتا ہے۔ اگرچہ "مسلمہ متن" (TR) اور نئے عہدنامہ کے جدید تنقیدی ایڈیشنوں (آگے ذکر آئے گا) میں کئی ہزار اختلافات ہیں مگر اِن میں سے اکثر وبیشتر اختلافات اہم نہیں ہیں۔ بہت زیادہ آیات میں "مسلمہ متن" (TR) یونانی نئے عہدنامہ کے جدید ایڈیشنوں سے مطابقت رکھتا ہے۔ جہاں تک نئے عہدنامہ کے پیغام کا تعلق ہے ہجوں میں اختلاف، فعل کے زمانوں میں اختلاف اور ایک معنی کے حامل مختلف الفاظ کا اِستعمال اور بیشتر دیگر اختلافات زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ اِن متنی اختلافات سے مسیحی ایمان کے کسی بڑے عقیدے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

"مسلمہ متن" (TR) کو معزول کرنے میں برطانوی اور یورپی علما نے اہم کردار ادا کیا۔ اِن میں کیکمن، ٹیچن ڈورف، مِل، نیسلے، ویٹسٹین، سیمکر، گریسباخ قابلِ ذکر ہیں۔ لیکن جو افراد براہِ راست ذمے دار تھے وہ برطانیہ کے دو عالم ایف۔ جے۔ اے۔ ہورٹ اور بی۔ ایف۔ ویسٹکاٹ تھے جنہوں نے ۱۸۸۱ء میں "اصل یونانی میں نیا عہدنامہ" (The New Testament in the Original Greek) شائع کیا۔ اُنہوں نے اپنے متن کے لئے زیادہ تر سکندریہ کی متنی نوع کو بنیاد بنایا اور بازنطینی متن کو ردّ کر دیا کہ یہ اِس متن کی بازیافت کے لئے کوئی قدر نہیں رکھتا۔

بیسویں صدی میں رومن کاتھولک (ووگلز، بوور اور میرک) اور پروٹسٹنٹ علما دونوں ہی نے یونانی

نئے عہدنامے مرتب ومدوّن کئے۔ بیسویں صدی کے نصف اوّل میں جو سات ایڈیشن سب سے زیادہ استعمال ہوتے رہے اُنہیں مندرجہ ذیل علما نے مرتب کیا تھا۔

(۱) ٹشین ڈورف ۱۸۴۱ء؛ آٹھواں ایڈیشن ۱۸۶۹ء - ۱۸۷۲ء، (۲) ویسٹکاٹ اور ہورٹ، ۱۸۸۱ء، (۳) وون سوڈن ۱۹۰۲ء - ۱۹۱۳ء، (۴) ووگلز ۱۹۲۰ء؛ چوتھا ایڈیشن ۱۹۵۵ء، (۵) بوور ۱۹۴۳ء، چھٹا ایڈیشن ۱۹۸۱ء، (۶) نیسلے اور ایلنڈ ۱۸۹۸ء؛ ستائیسواں ایڈیشن ۱۹۳۳ء، (۷) میرک ۱۹۳۳ء؛ گیارہواں ایڈیشن ۱۹۹۲ء۔

اِن سات ایڈیشنوں کے موازنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ "وون سوڈن، ووگلز، میرک اور بوور کے ایڈیشن زیادہ تر بازنطینی متن سے مطابقت رکھتے ہیں جبکہ ٹشین ڈورف، ویسٹکاٹ اور ہورٹ، اور نیسلے اور ایلنڈ کے ایڈیشن اُن نسخوں کے زیادہ قریب ہیں جن سے سکندریہ کے متن کی تشکیل ہوئی ہے۔ تاہم اِن اختلافات کے باوجود نئے عہدنامے کے تقریباً دو تہائی متن میں یونانی نئے عہدنامے کے یہ سات ایڈیشن پوری پوری مطابقت رکھتے ہیں... اور سوائے املا یا ہجوں کے اَور کوئی فرق نہیں ہیں۔

موجودہ صورتِ حال: معدودے چند علما یہ دلیل دیئے جا رہے ہیں کہ بازنطینی متن اصل تحریروں کے قریب ترین ہے۔ زیڈ۔ سی۔ ہوجز اور اے۔ ایل۔ فارسٹاڈ نے ویسکاٹ اور ہورٹ کے طریقے کار اور نتائج کو رد کر دیا۔ اُنہوں نے "یونانی نیا عہدنامہ بمطابق اکثریتی متن (۱۹۸۲ء)" (The Greek New Testament According to the Majority Text (1982)) مرتب ومدون کیا۔ یہ متن بازنطینی متن کی روایت پر مبنی ہے۔ اِس روایت کے اکثر نسخے رواں طرزِ تحریر (حروف کو جوڑ کر لکھنا) میں ہیں اور گیارہویں سے پندرھویں صدیوں کے دوران نقل کئے گئے تھے اور اُن نسخوں سے مطابقت رکھتے ہیں جنہیں ایلنڈ نے اپنی تصنیف "نئے عہدنامہ کا متن (نظرثانی شدہ ایڈیشن ص ۱۵۹ تا ص ۱۶۲) The Text of the New Testament میں "زمرہ ۵" (Catagory V) قرار دیا ہے۔ یہ متن یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے "یونانی عہدنامہ" سے تین سے چار اختلافات فی صفحہ کے حساب سے فرق ہے جبکہ مکاشفہ کی کتاب میں اختلافات کی تعداد زیادہ ہے۔ ہوجز اور فارسٹاڈ کے یونانی نئے عہدنامے کے ایڈیشن میں دو اہم آلاتِ کار (apparatuses ذکر آگے آئے گا) ہیں۔ پہلا اُن اختلافات کو ظاہر کرتا ہے جو خود بازنطینی نسخوں میں ہیں اور دوسرا اُن اختلافات کو جو ہوجز اور

فارسٹاڈ کے مطبوعہ اکثریتی متن اور نیسلے اور ایلنڈ ۲۶ (Nestle Aland 26) کے مطبوعہ اور یو بی ایس ۳ (UBS3) میں پائے جاتے ہیں۔

نئے عہدنامے کے اکثر و بیشتر علما اُن مفروضات اور اصولوں سے اتفاق نہیں کرتے جو ہوجز اور فارسٹاڈ نے استعمال کئے ہیں۔ چنانچہ ایلنڈ یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ "غالباً یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ جو بھی آج یونانی نئے عہدنامہ پر کام کر رہا ہے وہ یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے "یونانی نئے عہدنامہ کا تیسرا ایڈیشن (GNT3 چوتھا ایڈیشن ۱۹۹۳ء شائع ہُوا تھا) یا نیسلے اور ایلنڈ کے Novum Testamentum Grace کا چھبیسواں ایڈیشن (N-A26,1979) اِستعمال کر رہا ہے۔

ویسٹرن (Western) کے متن کی قدر و اہمیت ابھی تک زیر بحث ہے۔ متن کے فرانسیسی نقاد متن کی اِس ہیئت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں جب کہ جرمن اور انگریزی بولنے والے علاقوں کے نقاد اِسے کم اہم سمجھتے ہیں۔ ویسٹرن (Western) متن کو جو زیادہ توجہ دی گئی ہے وہ متن کے بارے میں اُن فیصلوں سے منعکس ہوتی ہے جو Bible de Jerusalem اور انگریزی کی نیو یروشلیم بائبل کے سلسلے میں کئے گئے تھے۔

(۱) GNT4 and N-A 27 یونانی کے یہ دو نئے عہدنامے علما کی ایک بین الاقوامی ٹیم نے مرتب و مدون کئے ہیں۔ دونوں کا متن بالکل ایک ہے، فرق ہے تو کہیں اعراب و اوقاف، ہجوں اور پیرابندی میں ہے۔ یونائیٹڈ بائبل سوسائیٹز کے یونانی نئے عہدنامہ کا چوتھا ایڈیشن ۱۹۹۳ء میں شائع ہُوا تھا۔ یہ دُنیا بھر میں بائبل مقدس کے مترجمین کے لئے ہے۔ جبکہ N-A27 نئے عہدنامہ کے طلبا اساتذہ اور مفسرین کے لئے ہے۔ دونوں میں ہر صفحے کے نچلے حصے میں جامع تنقیدی آلہء کار apparatus دیا گیا ہے اور مستقل حروف اور اعداد سے ظاہر کیا گیا ہے کہ کن نسخوں میں اختلافی قراَتیں ہیں۔ N-A-27 میں مقابلتاً بہت زیادہ اختلافی قراَتیں ہیں جبکہ UBS-GNT4 میں یونانی نسخوں کی صرف وہی اختلافی قراَتیں چھاپی گئی ہیں جو مترجمین کے لئے اہم ہیں۔

مثال کے طور پر نیسلے اور ایلنڈ ۲۷ (Nestle - Alnad 27) کہتا ہے کہ افسیوں ۱:۱ میں "این افیسو" ("افسس میں") کے الفاظ مندرجہ ذیل نسخوں میں موجود نہیں ہیں: پاپائرس نسخہ P46 (تیسری صدی کے اوائل)، نسخہ (Sinaiticus، چوتھی صدی)، (Vaticanus، چوتھی صدی)،

چھوٹے حروف والے نسخے ۶ (تیرھویں صدی) اور ۱۷۳۹ (دسویں صدی)۔ نیسلے اور ایلنڈ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ یونانی، لاطینی، سریانی اور قبطی کے دُوسروں نسخوں میں متن میں "افسس میں" کے الفاظ موجود ہیں۔ چونکہ یہ اختلافی قرأت مترجمین کے لئے اہم ہے اس لئے یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے یونانی نئے عہدنامے میں تنقیدی آلہء کار میں یہ اختلافی قرأت بھی شامل کی گئی ہے۔ نیسلے اور ایلنڈ کے متن اور یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے متن دونوں میں "افسس میں" کے الفاظ قوسین میں رکھے گئے ہیں جس سے ظاہر کرنا مقصود ہے کہ مدیروں کو ان الفاظ کے اصل ہونے پر بہت شبہ ہے۔

(۲) جدید تراجم: انگریزی زبان میں جدید تراجم پڑھنے والوں کو صفحات کے نچلے حصے میں اس قسم کے وضاحتی نوٹ ملیں گے۔

دیگر قدیم مستند نسخوں میں یہ نہیں ہے۔

دیگر قدیم مستند نسخوں میں یہ اضافہ کیا گیا ہے۔

بعض قدیم نسخوں میں...

بعض نسخوں میں....

بعض شہادتیں...

یہ وضاحتی نوٹ ظاہر کرتے ہیں کہ جہاں نسخوں میں اختلافات ہیں وہاں انہوں نے نسخوں کے ایک گروہ کی نسبت دوسرے گروہ کی پیروی کی ہے۔ KJV میں متی ۲۷:۱۷ (برابا کو یا یسوع کو جو مسیح کہلاتا ہے) کا موازنہ NRSV سے کریں (یسوع برابا کو جو یسوع کو جو مسایاح۔ مسیح موعود کہلاتا ہے)۔ غالباً کسی منشی نے سوچا ہوگا کہ برابا جیسا جرائم پیشہ شخص خُداوند یسوع کا ہمنام نہیں ہوسکتا چنانچہ اُس نے نقل کرتے ہوئے متن سے نام "یسوع" حذف کردیا۔ دوسری بڑی بڑی زبانوں میں بہت سے جدید تراجم اُن نسخوں کی پیروی کرتے ہیں جن میں "برابا یسوع" ہے (مثلاً TOB, GECL, FRCL)۔

KJV میں متی ۲۷:۱۷ کا ترجمہ "مسلمہ متن" (TR اوپر ذکر آچکا ہے) پر مبنی تھا۔ یہ متن کی وہ ہئیت ہے جسے آج اکثر و بیشتر علما کم تر سمجھتے ہیں کیونکہ بنیادی طور پر ہئیت بازنطینی ہئیت (اوپر ذکر آچکا ہے) جیسی ہے۔ آج انگریزی زبان میں اکثر و بیشتر عالمانہ ترجمے مثلاً TEV, REB, VRSV, RSV زیادہ قدیم اور بہتر نسخوں پر مبنی ہے جبکہ KJV روایت میں ایسا نہیں ہے۔ اور چونکہ نیسلے اور

ایلنڈ اور UBS دونوں کے نئے عہدنامے کے ایڈیشن اِن ہی نسخوں پر مبنی ہیں اِس لئے انگریزی کے جدید تراجم اور نئے عہدنامے کے اِن دو ایڈیشنوں میں بہت ہی تھوڑے اختلافات ہیں لیکن چونکہ متنی نقاد اور مترجمین ہر آیت میں خارجی شہادت اور داخلی شہادت (اُوپر ذِکر آچکا) میں توازن رکھنے میں الگ الگ طریقہءکار اختیار کرتے ہیں اس لئے یونانی نئے عہدنامے کے مطبوعہ ایڈیشنوں اور انگریزی اور دُوسری زُبانوں میں تراجم میں اختلافات موجود رہیں گے۔

یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے یونانی عہدنامے کے تنقیدی آلات

متنی تنقید کے کام کے لئے کئی باتوں کا بہت اچھا علم اور واقفیت درکار ہے مثلاً قدیم زُبانیں، ابتدائی کلیسیا کی تاریخ، بائبل کی تفسیر اور قدیم نسخے۔ ایسا علم معدودے چند آدمی ہی رکھتے ہیں۔ اِن کے سامنے دو باتیں ہوتی ہیں۔ کِسی مطبوعہ نئے عہدنامے کے تنقیدی آلاتِ کار میں بے شمار اختلافی قرأتیں اور ہر اختلافی قرأت کی تائید میں نسخوں کی پریشان کر دینے والی فہرستیں۔ اکثر مترجمین اِن کے باعث گھبرا جاتے ہیں۔ اگرچہ کوئی بھی یہ توقع نہیں رکھتا کہ مترجمین متن کی تنقید کے بھی ماہر ہوں گے تو بھی ضرورت ہے کہ مترجمین علم کے اِس میدان کو بھی سمجھتے ہوں۔

نئے عہدنامے کے مترجمین کو بہت جلد معلوم ہو جاتا ہے کہ متن کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے ہم جو انگریزی تراجم معاونت کے طور پر اِستعمال کر رہے ہیں اُن میں اختلافات ہیں۔ جو ہسپانوی، پرتگیزی یا کوئی اور زُبان پڑھتے ہیں اُنہیں اُن زُبانوں میں تراجم میں اختلافات کا پتہ چلتا ہے۔ جیسا کہ اُوپر ذِکر ہُوا اُن میں سے کچھ اختلافات اِس لئے ہیں کہ مترجمین نے مختلف یونانی متون کی پیروی کی ہے۔ مختصر یہ کہ مترجمین کے لئے یہ اختلافات پریشانی، اُلجھن اور مایوسی کا باعث ہوتے ہیں۔ اگر وہ یونانی نہ پڑھیں تو کون سے تراجم کی پیروی کریں جبکہ انگریزی تراجم میں مختلف اختلافی قرأتوں کی پیروی کی گئی ہے جیسا کہ متی ۲۷: ۱۷ کے سلسلہ میں ہُوا ہے؟ کیا وہ KJV یا NRSV کی پیروی کریں یا رومن کاتھولک تراجم مثلاً NAB کی پیروی کریں؟ اگر یونانی پڑھیں تو کون سے مطبوعہ نئے عہدنامے کی پیروی کریں، UBS یونانی نیا عہدنامہ یا میرک کے Novum Testamentum Graece Et Latine کے دسویں ایڈیشن (۱۹۸۴ء) کی اور یونانی کا نیا عہدنامہ جو وہ اِستعمال کر رہے ہیں اگر

اُس میں وہ اختلافی قرأتیں اِستعمال ہوئی ہیں جو اُن انگریزی تراجم سے فرق ہیں جو ماخوذ زبان کے علاقے میں ہر جگہ اِستعمال ہو رہے ہیں تو ایسی صورتِ حال میں مترجمین کیا کریں؟

مثال کے طور پر ۲۔تھسلنیکیوں ۲: ۱۳ میں لفظ ''اپارخین'' (''پہلے پھل'') کے ہجے تقریباً بالکل یونانی کے دولفظوں ''ایپ آرخیس'' (''ابتدا سے'') جیسے ہیں۔ چونکہ نہایت قدیم یونانی نسخوں میں الفاظ کے درمیان وقفہ نہیں ہوتا تھا منشیوں نے آسانی سے ایک لفظ کو دوسرے سے گڈمڈ کر دیا۔ ۲۔تھسلنیکیوں ۲: ۱۳ میں بعض نسخے یُوں ہیں ''کیونکہ خُدا نے تمہیں ابتدا ہی سے نجات کے لئے چُن لیا'' (REB, NIV اور NJB) اور بعض نسخوں میں یُوں ہے ''کیونکہ خُدا نے تمہیں نجات کے پہلے پھل ہونے کے لئے چُن لیا'' (NAB, NRSV)۔ یونائیٹڈ بائبل سوسائیٹز کے یونانی عہدنامہ میں ''پہلے پھل'' چھاپا گیا ہے اور ''ابتدا سے'' کو متی آلہ کار کے طور پر اختلافی قرأت بتایا گیا ہے۔

ایک اور مثال اعمال ۸: ۳۷ ہے۔ اعمال کے بعض نسخوں میں ۸: ۳۶ کے بعد یہ الفاظ ہیں ''اور فلپس نے کہا اگر تو پُورے دِل سے ایمان لائے تو تُو ایسا کر سکتا ہے۔ اور اُس نے جواب دیا میں ایمان لاتا ہوں کہ یسُوع مسیح خُدا کا بیٹا ہے'' ۔(KJV میں اِس کی پیروی کی گئی ہے)۔ اِن الفاظ سے آیت ۳۷ بنتی ہے۔ اکثر بیشتر نئے تراجم کے متن میں یہ الفاظ نہیں ہیں (,NAB, REB, NRSV NLT, NIV, NJB)۔ اِس موقع پر NJB کا وضاحتی نوٹ کہتا ہے۔ یہاں محذوف آیت ۳۷ نہایت قدیم وضاحتی الفاظ ہیں جو مغربی متن (Western Text) میں محفوظ ہیں اور بپتسمے کی رسم میں تجویز کئے گئے ہیں۔

ایک آخری مثال کے طور پر افسیوں ۱: ۱ کو لیتے ہیں جیسا کہ اُوپر ذِکر ہُوا بعض قدیم ترین اور بہترین نسخوں میں ''افسس میں'' کے الفاظ نہیں ہیں۔ یونائیٹڈ بائبل سوسائٹی کے یونانی نئے عہدنامے کے چوتھے ایڈیشن کے مدیروں نے متن میں یہ الفاظ قوسین میں شامل کئے ہیں اور قدر کے لحاظ سے ''سی'' (C) درجہ دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اُن کے اصل ہونے پر کافی شبہ ہے۔ انگریزی تراجم میں مندرجہ ذیل حل پائے جاتے ہیں (۱) ''افسس میں'' کے الفاظ شامل کرو اور کوئی وضاحتی نوٹ نہ دو کہ بعض نسخوں میں یہ الفاظ موجود نہیں (KJV)۔ (۲) ''افسس میں'' کے الفاظ متن میں شامل کرو اور وضاحتی نوٹ دو کہ دوسرے مسلمہ نسخوں میں ''افسس میں'' کے الفاظ نہیں ہیں (NESV اور NIV)۔

(۳) ''نفس میں'' کے الفاظ حذف کر دو اور وضاحتی نوٹ میں اِس کی وجہ بتاؤ (NJB)۔

متنی اختلافی قرأتیں: یونانی نئے عہدنامے کے مطبوعہ ایڈیشنوں اور ماخوذ زبانوں کے مختلف تراجم میں سینکڑوں اختلافی قرأتیں موجود ہیں۔ انہیں سمجھنے کے لئے مترجمین کو مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ضرورت کے پیشِ نظر یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز نے ۱۹۶۶ء میں ''یونانی نئے عہدنامے'' کا ایک ایڈیشن شائع کیا جس کی ترتیب و تدوین عالمی اور بین الاقوامی سطح پر مانے ہوئے متن کے پانچ عالموں نے کی۔ قلمی نسخوں میں بہت سی اختلافی قرأتیں اُن وجوہات کو سمجھنے میں گرانقدر ہیں جن کی بنا پر منشی تصرفات کرتے ہیں لیکن بہت سی اختلافی قرأتیں مترجمین کے لئے اہمیت نہیں رکھتیں۔ مثال کے طور پر یونانی نسخوں میں غلط ہجوں والے لفظ مترجمین کے لئے اہم نہیں ہوتے۔ یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے ''یونانی نئے عہدنامہ'' کے مدیروں نے وہ اختلافی قرأتیں منتخب کیں جو مترجمین کے لئے اہم ہیں یعنی وہ اختلافی قرأتیں جن کے معنی میں حقیقی اختلاف ہے۔

یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے ''یونانی نئے عہدنامے'' کے چوتھے ایڈیشن (۱۹۹۳ء) کے متنی آلاتِ کار میں کافی زیادہ نظرثانی کی گئی ہے۔ ۱۹۷۵ء کے تیسرے ایڈیشن میں پائی جانے والی کچھ اختلافی قرأتیں چوتھے ایڈیشن میں حذف کر دی گئی ہیں کیونکہ جب ترجمہ کی گئیں تو ان اختلافی قرأتوں کے معنی میں کچھ حقیقی اختلاف نہ تھا۔ مثال کے طور پر رُومیوں ۱۵: ۲۳ میں پولسؔ نے لکھا کہ ''مَیں بہت سالوں سے تمہیں ملنے کا مشتاق ہُوں'' یا یہ کہ ''مَیں بہت عرصہ سے تمہیں ملنے کا مشتاق ہُوں'' اِس سے مترجمین کو کچھ فرق نہیں پڑتا اِس لئے کہ مفہوم ایک ہی ہے۔ چنانچہ یہ اور اِس قسم کی دیگر اختلافی قرأتیں ۱۹۹۳ء کے ایڈیشن میں حذف کر دی گئی ہیں۔ کئی اختلافی قرأتیں جو یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے ''یونانی نئے عہدنامے'' کے پہلے تین ایڈیشنوں میں شامل نہ تھیں چوتھے ایڈیشن میں شامل کر دی گئی ہیں۔

اختلافی قرأتوں کی قدر پیمائی اور مترجمین کی سفارشات: اہم اختلافی قرأتیں منتخب کرنے کے علاوہ یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے ''یونانی نئے عہدنامہ'' کے مدیروں نے ان قرأتوں کو اہمیت اور قدر کے لحاظ سے ''اے'' (A) سے ''ڈی'' (D) تک زمروں میں تقسیم بھی کیا ہے۔ ''اے'' ظاہر کرتا ہے کہ مطبوعہ متن یقینی طور پر اصل متن کی نمائندگی کرتا ہے۔ جب کہ ''ڈی'' ظاہر کرتا ہے کہ مدیروں کو صحیح متن کے بارے میں بہت زیادہ شک ہے۔ چوتھے ایڈیشن (۱۹۹۳ء) میں مدیروں نے اکثر ''اے'' سے

''سی'' تک کے زُمرے استعمال کئے ہیں جبکہ زمرہ ''ڈی'' کا استعمال شاذ و نادر ہی کیا گیا ہے۔

اب موقع آ گیا ہے کہ سطورِ بالا میں اُٹھائے گئے سوالوں کے جواب دیئے جائیں۔ جب بعض تراجم یونانی کے چند نسخوں کی قرأتیں قبول کرتے ہیں اور دوسرے تراجم یونانی کی فرق قرأتوں والے نسخوں کی پیروی کرتے ہیں تو مترجمین کن تراجم کی پیروی کریں؟ یا جب تراجم اُس یونانی نئے عہدکے متن سے مختلف ہوں جو مترجمین استعمال کر رہے ہیں تو وہ کیا کریں؟

جس حل کی سفارش کی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب مدیروں نے مطبوعہ متن کے الفاظ کو قدر کے لحاظ سے زمرہ ''اے'' یا ''بی'' میں رکھا ہو تو مترجمین یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے یونانی نئے عہدنامہ کے مطبوعہ متن کی پیروی کریں۔ بلکہ جب انگریزی تراجم نے یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے یونانی نئے عہدنامے کے مطبوعہ متن سے فرق اختلافی قرأت کی پیروی کی ہو تب بھی مترجمین کو UBS متن کی پیروی کرنی چاہئے بشرطیکہ مدیروں نے اسے قدر کے لحاظ سے ''اے'' یا ''بی'' زمرہ میں رکھا ہو۔ یاد رکھیں کہ KJV نسخوں کے اس گروہ پر مبنی ہے، یعنی بازنطینی متنی نوع جنہیں متن کے اکثر و بیشتر نقاد سب سے کم قابلِ اعتماد گردانتے ہیں۔

مدیروں نے اُن قرأتوں کو ''سی'' یا ''ڈی'' زمرہ میں رکھا ہے جن کے بارے میں انہیں یقین نہیں ہے۔ جہاں مدیروں نے اصل قرأت کے بارے میں گہرے شک وشبہ کا اظہار کیا ہے وہاں مترجمین کو اُن قرأتوں کا ترجمہ کرنے میں زیادہ آزادی محسوس کرنی چاہئے جو متن میں نہیں ہیں اور تنقیدی آلہء کار میں ہیں۔ یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے یونانی نئے عہدنامے کے مدیروں میں رومن کاتھولک، پروٹسٹنٹ اور یونانی آرتھوڈاکس کلیسیاؤں کے نمائندے شامل تھے اِس لئے مترجمین کو اعتماد ہونا چاہئے کہ یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے یونانی عہدنامے میں کسی خاص فرقے یا خاص عقیدہ رکھنے والے گروہ کے تعصب یا میلان کی ترجمانی نہیں کی گئی۔

عملی مثالیں: آیئے چند اختلافی قرأتوں کو دیکھیں اور غور کریں کہ مترجمین کو کیا چناؤ کرنا چاہئے۔

(۱) ۱-کرنتھیوں ۱۳: ۳۔ بعض نسخوں میں یوں ہے (الف) ''اگر میں اپنا بدن جلانے کو دے دوں'' اور بعض دوسرے نسخوں میں یوں ہے ''اگر میں اپنا بدن (پتھر کی طرح) گھڑنے کو دے دوں'' یونانی میں ان دو افعال میں فرق ہجا میں صرف ایک حرف کے فرق پر مشتمل ہے۔ یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے یونانی

نئے عہدنامے کے چوتھے ایڈیشن کے مدیروں نے ''گھڑنے کو'' کے الفاظ متن میں رکھے ہیں اور اسے قدر کے لحاظ سے ''سی'' زمرہ میں رکھا ہے اور اختلافی قرأت ''جلانے کو'' کو تنقیدی آلہ کار میں رکھا ہے۔ انگریزی زبان کے تراجم نصفا نصف ہیں۔ بعض میں ''جلانے کو'' ہے۔ (NIV, CEV, NJB, REB۔ ''شعلوں کو'')۔ NAB, NRSV, NLT میں یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے یونانی عہدنامہ کی قرأت کی پیروی کی گئی ہے۔ چونکہ UBS کے یونانی نئے عہدنامہ کے مدیروں نے اپنے متن میں اس (''گھڑنے کو'') ''سی'' زمرہ میں رکھا ہے اِس لئے مترجمین ''جلانے کو'' کی قرأت کی پیروی کر سکتے ہیں۔

(۲)۔ متی ۲۷: ۱۶-۱۷۔ UBS یونانی نئے عہدنامے میں نام ''یسوع براَبا'' چھاپا گیا ہے اور نام ''براَبا'' کو قوسین میں رکھ کر قدر ''سی'' دی گئی ہے۔ ماہرین کی طرف سے ایسی بے یقینی کے باعث مترجمین آزاد ہیں کہ اُن نسخوں کی پیروی کریں جن میں ''یسوع'' ہے یا اُن کی جن میں ''یسوع براَبا'' ہے۔ ۱-کرنتھیوں ۱۳: ۳ کے معاملہ میں انگریزی کے بیشتر تراجم میں اتفاق ہے مگر متی ۲۷: ۱۶ کے معاملے میں اہم انگریزی تراجم میں اتفاق نہیں ہے۔ (الف)-NIV نے نام ''یسوع'' کو حذف کیا ہے اور وضاحتی نوٹ میں متن کی اِس مشکل کا ذکر تک نہیں کیا۔ (ب)- NJB نے نام ''یسوع'' کو حذف کیا ہے اور وضاحتی نوٹ میں بتایا ہے کہ بعض نسخوں میں ''یسوع براَبا'' ہے۔ (ج)- CEV اور NRSV (اور REB) نے نام ''یسوع'' کو شامل کیا ہے اور CEV نے وضاحتی نوٹ میں کہا ہے کہ بہت سے نسخوں میں یہاں اور آیت ۱۷ میں ''براَبا'' ہے۔ اور NRSV (اور REB) نے وضاحتی نوٹ میں کہا ہے کہ دوسرے مصدقہ نسخوں میں ''یسوع'' نہیں ہے۔ اور (د)- NBE نے نام ''یسوع'' شامل کیا ہے مگر متن کے بارے میں کوئی وضاحتی نوٹ نہیں دیا۔ مترجمین ماخوذ زبان میں جس بھی قرأت کی پیروی کریں انہیں شاید یہ نوٹ بھی شامل کرنا چاہئے کہ بعض نسخوں میں نام ''یسوع'' ہے اور دوسروں میں ''یسوع براَبا'' ہے۔

باب نمبر ۸

پُرانے عہد نامے کی مستند فہرست

سموئیل پیگان

تعارف

اپنی تاریخ کے ابتدائی دنوں ہی میں مسیحی کلیسیا یہ ضرورت محسوس کرنے لگی تھی کہ ان تحریروں کا تعی کیا جائے جن کے وسیلے سے خُدا نے بنی نوع انسان کو اپنی مرضی سے آگاہ کیا۔ یہ ضرورت اس احتی سے اُبھری کہ اگر خُدا نے انسان سے بات چیت کرنے کے لئے زمانوں کے بعد خاموشی کو توڑا ہے یقینی طور پر جاننے کا ضرور کوئی طریقہ ہوگا کہ یہ مکاشفہ کہاں سے مل سکتا ہے۔ بائبل مُقدّس کی مستن فہرست یہ تعین کرتی ہے کہ ایمانداروں نے کونسی کتابوں کو الہامی مانا ہے جن کے وسیلے سے خُدا نے اپ مکاشفہ ہم تک پہنچایا۔ یوں مستند فہرست الٰہی اور انسانی کے درمیان خطِ فاصل کھینچ دیتی ہے۔ اس فہرست کے وسیلے سے خُدا کا مکاشفہ تحریری صورت میں پیش کیا گیا۔

یہودی اور مسیحی مشترکہ روایت کے مطابق مستند فہرست تین مقاصد پورے کرتی ہے۔ اوّل یہ مکاشفہ کو ممیز و معین کرتی اور اسے محفوظ رکھتی ہے اور اسے اُس کی اپنی تفسیروں سے الگ کرتی ہے۔ دوم تحریری مکاشفہ میں تصرفات یا تبدیلیاں کرنے سے روکتی ہے۔ اور سوم، یہ ایمانداروں کو موقع فراہم کرتی ہے کہ خُدا کے مکاشفے کا مطالعہ کریں اور اس کے اصولوں، ضوابط اور اقوال کے مطابق زندگی گزاریں۔

مستند فہرست کو معقول اور درست طور پر سمجھنے کے لئے مسیحیوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ رسول اور ابتدائی ایماندار الہام کی الٰہیات کو کیسی اہمیت دیتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ بعض کتابیں خُدا کے الہام سے لکھی گئی ہیں اس لئے اُن ایمانداروں نے وہ کتابیں منتخب کیں اور استعمال کرتے رہے جن کے بارے میں تسلیم کیا کہ یہ ہماری زندگیوں اور فیصلوں کی رہنمائی کرنے میں اخلاقی سند رکھتی ہیں۔ یہ کتابیں جماعت کے ایمان کی نشوونما اور تربیت کرتی تھیں، الٰہیات کے مسائل اور عملی معاملات پر غور و فکر اور بحث و تمحیص کرنے میں ایمانداروں کی مدد کرتی تھیں اور زندگی گزارنے کا معیار اور پیمانہ فراہم کرتی تھیں۔ ایک

دفعہ ایماندار تسلیم کر لیتے تھے کہ فلاں کتاب الہامی ہے تو اسے مستند فہرست میں شامل کر لیتے تھے اور وہ کتاب الٰہی مکاشفہ کا درجہ حاصل کر لیتی تھی۔

یونانی کا لفظ ''کینان'' (Kanon) سامی زبان کے لفظ سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے ''سرکنڈا'' یا ''بید''۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس لفظ کا مطلب بدل گیا اور بالآخر اس سے ''ناپنے کا سرکنڈا'' یا ''ناپنے کی چھڑی'' مراد لیا جانے لگا جو بڑھئی یا معمار (راج) استعمال کرتے ہیں۔ عبرانی کے لفظ ''کانہ'' (qaneh) کا یہی مطلب ہے۔ یہ لفظ حزقی ۴۰: ۳، ۴ میں آیا ہے۔ یونانی لفظ کا ترجمہ لاطینی اور انگریزی میں ''کینن'' (canon) کیا گیا ہے۔ استعاراتی طور پر یہ لفظ اُن معیاروں یا نمونوں کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا جو پیمائشوں [1] اور ماپنے کی پیٹوں یا اصولوں کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔

دوسری صدی عیسوی سے لفظ ''کینان'' (Kanon) سے مُراد لی جاتی تھی ''ایمان کے اصول [2] (جمع کے صیغے میں ''کلیسیائی قوانین'' [3])، مذہبی قواعد وضوابط، اور لطوریا یعنی آدابِ عبادت کے مقررہ اور غیر متبدّل حصے۔ قرونِ وسطیٰ میں کلیسیا کی قانونی کتابوں کو ''کینز'' (canons) کہا جاتا تھا۔ کاتھولک کلیسیا اپنے مُقدسوں کی فہرست کے لئے بھی لفظ ''کنین'' (canon) استعمال کرتی ہے۔ چنانچہ canonization (مقدس قرار دینا۔ مقدس کا درجہ دینا) کی اصطلاح کا مطلب ہے اُن خاص افراد کی خصوصی تعظیم کا فتویٰ دینا جنہوں نے مسیحی خدمت میں خُدا پرستی اور دینداری کی زندگی بسر کی۔

---

[1] سکندریہ میں لفظ ''کینن'' (canon) کلاسیکی تصانیف کے اس مجموعے کے لئے استعمال ہوتا تھا جو ادبی اور علمی نمونوں کے طور پر کام دیتی تھیں۔ سسیرو، پلینی اور اپکٹیٹس نے یہ لفظ معینہ پیمائشوں یا اصولوں کے مجموعے کے لئے استعمال کیا ہے۔

[2] آبائے کلیسیا نے لفظ ''کینان'' (kanon) اس مفہوم میں استعمال کیا ہے ''روایت کا اصول (روم کا کلیمنٹ)، ''ایمان کا اصول'' (قیصریہ یوسبیئس)، ''سچائی کا اصول'' (ارینیئس) اور ''کلیسیا کا اصول'' (سکندریہ کا کلیمنٹ، اور اوریجن)۔

[3] اس استعمال سے پتہ چلتا ہے کہ جو مذہبی جماعتیں Vita canonica (مقررہ کلیسیائی فرمان) کے ماتحت تھیں انہیں canons کیوں کہتے تھے۔

چوتھی صدی میں لفظ ''کینن'' (canon) نہ صرف ایمان کے اصولوں کے لئے بلکہ خود پاک نوشتوں کے لئے استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ بائبل کا ''کینن'' (canon) یعنی اُن کتابوں کی فہرست ہے جو وہ قواعد یا اصول عائد کرتی ہیں جن کے مطابق مسیحیوں کو زندگی بسر کرنی چاہئے اور جو اس وجہ سے ان مجموعوں میں شامل ہیں جو نئے اور پرانے عہدنامے پر مشتمل ہیں۔ اس خاص مفہوم میں لفظ کینن (مستندفہرست) پہلی دفعہ غالباً ۳۶۷ء میں سکندریہ کے بشپ اتھاسئیس (اتھناسیئس) نے استعمال کیا۔ گریگوری، پرسکلئین، رُوفیس، مقدس اگستین اور مقدس جیروم کی تحریروں سے تصدیق ہوتی ہے کہ چوتھی صدی کے اواخر تک مشرقی اور مغربی دونوں کلیساؤں میں اس لفظ سے یہی معنی مراد لئے جانے لگے تھے۔

عبرانی بائبل کی مستندفہرست

ہم اناجیل میں دیکھتے ہیں کہ یسُوعؔ اپنے مشن، اپنی تعلیمات اور اپنے کاموں کی تائید اور توثیق کے لئے عبرانی نوشتے استعمال کرتا تھا (دیکھئے مرقس ۱: ۱۴، لوقا ۱۲: ۳۲)۔ علمِ تفسیر کی اسی روایت کو جاری رکھتے ہوئے ابتدائی ایماندار الٰہیات کی بحث وتمحیص کے فروغ اور اظہار اور تعلیمات میں عبرانی متون، اور خاص طور پر عبرانی کے یونانی تراجم استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ بالکل ابتدا ہی سے کلیسیا کو متعدد مذہبی تحریروں تک رسائی رہی ہے۔

لوقا ۴: ۱۸-۱۹ میں مذکور یسعیاہ (۶۱: ۱-۲) کی کتاب کا جو استعمال یسُوعؔ نے کیا وہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ نوشتہ پڑھنے کے بعد خُداوند نے کہا ''آج یہ نوشتہ تمہارے سامنے پورا ہُوا ہے'' (لوقا ۴: ۲۱)۔ اس حوالے سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی مسیحی عبرانی نوشتوں کی تشریح علم المسیح کے حوالہ سے کرتے تھے۔ مسیحی نقطہء نظر سے یہودی نوشتوں کا بنیادی اور اوّلین مقصد یہ تھا کہ یسُوعؔ ناصری کے مسیح موعودہ ہونے کی توثیق وتصدیق کریں (لوقا ۲۴: ۲۷)۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کلیسیا نے ان نوشتوں کو ''پرانا عہدنامہ'' کہنا شروع کردیا تاکہ مسیح کے مکاشفہ اور مشن کے نئے ہونے پر زور دیا جاسکے۔

عبرانی بائبل ۲۴ کتابوں[1] پر مشتمل ہے جنہیں تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) پہلا حصہ توریت (شریعت) کہلاتا ہے۔ اس میں ''موسیٰ کی پانچ کتابیں'' (اسفارِ خمسہ) پیدائش، خروج، احبار، گنتی اور استثنا شامل ہیں۔ (۲) دوسرا حصہ نبیم (نبیوں کی کتابیں) ہے۔ اسے دو ذیلی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (الف) متقدم انبیا۔ یشوع، قضاۃ، سلاطین اور سموئیل اور (ب) متاخر انبیا۔ یسعیاہ، یرمیاہ، حزقی ایل اور بارہ نبیوں کی کتاب (انہیں انبیائے اصغر بھی کہتے ہیں (اصغر کا نام ان کی اہمیت یا رتبے کے لحاظ سے نہیں بلکہ تحریروں کی طوالت یا ضخامت کے لحاظ سے ہے)۔

(۳) تیسرا حصہ کتبیم (صحائف) ہے۔ اس میں گیارہ کتابیں شامل ہیں۔ زبور، امثال اور ایوب۔ پانچ کتابوں کا مجموعہ جنہیں میجلوٹ Megilot (طومار) کہتے ہیں: غزل الغزلات، روت، نوحہ، واعظ اور آستر۔ اور بالآخر دانی ایل، عزرا/نحمیاہ اور تواریخ۔

توریت، نبیم، کتبیم کے پہلے حروف سے عبرانی لفظ ''تنک'' بنتا ہے۔ عبرانی بائبل کا ذکر کرتے ہوئے یہودی یہی نام ''تنک'' استعمال کرتے ہیں۔ مسیحی اسے ''پرانا عہدنامہ'' کہتے ہیں۔

عبرانی بائبل کی ۲۴ کتابیں اُن ۳۹ کتابوں کے مماثل ہیں جو مبینہ ''پروٹسٹنٹ'' بائبل میں ''پرانے عہدنامے'' کی صورت میں شامل ہے یعنی وہ بائبل جس میں مستند بہ درجہ دوم کی کتابیں شامل نہیں ہیں۔ عبرانی اور پروٹسٹنٹ بائبلوں میں کتابوں کی تعداد میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ پروٹسٹنٹ بائبل میں انبیائے اصغر کی بارہ کتابیں الگ الگ شمار کی جاتی ہیں اور سموئیل، سلاطین، تواریخ اور عزرا/نحمیاہ کی ہر کتاب دو دو حصوں[2] میں منقسم ہے۔

---

[1] جب روت کو قضاۃ کے ساتھ اور نوحہ کو یرمیاہ کے ساتھ یکجا کر دیا جاتا ہے تو عبرانی بائبل میں کتابوں کی تعداد ۲۲ ہو جاتی ہے جو عبرانی حروف تہجی کی تعداد کے برابر ہے۔ اس سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ عبرانی ادب میں کیوں کہا جاتا ہے کہ عبرانی مستند فہرست ۲۲ کتابوں پر مشتمل ہے۔

[2] یہودی مؤرخ یوسفس اپنے مقالہ بعنوان Contra Apoin کی پہلی جلد (ص ۳۸-۴۱) میں ان ۲۲ کتابوں کا بالواسطہ حوالہ دیتا ہے جو یہودی قوم کی تاریخ بیان کرتی ہیں۔ یہ متون عبرانی بائبل کی ۲۴ کتابوں کے ساتھ بالکل یکساں ہیں، البتہ ان کی ترتیب قدرے فرق ہے۔ پہلے حصے میں موسیٰ کی پانچ کتابیں شامل ہیں۔ دوسرے حصے میں تیرہ کتابوں کو اکٹھا رکھا گیا ہے۔ شاید اس لئے کہ پانچ کتابوں یعنی ایوب، آستر، دانی ایل، تواریخ اور عزرا/نحمیاہ کو روایتی گروہ بندی میں آٹھ کتابوں کے ساتھ شامل کیا گیا تھا اور آخری حصے میں زبور، امثال، واعظ، غزل الغزلات شامل ہیں۔

عبرانی بائبل کا عملِ استناد

پہلے یہ نظریہ کافی مقبول تھا کہ عبرانی مستند فہرست کے مختلف حصے اِس کے ارتقا کے تین مراحل کو ظاہر کرتے ہیں مگر اب اس نظریے کو غیر معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ دلیل معقول اور منطقی معلوم ہوتی ہے مگر نہ پرانا عہدنامہ اور نہ کوئی دوسری قدیم دستاویز اس کی توثیق کرتی ہے۔

اس نظریے کے مُطابق توریت عبرانی بائبل کا پہلا حصہ تھا جسے مستند مانا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اُس وقت ہُوا جب بابل کی اسیری کے خاتمے پر یہودی یہوداہ میں واپس آئے (تقریباً پانچویں صدی ق م)۔ دوسرا حصہ غالباً دوسری صدی ق م کے اواخر میں مستند فہرست میں شامل کیا گیا۔ یہ نبیئم (نبیوں کی کتابیں) کا حصہ تھا اور آخر میں پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں عبرانی بائبل کا آخری حصہ یعنی کتبیم مستند فہرست میں شامل کیا گیا۔ یہ اقدام مبینہ جامنیا کی کونسل[1] کے اختتام پر کیا گیا۔

عبرانی نوشتوں کے بعض حصوں کی سند کو خود پرانے عہدنامہ میں تسلیم کیا گیا ہے۔ (خروج ۲۴: ۳-۷، استثنا ۳۱: ۲۶، ۲-سلاطین ۲۳: ۱-۳، نحمیاہ ۸: ۱-۹، ۳۸)۔ بعض متون کو خدا کا کلام مانا جاتا تھا، لیکن اس حقیقت کا مطلب یہ نہیں کہ یہودی جماعت ان تحریروں کو کوئی بند یا مانع مجموعہ سمجھتی تھی جنہیں اپنی مذہبی اور معاشرتی ترقی کی بنیاد کے طور پر استعمال کرنا تھا۔ بعض نبیوں نے بھی اپنے سے پہلے کے نبوتی پیغاموں کو معتبر اور مستند مانا ہے (دیکھئے یرمیاہ ۷: ۲۵، حزقی ایل ۳۸: ۱۷)۔ تاہم اس تصور کو مستحکم ہوتے ہوتے کئی صدیاں بیت گئیں کہ نبیوں کی باتوں اور پیغامات کو اکٹھا کر کے تحریری مجموعہ کی ورت دی جائے۔ ایسے مجموعہ کی طرف پہلا اشارہ غالباً دانی ایل ۹: ۲ ہے جہاں بابل کی اسیری کے عرصے کے بارے میں یرمیاہ کی نبوت کا بالواسطہ حوالہ دیا گیا ہے جو دانی ایل کو "کتابوں" میں ملی تھی (یرمیاہ ۲۵: ۱۱-۱۴)۔

---

[1] ۷۰ء میں ہیکل کی بربادی اور یروشلیم کی یہودی جماعت کے زوال کے بعد ربی یوحنان بن زکائی کی سربراہی میں یہودیوں کا ایک گروہ مغربی یہودیہ میں جسے جامنیا (یاجینہ) کہا جاتا تھا ایک جماعت کی صورت میں جمع ہُوا۔ اس گروہ کا خاص مقصد یہ غور و فکر کرنا تھا کہ چونکہ ہیکل سے وابستہ مذہبی، سیاسی اور معاشرتی ادارے ختم ہو گئے ہیں اس لئے اب یہودی زندگی کو کس طرح از سرِ نو منظم کیا جائے۔ جامنیا میں جمع ہونے والے ربیوں نے یہودی مستند فہرست میں کوئی ردو بدل نہیں کیا بلکہ اس روایت پر صرف نظرثانی کی جو انہیں منتقل ہوئی تھی۔

عبرانی مستند فہرست کی سہ پہلو تقسیم کو متعدد فرق فرق دستاویزات میں تسلیم کیا گیا ہے بابلی تالمود یہودی نوشتوں کی ۲۴ کتابوں کی مذہبی سند اور الہام کو تسلیم کرتی ہے۔ وہ ان کی ترتیب پر بھی بحث کرتی ہے۔ بن سیراخ کے پوتے یشوع بن سیراخ نے "اکلیسیاسٹکس" کا عبرانی سے یونانی میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب کو "یشوع بن سیراخ کی حکمت" بھی کہا جاتا ہے۔

وہ اس دیباچہ میں کہتا ہے کہ "میرے دادا نے خود کو شریعت اور نبیوں اور ہمارے باپ دادا کی دوسری کتابیں پڑھنے کے لئے خاص طور پر وقف کر رکھا تھا۔" (NRSV)۔ "ہمارے باپ دادا کی دوسری کتابیں" اگر "کتبیم" تھیں تو مطلب یہ ہُوا کہ عبرانی بائبل کی کتابوں کی روایتی ترتیب کو ۱۳۲ ق م تک تسلیم کیا جا چکا تھا۔

نئے عہدنامے میں بھی عبرانی بائبل کے تین حصوں میں تقسیم ہونے کے حوالے ملتے ہیں۔ لوقا کے مطابق مسیح کے جی اٹھنے کے بیان میں اس نے یروشلیم میں اپنے شاگردوں کو وہ باتیں یاد دلائیں جو "موسیٰ کی توریت اور نبیوں کے صحیفوں اور زبور میں" اس کی بابت لکھی تھیں (لوقا ۲۴: ۴۴)۔ یاد رکھنا چاہئے کہ زبور عبرانی بائبل کا تیسرا حصہ یعنی "کتبیم" میں پہلی کتاب ہے۔ یہودی نوشتوں کے بارے میں نئے عہدنامے کے دیگر حوالوں میں "توریت اور نبیوں" (متی ۷: ۱۲، رومیوں ۳: ۲۱) یا "شریعت" (یوحنا ۱۰: ۳۴، ۱-کرنتھیوں ۱۴: ۲۱) کا ذکر ہے۔

بحیرۂ مردار کے قریب سے بہت سے نوشتے دریافت ہوئے ہیں۔ اس دریافت نے یہ مطالعہ کرنے اور سمجھنے میں بہت کردار ادا کیا ہے کہ پہلی صدی ق م اور پہلی صدی عیسوی کے دوران مستند فہرست یہودیوں کے لئے کیا معنی رکھتی تھی۔ بحیرۂ مردار کے نوشتوں میں بائبل کی ہر ایک کتاب کے نسخے موجود ہیں، اگر نہیں ہے تو صرف آستر کی کتاب۔[1] اگرچہ قمران سے ملنے والے اکثر متون ٹکڑوں کی صورت میں ہیں تاہم اُن میں سے کئی پورے کے پورے محفوظ ملے ہیں۔

---

[1] بحیرۂ مردار سے اب تک ملنے والی دستاویزات میں صرف آستر کی کتاب موجود نہیں۔ ہو سکتا ہے یہ حقیقت محض اتفاق ہو۔ دوسری طرف یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حقیقت اس کتاب کے بارے میں قمران کی جماعت کے نقطۂ نظر کو منعکس کرتی ہو۔ اس کتاب میں "خدا" کا ذکر نہیں۔ اس میں عید پوریم پر زور دیا گیا ہے اور اس میں یہوداہ مکابی کے تصوراتِ عالیہ کا عکس ہے اور قمران کی جماعت ان سے لاتعلق تھی۔

بدقسمتی سے قمرانیوں نے کوئی تحریری دستاویزات نہیں چھوڑیں جن سے پتہ چل سکے کہ ان کے کتب خانوں کی کون سی کتابیں مستند فہرست میں شامل مانی جاتی تھیں۔ ان متون اور ان کی تفاسیر اور تبصروں کے توجہ سے کیے گئے تجزیے سے بڑی حد تک یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ قمران کی مستند فہرست میں "توراۃ" اور "کتبیم" اور زبور (ممکن ہے کچھ زائد زبور بھی) شامل تھے۔ اس میں دانی ایل اور ایوب کی کتابیں بھی شامل تھیں۔[1]

مسیحی دور شروع ہونے تک مختلف یہودی گروہوں میں غالباً بنیادی طور پر رضامندی ہو گئی تھی کہ کون کون سی کتابوں کو مستند ماننا چاہئے۔ جہاں تک یہودی مستند فہرست کا تعلق ہے سب سے ممکنہ مفروضہ یہ ہے کہ "تنک" (توریت، نبیم اور کتبیم) کی ۲۴ یا ۲۲ کتابیں مُقدس مانی جاتی تھیں لیکن یہ بھی کہ مستند کتابوں کی آخری اور حتمی فہرست دوسری صدی عیسوی کے اواخر یا تیسری صدی عیسوی کے اوائل میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

یہ فیصلہ کرنا بھی بہت مشکل ہے کہ کسی کتاب کو مستند قرار دینے کے لئے کیا اصول اور معیار قائم کئے گئے تھے۔ بعض علما نے قیاس آرائی کی ہے کہ اِن معیاروں میں کتاب کے شرعی مندرجات اور خُدا کی طرف سے الہام شامل تھے۔ دوسرے علما کہتے ہیں کہ کسی کتاب کو منظور یا رد کرنے کا انحصار اس بات پر تھا کہ وہ خُدا کے ظہور اور تجلّی کو پورے وقار اور سنجیدگی سے ظاہر کرتی ہے یا نہیں، اور یہ کہ یہ خصوصیت ہے جو کسی کتاب کو عبادت میں استعمال کے لئے موزوں بناتی ہے۔

---

[1] بحیرۂ مُردار سے اب تک ملنے والی دستاویزات میں صرف آستر کی کتاب موجود نہیں۔ ہو سکتا ہے یہ حقیقت محض اتفاق ہو۔ دوسری طرف یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حقیقت اِس کتاب کے بارے میں قمران کی جماعت کے نقطۂ نظر کو منعکس کرتی ہو۔ اِس کتاب میں "خُدا" کا ذکر نہیں۔ اِس میں عیدِ پوریم پر زور دیا گیا ہے اور اِس میں یہوداہ مکابی کے تصوراتِ عالیہ کا عکس ہے اور قمران کی جماعت اِن سے لاتعلق تھی۔

ہفتادی ترجمہ - یونانی مستند فہرست

اِسرائیل کے بابل میں اسیری کے نتیجے میں اُس وقت کی معلومہ دُنیا کے مختلف حصوں میں یہودی جماعتیں قائم ہو گئیں۔ بطلیموسی سلطنت کے دارالحکومت سکندریہ میں یہودیوں کی تعداد رفتہ رفتہ کافی زیادہ ہو گئی۔

کئی پشتوں کے بعد سکندریہ کے یہودیوں نے یونانی کو روزمرہ کی زبان کے طور پر اپنا لیا۔ اب وہ عبرانی صرف مذہبی مقاصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ بہت جلد ضرورت محسوس ہونے لگی کہ جماعت کی مذہبی ضروریات کے لئے عبرانی نوشتوں کا یونانی میں ترجمہ کرنا ضروری ہے۔ توریت (جسے یونانی میں پینٹاٹیوک- اسفارِ خمسہ کہتے تھے) کا پہلے ترجمہ کیا گیا، نبیوں اور دوسرے نوشتوں کا ترجمہ بعد میں ہُوا۔

ایک یہودی روایت جس کی کئی مختلف صورتیں ہیں کے مطابق عبرانی متن کا یونانی میں ترجمہ کرنے کی خاطر ۷۰ یا ۷۲ بزرگ یروشلیم سے سکندریہ لائے گئے۔ اس روایت سے "ہفتادی ترجمہ" (فارسی میں ستر کے عدد کو "ہفتاد" کہتے ہیں) کی اصطلاح اُبھری۔ پرانے عہدنامہ کا یونانی ترجمہ عموماً اسی نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

اس روایت کا تفصیلی ذکر ایک دستاویز میں ملتا ہے جسے ارستیس کا مکتوب "Letter of Aristeas" کہتے ہیں۔ اِس مکتوب میں بتایا گیا ہے کہ اِسرائیل کے بزرگوں نے ۷۲ دنوں میں ترجمے کا کام پورا کر لیا۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اِس ترجمے میں انہوں نے کس طرح موازنہ، بحث و تمحیص اور صلاح و مشورہ کے طریقوں سے کام لیا۔

بعد میں مسیحی اور یہودی حلقوں کی حاشیہ آرائی کے باعث اِس روایت میں یہ بات بھی شامل ہو گئی کہ اُن بزرگوں نے الگ الگ کام کیا اور اُن کے ۷۲ تراجم بالکل مماثل تھے۔ سکندریہ کا مشہور یہودی فلسفی فیلو لکھتا ہے کہ اُن مترجمین نے الگ الگ کام کیا اور یونانی کے متن تیار کئے جو لفظ بہ لفظ ایک سے تھے۔

اگرچہ فیلو اور یوسفس صرف توریت یعنی اسفارِ خمسہ کا یونانی میں ترجمہ کئے جانے کا ذکر کرتے ہیں مگر مسیحی مصنفین نے ہفتادی ترجمے کی روایت میں اِس دعویٰ کا اضافہ کیا کہ پورے پرانے عہدنامہ کا

ترجمہ کیا گیا جس میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جو عبرانی نوشتوں کا حصہ نہیں۔ جعلی جسٹن ''Pseudo Justin'' جو تیسری صدی عیسوی میں ہُوا ہے لکھتا ہے کہ مَیں نے وہ کوٹھریاں بذات خود دیکھی ہیں جن میں ہفتادی ترجمے کے مترجمین فرداً فرداً کام کیا کرتے تھے۔ ہفتادی ترجمے کے بارے میں یہودی روایت میں ان اضافوں سے پتہ چلتا ہے کہ مسیحی کلیسیا میں اسے کیسی بڑی قدر و منزلت حاصل ہے۔

ہفتادی ترجمے کی یہودی روایت کچھ اہم تاریخی معلومات فراہم کرتی ہے۔ اسفارِ خمسہ پہلا حصہ تھا جس کا ترجمہ ہُوا۔ یہ کام تیسری صدی ق م کے قریباً وسط میں شروع ہُوا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ کام سکندریہ میں ہُوا کیونکہ یہودیوں کی پراگندگی کے علاقوں میں سب سے بڑی یہودی جماعت سکندریہ میں بستی تھی۔

ہفتادی ترجمے میں کتابوں کی ترتیب عبرانی نوشتوں کی ترتیب سے فرق ہے۔ ہم نے اِس باب کے آخر میں دونوں کے موازنے کا چارٹ دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ فرق مستند فہرست کے بارے میں مسیحی اثر کا نتیجہ ہو۔ یونانی کی مستند فہرست سکندریہ کے یہودیوں نے نہیں بلکہ مسیحیوں نے مرتب کی تھی۔[1]

---

[1] مستند فہرست مرتب کرنے کی ابتدائی کوششوں کے بیان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دوسری صدی عیسوی کے دوران یہودیوں اور مسیحیوں میں الٰہیات کے بارے میں کیا کیا اختلاف پیدا ہوئے اور کون سے مسائل اُبھرے، ''جسٹینین'' (Justinian) اور ''طرطلیان'' (Tertullian) دونوں ہی عبرانی متون اور یونانی ترجمے میں اختلافات سے واقف تھے۔ بعد میں مغربی کلیسیا نے پرانے عہد نامے کی کتابوں کی ایک معینہ تعداد کو قبول کر لیا۔ ان میں مستند بہ درجہ دوم کی کُتب بھی شامل تھیں۔ مگر مشرقی کلیسیا کے الٰہیات کے ماہرین نے وہ فہرست پسند کی جو یہودیوں نے مرتب کی تھی۔

ہفتادی ترجمے میں جو اضافی کتابیں موجود ہیں مختلف مسیحی حلقوں میں انہیں مختلف ناموں سے جانا جاتا ہے۔ اکثر پروٹسٹنٹ حلقے انہیں "اپاکرفا"[1] (غیر الہامی) کہتے ہیں جبکہ کاتھولک کلیسیا انہیں "مستند بہ درجہ دوم" کی کتب کہتی ہے۔ کاتھولک کلیسیا اُن کتابوں کو "اپاکرفا" قرار دیتی ہے جو عبرانی یا یونانی مستند فہرست میں شامل نہیں ہیں اور پروٹسٹنٹ کلیسیائیں انہیں "جعلی تصانیف" کا نام دیتی ہیں۔

مستند بہ درجہ دوم کتابیں یہ ہیں: طوبیاہ، یہودیت، حکمت، یشوع بن سیراخ (یشوع بن سیراخ کی حکمت)، ۱- اور ۲- باروک، مکابیین، دانی ایل ۳: ۲۰-۲۴، ۱۳: ۱۴، استیر ۱۰: ۴-۱۶، ۲۴۔ ان میں سے اکثر و بیشتر متون صرف یونانی نسخوں میں محفوظ ہیں۔

---

[1] یونانی اصطلاح "اپاکرفا" (Apokry pha) کا بنیادی مطلب ہے "پوشیدہ یا مخفی باتیں" خصوصاً "مخفی" یا "پوشیدہ" کتابیں۔ یہودیوں میں اِس اصطلاح سے کوئی ایسا مفہوم نہیں لیا جاتا تھا جس میں تحقیر یا بے قدری پائی جاتی ہو۔ اس سے مُراد صرف وہ کتابیں ہوتی تھیں جنہیں اس لئے علیحدہ کرنا ضروری ہوتا تھا کہ اُنہیں کوئی نقصان پہنچ چکا تھا۔ البتہ مسیحیوں کے ہاں بدعتیوں کے ساتھ بحثوں اور جھگڑوں کے باعث اِس اصطلاح کو منفی معنی میں لیا جانے لگا۔ غناسطی کتابوں اور اسراری مذاہب کی تحریروں کو "مخفی تحریریں" مانا جاتا تھا۔ چونکہ مسیحی نقطۂ نگاہ سے یہ کتابیں "بدعتی" ہوتی تھیں، اس لئے اس اصطلاح میں "بدعتی، جھوٹی یا تبدیل شدہ" کا مفہوم شامل ہو گیا۔

یونانی پرانا عہد نامہ

ہفتادی ترجمے سے پراگندگی کے علاقوں اور فلستین میں رہنے والے یونانی بولنے والے یہودیوں کو اپنے باپ دادا کے مقدس صحائف اُس زبان میں دستیاب ہوئے جو وہ سمجھتے تھے۔ یونانی متون سے غیر یہودیوں کو بھی عبرانی نوشتے پڑھنے کا موقع ملا (اعمال ۸:۲۶-۴۰)۔

مسیحی کلیسیا نے ہفتادی ترجمے سے بہت فائدہ اُٹھایا۔ وہ اِسے اپنی پاک کتاب کے طور پر استعمال کرتے اور "پرانا عہد نامہ"[1] کہتے ہیں۔ یونانی ترجمے سے مسیحی اِس قابل ہوئے کہ یسوع کے پیغام اور مسیحِ موعود کے بارے میں اہم حوالوں میں تعلق کو دیکھ سکیں (اعمال باب ۷، ۸)۔ یہ ایک ادبی ماخذ ثابت ہُوا جس سے یہودیوں کے ساتھ بحث میں عبرانی مستند فہرست سے اقتباس پیش کئے جا سکتے تھے (اعمال ۱۳:۱۷-۳۷؛ ۱۷:۲-۳) اور اِس نے بُت پرستوں کے درمیان خوشخبری کی منادی میں نبیادی کردار ادا کیا (اعمال ۱۴:۸-۱۸؛ ۱۷:۱۶-۳۲)۔

نئے عہد نامے سے پتہ چلتا ہے کہ ایماندار تعلیم دینے، منادی کرنے اور اپنے عقائد کا دلائل کے ساتھ تحفظ کرنے یعنی مناظروں میں ہفتادی ترجمے کو کیسے باقاعدہ طریقے سے استعمال کرتے تھے (دیکھئے رومیوں ۸:۲۰، بمقابلہ واعظ ۱:۲؛ ۱۲:۱۸)۔ مسیحی نوشتوں میں اُن مستند بہ درجہ دوم متون سے بھی اقتباس اور حوالے شامل ہیں جو اضافی طور پر ہفتادی ترجمے میں موجود ہیں دیکھئے رومیوں ۱:۱۸-۳۲ بمقابلہ حکمت ۱۲-۱۴، رومیوں ۲:۱-۱۱ بمقابلہ حکمت ۱۱-۱۵، عبرانیوں ۱۱:۳۵ب-۳۸ بمقابلہ ۲-مکابیین ۶:۷-۱۸، ۲۱ اور ۲-مکابیین ۵:۳-۱۸، ۲۴) نئے عہد نامے میں ان کتابوں کے حوالے بھی ہیں جو ہفتادی ترجمے میں بھی شامل نہیں ہیں (دیکھئے یہوداہ ۱۴-۱۶ بمقابلہ حنوک ۱:۹)۔

---

[1] سردیس کے ملیتو Melito (تقریباً ۱۷۰ء) نے یہودی نوشتوں کی شناخت کے لئے "پرانا عہد نامہ" کی اصطلاح استعمال کی تھی، بعد میں طرطلیان (تقریباً ۲۰۰ء) نے مسیحی نوشتوں کے لئے "نیا عہد نامہ" کی اصطلاح استعمال کی۔

ابتدائی مسیحی ہفتادی ترجمے کو کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر یہودیوں نے بالآخر یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ یہ یونانی ترجمہ عبرانی نوشتوں کا قابلِ اعتبار ترجمہ ہے۔ دینی اور علم الٰہیات کے مباحثوں میں مسیحی یسعیاہ کے یونانی متن کو یوں پیش کرتے تھے کہ ایک "جوان عورت" نہیں بلکہ ایک "کنواری" حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی (دیکھئے متی ۱:۲۳ بمقابلہ یسعیاہ ۷:۱۴)۔ علاوہ ازیں ہفتادی ترجمے کے بعض نسخوں میں پرانے عہدنامے کے متن میں مسیحیوں کی طرف سے بعض اضافے بھی موجود ہیں (مثلاً زبور ۱۳، ۹۵)۔

یہودیوں اور مسیحیوں کے درمیان علم الٰہیات کے نکات پر بحث کے دوران جب خاص تفسیری تجزیے کی ضرورت ہوتی تھی تو یہودی حلقے ہفتادی ترجمے کو (جس کے بعض حصے آزاد ترجمے کی ذیل میں آتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ ایک قدیم عبرانی متن پر مبنی ہے) رد کرتے اور خارج از بحث قرار دیتے تھے۔ شاید یہودی کا اِسے رد کرنا ہی ایک وجہ ہے کہ مسیحی گروہوں نے ہفتادی ترجمے کے بہت سے نسخے ابھی تک سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔

یہودیوں نے ہفتادی ترجمہ رد کر دیا تو اِس کی جگہ اَور یونانی ترجمے کی ضرورت تھی۔ عبرانی نوشتوں کے نئے یونانی تراجم میں اکولہ اور سمّیخس کے تراجم اور تھیوڈوشین کی نظرِ ثانی شامل تھے۔ یونانی کے یہ تراجم اور اوریجن[1] کے شش اسفار میں شامل ہیں۔

اکولہ عظیم ربی اکیبا کا شاگرد تھا۔ اُس نے عبرانی متون کا نہایت ہی تحت اللفظ (لفظی) ترجمہ کیا۔ اگرچہ اُس کا ذخیرۂ الفاظ ظاہر کرتا ہے کہ اُسے یونانی پر عبور حاصل تھا لیکن ترجمہ انتہائی تحت اللفظ ہے اور عبرانی متن کی لسانی ساختوں کی بہت سختی سے پیروی کی گئی ہے۔ شاید خاص اِسی وجہ سے اکولہ کے یونانی ترجمے نے ہفتادی ترجمے کی جگہ لے لی اور ۱۳۰ء تک یہودی حلقوں میں بہت مقبول ہو گیا۔

"سمّیخس" (Symmachus) نے تقریباً ۱۷۰ء میں اپنے ترجمے میں نہ صرف عبرانی متن سے پورا پورا انصاف کیا ہے بلکہ یونانی کو بھی عمدگی سے استعمال کیا ہے۔ یوسیبیس اور مقدس جیروم کے

---

[1] اوریجن سکندریہ کا ایک عالمِ دین تھا۔ اُس نے ۲۳۰ء اور ۲۴۰ء کے دوران عبرانی نوشتوں سے کئی متون متوازی خانوں میں تالیف کئے۔ اُس کے شش اسفار میں تراجم (ورژن) کی ترتیب یوں ہے: (۱) عبرانی متن، (۲) عبرانی متن کی یونانی حروف میں نقلِ حرفی (۳) اکولہ (۴) سمّیخس (۵) ہفتادی ترجمہ (۶) تھیوڈوشین۔

مطابق سمّخس ایک ''ایبونائٹ'' (Ebionite) یہودی مسیحی تھا۔

کلیسیائی روایت کے مطابق تھیوڈوشیئن ایک نومرید تھا جس نے ایک موجود یونانی ترجمے کی عبرانی متون کی بنیاد پر نظرثانی کی۔ بعض علما کا یقین ہے کہ یہ نظرثانی شدہ ترجمہ ہی ہفتادی ترجمہ تھا جبکہ دوسرے علما کا نظریہ ہے کہ تھیوڈوشیئن نے کوئی قدیم متن استعمال کیا۔

کلیسیا اور مستند فہرست

نئے عہدنامے کے زمانے کے بعد کلیسیا انجیلی وعظوں، گیان دھیان اور علم الٰہیات کے بحث مباحثوں میں ہفتادی ترجمہ استعمال کرتی رہی۔ اُس دَور کے بہت سے مسیحی مصنفین نے ہفتادی ترجمے کا آزادی سے استعمال کیا ہے اور اُن کتابوں سے حوالے یا اقتباس دیئے ہیں جو عبرانی مستند فہرست میں شامل نہ تھیں۔

چوتھی صدی کے اواخر میں مغربی کلیسیا پرانے عہدنامہ کی کتابوں کی معینہ تعداد پر متفق ہو گئی جن میں مستند بہ درجہ دوم کی چندوہ کتابیں شامل تھیں جو ہفتادی ترجمے میں بھی ہیں۔ دوسری طرف مشرقی کلیسیا کے ماہرین علم الٰہیات عبرانی نوشتوں کی مستند فہرست کے پیرو رہے۔ اورغین اور اتھنا سئیس (اثنا سئیس) دونوں بضد رہے کہ مستند فہرست میں صرف یہودی مستند فہرست کی ۲۲ کتابیں شامل ہونی چاہیئں۔ مقدس جیروم نے اپنے ترجمہ بنام لاطینی ولگاتا کے ذریعے مغربی کلیسیا میں عبرانی مستند فہرست کی تشہیر کی۔

اپنی پوری تاریخ کے دوران کلیسیا نوشتوں کی مستند فہرست کے بارے میں بیانات جاری کرتی رہی ہے۔ پہلے پہل تو یہ بیانات عموماً نظم ونسق کے فرمانوں[۱] کی صورت میں جاری ہوئے۔ لیکن کونسل آف ٹرنیٹ کے بعد زیادہ قطعی اور تحکمانہ انداز اپنایا گیا۔

کونسل آف ٹرنیٹ ۱۵۴۵ء میں منعقد کی گئی تھی۔ اِس کا مقصد یورپ کے ریفارمڈ گروہوں کے ساتھ تنازع یا اختلاف پر غور کرنا تھا۔ ایک مسئلہ جس پر غور کیا گیا وہ تھا پاک نوشتہ اور روایت کے درمیان

---

۱ دیگر کونسلوں کے علاوہ مندرجہ ذیل کونسلوں نے مستند فہرست کے معاملے میں اہم بیانات جاری کئے تھے: لودیکیہ کی کونسل (تقریباً ۳۶۰ء)، روم کی کونسل (تقریباً ۳۸۲ء) اور فلورنس کی کونسل (۱۴۴۲ء)۔

تعلق اور مسیحی ایمان کی نشرو اشاعت میں اُس کی اہمیت۔

کونسل آف ٹرنیٹ میں مستند فہرست کے سوال پر تفصیلی اور سیر حاصل بحث ہوئی اور ایک فرمان یا حکمنامہ[1] جاری کیا گیا جس میں اُن کتابوں کی فہرست تھی جو پاک نوشتوں کے مجموعے میں شامل ہیں یعنی وہ کتابیں جنہیں ایمانداروں کو مذہبی عقیدے اور اخلاق کے اُمور میں مستند اور معتبر ماننا چاہئے۔

لاطینی ولگاتا کو باضابطہ ''بااختیار'' یا معتبر ہونے کا درجہ دیا گیا اور ایمانداروں کو ہدایت کی گئی کہ پاک کلام کی تفسیر کلیسیا کی روایت کے مطابق کیا کریں اور اپنی ذاتی رائے کے مطابق نہ کیا کریں۔ علاوہ ازیں کونسل نے ولگاتا ترجمے میں موجود مستند بہ درجہ اول اور مستند بہ درجہ دوم دونوں زمروں کی کتابوں کو دینی اور اخلاقی معاملات میں یکساں معتبر تسلیم کیا۔

ریفارمرز (تحریکِ اصلاحِ کلیسیا کے داعی) کو مستند بہ درجہ دوم کتابوں کے بارے میں ہمیشہ سے گہرے شکوک اور تحفظات تھے۔ کاتھولک کلیسیا کے ساتھ بہت بحث مباحثہ اور جھگڑے کے بعد بالآخر انہوں نے ان کتابوں کو رد کر دیا۔

۱۵۳۴ء میں اپنے ترجمے میں لُوتھر نے مستند بہ درجہ دوم کتابوں کو یکجا کیا اور انہیں دونوں عہدناموں کے درمیان الگ رکھا۔ اِس نے ایک نوٹ اس مضمون کا شامل اشاعت کیا کہ یہ ''اپاکرفا کی کتابیں'' ہیں۔

اگرچہ یہ کارآمد اور فائدہ بخش ہیں مگر الہامی نہیں ہیں۔ زیورخ بائبل (۱۵۲۷ء-۱۵۲۹ء) کی اشاعت میں زونگلی شریک کار تھا۔ لیکن چونکہ ناشر مستند بہ درجہ دوم کتابوں کو مستند نہیں مانتا تھا اِس لئے انہیں گویا خارج کر کے اُس بائبل میں سب سے آخر میں جگہ دی گئی۔ ''اولیوٹن بائبل'' Olivetan Bible) (۱۵۳۴ء-۱۵۳۵ء) کا دیباچہ جان کیلون نے لکھا تھا۔ اُس میں مستند بہ درجہ دوم کتابیں ایک الگ حصے کے طور پر شامل کی گئیں اور انہیں مستند فہرست کی کتابوں سے الگ رکھا گیا۔ ریفارمڈ کلیسیا نے گال کے اقرار الایمان اور بیلجئیم کے اقرار الایمان میں مستند بہ درجہ دوم کتابوں کا (ذکر تک نہیں کیا۔

---

[1] تاریخ کے نقطۂ نگاہ سے یہ حکمنامہ (فرمان) بہت اہمیت رکھتا ہے اِس لئے کہ نئے عہدنامہ کے اپنے دیباچے میں (۱۵۲۲ء) لوتھر نے مستند بہ درجہ دوم کی کتابوں کو رد کیا تھا اور عبرانیوں، یعقوب، یہوداہ اور مکاشفہ کے الہامی ہونے پر اعتراض/شک کیا تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوتھرن بیانات میں اِن کتابوں کی طرف توجہ کم سے کم تر ہوتی گئی۔

انگلستان میں بھی صورتِ حال ویسی ہی تھی جیسی یورپ میں دوسرے ریفارمڈ گروہوں کی تھی۔ وکلف بائبل (۱۳۸۲ء) میں صرف عبرانی مستند فہرست شامل تھی۔ اگرچہ "کورڈیل" (Coverdale) بائبل میں مستند بہ درجہ دوم کتابیں شامل تھیں مگر کلیسیائے انگلستان کے "۳۹ آرٹیکلز" (39 Articles) میں کہا گیا ہے کہ اِن کتابوں کو کسی عقیدے کی بنیاد کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ کنگ جیمز ورژن (۱۶۱۱ء) میں مستند بہ درجہ دوم کتابوں کو دونوں عہدناموں کے درمیان رکھا گیا تھا۔

ہسپانوی ترجمے جو کاسیوڈورو ڈی رینا نے کیا تھا اور جو ۱۵۶۹ء میں شائع ہُوا اُس میں مستند بہ درجہ دوم کتابوں کو اُسی ترتیب میں رکھا گیا جو ہفتادی ترجمے میں تھی۔ اُس ترجمے کی نظرِ ثانی سِپر یانو ڈی ولیرا نے کی اور یہ ۱۶۰۲ء میں ایمسٹرڈیم سے شائع ہُوا۔ اُس میں اِن کتابوں کو دونوں عہدناموں کے درمیان رکھا گیا۔

ویسٹ منسٹر اقرار الایمان (۱۶۴۸ء) کے مصنفین نے کونسل آف ٹرینٹ اور کاتھولک اور پروٹسٹنٹ حلقوں کے مابین جھگڑوں پر ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے عبرانی نوشتوں کی مستند فہرست کی تصدیق و توثیق کی۔ مستند فہرست کے بارے میں اپنے بیان میں یہ اقرار الایمان واضح کرتا ہے کہ مستند بہ درجہ دوم کتابیں "اپاکرفا" ہیں اور یہ الہامی نہیں ہیں اور پاک نوشتوں کی مستند فہرست میں شامل نہیں ہیں اس لئے کلیسیا انہیں معتبر نہیں مانتی۔ اِس میں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ انہیں سختی سے انسانی تحریریں مان کر پڑھنا چاہئے۔ اِس طرح جن مسیحی جماعتوں نے ویسٹ منسٹر اقرار الایمان کو اپنایا اُنہیں مستند فہرست کی واضح صراحت مل گئی۔

اصلاحِ کلیسیا کے بعد کے دور میں اپاکرفا یا مستند بہ درجہ دوم کتابوں کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے معاملے میں تین مختلف طریقے اختیار کئے۔ (۱) مستند بہ درجہ دوم کتابوں کو بائبل میں رکھا گیا لیکن الگ حصے میں اور ساتھ نوٹ دیا گیا کہ یہ کتابیں دوسرے پاک نوشتوں کے برابر معتبر نہیں ہیں۔ (۲) کونسل آف ٹرینٹ کے پیش کردہ نقطہء نظر کی بنیاد پر مستند بہ درجہ دوم اور مستند بہ درجہ اوّل دونوں زمروں کی کتابوں کو بائبل میں شامل رکھا گیا اور دونوں کو برابر معتبر تسلیم کیا گیا۔ (۳) ویسٹ منسٹر اقرار الایمان کی بنیاد پر صرف عبرانی مستند فہرست کو بائبل میں شامل کیا گیا جس میں صرف وہی کتابیں ہیں جنہیں

معتبر مانا گیا ہے۔
۱۸۲۶ء میں علم الٰہیات اور انتظامی امور پر بہت بحث وتمحیص کے بعد برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی نے فیصلہ کیا کہ بائبل صرف پرانے عہدنامے کی عبرانی مستند فہرست کے مطابق شائع کی جائے۔ بہت جلد امریکن بائبل سوسائٹی نے بھی اِسی فیصلے کی پیروی شروع کردی۔ رینا/ ولیرا کا ترجمہ مستند بہ درجہ دوم کتابوں کے بغیر پہلی دفعہ ۱۸۵۰ء میں شائع کیا گیا۔ اپاکرفایا مستند بہ درجہ دوم کتابوں کے مباحث نے مسیحی کلیساؤں کو صدیوں تک ایک دوسرے سے الگ اور دُور رکھا۔ لیکن اب بہت سے مسائل اور مشکلات حل کرلی گئی ہیں۔ تنازع اور مخالفت کی جگہ اب باہمی گفت وشنید اور بین العقائدی تعاون پر زور دیا جاتا ہے۔ بائبل کے ترجمے اور اشاعت کی کوششوں میں کاتھولک، آرتھوڈاکس اور پروٹسٹنٹ گروہ شانہ بہ شانہ کام کررہے ہیں۔ اب مستند بہ درجہ دوم ادب باہمی گفت وشنید اور تعاون کی راہ میں رکاوٹ نہیں رہا بلکہ اسے یسُوعؔ ناصری کی خدمت اور ابتدائی مسیحیوں کی رسولی سرگرمیوں سے پہلے کے دور کی تاریخ، رسم ورواج اور مذہبی نظریات کا مطالعہ کرنے کا ایک اہم ماخذ سمجھا جاتا ہے۔
حالیہ سالوں میں یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز نے وہ نئے تراجم بھی شائع کئے ہیں جو مشرقی یورپ کی کلیساؤں نے کئے ہیں۔ چونکہ آرتھوڈاکس کلیساؤں کی مستند فہرستیں پروٹسٹنٹ اور کاتھولک دونوں کلیساؤں کی مستند فہرستوں سے فرق ہیں اِس لئے ضروری ہوگیا تھا کہ ترجمے کے اُن منصوبوں کے لئے حکمت عملی کے نئے رہنما اصول وضع کئے جائیں جن میں آرتھوڈاکس کلیساؤں سے تعاون کرنا ہوتا ہے۔ یونانی آرتھوڈاکس کلیسیا کی مستند فہرست میں مستند بہ درجہ دوم کی وہی کتابیں شامل ہیں جو رومن کاتھولک کلیسیا کی مستند فہرست میں ہیں اور اِن کے علاوہ منسّی کی دُعا، زبور ۱۵۱، ۱-اسدار (باب کے آخر میں ضمیمہ دیکھئے)، ۳-مکابیین اور ۴-مکابیین (ایک ضمیمہ میں) بھی شامل ہیں۔ سلیوونک آرتھوڈاکس کلیسیا کی مستند فہرست میں وہی کتابیں شامل ہیں جو رومن کاتھولک کلیسیا کی مستند فہرست میں ہیں اور اِن کے علاوہ منسّی کی دُعا، زبور ۱۵۱، ۲- اور ۳-اسدرا (باب کے آخر میں ضمیمہ دیکھئے) اور ۳-مکابیین بھی شامل ہیں۔
ایتھیوپک آرتھوڈاکس کلیسیا کی مستند فہرست سب سے بڑی ہے۔ اِس میں وہ ساری کتابیں شامل ہیں جن کا ذکر سطور بالا میں آیا ہے اور اِن کے علاوہ یوبلی اور ۱-حنوک بھی شامل ہیں۔

یہودی اور مسیحی پاک نوشتوں کی مستند فہرستیں

عبرانی بائبل	ہفتادی ترجمہ	ولگاتا
توریت	اسفارِ خمسہ	اسفارِ خمسہ
پیدائش	پیدائش	پیدائش
خروج	خروج	خروج
احبار	احبار	احبار
گنتی	گنتی	گنتی
استثنا	استثنا	استثنا

عبرانی بائبل	ہفتادی ترجمہ	ولگاتا
انبیا (نبیئم)	تاریخ کی کتابیں	تاریخ کی کتابیں
متقدم انبیا	یشوع	یشوع
یشوع	قضاۃ	قضاۃ
قضاۃ	روت	روت
سموئیل (۱-اور ۲-)	سلطنتیں	سموئیل (۱-اور ۲-)
سلاطین (۱-اور ۲-)	سموئیل (۱-اور ۲-)	سلاطین (۱-اور ۲-)
متاخر انبیا	سلاطین (۱-اور ۲-)	تواریخ (۱-اور ۲-)
یسعیاہ	تواریخ (۱-اور ۲-)	۱-عزرا = (عزرا)
یرمیاہ	اسدرا (۲)	۲-عزرا = (نحمیاہ)
حزقی ایل	۱-اسدرا	۳-عزرا = (۱-اسدرا)
بارہ انبیا	۲-اسدرا	۴-عزرا = (۲-اسدرا)
(ہوسیع، یوایل، عاموس)	(عزرا اور نحمیاہ)	طوبیاہ
عبدیاہ، یوناہ	آستر	یہودیت
ناحوم، میکاہ	(یونانی مشمولات کے ساتھ)	آستر
حبقوق	یہودیت	مکابیین (۱-اور ۲-)
صفنیاہ، حجی	طوبیاہ	

زکریاہ، ملاکی	مکابیین (۴)	
	مکابیین (۱-اور ۲-)	
	۳، ۴-مکابیین	
عبرانی بائبل	ہفتادی ترجمہ	ولگاتا
صحائف (کتبیم)	شاعری کی کتابیں	شاعری کی کتابیں
زبور	زبور	ایوب
ایوب	Odes (غنائی نظمیں)	زبور
امثال	امثال	امثال
روت	واعظ (= قوھیلیتھ)	واعظ (= قوھیلیتھ)
غزل الغزلات	غزل الغزلات	غزل الغزلات
قوھیلیتھ (= واعظ)	ایوب	حکمت
نوحہ	سلیمان کی حکمت	Ecclesiasticus =(سیراخ)
آستر	یشوع بن سیراخ کی حکمت	
دانی ایل (۱-۱۲)	=(سیراخ)	
عزرا/نحمیاہ	سلیمان کے زبور	
تواریخ (۱-اور ۲-)		
مستند بہ درجہ دوم کتابیں	انبیا کی کتابیں	انبیا کی کتابیں

یاپاکرفا	بارہ انبیا	یسعیاہ
	(=ہوسیع، عاموس، میکاہ...)	یرمیاہ
جعلی تصانیف	یسعیاہ، یرمیاہ	نوحہ
	باروک ۱-۵	باروک ۱-۶
	نوحہ	حزقی ایل
	یرمیاہ کا مکتوب (=باروک ۶)	دانی ایل (۱-۱۴)
	حزقی ایل	بارہ انبیا
	سوسناہ=(دانی ایل ۱۳)	=(ہوسیع، یوایل، عاموس...)
	دانی ایل ۱-۱۲	
	بعل اور اژدہا=(دانی ایل ۱۴)	

ضمیمہ

کئی تحریروں عزرا اور نحمیاہ کے ساتھ شریک کردی گئی ہیں اور قارئین اِن ناموں سے آسانی سے الجھن میں گرفتار ہوسکتے ہیں۔ انگریزی تراجم مثلاً NRSV میں یہ چار کتابیں شامل ہیں:۔(۱) عزرا، (۲) نحمیاہ (۳) ۱-اسدرا اور (۴) ۲-اسدرا۔ عزرا کی کتاب کو ہفتادی ترجمے میں ۲-اسدرا، ولگاتا میں ۱-عزرا اور سلیوونک میں ۱-اسدرا کہا گیا ہے۔ نحمیاہ کو ہفتادی ترجمے میں ۲-اسدرا، ولگاتا میں ۲-عزرا اور سلیوونک میں نحمیاہ کہا گیا ہے۔ ۱-اسدرا جو کہ عبرانی بائبل میں شامل نہیں اُسے ہفتادی ترجمے میں ۱-اسدرا، ولگاتا میں ۳-عزرا اور سلیوونک بائبل میں۔ ۲-اسدرا کہا گیا ہے۔ ۲-اسدرا جو کہ عبرانی بائبل اور ہفتادی ترجمے میں شامل نہیں اُسے ولگاتا میں ۴-عزرا اور سلیوونک بائبل میں ۳-اسدرا کہا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل جدول اِس صورتِ حال کی وضاحت کرتا ہے۔

عبرانی بائبل، ہفتادی ترجمہ، ولگاتا

NRSV	ہفتادی ترجمہ	ولگاتا	سلیوونک
عزرا	۲-اسدرا	۱-عزرا	۱-اسدرا
نحمیاہ	۲-اسدرا	۲-عزرا	نحمیاہ
۱-اسدرا	۱-اسدرا	۳-عزرا	۲-اسدرا
۲-اسدرا	شامل نہیں	۴-عزرا	۳-اسدرا

نئے عہد نامہ کی مستند فہرست

پلوٹارکو بونیلا اکاسٹا

تعارف

بائبل مسیحیت کی مُقدّس کتاب ہے

مسیحی اپنی روحانی پیاس بجھانے کے لئے صدیوں سے بائبل کے صفحات کی طرف رجوع ہوتے آئے ہیں۔ مسیحی اِس کتاب کی تعریفیں کرتے ہیں اور کم قدری کرنے والے اِسے گھٹیا قرار دیتے ہیں۔ اِس کا ترجمہ بہت سی زبانوں میں ہو چکا ہے اور اپنے خطرناک مواد کے باعث ممنوعہ قرار دی گئی ہے۔ سکرپچر یونین جیسی تنظیموں نے اِسے لاکھوں کی تعداد میں چھاپا اور تقسیم کیا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی جن قوموں اور حکومتوں نے اِسے دشمن سمجھا وہ اِسے نیست ونابود کرنے کی خاطر ظالمانہ انداز سے ڈھونڈتے اور جگہ جگہ تلاش کرتے رہے ہیں۔ یسُوعؔ مسیح کے کروڑوں پیروکار اور خُدا تعالیٰ کے عبادت گزار اِسے استقامت، لگن اور ولولے کے ساتھ پڑھتے اور مطالعہ کرتے ہیں جبکہ بہت سے نام کے مسیحیوں نے اِسے گھروں یا دفتروں کے گرد آلود کونوں میں رکھ چھوڑا ہے۔ بائبل ہر طوفان سے بچ نکلی ہے اور اِس کے پڑھنے والوں میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے کیونکہ اُنہیں اِس کے صفحات میں اُمید کا وہ پیغام ملنے کی آرزو ہے جو نظریات وتصورات، سائنس اور مذہبی اداروں، سیاسی سرگرمیوں اور لذت پرستی کے کاموں میں جو اِس نااُمید دُنیا میں چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں، نہیں ملا۔

مذاہب اور اُن کے مُقدّس متون

مذہبی جذبہ یا حساسیت ایک عالمگیر تجربہ ہے۔ مدتیں گزریں کسی عالم نے کہا تھا کہ آپ ساری دُنیا میں گھومیں پھریں تو دیکھیں گے کہ بہت سی قوموں نے بڑے بڑے تھیٹر اور جلسہ گاہیں نہیں بنائی ہیں، بہت سی قومیں سارے فنونِ لطیفہ کو ترقی دینے میں پیچھے رہ گئی ہیں، کئی قوموں میں وہ ادارے نہیں ہیں جو

اُن کی ہمعصر قوموں میں موجود ہیں۔ مگر جیسا کہ دوسری صدی کے فلسفی اور مورخ پلوٹارک نے لکھا ہے، کوئی ایک قوم یا لوگوں کا گروہ نہیں ملے گا جو کسی نہ کسی طریقے سے مذہبی احساسات کا اظہار نہ کرتا ہو، بے شک یہ احساسات اور اُن کا طریقہء اظہار کیسا ہی ابتدائی ہو یعنی زمانہء تہذیب سے پہلے کا ہو۔

مُقدّس کتابیں اس مذہبی جذبے یا حساسیت کا ایک اظہار ہوتی ہیں، خاص طور پر اُن مذاہب کے معاملے میں جنہوں نے ترقی کی کوئی منزل طے کر لی ہو۔ مُقدّس کتاب اُن تمام متون کا مجموعہ ہوتی ہے جسے کوئی خاص مذہبی جماعت خاص قدر و منزلت اور فائدے کا حامل مانتی ہے اور جس کے ساتھ ایسی بالادستی، حاکمیت اور معتبری منسوب کرتی ہے جس میں کوئی اور متن شریک نہیں ہو سکتا۔ اِس بات سے واضح ہو جاتا ہے کہ وید، کتابِ رفتگان، مارمن کی کتاب اور رُسل کی تصانیف کیوں اب تک چلی آ رہی ہیں۔ ہر مذہبی جماعت اپنی مُقدّس کتابوں کے خاص مجموعے کی اصل و ابتدا اور معنی و مفہوم کے حق میں بے مثال وضاحت پیش کرتی ہے۔[1]

دُنیائے مسیحیت بھی اِس سے مُستثنیٰ نہیں۔ ایک طرف تو اس نے یہودیت سے مُقدّس کتابوں کا مجموعہ یعنی "عبرانی بائبل"[2] میراث میں پایا ہے، جسے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسیحی "پرانا عہد نامہ" کہنے لگے ہیں۔ دوسری طرف مسیحی تجربے نے متون کا ایک سلسلہ پیدا کیا ہے جنہیں اُن متون کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہے جنہیں مسیحی خاص طور پر اہم اور مستند مانتے ہیں۔

---

1. بعض مصنفین نے بیان کیا ہے کہ مصر کے قدیم مذہب سے لے کر مارمن کلیسیا (انیسویں صدی کے اوائل) تک کم سے کم اُٹھارہ مذاہب ہیں جو بعض کتابوں کو "مُقدّس صحیفہ" مانتے ہیں۔

2. یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ پرانا عہد نامہ خود مختار اور خود ثابت ہے یعنی خود قائم ہے حالانکہ ہم مسیحی اسے نئے عہد نامہ میں پورا ہُوا دیکھتے ہیں۔ اس لئے کتابوں کے اِس مجموعے کو "عبرانی بائبل" کہنا زیادہ موزوں ہے اور اِس طرح اقرار کرنا مناسب ہے کہ ہم نہ تو اس مُقدّس متن کے "مالک" ہیں اور نہ اِس کے واحد "امانت دار" ہیں۔

متن کی تاریخ: متن کس طرح آگے منتقل ہُوا اور مستند فہرست کیسے مرتب ہوئی

نئے عہد نامہ کی مستند فہرست کیسے مرتب ہوئی؟[1]

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ مستند فہرست اِس طرح وجود میں نہیں آئی کہ کسی نے اِن مختلف طوالتوں اور مواد والی تحریروں کو ایک جلد میں جمع کرلیا اور اعلان کردیا کہ یہ "مُقدس" ہیں، کیونکہ اُس نے سوچا کہ یہ ایک اچھا خیال ہے۔ اور نہ خُدا نے کسی کے کان میں سرگوشی کر کے ایک ایک کتاب کا نام لکھوایا کہ یہ ساری کتابیں نئے عہد نامے میں شامل ہونی چاہئیں۔ ایسا سوچنا درست نہیں بلکہ نیا عہد نامہ بالکل فرق عمل سے وجود میں آیا۔ یہ عمل بہت پیچیدہ، قابلِ قدر اور دلچسپ ہے۔

سب سے پہلے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ نئے عہد نامہ کی مستند فہرست کی تاریخ اور اس کے متن کی تاریخ ایک دوسری سے گہرے طور پر منسلک ہیں۔ اگرچہ کسی ایک عمل کی الگ نشاندہی اور شناخت نہیں کی جا سکتی مگر اِن کا الگ الگ مطالعہ کرنا ایک یا دوسری کے لئے نقصان دہ ہوگا۔[2]

اکثر لوگ جانتے ہیں کہ نئے عہد نامے کے متون اپنی نوعیت میں موقتی یا موقعی ہیں۔ ہر متن کسی خاص موقع یا مواقع کے خاص سلسلے کے لئے لکھا گیا۔ مراد یہ ہے کہ یہ متون فقط اِس لئے نہیں لکھے گئے کہ مصنفین کو دفعتاً محسوس ہُوا کہ ہمیں لکھنا چاہیے اور اُنہیں یہ خیال سوجھا کہ اپنے خیالات کو صفحہء قرطاس کی زینت بنانا بہت عمدہ رہے گا۔ حقیقت اِس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں کہ بائبل

---

[1] چونکہ اِس سے پہلے ایک باب میں پرانے عہد نامے کی مستند فہرست پر بات ہو چکی ہے اس لئے "مستند فہرست" کی اصطلاح کے مفہوم اور کسی سیاق و سباق میں اِس کے استعمال کے سلسلے میں قاری اُس باب سے استفادہ کرسکتا ہے۔

[2] زیرِ نظر کتاب میں باب ۷ بعنوان "نئے عہد نامہ کا متن" کے پہلے چند پیروں میں اُس عمل کا کچھ بیان کیا گیا ہے جس سے نئے عہد نامہ کا متن مدوّن و مرتب ہُوا۔ اِس باب میں ہم اِس موضوع پر کچھ اضافی معلومات دے رہے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ قاری بہتر طور پر سمجھ سکے گا کہ مُقدس متن کے تحریر ہونے اور اُس کی تشہیر ہونے اور اُس کی مستند فہرست مرتب ہونے میں کیسا قریبی تعلق ہے۔ حقیقت تو یہ ہے اِن میں سے کسی ایک عمل کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے دوسرے عمل کو سمجھنا ناگزیر ہے۔

کی کتابوں کے مصنفین لکھتے وقت ایک کرب اور اندوہ محسوس کرتے تھے اور آرزو کرتے تھے کہ کاش ہمیں یہ باتیں نہ لکھنی پڑتیں۔ بے شک بعض اوقات پولُس رسول کی یہی حالت ہوتی تھی۔ ان لفظوں میں ذرا اُس کے دِل کی بات سُنیں"... کیونکہ میں نے بڑی مُصیبت اور دلگیری کی حالت میں بہت سے آنسو بہا بہا کر تُم کو لکھا تھا... اس واسطے کہ تُم اُس بڑی محبت کو معلوم کرو جو مجھے تُم سے ہے۔... گو میں نے تُم کو اپنے خط سے غمگین کیا مگر اس سے پچھتا یا نہیں... (۲-کرنتھیوں ۲: ۴؛ ۷: ۸(الف) [1]

بہت سے مختلف موقعوں یا حالات نے نئے عہدنامے کے مختلف مصنفین کو تحریک دی کہ اپنے خیالات، نصیحتوں، مشوروں، اُمیدوں اور دُعاؤں کو صفحہءِ پاپائرس پر اُتاریں۔ نئے عہدنامے میں بہت سے فرق فرق مواد شامل ہیں مثلاً وعظ، یسُوعؔ کی سنائی ہوئی کہانیاں یعنی تمثیلیں (یسُوعؔ کو کہانیاں تخلیق کرنے اور سُنانے میں بے مثال کمال حاصل تھا)، واقعات کے بیان، دُعائیں، نصیحتیں، نبوتی اور مکاشفاتی رویائیں، مناظرے کی تحریریں، شخصی خطوط، شاعری... وغیرہ۔ ہر صورت میں متن کی نوعیت وماہیت کا تعین اُس خاص مسئلہ یا صورتِ حال کی بنیاد پر جسے مصنف نمٹانا چاہتا تھا اور اُس کے قارئین کی خصوصیات کے مطابق ہوتا تھا۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جس قسم کے متون کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے وہ عبرانی بائبل میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ بائبل ایک لحاظ سے نئے عہدنامے کے مصنفین کے لئے نمونہ بھی تھی۔ اِس نمونے میں اُنہوں نے اپنی تخلیقی اور اختراعی صلاحیتیں بھی شامل کیں اور بعض تفاصیل کے اضافے کئے جو اُس زمانے کی خصوصیت تھی جس میں نیا عہدنامہ تشکیل پا رہا تھا۔[2] البتہ ابتدائی مسیحی جماعتوں کی ادبی تخلیقات اور جو تحریریں اُنہیں یہودیت سے میراث میں ملیں اُن میں ایک بنیادی فرق ہے۔ آیئے اُس فرق کا جائزہ لیں۔ مثال کے طور پر جب پولُس، پطرسؔ، یوحنا یا یہوداہ لکھنے بیٹھتے تھے (وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے

---

[1] دوسرے حوالے بھی قابلِ ذکر ہیں جن کے لب و لہجے سے مصنف کا کرب، فکرمندی یا خفگی ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً دیکھئے گلتیوں ۳: ۱-۵؛ ۴: ۱۱-۲۰، کلسیوں ۲: ۱-۴، ۲-تھسلنیکیوں ۲: ۱-۳۔

[2] سب سے نمایاں مثال ہیئتِ "انجیلی انداز" یا "انجیلی ہیئت" ہے جس نے مسیحیت کے ساتھ جنم لیا اور اسی لئے مسیحیت کی خصوصیت ہے۔ "مکتوباتی انداز" دوسری مثال ہے۔ اگرچہ پرانے عہدنامے میں بھی چند مکتوبات (خطوط) ہیں (مثلاً عزرا ۴: ۱۱ب-۱۶؛ ۴: ۱۷ب-۲۲؛ ۵: ۷-۱۷ اور ۷: ۱۲-۲۶) لیکن نئے عہدنامے میں وہ ایک خاص ادبی انداز

یا کسی منشی سے لکھواتے تھے جیسے کہ پولس کیا کرتا تھا) تو وہ کسی خاص صورتِ حال کے ردِعمل میں ایسا کرتے تھے جو فی الوقت اُنہیں درپیش ہوتی تھی۔ بھائیوں کے درمیان جھگڑے، جماعت میں بداخلاقی، مسیحی جماعت میں اُن عجیب خیالات اور تصورات کا راہ پانا جو اِیمان اور یسوع مسیح کے کام کی تاثیر اور اثر انگیزی کی نفی کرتے تھے، بھائیوں کی وفاداری اور اظہارِ محبت پر خوشی، مصیبت اور آزمائش کے وقت حوصلہ افزائی کی ضرورت... یا کوئی اَور صورتِ حال۔ اُن کلیسیاؤں کے مقتدر اور مجاز رہنما خُدا کی ہدایت و رہنمائی کے طالب ہو کر رسول اور بشپ (نئے عہدنامے کے مفہوم میں نگہبان)، پاسبان اور مسیحی جماعت کے رہنما کی حیثیت سے لکھتے تھے۔ یاد رہے کہ یہ مسیحی جماعت جگہ جگہ پھیلی ہوئی تھی۔

لکھتے وقت اُن کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ جو کچھ ہم لکھ رہے ہیں اُسے وہ معتبری اور سند حاصل ہے یا کبھی حاصل ہو جائے گی جو اُن مُقدّس متون کو حاصل ہے جو یہودی عبادت خانوں اور ابتدائی مسیحیوں کے اجتماعات یا عبادتوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ یہ کہنے میں کوئی خدشہ نہیں کہ سوائے ''مکاشفہ'' کے نئے عہدنامے میں کہیں کوئی اشارہ نہیں ملتا ہے کہ مصنفین کو یقین تھا کہ جو ہم لکھ رہے ہیں وہ ''مقدس صحائف''[1] کا حصہ بن جائے گا۔ تاہم اُن تحریروں کے ماخذ اور اُن کے مصنفین کے اختیار اور معتبری کے پیشِ نظر اور اِس حقیقت کے باعث کہ اُن تحریروں کو ''جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں'' (لوقا ۱:۱) اُن کی قابلِ اعتبار عینی شہادت مانا جاتا ہے۔

مسیحی جماعتوں نے اُن متون کو جو اُنہیں براہِ راست ملے تھے نہ صرف محفوظ رکھا اور بار بار پڑھتے رہے بلکہ بڑی تعداد میں اُن کی نقول تیار کر کے اُنہیں بہت سی برادر جماعتوں میں تقسیم بھی کیا[2]۔ رفتہ رفتہ اور بتدریج مسیحی یہ تسلیم کرنے لگے کہ کلیسیا کی زندگی کے لحاظ سے اِن متون کو خاص معتبری اور سند حاصل ہے۔[3] ایسا کرنے میں وہ تسلیم کرتے تھے کہ اُن متون کی تخلیق میں خُدا کے الہام نے کردار ادا

کے داعی ہیں۔ یہ ادبی انداز نئے عہدنامے کے تحریر میں آنے کے زمانے تک خوب ترقی کر چکا تھا۔

۱ معلوم ہوتا ہے کہ غناسطی وہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے نئے عہدنامے کی بعض تحریروں کو ''پاک صحائف'' کا درجہ دیا۔

۲ نئے عہدنامے کے تراجم کے اِس تیزی سے وجود میں آنے اور پھیلنے کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ مسیحیت بہت تیزی سے پھیلی اور مختلف لسانی گروہوں تک پہنچی۔

۳ بعض مواقع پر نئے عہدنامے میں اناجیل اور اُن کے ساتھ پرانے عہدنامے سے بھی اقتباس کیا گیا ہے مثلاً ۱۔تیمتھیس ۵:۱۸

کیا ہے اور پھر وہ اُن کے مطابق عقائد کی تشکیل و تدوین کرنے لگے۔[1]

اب تک ہم نئے عہدنامے کی کتابوں کا ذِکر اِس طور سے کرتے آئے ہیں جو اکثر "ایک ہی ٹکڑے" کی صورت میں لکھی گئیں۔ لیکن اناجیل جیسے متون کی صورتِ حال زیادہ پیچیدہ ہو جاتی ہے جو ایک فرق عمل سے لکھی گئیں۔ ظاہر ہے یسُوعؔ کے گرد کوئی مختصر نویس تو نہیں پھرتے رہتے تھے کہ اُس کی ایک ایک بات کو قلمبند کر لیتے کہ بعد میں بیٹھ کر ایک کتاب لکھ لیتے۔

زبانی سے تحریری کلام تک

جو مواد چار اناجیل میں موجود ہے اُس کی آگے منتقلی کے پہلے مرحلے کو "زبانی روایت" کہتے ہیں۔ رسُولوں اور یسُوعؔ کے دوسرے شاگردوں نے اپنے نئے بھائیوں کو فی الحقیقت ہر وہ بات بتائی جو اُنہیں اپنے خُداوند اور منجی کے حوالے سے یاد تھی۔

زیادہ عرصہ نہیں ہُوا تھا کہ یسُوعؔ کے مقولات کے تحریری مجموعے جمع ہو گئے۔[2] یہ حقیقت ہے کہ

میں لوقا ۱۰: ۷ اور استثنا ۲۵: ۴ سے اقتباس ہے۔ اِسی طرح ۲-پطرس ۳: ۱۵-۱۶ میں پولُس کی تحریروں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

[1] الہام کے عقیدے کے ارتقا اور فروغ نے کلیسیا کی تاریخ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اگرچہ یہ موضوع اس مقالے کی حدود سے باہر ہے مگر یاد رکھنا چاہئے کہ الہام اور معتبری میں فرق ہے۔ علاوہ ازیں جہاں تک معتبری (مستند ہونا) کا تعلق ہے دو قسم کی معتبری میں فرق کرنا چاہئے۔ اوّل وہ معتبری ہے جو کوئی متن خود اپنے اندر رکھتا ہے۔ دوسرے وہ معتبری جو مسیحی جماعت نے کسی خاص متن کو قبول کرنے، ماننے اور استعمال کرنے سے عطا کی ہے۔ ایسے امتیاز سے کسی سند کی تردید نہیں ہوتی۔ دروُنی یا خلقی معتبری کا مسئلہ علمِ الٰہیات کا مسئلہ ہے۔ تسلیم کرنے کے معاملے کو پہلی صدی کی مسیحی جماعتوں کے ارتقا کے سیاق وسباق میں دیکھنا چاہئے۔

[2] نیگ حمادی (مصر) کی دریافتوں (۱۹۴۵ء) سے ایک بڑا اور گرانقدر کتب خانہ دستیاب ہوا ہے۔ وہاں سے ملنے والے متون کی نوعیت اور ماہیت کے بارے میں بہت بحث ہوتی رہی ہے۔ اس معاملے میں چند نظریات بہت عجلت میں قائم کر لئے گئے تھے۔ اب ان پر دوبارہ غور و خوض ہو رہا ہے۔ مثال کے طور پر اب علما کو یقین ہو گیا ہے کہ وہاں سے ملنے والے متون غناسطی نہیں ہیں (سب سے نمایاں ہے افلاطون کی "الجمہوریت" کی چھٹی کتاب)۔ اور بہت قرینِ قیاس ہے کہ جس جماعت کا یہ کتب خانہ تھا وہ بھی غناسطی نہیں تھی۔ بہرصورت یہاں اہم نکتہ یہ ہے کہ وہاں سے ایک ایسی انجیل ملی ہے جو غناسطیت مائل معلوم ہوتی ہے (یہ بعض علما کی رائے ہے، دوسرے علما نے اس انجیل کے غناسطی ہونے کو رد کیا ہے)۔ اس متن کو "توما کی انجیل" کہتے ہیں اور یہ یسوع سے منسوب مقولوں کے مجموعے پر مشتمل ہے۔

مستند اناجیل میں مسیح کے جو مقولے موجود ہیں وہ کئی دفعہ اپنے ادبی سیاق و سباق سے جُدا معلوم ہوتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ اُنہی مجموعوں میں سے کسی ایک سے لئے گئے تھے۔

جو متون ہم تک پہنچے ہیں اور ابتدائی دور کے مصنفین کی شہادتوں سے ہم جانتے ہیں کہ یسُوعؔ کے پیروکاروں اور رسولوں نے مابعد ایام میں مُقدس تحریروں کے دوسرے مجموعے بھی تالیف کئے تھے۔ اُن مجموعوں میں پولسؔ کی تحریریں بہت مقبول نظر آتی ہیں۔[1]

جب نئے عہدنامے کی اناجیل کے مصنفین نے اُن متون[2] کے آخری اور حتمی مسودے تیار کئے تو انہوں نے وہ سارے مواد بھی استعمال کئے جو دستیاب تھے، بلکہ خود بھی اضافی معلومات تلاش کیں۔ اس طرح لوقاؔ واحد شخص نہیں تھا جس نے ''اعمال'' جیسی کتاب لکھی۔ نہ نئے عہدنامے کے خطوط ہی واحد مسیحی خطوط تھے جو قدیم دُنیا میں مشتہر ہوئے اور نہ ہماری ''مُکاشفہ'' کی کتاب ہی اس نوع کی واحد کتاب ہے جو قدیم زمانے میں لکھی گئی۔

اِس بات سے ہمارا مطلب کیا ہے؟ مطلب صرف یہ ہے کہ مسیحیت کے مزاج، اِس کی وسعت پذیری اور پہلی چند صدیوں کے دوران مسیحیوں کے درمیان پائے جانے والے تفرقوں (یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے کہ کئی تحریکیں تھیں جو مسیحی ہونے کی دعویدار تھیں مگر مسیحی عقیدے سے انحراف کرتی تھیں) کے پیش نظر متعدد لوگوں نے ''اناجیل''، ''اعمال کی کتابیں''، ''خطوط'' اور ''مُکاشفہ'' کی کتابیں لکھیں۔

رسُولوں کے فوری بعد کے زمانے میں ایسے مسیحی بھی ہوئے ہیں جنہوں نے ایمان کے دفاع یا ایمانداروں کی ترقی کے لئے اہم تصانیف لکھیں۔ اُن میں سے کئی ایسے تھے جنہوں نے اپنی گواہی اور زندگی کی صداقت پر اپنے خون سے مہر تصدیق ثبت کی۔ اِن میں انطاکیہ کا بشپ اگناشیئسؔ، جسٹن شہید یا فلاسفر خاص طور پر قابلِ ذِکر ہیں۔ بہت سی مسیحی جماعتیں اُن میں سے اکثر تحریروں کی بہت قدر

---

[1] مندرجہ ذیل تصانیف میں ''پولس کے خطوط'' کا حوالہ ملتا ہے:- ''کرنتھیوں کے نام پہلا خط'' از روم کا کلیمنٹ، ''افسیوں کے نام خط'' از اگناشیئس اور فلپیوں کو'' پولی کارپ کا خط'' نئے عہدنامے میں ۲-پطرس ۳:۱۵ میں بھی پولس کی تحریروں کا ذکر ہے۔ (پولی کارپ کے خط میں انطاکیہ کے بشپ اور شہید اگناشیئس کے لکھے ہوئے مکتوبات کا بھی ذکر ہے)۔

[2] یاد رکھنا چاہئے کہ چاروں اناجیل میں سے کوئی بھی اپنے مصنف کا نام نہیں دیتی۔ یہ اناجیل تیسری صدی کے اوائل میں زبانی روایت سے ضبط تحریر میں لائی گئیں اور کئی سالوں بعد اسی روایت کی بنیاد پر چار ''انجیل نویسوں'' سے منسوب کی گئیں۔

کرتی تھیں اور اُنہیں بڑی عزت اور عقیدت سے پڑھتی تھیں۔ بہت سے مسیحی اور اُن کی جماعتیں ''کرنتھیوں کے نام روم کے کلیمنٹ کا پہلا خط''، ''برنباس کا خط''، ''ہرمس کا چرواہا'' اور ''دِدَخے (تعلیم الرسل)'' کو مستند تصانیف کا درجہ دیتی تھیں یعنی مانتی تھیں کہ کلیسیا نے اُنہیں مُقدس تحریریں ہونے کا درجہ دِیا ہے۔

مستند فہرست

کلیسیا کے اندر صورتِ حالات

نئے عہدنامے کی تحریریں اِس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ پہلی صدی سے لے کر مسیحی رہنماؤں کو ایسے مسائل سلجھانے پڑے جن کا تعلق نہ صرف ایمانداروں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے عملی پہلوؤں (اخلاقیات اور باہمی رشتوں کے مسائل) سے تھا، بلکہ عقیدے سے انحراف سے بھی تھا۔ یہ انحراف غلط تشریحوں اور تفسیروں کا اور انجیل کے پیغام کو دانستہ توڑ مروڑ کر پیش کرنے کا نتیجہ تھا۔ اِن معاملات میں ابتدائی مسیحی مصنفین کی جدوجہد نئے عہدنامے کی کئی کتابوں میں صاف نظر آتی ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اِن تنازعات اور جھگڑوں میں اضافہ ہُوا اور شدت آ گئی۔ مسیحیت کے تیزی سے بڑھنے پھیلنے اور چند دیگر عناصر کے باعث مشکل اَور بڑھ گئی۔ دیگر عناصر میں یہ باتیں شامل تھیں:- (۱) فطری عمل جس کے باعث مثالیت اور رویا کے رنگ میں رنگی ہوئی مسیحیت ایک تحریک سے بڑھ کر ایک ادارہ بن گئی۔ جسے اندرونی مسائل کو جن کا بیشتر تعلق انتظامی اُمور سے تھا حل کرنے میں بڑی توانائی صرف کرنی پڑتی تھی اور اپنی بقا کی جدوجہد کرنی پڑتی تھی۔ (۲) پہلے یہ ایک مظلوم اور ستم رسیدہ جماعت تھی۔ پھر اسے برداشت کیا جانے لگا، بعدازاں اِسے تحفظ حاصل ہو گیا اور بالآخر یہ سیاسی ڈھانچے اور اقتدار میں ضم ہونے لگی اور اِس میں خود ظالم اور جابر بننے کا امکان اور صلاحیت پیدا ہو گئی[1] (دوسرے لفظوں میں یہ مسیحیت سے بدل کر دُنیائے مسیحیت یا عالم مسیحیت بن گئی)۔ (۳) پہلی چند

---

[1] ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہی راستہ تھا جس پر پولس رسول چلا مگر اُلٹے رُخ میں۔ پہلے وہ کلیسیا کا ''ایذا رساں'' تھا، پھر وہ ''ایذا رسیدہ'' بنا۔ یہ اُس کی ''تبدیلی ایمان'' کا ایک حصہ تھا۔ دوسری طرف کلیسیا پہلے ''ایذا رسیدہ'' تھی، پھر ''ایذا رساں'' بنی، ہم اِسے ''تبدیلی معکوس'' کہہ سکتے ہیں۔

صدیوں کے دوران اِس نئے مذہب میں بہت سے وہ لوگ شامل ہوئے جو اِیمان لانے سے پہلے پختہ طور پر مروج وغالب غیر مسیحی یونانی ثقافت کے سانچے میں پورے پورے ڈھلے ہوئے تھے۔ (۴) اِس کے پاس وہ فکری، نظریاتی اور تکنیکی آلات نہ تھے جن کے ذریعے سے ایماندار اپنے اِیمان کو گہرے طور پر سمجھ سکتے اور موثر طور پر اِس کا اظہار کر سکتے۔ (۵) مروج وغالب یونانی ثقافت کے معاشرتی اور تمدنی سیاق وسباق کے اندر فکری ونظریاتی، تکنیکی اور لغت یا قاموس نویسی کے آلات کی بہ افراط دستیابی (خصوصاً مشرقی کلیسیا میں جہاں مسیحی الٰہیات کے ابتدائی مراحل کا ارتقا ہُوا)۔ (۶) مسیحیت میں اُن لوگوں کی بڑی تعداد میں شمولیت (خصوصاً کانسٹنٹائین کے دورِ حکومت میں) جو "غیر الٰہیاتی" وجوہات سے اور اصل دلی تبدیلی کے تجربے کے بغیر آ گئے تھے۔

اُس وقت عقائد کے اختلافات اور تنازعات نے سر اُٹھایا۔ اُن میں سے بعض تنازعات نے ساری دُنیائے مسیحیت کو ملوث کر لیا۔ ایسا نہیں تھا کہ سارے تنازعات میں برابر کی دلچسپی تھی (بے شک بعض جھگڑے مقامی نوعیت کے اور ایک ہی حلقے تک محدود تھے) اور نہ وہ سب یکساں اہم تھے۔ لیکن مسیحیوں نے شروع ہی سے جان لیا تھا کہ ہمیں مُقدّس متون کے ایک ایسے "مجموعے" کی ضرورت ہے جو ہمارا اپنا ہو، جنہیں حوالے کے لئے استعمال کیا جا سکے، جو عقائد سے متعلقہ فیصلوں میں ماخذ اور غیر متغیر حدود ہوں۔ دوسرے لفظوں میں مستند فہرست کا تعین کرنا ضروری ہو گیا۔

حسبِ توقع اِس ضرورت کا شعور کوئی ایسی بات نہ تھی جو مسیحی حلقوں میں اچانک ابھرا ہو۔ علاوہ ازیں جیسا کہ اوپر ذِکر ہُوا ہے ابتدائی مسیحیوں کو یقین ہو گیا تھا کہ بعض کتابیں جو فی الوقت نئے عہدنامے میں شامل نہیں دراصل مستند فہرست کا حصہ ہیں۔ اِس بات کا شعور مجموعی طور پر کلیسیا کی اندرونی حالت کو سمجھنے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اِس لئے کہ سارے مسیحی کتابوں کے ایک ہی مجموعے کو مستند نہیں مانتے۔

ہم نے پہلے ہی چند کتابوں کا ذِکر کیا ہے جن کو مسیحی مصنفین نے مستند ماخذ قرار دیا ہے۔ اِس معاملے میں ہمیں اُس ابتدائی دور کے بارے میں اپنی سمجھ بوجھ کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ نئے عہدنامے میں شامل کتابوں کے مصنفین سمیت وہی مسیحی اپنی تصانیف میں بعض اُن تحریروں سے حوالے دینے میں آزادی محسوس کرتے تھے جو پرانے عہدنامے کی اُس مستند فہرست میں شامل نہ تھیں جسے اب

اکثر و بیشتر پروٹسٹنٹ کلیسیائیں مانتی ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خود نئے عہدنامے میں اُن متون یا کہانیوں سے حوالے موجود ہیں جو مستند بہ درجہ دوم کتب میں نظر آتی ہیں۔ مزید یہ کہ بعض مبینہ جعلی (یا اپاکرفائی)[1] کتابوں کو سنجیدہ ماخذوں کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اور یہ استعمال محض ادبی وضع کے طور پر نہیں ہے۔ ایک تو اِن ماخذ کا آزادانہ استعمال ہے، دوسرا یہ کہ جو مقدس کتابیں ابتدائی مسیحی جماعت استعمال کرتی تھی وہ اُسے یہودیت سے پہنچی تھیں۔ یہ دونوں حقائق واضح کرتے ہیں کہ کلیسیا کی طرف سے مستند مانے جانی والی نئی کتابوں کی پہلی فہرستوں میں چند وہ کتابیں شامل ہیں جو آج ہمیں عجیب معلوم ہوتی ہیں... جبکہ دوسری کتابیں جنہیں ہمارے زمانے کی ساری مسیحی جماعتیں مستند مانتی ہیں وہ اِن فہرستوں میں شامل نہ کی گئیں۔ آیئے مندرجہ ذیل حقائق پر مختصراً غور کریں:

کتابوں کی قبولیت اور سند (معتبری) کو تسلیم کرنا

رسولوں کی تصانیف اور یسوؔع کے دوسرے پیروکاروں کی تحریریں (خصوصاً وہ تحریریں جو بعد میں اِس مجموعے میں شامل کی گئیں جسے ہم نیا عہدنامہ کہتے ہیں) تقریباً شروع ہی سے بڑے تپاک سے قبول کی گئیں اور آنے والے سالوں میں مسیحی مصنفین کے لئے سند کا وسیلہ بن گئیں۔ جب ہم رسولی بزرگوں[2]

---

۱ مستند بہ درجہ دوم اور اپاکرفا (یا اپاکرفائی) کتابیں۔ ان دو اصطلاحات کو مماثل المعانی نہیں سمجھنا چاہئے۔ بدقسمتی سے ان اصطلاحات کے استعمال پر کبھی اتفاق رائے نہیں ہوا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اِن کے استعمال میں تبدیلی آ گئی ہے خصوصاً پروٹسٹنٹ روایت میں۔ دراصل خود لفظ "اپاکرفا" کا مطلب بدل گیا ہے اور اِس کے تعبیری مفہوم میں تحقیر آمیزی آ گئی ہے، کم سے کم انجیلی ایمان رکھنے والے حلقوں میں تو ایسا ہی ہے۔ علما نے نئے عہدنامے میں ایک سو سولہ ایسے اشاروں یا خفیف حوالوں اور لفظ بہ لفظ اقتباسات کی نشاندہی کی ہے جو مستند بہ درجہ دوم (یا پروٹسٹنٹ حلقوں کے مطابق اپاکرفائی اور جعلی) کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں بتایا گیا ہے کہ نئے عہدنامے میں تین (ممکنہ چار) مقامات پر قدیم دُنیا کی "دیگر تحریروں" سے بھی حوالے موجود ہیں۔

۲ یہ اصطلاح مسیحی مصنفین کے اُس گروہ اور متون کے لئے مخصوص ہے جو رسولی زمانے کے فوراً بعد کے دِنوں میں منظر عام پر اُبھرے۔ اُن تصانیف کے بہت سے مصنفین کے نام ہمیں معلوم ہیں، تاہم اُس زمانے کی کئی تصانیف غیر موسوم ہیں۔ دوسروں کے ساتھ ساتھ یہ ہستیاں اور تصانیف "رسولی بزرگوں" میں شامل ہیں: رومؔ کا کلیمنٹؔ، "دِدخے (تعلیم الرسل)"، انطاکیہ کا اگناشیسؔ، سمرنہ کا پولی کارپؔ، ہیراپلس کا پیپاسؔ، "برنباس کا خط"، "ہرمسؔ کا چرواہا" اور "ڈائیوجنیٹس کا خط"۔

کی تحریریں پڑھتے ہیں تو ہمیں اُن رسولی تعلیمات کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے جو اُن کتابوں میں پائی جاتی ہیں جو آج کل مستند فہرست میں شامل ہیں۔ اُن تحریروں میں سوائے فلیمون، ۲-یوحنا اور ۳-یوحنا کے نئے عہدنامے کی ساری کتابوں سے اقتباسات موجود ہیں۔ ۲-پطرس، یعقوب اور یہوداہ کے صرف چند حوالے ہیں۔

جس اختیار سے یہ مصنفین بات کرتے ہیں، اُن کے مندرجات، زمانے اور مواد کے لحاظ سے رسولوں کی تعلیمات سے قربت کے باعث اِن رسولی بزرگوں کے بعض مقالات کو جو بنیادی طور پر پاسبانی نوعیت کے ہیں بہت قبولیت، قدر اور شہرت حاصل ہوئی۔ اگرچہ اِن کی بنیاد اُن تعلیمات پر تھی جو یسوع کے شاگردوں نے آگے منتقل کی تھیں (اِس لئے شاگردوں کی تصانیف سے اقتباسات اکثر استعمال کئے گئے ہیں) تاہم بہت جلد کہا جانے لگا کہ یہ اُن کے برابر معتبر ہیں اور مسیحی جماعت کے اراکین اُنہیں ایسے پڑھتے تھے جیسے وہ "مسیحی مُقدس صحائف" کا حصہ ہوں۔

آبائے کلیسیا

رسولی بزرگوں کے فوراً بعد کا زمانہ آبائے کلیسیا کا دور کہلاتا ہے۔ بعض علما نے اُس دور کو تین مراحل میں (لازم نہیں کہ یہ تواریخی ترتیب ہو) تقسیم کیا ہے۔ اوّل، اعتذاریات (عملی دلائل سے اپنے عقائد کو سچ ثابت کرنے) کا مرحلہ (آبائے اعتذار)، دوم مناظرہ (اختلافی یا نزاعی مذہبی مسائل پر بحث وتکرار) کا مرحلہ اور سائنس (علم وحکمت) کا مرحلہ۔ اُس دور کے دوران عقائد کے مسائل زیادہ نجیدہ اور شدید ہو گئے۔ اِس کی دو وجوہ تھیں۔ اوّل، خارجی طور پر مسیحیت کے دُشمنوں کے حملے۔ دوم، داخلی طور پر ایمان کا گہرا عرفان اور تعلیمات کی بہتر سمجھ حاصل کرنے کی صحت مندانہ خواہش سے پیدا ہونے والی مشکلات۔ موٴخر الذکر پہلو دراصل "بھید" کے عمل اور اثر کو بتدریج کم کرنے کی کوشش کو ظاہر کرتا ہے۔ کوشش یہ تھی کہ ہر بات جس کی تشریح اور وضاحت ہو سکتی ہے اُس کی تشریح اور وضاحت کر دی جائے جبکہ "بھیدوں" اور معجزوں کی موجودگی کو تسلیم بھی کیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر یہ مان لینے کے بعد کہ تجسّم ہُوا اور یہ معجزانہ واقعہ ہے، علما یہ واضح کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ دو ذاتیں (بشری اور الٰہی) یسوع کی شخصیت میں کیسے یکجا ہوئیں۔ اِسی قسم کی کوشش فرد اور ارادے کے معاملے میں اور تثلیث کے

عقیدے کے سلسلے میں کی گئی۔

ایسی بہت سی مثالیں تھیں اور بہت سے حل بھی تجویز کیے گئے۔ بدقسمتی سے مسیحیت اور رومی سلطنت کے درمیان نئے تعلق کے پیشِ نظر الٰہیات کے تنازع سے سیاسی مفادات بھی وابستہ ہو گئے تھے۔[1] لہٰذا کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ اُس دور میں ایسا قابلِ قدر اور معقول ادب تخلیق ہُوا جس نے الٰہیات کے سارے متنازع اور متضاد نقطہ ہائے نظر کا احاطہ کیا۔[2]

مرقیون

دوسری صدی کے دوران ایک ایسا شخص منظر پر ابھرا جس کے بارے میں معلومات بہت کم ہیں۔ یہ تھا مرقیون۔ ایک بات نمایاں ہے کہ اُس کے اپنے باپ نے اُسے کلیسیا سے خارج کر دیا تھا (چنانچہ قیاس ہے کہ یہ باپ ضرور بشپ ہوگا)۔ پھر وہ روم کی مسیحی جماعت کا ممبر بن گیا۔ اُنہوں نے بھی اُسے تقریباً ۱۴۴ء میں خارج کر دیا۔ وہ غیر مسیحی تعلیمات سے بہت متاثر تھا۔ اُس کا ایمان تھا کہ پرانے عہدنامے کا خُدا حقیقی خُدا نہیں تھا۔ چنانچہ اُس نے عبرانی بائبل کی ساری کتابوں کو رد کر دیا۔ اُس وقت تک کلیسیا نے کوئی مستند فہرست متعین نہ کی تھی اور اعتماد سے کہا جا سکتا ہے کہ مرقیون پہلا شخص تھا جس نے مسیحی کتابوں کی مستند فہرست ممیز کی۔ اُس کے نظریے کے مطابق مستند فہرست لُوقا کی انجیل اور پولس کے دس خطوط (پاسبانی خطوط اور عبرانیوں کا خط خارج ہیں) پر مشتمل ہے۔ مرقیون نے جو کتابیں قبول کیں اُن کے بھی بعض حصے کاٹ ڈالے اس لئے کہ اُسے یقین تھا کہ کلیسیا نے متون میں ردّ و بدل کر دیا اور

---

1. سب سے ڈرامائی مثال شاید اتھناسیس کی ہے جسے اپنی زندگی میں مسیحیوں کے مابین عقائد سے متعلقہ مباحث میں سیاسی طاقت کی مداخلت کے نشیب و فراز کا تجربہ ہُوا۔ البتہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک طویل عرصے تک صرف شہنشاہ کو اختیار تھا کہ کونسل کے اجلاس منعقد کرائے۔ ابتدائی کونسلوں کا ایک قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ اُن میں شہنشاہ زبردست کردار ادا کرتا تھا۔ وہ کونسل طلب اور منعقد کرتا، ایجنڈے کا تعین کرتا، فیصلوں کی تصدیق کرتا، مسیحی کونسل سے متعلقہ فیصلوں کی توثیق کرتے ہوئے اُنہیں شاہی قانون کا درجہ دے دیتا تھا۔ چونکہ شہریوں سے رائج ایمان کا اقرار کرنے کا مطالبہ کیا جاتا تھا اس لئے اُس کی مخالفت کرنے والوں کو غیر مذہبی حاکموں کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔

2. افسوس کی بات ہے کہ اُن مصنفین کی بہت سی تصانیف تباہ اور ضائع کر دی گئیں کیونکہ اُنہیں آزاد خیال یعنی غیر راسخ العقیدہ سمجھا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں مبینہ ''بے دین'' مصنفین کی بعض مسیحیت مخالف تصانیف بھی ضائع کر دی گئیں۔ پارفیریس Porphy rius (تیسری صدی کا نصف آخر) کی تصانیف کا مٹ جانا خاص طور پر افسوسناک ہے۔

اُنہیں بگاڑ دیا ہے۔

مرقیونؔ کا یہ کام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ بہت سے مسیحی مصنفین نے اُس پر شدید تنقید کی۔ ۱۴۴ء میں اُسے کلیسیا سے خارج کر دیا گیا۔ لیکن ایک لحاظ سے اُس کی بے باکی نے ایک عمل شروع کر دیا جو بالآخر ایک "مسدود" مستند فہرست کی تشکیل پر منتج ہُوا۔ ایک طرف غناسطیوں کے اپنی خفیہ روایات کے دعویٰ کے بارے میں تنازع تھا۔ دوسری طرف مرقیونؔ کے بعض متون کو منتخب کرنے اور اُن کی تصحیح کرنے اور عبرانی صحائف کو رد کرنے کی مخالفت جاری تھی۔ اِن باتوں نے ایمانداروں کا شعور بیدار کیا کہ رسولی تصانیف تو خاص درجے کی حامل ہیں اور اِس کی بنیاد یہ حقیقت ہے کہ بڑی کلیسیائیں اُنہیں مستند مانتی اور قبول کرتی ہیں اور اُن کے اپنے اندر راسخ العقیدگی اور سنجیدگی کا صحیح معیار موجود ہے۔

۲۰۰ء تک مستند فہرست کے تصور کو مان لیا گیا تھا اور اُس کے مشمولات کے بڑے حصے کی تالیف ہو گئی تھی، البتہ ابھی تک اُس میں شامل کی جانے والی کتابوں کی کُل تعداد پر اتفاقِ رائے نہیں تھا۔ یہ حقیقت دو باتوں سے بالکل عیاں ہے۔ اوّل اس پر اُٹھائے جانے والے اعتراضات اور دوم اُن فہرستوں میں نمایاں اختلافات جو دُنیا کے اُن مختلف علاقوں میں مرتب کی گئیں جہاں مسیحیت نے ترقی کر لی تھی۔

ططیانؔ

ططیانؔ، جسٹن شہیدؔ کا شاگرد تھا۔ دوسری صدی کے اختتام سے پہلے اُس نے "دیاطرون" (تقریباً ۱۷۰ء) تصنیف کی۔ اِسے چاروں انجیلوں کی ہم آہنگی کہیے۔ اِس کا مطلب ہے کہ اُس زمانے تک وہ چاراناجیل مستند مانی جانے لگی تھیں۔

موراتوروی پارچہ

لیوڈوویکو اینٹونیو اطالیہؔ کا باشندہ، قدیم نوادرات کا سوداگر اور الٰہیات کا عالم تھا۔ ۱۷۴۰ء میں اُسے ساتویں یا آٹھویں صدی کا لاطینی کا ایک قلمی نسخہ ملا۔ اُس پر نئے عہدنامے کی کتابوں کی ایک نامکمل فہرست درج تھی۔ حالیہ دنوں تک علما اُس فہرست کی تاریخ دوسری صدی کے اواخر یا تیسری صدی کے اوائل میں قرار دیتے رہے ہیں لیکن اب اُس ٹکڑے (پارچہ) کی تاریخ کو چوتھی صدی میں قرار دینے والے علما کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ اُس ٹکڑے کو موراتوروی فہرست اسفار یا موراتوروی پارچے کا نام دیا گیا۔

نئے عہدنامے کی مستند فہرست کی جو صورت ہمارے پاس ہے اُس میں سے ۲۲ کتابیں مورا توری پارچہ (فہرست) میں شامل ہیں۔ اُس فہرست میں عبرانیوں کا خط، یعقوب کا خط ۱-اور ۲-پطرس اور ۳-یوحنا شامل نہیں۔ دو کتابیں بنام "پطرس کا مُکاشفہ" اور "سلیمان کی حکمت" اُس میں شامل ہیں۔ مورا اُس پارچے میں چند اَور تصانیف بھی شامل ہیں جنہیں کلیسیا نے کسی نہ کسی وجہ سے رد کر دیا۔

اورِیجن

عظیم اورِیجن (وفات تقریباً ۲۵۴ء) نے موجودہ مستند فہرست کی ۲۷ میں سے ۲۱ کتابیں اپنی مسلمہ فہرست میں شامل کی تھیں۔ اُس نے چند اَور تصانیف کا بھی حوالہ دیا ہے جن میں دِدخے (تعلیم الرُسل) اور برنباس کا خط بھی شامل ہیں اور اُنہیں "صحائف" قرار دیا ہے۔ جو متون متفقہ رائے سے قبول نہیں کئے گئے تھے اُن کی فہرست اورِیجن یوں دیتا ہے، عبرانیوں، یعقوب، یہوداہ، ۲-پطرس، ۲-اور ۳-یوحنا اور متعدد دیگر کتابیں جن میں "پطرس کی انجیل" اور "پولُس کے اعمال" شامل ہیں۔

قیصریہ کا یُوسیبیئس

قیصریہ کے یُوسیبیئس نے اپنی تصنیف "تاریخِ کلیسیا" میں اُس صورتِ حال کا مختصراً بیان کیا ہے جو مسیحی دُنیا میں مُقدس کتابوں کی حیثیت یا منزلت کے تعلق سے چوتھی صدی کے اوائل میں تھی۔ تاریخِ کلیسیا کا بانی کہتا ہے:

پہلے مقام پر چار اناجیل کے مُقدس مجموعے کو رکھنا چاہئے، اِس کے بعد آئیں گے "رسولوں کے اعمال" (کی تحریریں) اور اِن کے بعد پولُس کے خطوط کو شمار کرنا چاہئے۔ اِن کے بعد یوحنا کا خط جسے پہلا کہتے ہیں۔ اِسی طرح پطرس کے خط کو تسلیم کرنا چاہئے۔ اِن کے علاوہ اگر مناسب معلوم ہو تو یوحنا کا مُکاشفہ، جس کے بارے میں دلائل کی تشریح ہم موزوں موقع پر کریں گے۔ یہ ہیں مسلمہ کتابیں۔ متنازع کتابیں جنہیں اکثر لوگ جانتے ہیں، وہ ہیں: جسے یعقوب کا خط کہا جاتا ہے، یہوداہ کا خط، پطرس کا دوسرا خط، مبینہ طور پر یوحنا کا دوسرا اور تیسرا خط جو ممکن ہے انجیل نویس کی تصنیف ہوں یا کسی اَور شخص کی جو اُس کا ہم نام تھا۔ جو کتابیں اصلی نہیں ہیں اُن میں [...] شمار کرنا چاہئے۔ اِس کے علاوہ جیسا کہ مَیں نے کہا

یوحنا کا مکاشفہ ہے اگر اس کے بارے میں نظریہ غالب ہو کیونکہ جیسا میں نے کہا کچھ لوگ اِسے ردّ کرتے ہیں اور کچھ اِسے مسلمہ کتابوں میں شمار کرتے ہیں [1]۔

حاصلِ کلام

اِن ساری باتوں سے ہم کیا سیکھتے ہیں؟ سب سے پہلے یہ سیکھتے ہیں کہ بعض متون کی سند کو قبول کرنا اور تسلیم کرنا خود مسیحی جماعتوں کے اندر فطری عمل سے ہُوا۔ یہ کسی سوچے سمجھے فیصلے کا نتیجہ نہیں تھا جو مقتدرانِ اعلیٰ نے یا کسی کونسل نے نافذ کیا۔ مسیحی جماعتوں نے رسولوں اور کلیسیا کے دوسرے بزرگوں کے بھیجے ہوئے پیغامات یعنی خطوط کو خوشی، تعظیم اور عقیدت سے قبول کیا اور اُنہیں مستند تسلیم کیا۔ اُنہوں نے اِن پیغامات کو پڑھا، اور پھر بار بار پڑھتے رہے اور دوسری برادر جماعتوں میں تقسیم بھی کیا۔ کلیسیا نے بہت جلد تبلیغی جذبے کے ساتھ اُن متون کی نقول تیار کرنا اور نئی جماعتوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا جو رومی سلطنت کے طول و عرض میں اور اُس کی سرحدوں سے آگے نشو و نما پا رہی تھیں۔

دوسری بات یہ سیکھتے ہیں کہ دوسرے مسیحی مصنف، مبلغ اور الٰہیات کے عالم اِن تحریروں سے اکثر اقتباس کرتے اور اِن کے حوالے دیتے تھے تاکہ مسیحی تعلیمات کو بہتر طور پر سمجھا اور سمجھایا جا سکے۔ وہ دوسرے قارئین کو اِن میں شریک کرتے تھے۔

تیسری بات یہ سیکھتے ہیں کہ معتبر مانی جانے والی کتابوں کا ایک اَور مجموعہ مرتب ہونے لگا۔ جن ممالک میں مسیحی موجود تھے وہاں تالیف یا ترتیب کا یہ عمل یکساں نہ تھا۔ بعض وجوہ کی بنا پر کچھ جماعتیں کچھ کتابوں کو مستند مان لیتی تھیں، دوسری جماعتیں نہیں مانتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ "مستند" کتابوں کی کوئی ایک واحد مماثل فہرست نہ تھی جو ہر جگہ استعمال ہوتی ہو۔

---

[1] یوسیبیئس، دی اکلیسی اسٹیکل ہسٹری، جلد اول (ترجمہ، کرساپ لیک: کیمبرج: ہارورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۴۹)، III، ۲۵، ۲، ۱-۴۔ جعلی تحریرات میں بہت سی ایسی کتابیں شامل ہیں جو متنازعہ بھی ہیں، جیسے پولس کے اعمال، چرواہا اور پطرس کا مکاشفہ۔ یوسیبیئس نے دوسری کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے جنھوں نے "بدعت کو پھیلایا۔" اور لکھتا ہے، "ان میں سے کوئی بھی اُن کتابوں میں شامل نہیں تھی جو راسخ الاعتقاد کلیسیا سے ہمیں پہنچیں اور نہ ہی اُنہوں نے کبھی اپنی تحریروں میں اِن کا ذکر کرنا درست سمجھا۔" وہ اِن کتابوں کو "بدعتیوں کی جعل سازی" (ہیریٹیکون اینڈ رون اینا پلیسماتا) اور "شریر و ناپاک" (انو پا کائے ڈیبی) کہتا ہے (III، ۲۵، ۴ اور ۶-۷)۔

چوتھی یہ کہ یہ عجیب صورتِ حال کتاب کے اُس گروہ میں اختلافات کے معاملے تک محدود نہ تھی جنہیں ہم اب مستند مانتے ہیں، نہ صرف یہ کہ بعض جماعتیں بعض کتابوں کو رد کرتی تھیں، بلکہ بسا اوقات وہی جماعتیں اُن کتابوں کو قبول کرتی تھیں جو فہرست میں نہ تھیں۔

پانچویں بات یہ کہ دوسری اور تیسری صدی کی فہرستیں جن تک موجودہ زمانے کے علما کی رسائی ہے اُن مسیحی گروہوں کے موقف کی عکاسی کرتی ہیں جنہوں نے وہ مرتب کیں (یا مرتب کرنے والے جن گروہوں کے اراکین تھے)۔ مثال کے طور پر موراتوروی ''مسلمہ فہرست'' (یعنی کتابوں کی وہ فہرست جو موراتوروی پارچہ میں ملتی ہے) غالباً روم کی مسیحی جماعت کی ''مسلمہ فہرست'' ہے۔

چھٹی یہ کہ سوائے اُن ''مستند فہرستوں'' کے جو کلیسیا سے باہر کی جماعتوں میں مرتب ہوئیں (مثلاً مرقیونی کلیسیا) مختلف فہرستیں ایک مخصوص ڈھانچے کے اندر مرتب ہوئیں۔

ساتویں یہ کہ کہیں چوتھی صدی میں جا کر ایسا ہوا کہ مستند فہرست کی تالیف و ترتیب کے بارے میں کونسلوں نے فیصلے کئے۔ شروع شروع میں کونسلیں صرف مقامی اور علاقائی سطح پر منعقد ہوتی تھیں۔ کہیں بعد میں جا کر ایسا ہوا کہ ایسے معاملات کو مجموعی یا قومانی کونسلوں نے اپنے ہاتھ میں لیا۔

آٹھویں یہ کہ کونسلوں نے ماقبل کے رجحان کی تصدیق کی اور آہستہ آہستہ وہ اتفاق رائے پیدا ہوا جس کے مطابق اکثر و بیشتر مسیحی کلیسیاؤں نے مستند فہرست کو ۲۷ کتابوں تک مسدود کیا۔ چوتھی صدی میں اور اِس کے بعد کونسلوں نے اُن کتابوں کی فہرستیں شائع کیں جو نئے عہدنامے میں شامل ہیں۔ بعض کتابیں جو ''مشتبہ'' سمجھی جاتی تھیں بالآخر مستند فہرست میں شامل کر لی گئیں۔ باقی کتابوں کو ہمیشہ کے لئے خارج رکھا گیا۔ بعض اوقات کسی علاقے کی مذہبی صورتِ حال آخری یا حتمی فیصلے کا تعین کرتی تھی کہ فلاں کتاب کو قبول کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ مثال کے طور پر مشرقی کلیسیا میں یوحنا کے مُکاشفہ کو کافی عرصہ کے بعد قبول کیا گیا کیونکہ بعض لوگ اِسے اُن نظریات کی حمایت کے لئے استعمال کرتے تھے جو غیر راسخ العقیدہ سمجھے جاتے تھے۔ علاوہ ازیں اِس بات میں شک پایا جاتا تھا اور اب تک پایا جاتا ہے کہ عبرانیوں کے خط کا مصنف پولُس ہے یا نہیں اور ۲۔ پطرس کا مصنف پطرس ہے یا نہیں۔ بہر صورت ۲۷ مستند کتابیں ہیں جنہیں تسلیم کیا گیا اور مسیحیوں کی بڑی اکثریت اب بھی انہیں مستند مانتی ہے۔

یہ یاد رکھنا اہم ہے کہ نئے عہدنامے کی حتمی مستند فہرست کونسلوں کے عائد کردہ فیصلوں کے نتیجے

میں وجود میں نہیں آئی۔ کونسلوں نے صرف اسی بات کو تسلیم کیا اور اسی کی تصدیق کی جو پہلے سے اُن بہت سی مسیحی جماعتوں میں ہو رہی تھیں جن سے عالمگیر کلیسیا کی تشکیل ہوئی ہے۔

ہم مسیحیوں کو خُدا کا شکر گزار اور احسان مند ہونا چاہئے کہ اُس نے ہمیں یہ خاص کتابیں عطا کی ہیں جن سے "الکتاب" (بائبل مُقدّس) بنی ہے۔ مزید چاہئے کہ اُس کی طرف رجوع ہوں اور اُس کے کلام کے طالب ہوں۔ اُس سے اصلاح اور تحریک پائیں اور اُس کی مرضی کو بہتر طور پر سمجھیں۔

"... اور تُو بچپن سے ان پاک نوشتوں سے واقف ہے جو تجھے مسیح یسُوع پر ایمان لانے سے نجات حاصل کرنے کے لئے دانائی بخش سکتے ہیں۔ ہر ایک صحیفہ جو خُدا کے کلام سے ہے تعلیم اور الزام اور اصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لئے فائدہ مند بھی ہے تاکہ مردِ خُدا کامل بنے اور ہر ایک نیک کام کے لئے بالکل تیار ہو جائے" (۲۔ تیمتھیس ۳: ۱۵-۱۷)۔

حصه سوئم

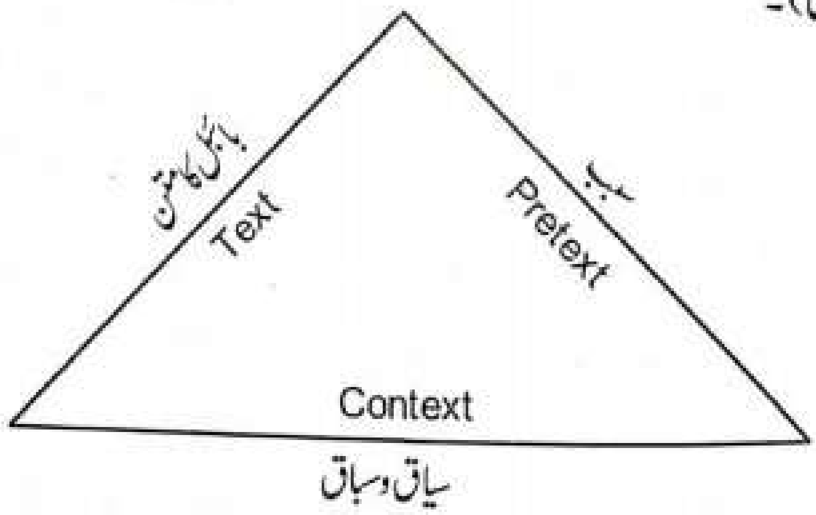
بائبل کی تفسیر

اڈیسیو سانچیز

بائبل مُقدّس سے انتہائی فائدہ اُٹھانا

صراحت یا تشریح کرنے کے اُصولوں، قاعدوں اور ضابطوں اور طریقوں کو "علم التفسیر" کہتے ہیں۔ اس علم کو عملی طور پر استعمال کر کے جو صراحت یا تشریح کی جائے اُسے "تفسیر" کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ خُدا کے کلام کی تشریح و وضاحت کرنے کا فن ہے۔ اِس میں بائبل مُقدّس کے متن سے کوئی حصہ کسی خاص تاریخی سیاق وسباق کے نقطہ نظر سے پڑھنا۔ اِس عمل میں پڑھنے والا "فاعل"، بائبل کا حصہ "مفعول" اور تاریخی حقائق فاعل اور مفعول دونوں کا "سیاق وسباق" ہوتا ہے۔

یہ تین لائیفنک عناصر ایک اکائی بنتے ہیں جو ہمیں خُدا کے کلام کو زیادہ غور سے اور زیادہ گہرائی سے سننے کے قابل بنا دیتی ہے۔ (بائبل کے مطالعے کے دیگر اہم عناصر ان ہی تین عمومی زمروں کی ذیل میں آتے ہیں)۔



یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ "تفسیر کا فاعل" (متن کا پڑھنے والا اور سیاق وسباق) کوئی الگ تھلگ فرد نہیں ہوتا بلکہ ایک پوری جماعت ہوتی ہے۔ یہ جماعت صرف اُن لوگوں سے نہیں بنتی جو زمان اور مکان کے لحاظ سے ہمارے قریب ہوتے ہیں بلکہ اِس میں وہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو جغرافیائی،

تاریخی، سماجی، ثقافتی، نظریاتی، نسلی اور دیگر سیاق وسباق میں ہم سے بہت دُور ہوتے ہیں۔ بائبل کی تشریح کرنا واضح طور پر ایک گروہی ادراک کا عمل ہے۔

اپنی نوعیت میں گروہی ہونے کے علاوہ "تفسیر کا فاعل" رُوح القُدس کے تابع ہوتا ہے (۲-پطرس ۱: ۲۰-۲۱، یوحنا ۱۶: ۱۳)۔ اگر خُدا کے کلام کو ویسے ہی سمجھنا ہے جیسا لکھا گیا ہے تو ضرور ہے کہ اُس کی تفسیر کرنے میں جماعت (گروہ) اور رُوح القُدس دونوں پورے طور پر شامل اور شریک ہوں۔

پاک کلام کے پڑھنے اور اُس کی تشریح کرنے کے پیچھے ہمیشہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ کلام کو سنجیدگی سے پڑھنے کی ہمیشہ کوئی وجہ ہوتی ہے۔ بائبل کی تفسیر کے فوری اغراض ومقاصد سے آگے آخری اور حتمی مقصد یہ ہوتا ہے کہ خُدا کا کلام مرد وزن کا اِس طرح سامنا کرے کہ وہ نجات کی راہ پائیں۔ چُنانچہ بائبل کا مطالعہ ایک تبلیغی عمل یا کام ہے۔ خُدا کے کلام کے جامع مطالعہ میں یہ خصوصیات ہوں گی۔

☆ بنیاد بائبل مُقدّس پر ہوگی۔
☆ نوعیت میں گروہی (جماعتی/اجتماعی) ہوگا۔
☆ روحانی ہوگا۔
☆ مقامی سیاق وسباق کے مطابق ہوگا۔
☆ تبلیغی (رسالتی) ہوگا۔

اِن تمام وجوہ کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بائبل کا مطالعہ دو زاویوں سے کرنا چاہئے۔ خارجی (بیرونی) اور داخلی (اندرونی)۔ پیغام کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے دونوں نقطہ ہائے نظر بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک تیسرا عنصر بھی ہے جسے ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ لازم ہے کہ کلام "ہمیں پڑھے"۔ دوسرے لفظوں میں ضرور ہے کہ خُدا کا کلام ہمارا سامنا کرے (ہمیں چیلنج کرے)۔ ہم اِس عمل کا خاکہ یوں پیش کرسکتے ہیں۔

☆ ہم متن (حوالہء کلام) پر توجہ دیتے ہیں۔
☆ متن (حوالہء کلام) ہم پر توجہ دیتا ہے۔
☆ متن (حوالہء کلام) ہمارا سامنا کرتا اور تبدیل ہونے کو کہتا تھا۔

ا۔ ہم متن پر توجہ دیتے ہیں۔

متن کی تشریح کے اِس مرحلے کا تقاضا ہے کہ ہم جان رکھیں کہ جس عبارت کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں وہ ایک ایسے تاریخی سیاق وسباق میں لکھی گئی جو ہمارے سیاق وسباق سے فرق تھا۔ کلام کا یہ حصہ اُن معاشرتی حالات، ماحول، سائنسی خیالات اور دُنیا کے بارے میں نظریات کی عکاسی کرتا ہے جو ہم سے فرق تھے۔ چنانچہ لازم ہے کہ متن پر باہر سے نظر ڈالیں۔ یعنی معروضی مطالعہ کریں یعنی اِس انداز سے جیسے ہم دوسری قدیم ادبی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ایسا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو "اصل معنی" دریافت کر لئے جائیں یعنی وہ معنی جو قدیم ترین قارئین نے سمجھے ہوں گے۔ چنانچہ ضروری ہوتا ہے کہ متن کو اُس زمانے اور جگہ میں رکھا جائے جس میں وہ لکھا گیا تھا۔ اِس کے لئے مندرجہ باتوں کو ذہن میں رکھنا لازم ہے:

1.1 وسائل

1.1.1۔ **بائبلیں :** غور کریں کہ ہم نے "بائبلیں" (جمع کا صیغہ) کہا ہے کیونکہ "بائبل کا کامل ترجمہ جیسی کوئی چیز ہے نہیں"۔ کیا خوب مثالی بات ہو اگر ہر شخص بائبل "عبرانی" (اکثر و بیشتر پرانا عہدنامہ)، "ارامی" (آدھا دانی ایل، عزرا کے کچھ حصے اور دوسری کتابوں میں کہیں کہیں کوئی آیت) اور "یونانی" (پورا نیا عہدنامہ) میں پڑھ سکے۔ لیکن علما بھی جو یہ زبانیں بخوبی جانتے ہیں دوسرے تراجم استعمال کرتے ہیں تاکہ کسی متن کے اپنے ترجمے کا موازنہ کر سکیں۔ اِس کا مطلب ہے کہ ہمیں بائبل کا "کوئی ایک ترجمہ ہی استعمال نہیں کرنا چاہئے۔" ایسا کرنے سے ہم کسی ایک خاص مترجم یا مترجمین کے ایک گروہ کی تشریحی اور تفسیری ترجیحات اور ترجمے کے طریقہ کار تک محدود ہو جائیں گے۔

مگر ہمیں کون کون سے تراجم استعمال کرنے چاہیں؟ خوب جچا تلا اور سمجھدارانہ انتخاب کرنے کے لئے ہمیں ترجمے کی سائنس کے بارے میں واقفیت ہونی چاہئے۔

سب سے پہلے قاری کو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ جو ترجمہ وہ استعمال کر رہا / رہی ہو وہ براہِ راست اصل زبانوں سے کیا گیا یا نہیں۔ ایسے بہت سے مسودے موجود ہیں جو دوسرے تراجم کی "توافقت" ہیں یا (اُسی یا دوسری زبانوں سے) تراجم کے تراجم ہیں۔

قاری کو ''متنی تنقید[1]'' سے بھی کچھ نہ کچھ واقفیت ہونی ضروری ہے۔ اصل متن کیا تھا جس کا ترجمہ کیا جا رہا تھا؟ اِس سے وہ متنی اشارے (نوٹ) سمجھنے میں خاص مدد ملتی ہے جو بعض مسودوں کے حواشی میں دیئے ہوتے ہیں۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ ترجمہ کرنے میں لسانیات کا کونسا اندازِ نظر ملحوظ رکھا گیا تھا۔ مترجم کونسے اندازِ نظر کی پیروی کر رہا تھا؟ کئی ''تراجم'' کم و بیش ''لفظی'' ہیں۔ مترجم نے اصل زبان کے الفاظ کے لغوی معانی، صرف و نحو (قواعدِ زبان) اور ادبی اُسلوب کی پیروی کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ ترجمہ باضابطہ مطابقت ہے۔ پھر ''آزاد'' یا ''بے قید'' تراجم بھی ہیں۔ اُنہیں ''تاویلات'' یا ''توضیحات'' یا ''آزاد بیان'' کہتے ہیں۔ یہ تفسیر کے مقاصد کے لئے بہت کارآمد اور مفید نہیں ہوتے۔ آخر میں وہ تراجم ہیں جن میں حرکی'' یا ''تفاعلی ہم قدری'' کا اصول استعمال کیا گیا ہے۔ ان تراجم میں ماخذ زبان کے الفاظ، محاورات، صرف و نحو کی ساختوں یہاں تک کہ ادبی ہیئتوں یا اسالیب کا ترجمہ کرنے کے لئے ماخوذ زبان کی وہ ہم قدر اصطلاحات اور تراکیب استعمال کی گئی ہیں جو معمول کے مطابق اور فطری معلوم ہوتی ہیں۔ تفسیر کرنے کے لئے ہمیں کم سے کم دو تراجم استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک باضابطہ مطابقت والا ترجمہ جو ہمیں ماخذ متن کے ''اصل ذائقے اور جاشنی'' کے قریب تر لے آئے اور دوسرا تفاعلی ہم قدری والا ترجمہ جو ہمیں متن کے پیغام کو بہتر طور پر سمجھائے۔

انگریزی بولنے والے اور انگریزی دان قارئین کے لئے TEV (Todays' English Version) تفاعلی ہم قدری والے ترجمے کی اور RSV (Revised Standard Version) یا NRSV (New Revised Standard Version) باضابطہ مطابقت والے ترجمے کی اچھی مثالیں ہیں۔

۱.۱.۲- کثیر الحوالہ کتب: وہ کتب جو نئے عہدنامہ، پرانے عہدنامہ یا پوری بائبل کے وہ تمام حوالے دیتی ہیں جہاں کوئی ایک لفظ استعمال ہُوا ہے مثلاً ''کلید الکتاب''۔ کثیر الحوالہ کتب تفسیر کرنے کا اہم اور بنیادی ذریعہ ہیں۔ اِس طرح یہ معلوم کرنے میں مدد ملتی ہے کہ کوئی لفظ کیسے استعمال ہُوا ہے، بائبل میں کہاں کہاں آیا ہے اور کس سیاق و سباق میں استعمال ہُوا ہے۔ یہ کتابیں موضوعاتی مطالعے کے لئے

---

[1] دیکھئے باب ۶ اور ۷ بالترتیب بعنوان ''عبرانی بائبل کا متن'' اور ''نئے عہدنامہ کا متن''۔

(مثلاً نجات کا موضوع) اور بائبل کی کتابوں کے موضوعات کا تعین کرنے میں بہت مفید ہیں۔

۱.۱.۳- بائبل کی لغات اور دائرۂ المعارف یا قاموس العلوم: یہ کتابیں وہ تمام معلومات فراہم کرتی ہیں جو کسی متن کو اُس کے خاص یا عمومی سیاق وسباق میں رکھنے کے لئے درکار ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر ہم کسی شہر یا پہاڑ کے بارے میں تفاصیل معلوم کر سکتے ہیں۔ دیگر معلومات کے علاوہ اِن میں الٰہیات کے تصورات (مثلاً برگزیدگی یا گناہ) پر مختصر مقالے، بائبل کے اہم کرداروں کی سوانحِ حیات اور آثارِ قدیمہ، تواریخی اور ثقافتی معلومات بھی شامل ہوتی ہیں۔ اِن میں نقشے اور زمانی خاکے بھی ہوتے ہیں جو بائبل کی انفرادی کتابوں کے بارے میں اہم معلومات فراہم کرتے ہیں۔

۱.۱.۴- تفاسیر: جگہ کی کمی کے باعث ہم بائبل کی ہر کتاب پر مفید تفاسیر کی فہرست دینے سے قاصر ہیں۔ البتہ ہم عمومی رہنما اصول پیش کرتے ہیں کہ کسی تفسیر کی کتاب کا چناؤ اور استعمال کیسے کرنا چاہئے۔ سب سے پہلے بائبل کے طالب علم کو اصول بنالینا چاہئے کہ جب تک خود مطالعہ نہ کر لے کوئی تفسیر استعمال نہ کرے۔ شخصی طور پر مطالعہ کرنے سے پہلے تفسیر کا سہارا لینے سے آپ دو باتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ اوّل، کلام کے حوالہ پر خود استفسار کرنا۔ دوم، اپنی کوشش سے باتیں دریافت کرنے کا احساسِ طمانیت یا تسکین۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ وہ تفاسیر استعمال کرنے سے گریز کریں جو عبادتی قسم کے غور وفکر کی حامل ہوں کیونکہ وہ براہ راست پیغام کے عملی اطلاق کی طرف لے جاتی ہیں اور تفسیر کا کام شروع کرنے میں حوصلہ افزائی نہیں کرتیں۔ بہترین تفاسیر وہ ہیں جو پہلے کتاب کا مکمل تعارف پیش کرتی ہیں۔ پھر تفصیل سے بیان کرتی ہیں کہ یہ کتاب کہاں، کب اور کس نے لکھی اور کیوں اور کس کے لئے لکھی۔ اِس کے بعد کتاب کا خاکہ اور الٰہیات کے اُن موضوعات کا خلاصہ پیش کرتی ہیں جن پر اُس کتاب میں بات کی گئی ہے۔ اِن کے علاوہ یہ تفاسیر متن میں پائے جانے والے بیان (وعظ، بحث) پر مرحلہ وار بحث کرتی ہیں جس میں ترجمے کے مسائل ومشکلات، متن کی ہر اکائی کی ساخت اور ہیئت اور دیگر تفاصیل شامل ہوتی ہیں جو آپ کو وہ حوالۂ کلام بہتر طور پر سمجھنے کے لئے درکار ہوں۔ یہ تفاسیر عموماً قاری کو یہ بتانے کی کوشش نہیں کرتیں کہ اِس متن کا اپنی زندگی پر کیسے اطلاق کرنا ہے بلکہ یہ تفاسیر قاری کو وہ حوالۂ کلام اس طرح سمجھنے میں مدد کرتی ہیں جیسے اُس کتاب کے نہایت پہلے یا ابتدائی قارئین نے سمجھا ہوگا۔ انہیں یہ بتانے سے غرض نہیں ہوتی کہ آپ کس بات کا یقین کریں، بلکہ جب آپ خُدا کے کلام کا

مدد کرتی ہیں۔

سنجیدگی سے منظم طور پر مطالعہ کرلیں تو آپ کو خود فیصلہ کرنے میں مدد کرتی ہیں۔

۱.۱.۵- تاریخ کی کتابیں (پرانے اور نئے عہد نامہ کی): یہ کتابیں بائبل کی کتابوں اور عبارتوں کو اُس تاریخی سیاق و سباق میں رکھنے میں مدد کرتی ہیں جن کے حوالے وہ خود دیتی ہیں اور جس میں مصنف اور اصل قارئین رہتے تھے۔ یہ بائبل کے طالب علم کو بائبل کی تاریخ کی زیادہ حقیقت پسندانہ تاریخ فراہم کرتی ہیں اور بائبل کی کتابوں اور کرداروں کو صحیح تاریخی مناظر میں پیش کرتی ہیں۔ یہ یاد رکھنا از بس ضروری ہے کہ مستند فہرست کی ترتیب (جس ترتیب میں کتابیں بائبل میں نظر آتی ہیں) ضروری نہیں کہ وہی تواریخی ترتیب ہو جس میں واقعات رونما ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ایک ہی کتاب میں ابواب کی ترتیب اُن واقعات کی ترتیب سے مطابقت نہیں رکھتی جو اُن میں درج ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھئے یرمیاہ کی کتاب۔

۱.۲- لسانی ملاحظات: ''بائبلیں'' کے زیرِ عنوان حصہ دیکھئے۔

یہ رائے بہت اچھی ہے کہ تفسیر کرتے وقت بائبل کے اُس ترجمے (ورژن) کو بنیاد کے طور پر استعمال کیا جائے جو ہماری مسیحی جماعتیں عام استعمال کرتی ہیں۔ رومن کاتھولک اکثر نیو یروشلیم بائبل'' NJB (The New Jerusalem Bible) یا نیو امریکن بائبل ''NAB'' (The New American Bible) استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ پروٹسٹنٹ ''NRSV'' (New Revised Stardard Version) نیو انٹرنیشنل ورژن (NIV) یا کوئی دوسرا ورژن مثلاً TEV یا ''REB'' (Revised English Bible) استعمال کرتے ہیں۔ آپ کا بنیادی مطالعہ اور آپ کی مجوزہ تصحیح یا تصرف اُسی ترجمے (ورژن) پر مبنی ہونا چاہئے۔ صرف ونحو، قواعد زبان اور ادبی ساخت یا ہیئت پر آپ کا تبصرہ بھی اُسی ورژن پر مبنی ہونا چاہئے۔

تفسیر کے اِس مرحلے پر بلکہ ہر اگلے مرحلے پر بھی یہ سیکھنا ضروری ہے کہ درست سوال پوچھے جائیں۔ مثال کے طور پر ترجمے کے تعلق سے آپ یہ پوچھ سکتے ہیں کہ مترجم نے یہ لفظ یا وہ لفظ کیوں چُنا۔ کیا وجہ ہے کہ بعض موقعوں پر مختلف تراجم میں نمایاں اور اہم اختلافات پائے جاتے ہیں؟ ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ مترجمین متن کی تشریح بھی کرتے ہیں۔ اُنہیں فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ اصل

زبان کے مخصوص الفاظ اور ہیئتوں اور ترکیبوں کا ترجمہ کیسے کریں۔ ان کے بعض فیصلے متن کے مفہوم کو کمزور کر دیتے یا بدل دیتے ہیں۔ تفسیر کرتے وقت آپ کو ان مقامات پر نظر رکھنی چاہئے جہاں (دانستہ یا غیر دانستہ) ممکن ہے الفاظ کے چناؤ کا فیصلہ عقیدہ، نسل، نظریات یا دوسری وجوہ کی بنا پر کیا گیا ہو۔

ہو سکتا ہے بعض مقامات پر مترجمین نے حصہ کلام کے بعض جملوں کی ساخت، بعض الفاظ یا دیگر اجزائے کلام (حروفِ ربط، حروفِ عطف، سابقوں، لاحقوں وغیرہ) پر خاطر خواہ توجہ نہ دی ہو۔ ہمیں کئی مختلف تراجم کو موازنہ کرنا، عبرانی بائبل یا تفصیلی تفسیر پڑھنی ہوگی تاکہ ایسا اچھا ترجمہ تیار کر سکیں جو حرکی ہم قدری کی خصوصیات بھی رکھتا ہو اور اُس حصہ کلام کی ساخت اور ہیئت سے بھی انصاف کرتا ہو۔ آیئے ہم استثنا ۵: ۱۷-۲۱ (دس احکام کا آخری حصہ) ایک مثال کے طور پر استعمال کریں۔ NRSV اور خروج ۲۰: ۱۳-۱۷ میں اِس حصے کے تقابلی مطالعے سے فوراً معلوم ہو جائے گا کہ دونوں متون میں احکام کو آغاز مناہی انداز (فعل نہی) سے ہوتا ہے۔ (تو...... نہ کرنا)۔ البتہ استثنا ۵: ۱۷-۲۱ کے عبرانی متن میں آیت ۱۸، ۱۹، ۲۰ اور ۲۱ میں جزو جملہ " تو...... نہ کرنا " سے پہلے حرف عطف " اور " لگایا گیا ہے۔ اِس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے NRSV میں اِن آیات میں ہر ایک کے شروع میں حرفِ عطف (اور نہ......) استعمال کیا گیا ہے (بلکہ آیت ۲۱ میں Neither دوبارہ آیا ہے)۔

اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیات (۱۷-۲۱) ایک اکائی ہیں یعنی اِن سب کو ملا کر ایک حکم کے طور پر پڑھنا چاہئے۔ حرف عطف neither (اور نہ......) استعمال کر کے مترجمین نے مصنف کے منشا و مدعا کا احترام کیا ہے، اِس لئے کہ استثنا میں اِن احکام کی ساخت خروج ۲۰: ۱-۱۷ کی ساخت سے فرق ہے۔ بعض اوقات براہِ راست اصل زبان (عبرانی، ارامی، لاطینی) میں دیکھنے یا تفصیلی تفسیر پڑھنے سے متن کی کوئی ایسی بات یا باتیں سامنے آ جائے گی جو انگریزی ترجمے (ورژن) میں شاید رہ گئی ہو۔

اِس قسم کی ایک بات استثنا ۶: ۹ میں نظر آتی ہے۔ KJV میں یوں ہے۔

"And thou shalt write them upon the posts of they house, and on thy gates."

" اور تُو ان کو اپنے گھر (مکان) کی چوکھٹوں اور اپنے پھاٹکوں پر لکھنا۔ " عبرانی اسم "Sa'ar" کا ترجمہ اکثر تراجم میں " پھاٹکوں " کیا گیا ہے۔ اس سے مراد ذاتی گھروں (مکانوں) کے پھاٹک نہیں،

جیسا کہ اکثر انگریزی تراجم تاثر دیتے ہیں۔[1] حقیقت یہ ہے کہ

"Write these laws on the door frames of your frames and on your gates"

مکانوں کے پھاٹک شاذ ونادر ہی ہوتے تھے۔ پرانے عہدنامہ میں اِس اسم سے مُراد شہر کے محل کے (اور آسمان کا اور شیئول یعنی عالمِ ارواح کا) پھاٹک ہوتی تھی۔ یہ مفہوم اس طرح بہتر طور سے ادا کیا گیا ہے:

شہر کے پھاٹکوں پر لکھنے سے یہ بات یقینی ہو جاتی تھی کہ خُدا کی یہ تعلیمات مسلسل عام لوگوں کے سامنے اور نگاہ میں رہیں گی کیونکہ شہر کا پھاٹک عوام کی سرگرمیوں اور کاروبار کا مرکز ہوتا تھا۔

اِس مرحلے پر ہمیں زیرِ غور حصہء کلام کے صرف ونحو کے پہلوؤں کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے۔ الفاظ اِس خاص ترتیب میں کیوں رکھے گئے ہیں؟ جب کبھی کوئی غیر معمولی صرفی ونحوی ساخت سامنے آئے تو اِسے خاص احتیاط اور غور سے دیکھنا چاہئے کہ مصنف نے معمول کی ساخت کی بجائے یہی صرفی ونحوی ساخت کیوں استعمال کی۔ متن کا اس طرح مطالعہ کرنے کے لئے آپ کو گرامر کا پورا پورا علم درکار ہوگا۔ ماخوذ زبان کے علم سے آپ کو پتہ چل جائے گا کہ جس متن کا آپ مطالعہ کر رہے ہیں وہ واقعی انگریزی زبان ہے یا عبرانی یا یونانی کا رنگ لئے ہوئے انگریزی زبان ہے۔ جہاں تک اصل زبان کا تعلق ہے اگر آپ عبرانی یا یونانی سے نابلد ہیں تو کوئی معیاری تفصیلی تفسیر بہت مدد دے سکتی ہے۔ ہر حصہء کلام کے لئے صرف ونحو کے لحاظ سے تفصیلی یا جامع تنقیدی جائزہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ تاہم کبھی کبھی ضرورت ہوگی کہ زیرِ مطالعہ حصہء کلام کو دوبارہ لکھیں اور اُس کی ساخت یا ہیئت کے بنیادی عناصر کو خاکے کی صورت میں دکھائیں۔

---

[1] NIV میں یوں ہے۔

Write them on the doorframes of your houses and on your gates.

جبکہ NASB اور RSV دونوں میں یوں ہے۔

"And you shall write them on the doorposts of your house and on your gates" Write these laws on the door frames of your frames and on your gates."

۱۔۳۔ حصہءکلام کی ساخت اور ہیئت

دیگر مراحل کے مقابلے میں یہ وہ مرحلہ ہے جب آپ تفسیر کے لئے زیرِ نظر متن پر ادبی تحریر کی حیثیت سے غور کریں گے۔ ہر تفسیر میں ادبی تنقید لازماً شامل ہوتی ہے۔ اِسی لئے متون کے ادبی تجزیے کے بارے میں سیکھنا بہت اہم ہے۔

۱۔۳۔۱۔ اِس مرحلے پر ہم اس ہیئت کا مطالعہ کرتے ہیں جو مصنف نے اپنے پیغام کو ایک خاص شکل دینے کے لئے استعمال کی ہے۔ متعلقہ حصہءکلام کہاں سے شروع ہوتا اور کہاں پر ختم ہوتا ہے؟ متن کے مختلف حصے کون کونسے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل اور ایک دوسرے سے منسلک ہیں؟ کون سے الفاظ اور تراکیب کی تکرار ہوئی ہے (مترادفات اور متضادات پر توجہ دینا) کیا اِس ساخت کے اجزائے ترکیبی کی نشاندہی کے لئے صرفی ونحوی علامات استعمال کی ہیں؟ اصل مضمون کیسے آگے بڑھ رہا ہے؟ کیا یہ نقطہءعروج یا انتہا کی طرف جا رہا ہے؟ (مثال کے لئے دیکھئے خروج ۳:۱-۱۵)۔ کیا متن کے سارے حصے مرکز کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں؟ (مثال کے لئے دیکھئے خروج ۶:۲-۸، استثنا ۶:۵-۲۲)۔ کیا قاری کو بار بار آغاز کی طرف لے جایا جا رہا ہے؟ (مثال کے لئے دیکھئے استثنا ۶:۴-۹)۔

خروج ۳:۱-۱۵ ایک ایسے حصہءکلام کی اچھی مثال ہے جس میں ساخت کو اہمیت حاصل ہے۔ متن کو توجہ سے پڑھنے، دہرائے گئے الفاظ اور تصورات پر توجہ دینے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اکائی دو بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے (آیات ۱-۹) کو ایک کرنے والا تصور "دیکھنے" کا عمل ہے اور اس کے لئے مصدر "دیکھنا" (نظر کرنا، نگاہ کرنا) نو دفعہ اور اسم "منظر" ایک دفعہ آیا ہے۔ دوسرے حصے (آیات ۱۰-۱۵) میں ایک کرنے والا تصور "بھیجنا" ہے اور مصدر "بھیجنا" پانچ دفعہ اور فعل "جا" ایک دفعہ آیا ہے۔

اگلا قدم ہوگا واقعے کے اہم کرداروں کی شناخت یا نشاندہی کرنا۔ کردار کون کون ہیں اور اُن کے عمل کا ہدف کون کون ہیں؟ آیات ۱-۹ میں دیکھنے کے عمل کا فاعل موسیٰ ہے۔ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے (آیت ۲)، وہ نگاہ کرتا اور جلتی ہوئی جھاڑی دیکھتا ہے (آیت ۳)، وہ منظر دیکھنا چاہتا ہے (آیت ۳)، وہ دیکھنے کے لئے جاتا ہے (آیت ۴)، وہ دیکھنے (نظر کرنے) سے ڈرتا ہے (آیت ۶)۔ لیکن خدا بھی اسی عمل کا فاعل ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ موسیٰ دیکھنے کو آ رہا ہے (آیت ۴)، وہ اپنے لوگوں کی مصیبت دیکھتا

ہے (آیت ۷)، وہ اپنے لوگوں پر ہونے والا ظلم دیکھتا ہے (آیت ۹)۔ اِس حصہء کلام کی حرکت بھی دلچسپ ہے۔ موسیٰ دیکھنے کو آگے بڑھتا ہے اور انجام کار خود دیکھا جاتا ہے۔ وہ خُدا کو دیکھنا چاہتا ہے لیکن دیکھ نہیں سکتا بلکہ خُدا اُسے دیکھتا ہے جیسے اُس نے اپنے لوگوں کی تکلیف دیکھی ہے۔

آیات ۱۰-۱۵ میں "بھیجنے" کے عمل کا فاعل صرف خُدا ہے، اور موسیٰ وہ ہے جسے خُدا کی طرف سے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن یہاں بھیجنے والے اور بھیجے جانے والے کے درمیان فعالیت بھی دلچسپ اور قابلِ غور ہے۔ چُنانچہ ہمیں مصدر "بھیجنا" کے بار بار استعمال کے ساتھ ساتھ "میں ہوں" کے فارمولے کے استعمال پر بھی غور کرنا چاہئے۔ یہ حصہء کلام عروج کی طرف بڑھتے ہوئے ہمیں موسیٰ کے ڈرے سہمے ہوئے "مَیں کون ہوں؟" (آیت ۱۱) سے خُدا کے "ہونے" کی کئی صورتوں کی طرف لے جاتا ہے۔ "مَیں تیرے ساتھ رہوں (ہوں) گا" (آیت ۱۲) "مَیں جو ہوں سو میں ہوں" (آیت ۱۴) "میں جو ہوں" (آیت ۱۴) سے آگے خُدا کے شاہانہ نام "یہوہ"، اُردو ترجمے میں "خُداوند" (آیت ۱۵) تک یہ عمل پہنچتا ہے۔

یہ حرکت اِس طرح چلتی ہے (۱) موسیٰ جو دیکھنے سے شروع کرتا ہے وہ "دیکھے جانے" پر انجام پذیر ہوتا ہے (آیات ۱-۹) اور ساتھ ہی اُسے دعوت ملتی ہے کہ خُدا کی نظروں سے وہ کچھ دیکھے جو خود خُدا دیکھتا ہے یعنی اُس کے لوگوں پر ہونے والا ظلم (آیات ۷-۹)۔ (۲) موسیٰ جسے بھیجا جاتا ہے، وہ اپنے بھیجے جانے کے مقصد کو صرف اُس وقت پورا کرنے کے قابل ہوگا جب اس کا کمزور "میں" خُداوند کے "میں" میں بدل جائے گا۔ بشریت جو شروع میں صرف بشری ہے، وہ الوہیت سے ملبس ہے اور الوہیت اور بشریت کا اتصال خروج کا حیرت انگیز کارنامہ سرانجام دیتا ہے۔

۱.۳.۲- کلام کے زیرِ نظر حصہ کی نحوی ساخت کے ساتھ ساتھ اُس کی ادبی ہیئت کا مطالعہ کرنا بھی ضروری ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ "یہ کس قسم کا ادب ہے؟"

ہر لفظی ابلاغ خواہ وہ زبانی یا تحریری ہو، اُس کے دو لاینفک جزو ہوتے ہیں: ہیئت اور مواد۔ مصنف نے اپنے پیغام کے ابلاغ کے لئے کونسی ادبی ہیئت منتخب کی ہے؟ ہمیں جاننے کی ضرورت ہے کہ ہیئت اور مواد دونوں میں پیغام موجود ہوتا ہے۔ کوئی زبور پڑھنے اور پولُس کا کوئی خط یا مکاشفہ کی کتاب پڑھنے میں بہت فرق ہے۔ ہمیں تمثیل اور لطوریائی (Liturgical) متن میں فرق کو بھی جاننے

کی ضرورت ہے۔

ہم نے مثال کے لئے جو حصہء کلام (خروج ۳:۱-۱۵) چنا ہے، اُس میں ہم خُدا اور موسیٰ کے درمیان باہمی تعامل دیکھتے ہیں۔ ایک ملاقات ہوتی ہے (آیات ۱-۴ الف)۔ خُدا موسیٰ سے ہمکلام ہوتا ہے اور اُسے بتاتا ہے کہ مَیں کون ہوں اور تم سے کیوں بات کر رہا ہوں (آیات ۴ب-۹)۔ خُدا موسیٰ کو اپنے لوگوں کو چھڑانے کی ذمہ داری تفویض کرتا ہے (آیت ۱۰)۔ موسیٰ عذر یا اعتراض کرتا ہے (آیت ۱۱) اور بالآخر خُدا ایک وعدہ کرتا ہے، اُسے ایک نشان عطا کرتا ہے اور اپنا پاک نام ظاہر کرتا ہے (آیات ۱۳-۱۵)۔ اِس سارے باہمی تعامل کو "موسیٰ کی بلاہٹ اور تقرر" کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ادبی نقطہء نگاہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایسا متن ہے جو بلاہٹ کی بات کرتا ہے۔ پرانے عہدنامے میں کئی حصے ہیں جو اِسی نمونے کے مطابق ہیں۔ اِن میں قضاۃ ۶:۱۱-۲۴، یسعیاہ ۶:۱-۱۳، یرمیاہ ۱:۴-۱۹ بھی شامل ہیں۔

۱.۴- حصہء کلام کا سیاق وسباق

۱.۴.۱- **تواریخی سیاق وسباق:** اب ہم اس دور اور ثقافت پر نظر ڈالتے ہیں جس میں مصنف اور اُس کے قارئین رہتے تھے۔ پڑوسی قوموں میں کیا واقعات ہو رہے تھے؟ یہ کتاب کیوں لکھی گئی؟ یہ کتاب لکھنے میں مصنف کا مقصد کیا تھا؟ یہ آخری دو سوال تفسیر کے اُس مرحلے پر پیدا ہوتے ہیں جسے "متن کی تالیف یا تدوین کی تواریخ" کہتے ہیں۔ کلام کے بہت سے حصوں میں جغرافیہ اہم ہوتا ہے۔ دوسرے حصوں کے لئے ہمیں بائبل سے باہر کے متون سے استفادہ کرنا چاہئے۔

بہت دفعہ ہمیں اُس اثر کو دیکھنے کی ضرورت ہوگی جو خُدا کے لوگوں کی تاریخ میں اُس پیغام نے کسی خاص حصہء کلام کے وسیلے سے چھوڑا، یا اُس تصور کو اُن لوگوں نے تاریخ کے مختلف مراحل پر مرتب کیا۔ بائبل کے مطالعے میں اِس طریقہء کار کو "روایت کی تواریخ" کہتے ہیں۔ کیا یہ اِس واقعے یا نظم کا اصل بیان ہے جس کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں؟ کیا اِس حصہء کلام کا اصل بیان دستیاب ہو سکتا ہے؟

ایسے مطالعے کے لئے کلام کے بعض حصے بہت ہی عمدہ ہیں۔ مثلاً دس حکم اور "مبارکبادیاں" کیونکہ بائبل میں اِن کے فرق فرق بیان ملتے ہیں۔ الٰہیات کے بعض تصورات یا موضوعات مثلاً خروج یا عہد کا مطالعہ اُس بے مثال اثر پر روشنی ڈالے گا جو اُن واقعات نے بائبلی ایمان کی تاریخ کے مختلف

مراحل پر مرتب کیا۔

دس حکموں کے مختلف بیانوں (خروج ۲۰:۱-۱۷، استثنا ۵:۶-۲۱، زبور ۸۱:۹-۱۰، ہوسیع ۲:۴) کے مطالعہ اور اِس کے ساتھ متن میں اُن کی جملہ بندی اور اُن پر تبصروں کے بغور مطالعے سے پتہ چلے گا کہ دس حکموں اور اِن کے پیغام نے عبرانی لوگوں کی تاریخ کے بعض نازک اور بحرانی ادوار میں کیا اور کیسے اثرات مرتب کئے تھے۔ علاوہ ازیں یہ تبدیلیاں اور اضافے ظاہر کرتے ہیں کہ اِن میں سے کون سے حکم زیادہ اہم گردانے جاتے تھے اور کس طرح انہوں نے تاریخ کے مختلف مراحل میں اور مختلف جغرافیائی مقامات پر فیصلہ کن کردار ادا کیا۔

خروج ۳:۱-۱۵ کی اہمیت اور پیچیدگی برسوں سے بائبل کے مطالعاتی اجلاسوں میں زیرِ بحث رہی ہے۔ کلام کے اِس حصے کی اتنی اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ اِسی میں خُدا کا جلالی اور پاک نام "یہوہ" ظاہر کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ حصہ اُس ساری بات کا مجموعہ ہے جسے خروج کی "تعلیم اور منادی" کہا جاتا ہے (خروج ۳:۶-۸ اور ۳:۹-۱۵ بمقابلہ خروج ۶:۲-۸، استثنا ۲۶:۵-۱۰)[1]

خروج ۳:۱-۱۵ کی پیچیدگی کی خاص وجہ یہ ہے کہ یہ ادبی اور الہیاتی روایات کے اتصال اور انضمام کو منعکس کرتا ہے۔ یہ روایات دو مختلف اوقات میں دو مختلف مقامات سے اُبھریں۔ کلام کے اِس حصے میں (خروج ۳:۱۱-۱۵) جہاں "یہوہ" نام پہلی دفعہ ظاہر کیا گیا ہے اُن متون (خروج ۳:۲، ۴ اور ۷) کو شامل کرنے کی یہی ایک وضاحت ہوسکتی ہے کہ یہ نام ایسے استعمال کیا گیا ہے جیسے لوگ اِسے پہلے سے جانتے ہیں۔ چنانچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خروج ۳:۱-۱۵ دو روایات کے ادغام کو منعکس کرتا ہے۔

---

1 اِن سارے حوالوں میں ہمیں مندرجہ ذیل عناصر ملتے ہیں۔ مصر میں تکلیف اور مصیبت۔ "یہوہ" اپنے لوگوں کی فریاد سنتا، اُنہیں رہائی دلانے اور ملکِ موعود میں لے جانے کو اُتر آتا ہے۔ تاریخی نقطہ نگاہ سے تحقیقی مطالعے کے مطابق اِن میں سے ہر ایک حوالہ اُن تواریخی واقعات سے منسلک ہے جو بنی اسرائیل کی زندگی میں فیصلہ کن ثابت ہوئے۔ اِن کا خاکہ کچھ یوں ہے: خروج ۳:۶-۸ کا تعلق دسویں صدی ق م سے ہے جو داؤد اور سلیمان کے عہدِ حکومت کا زمانہ ہے۔ خروج ۳:۹-۱۵ نویں اور آٹھویں صدی ق م سے منسلک ہے جو ایلیاہ نبی اور ہوسیع نبی کی خدمات کے درمیان کا زمانہ ہے۔ استثنا ۲۶:۵-۱۰ کا تعلق سقوطِ یروشلیم سے فوراً پہلے اور بعد کے زمانے سے ہے اور خروج ۶:۲-۸ کا تعلق اسیری کے بعد کے اُس زمانے سے ہے جب اسیر یروشلیم کو واپس آئے۔

ایک روایت وہ جس میں ''یہوہ'' کا نام پہلے سے استعمال ہو رہا تھا اور دوسری وہ روایت جس میں یہ نام اس موقع پر پہلی دفعہ ظاہر کیا گیا ہے۔[1]

اِس روایت کے مطابق ''یہوہ'' نام انوؔس کے زمانے میں استعمال ہونا شروع ہُوا تھا۔ ''اور سیتؔ کے ہاں بھی ایک بیٹا پیدا ہُوا جس کا نام اُس نے انوؔس رکھا۔ یہ پہلا آدمی تھا جو یہوہ (یہوواہ) کا نام لے کر دُعا کرنے لگا'' ۔ (پیدایش ۴: ۲۶ [2] NJB)۔ اِس روایت کا راوی یہ بتانا اور اِس پر زور دینا ضروری سمجھتا تھا کہ ''یہوہ'' نام ابتدائے آفرینش ہی سے بنی نوع انسان کو معلوم تھا اور خالق خُدا وہی چھڑانے والا خُدا ہے جس نے مصر سے خروج میں لوگوں کی رہنمائی کی۔ ''یہوہ'' نام کے وسیلے سے اسرائیل کی تاریخ بنی نوع انسان کی تاریخ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے کیونکہ جنوبی یہوداہ کی روایت میں اِس عالمگیر تشویش کو مرکزیت حاصل ہے کہ کُل بنی نوع انسان الٰہی برکت میں شامل ہوں۔[3]

---

[1] بہت سے علما اِس نظریے کے حامی ہیں کہ پیدایش، خروج، احبار اور گنتی میں تین ادبی اور الہیاتی روایات باہم گتھی ہوئی ہیں۔ اِن روایات کو انگریزی کے حروف J (یہوہ سے وابستہ)، E (الوہیم سے وابستہ) اور P (کاہنوں سے وابستہ) سے نامزد کیا گیا ہے۔ اسفارِ خمسہ کی ساخت ان تین مختلف روایات کو منعکس کرتی ہے۔ یہ تحریریں آخری اور حتمی شکل میں یکجا ہونے سے پہلے الگ الگ روایات کی شکل میں موجود تھیں اور لوگ اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں اور مختلف جغرافیائی مقامات میں ان پر عمل پیرا رہے۔ J کا سب سے زیادہ تعلق یہوداہ سے اور متحدہ شہنشاہیت کے دور (دسویں صدی ق م) سے ہے۔ E کا تعلق شمالی سلطنت کی اسرائیلی قوم سے اور منقسم سلطنت کے زمانے (نویں اور آٹھویں صدی ق م) سے ہے۔ P کا تعلق یروشلیم سے اور اسیری کے بعد کے دور سے ہے جب کہ قوم کا پہلے جیسی صورت میں وجود نہ رہا تھا۔

[2] اکثر انگریزی تراجم میں ''یہوہ'' (Yahweh) کا ترجمہ ''لارڈ'' (Lord) ہے جسے اُردو میں خُداوند کہا گیا ہے۔ بعض تراجم نے نام ''یہوواہ'' (Jehova) استعمال کیا ہے۔ ''یہوواہ'' عبرانی کے حروفِ صحیحہ Y(J) HWH اور لفظ ''ادونائی'' Adonai کے حروفِ علت سے مل کر بنا ہے۔ نام ''یہوہ'' (Yahweh) کے حروفِ صحیحہ کے بیچ میں ادونائی کے حروفِ علت لگانے کی وجہ یہ ہے کہ یہودی ''یہوہ'' نام اتنا پاک مانتے تھے کہ اسے زبان سے ادا کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے اور اِس کی جگہ ''ادونائی'' کہتے تھے۔ ربی ادونائی (خُداوند) کے حروفِ علت ''یہوہ'' کے حروفِ صحیحہ کے بیچ میں لگا دیتے تھے تاکہ قارئین کو یاد آ جائے کہ یہوہ کی بجائے ادونائی کہنا ہے۔ ''یہوواہ'' کا لفظ پرانے عہدنامہ کے متن میں استعمال نہیں ہوتا تھا۔ اِس کا استعمال قرونِ وسطیٰ کے اواخر میں شروع ہُوا۔ فی زمانہ علما ''یہوہ'' کے استعمال کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ یہ اصل کے قریب ترین ہے۔

[3] ماہرین کے مطابق پیدایش ۱۲: ۱-۳ یہوہ کی الٰہیات کا بہترین خلاصہ ہے۔

خاص الہیاتی روایت "ل" کی مذکورہ بالا وضاحت اُس روایت کی جو زیادہ تواریخی اور الہیاتی بھی ہے تردید نہیں کرتی۔ یہ تواریخی روایت شمال میں یعنی اِسرائیل میں شروع ہوئی تھی۔ اِس شمالی روایت (خروج ۳: ۹-۱۵ بمقابلہ خروج ۶: ۲-۳) کے مطابق "یہوہ" نام موسیٰ کے زمانے میں لوگوں کی مصر میں غلامی سے رہائی سے پہلے ظاہر کیا گیا۔ دوسرے لفظوں میں اِن متون کے مطابق خُدا اپنے آپ کو خروج کے سیاق وسباق میں "یہوہ" نام سے ظاہر کرتا ہے۔ یہ کائنات کا خُدا ہے مگر "یہوہ" نام ہمیشہ کے لئے عبرانی قوم کے آغاز سے وابستہ ہے۔ ہوسیع نبی اِسے سمجھتا تھا "لیکن میں مُلکِ مصر ہی سے خُداوند تیرا خُدا ہوں اور میرے سوا تُو کسی معبود کو نہیں جانتا تھا کیونکہ میرے سوا کوئی اَور نجات دینے والا نہیں ہے۔" (ہوسیع ۱۳: ۴، مزید دیکھئے ۱۲: ۹)۔

مختلف تواریخی سیاق وسباق کو منعکس کرنے والے اِن متون کے مطابق لازم ہے کہ لوگوں کے واحد خُدا اور خُداوند کی یاد ہمیشہ خروج کے واقعے سے وابستہ و پیوستہ رہے کیونکہ یہ عہد کی برگزیدہ قوم کی زندگی کا نہایت نازک اور فیصلہ کن وقت تھا۔ مگر اِس کی وجہ کیا ہے؟

شمالی روایت کے راویوں کی تاریخ کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ اسرائیل کو اِس سخت آزمائش کا سامنا تھا کہ "یہوہ" کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں، خصوصاً بعل کی پرستش کریں۔ ایلیاہ نبی اور ہوسیع نبی کے درمیانی دور کے اِسرائیل کی تاریخ ایک ایسی قوم کی تاریخ ہے جس کے لئے بعل کے اثر[1] اور خُداوندیت سے بچے رہنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا۔ آزمائش یہ نہیں تھی کہ خُدا جس نے کائنات خلق کی تھی اُس پر اِیمان رکھنا ترک کر دیا جائے بلکہ آزمائش یہ تھی کہ اُس خُدا کو ترک کر دیا جائے جو اِسرائیل کا واحد خُدا اور خُداوند رہا تھا، اُس وقت بھی تھا اور آئندہ بھی رہے گا۔ اِن حالات میں یہ نکتہ اہم نہیں تھا کہ ایک عمومی اور عالمگیر خُدا پر توجہ مرکوز کرائی جائے بلکہ زیادہ اہم یہ تھا کہ خُدا کی یکتائی پر زور دیا جائے یعنی اِس حقیقت پر کہ "یہوہ" ہی اِسرائیل کا واحد خُدا اور خُداوند ہے اور اُس کے سوا اَور کوئی نہیں۔

چُنانچہ جنوبی یہوداہ کی روایت کو اِس مقصد نے تحریک دی تھی کہ خشکی اور تری پر یہ منادی اور اعلان کرنا ہے کہ "یہوہ" ابتدائے آفرینش سے بنی نوع انسان کے ساتھ ہے جبکہ شمالی روایت درون بینی کے مقصد پر مرکوز تھی یعنی ایک قوم کی شناخت اور تشخص قائم کرنے کے مقصد پر۔ شمالی سلطنت جغرافیائی لحاظ

[1] دیکھئے ۱-سلاطین باب ۱۷-۱۹ اور ہوسیع کی کتاب۔

سے یونانی مذہب کے زیادہ قریب تھی۔ وہاں زیادہ اہم اِس بات کو یقینی بنانا تھا کہ لوگ وفادار رہیں۔ اِس کے بغیر اعلان اور منادی کرنے کے مقصد پر زور باقی نہیں رہ سکتا تھا۔ اِس لئے باہم ایک دوسرے کا ہونے کے تصور پر زور دینا ضروری اور اہم تھا، یعنی یہوہ اس قوم کا ہے اور یہ قوم یہوہ کی ہے۔ عالمگیری کا تصور اتنا اہم نہیں رہا تھا یعنی یہوہ کُل بنی نوع انسان کا ہے اور کُل بنی نوع انسان یہوہ کے ہیں۔ اِسرائیل یہوہ کو کھو بیٹھنے کے قریب پہنچ گیا تھا: ''کیونکہ تم میرے لوگ نہیں اور مَیں تمہارے لئے ''مَیں ہوں'' (یہوہ) نہیں ہوں (ہوسیع ۱:۹)۔ (اردو بائبل = کیونکہ تم میرے لوگ نہیں ہو اور مَیں تمہارا نہیں ہوں گا)۔

۱.۴.۲- ادبی سیاق وسباق: اِس سے مراد ہے کہ زیرِ مطالعہ حصہء کلام کسی بڑے حصے، کسی کتاب، کسی خاص ادبی یا الٰہیاتی روایت، کسی ایک عہدنامہ یا پوری بائبل میں کہاں واقع ہے؟ اِس حصہء کلام کا متصل سیاق وسباق سے کیا تعلق ہے؟ اِس قسم کا مطالعہ اُس صورت میں بہت نفع بخش ہوتا ہے جب متوازی عبارتیں سامنے ہوں مثلاً دس حکم اور اناجیل متوافقہ کے بہت سے حوالے۔ یہ مرحلہ ہے جب ہم کسی ایک پوری کتاب (فلپیوں، متّی، خروج، اعمال، استثنا) یا ادبی مجموعہ (خروج سے گنتی تک، یشوع سے سلاطین تک) کی ساخت، ہئیت اور خاکے پر غور کرتے ہیں۔

دراصل کسی چھوٹی اکائی پر کام کرنے سے پہلے آپ کو متعلقہ کتاب کے پورے ڈھانچے یعنی مجموعی طور پر پوری کتاب سے واقف ہونا چاہئے۔ مجموعی طور پر پوری کتاب سے واقفیت اُس کی انفرادی اکائیوں کے پیغام کو اور کُل کے اندر اُس کے مقام اور مقصد کو سمجھنے کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ اپنے کُل سے الگ تھلگ کوئی حصہ جان نہیں رکھتا کیونکہ اُس کا پیغام کتاب کے مجموعی پیغام سے وابستہ ہوتا ہے۔

کتاب کے خلاصے تک پہنچنے کے لئے اُسے کئی دفعہ پڑھنا چاہئے۔ پہلے وہ حصہ تلاش کریں جو کتاب کے پیغام کو بہترین طور پر مختصراً پیش کرتا ہے۔ یہی حصہ کتاب کی ساخت یا ڈھانچے کے بارے میں کلید کا کام بھی دے گا (مثال: دیکھئے اعمال کے کتاب کے لئے اعمال ۱:۸، خروج کی کتاب کے لئے خروج ۱۹:۴-۶) یہ کرنے کے بعد دیکھنا چاہئے کہ پیغام کس طرح آگے بڑھتا ہے۔ خاکہ کیا ہے اور اس کا ارتقا کیسے ہو رہا ہے۔ بالآخر ہم کتاب کا خاکہ لکھ سکیں گے۔

کلام کے کسی حصے کے ادبی سیاق وسباق کا مطالعہ کرنے کے غرض سے بائبل کا وہ ترجمہ استعمال کرنا چاہئے جو اسلوب و بیان میں کم بیش اصل کے مطابق ہو۔ اِس طرح وہ کلیدی الفاظ تلاش کرنا آسان ہو جاتا ہے جو بار بار دہرائے گئے ہوں (مثلاً فلپیوں میں ''سب'' اور اس کے مترادفات) اور وہ تراکیب جو اپنے متن میں اپنے خاص مقام کی وجہ سے قارئین کی رہنمائی کرتی ہیں کہ کتاب کا مصنف کہاں کسی نئے حصے کی نشاندہی کرنا چاہتا ہے (مثلاً پیدایش کی کتاب میں ''یہ پشتیں ہیں'' اور متی میں ''اِس کے بعد یسوعؔ نے... شروع کیا...''

چونکہ ہم اپنے مطالعے کے لئے خروج ۳:۱-۱۵ استعمال کر رہے ہیں اس لئے اپنے خاکے کے لئے اِسی کو مثال بناتے ہیں۔ خروج ایک طویل کتاب ہے جو چالیس ابواب پر مشتمل ہے۔ اِسے رواں پڑھنے سے پورے بیان کے تسلسل کا پتہ چل جائے گا جس کے تین بڑے حصے ہیں۔

۱- مصر میں غلامی (باب ۱-۱۱)

۲- خروج اور حالتِ سفر (باب ۱۲-۱۸)

۳- کوہ سینا پر قیام۔ دس حکم دیئے جاتے ہیں (باب ۱۹-۴۰)

کونسا حوالہ یا حصہء کلام لوگوں کی تاریخ کے اُن تین لمحات کا خلاصہ پیش کرتا ہے؟ اِس سوال کے جواب کی خاطر ہمیں کتاب دوبارہ اور ذرا کم رفتار سے پڑھنی ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ خروج ۱۹: ۴-۶ کتاب کے اِن تینوں اجزائے ترکیبی کو یکجا مربوط کر دیتا ہے۔

''تم نے دیکھا کہ مَیں نے مصریوں سے کیا کیا کِیا اور تم کو گویا عقاب کے پروں پر بٹھا کر اپنے پاس لے آیا۔ سو اب اگر تم میری بات مانو اور میرے عہد پر چلو تو سب قوموں میں سے تم ہی میری خاص ملکیت ٹھہرو گے کیونکہ ساری زمین میری ہے اور تم میرے لئے کاہنوں کی ایک مملکت اور ایک مُقدس قوم ہو گے۔''

خروج کی کتاب کی ایک تفسیر ''غلامی سے عبادت گزاری تک'' میں اِن تین بڑے حصوں کے عنوان تجویز کئے گئے ہیں:

۱- غلامی سے (باب ۱-۱۱)

۲- تک (سفر کا مفہوم ہے) (باب ۱۲-۱۸)

خروج ۳:۱-۱۵ پہلے بڑے حصے (باب ۱-۱۱) میں شامل ہے اور اِس حصے کے اندر یہ حوالہ اُس اکائی میں شامل ہے جو موسیٰؑ کی بلاہٹ کا بیان کرتی ہے (۳:۱-۴:۱۷)۔

اِس مرحلے پر ہم اِس کے مستند ہونے کے سیاق وسباق کو بھی دیکھیں گے۔ ہمیں یہ غور کرنے کی ضرورت ہوگی کہ بعض کتابیں عبرانی بائبل میں اور ہفتادی ترجمے میں ترتیب کے لحاظ سے جہاں ہیں وہاں کیوں ہیں؟ ہر ترجمے میں اِن کی ترتیب فرق فرق کیوں ہے؟ کیا یہ فرق اتفاقی ہے یا دانستہ[1]؟ ہم کلام کے بعض حصوں کے لئے بھی یہی سوال پوچھ سکتے ہیں۔ بائبل کے علما وثوق سے کہتے ہیں کہ علم المعانی کے مطابق ۱-سلاطین باب ۲۱ اُس اکائی کا حصہ ہے جو باب ۱۷-۱۹ پر مشتمل ہے مگر مسوراتی متن (عبرانی بائبل) میں باب ۲۰ اُس اکائی کو توڑ دیتا ہے۔ یہ دیکھنا بھی دلچسپی رکھتا ہے کہ مستوراتی متن میں باب ۲۱ ہفتادی ترجمے میں باب ۲۰ کے طور پر آیا ہے اور اِس طرح متون کو معنوی اکائی کی حیثیت سے مربوط رکھتا ہے۔ اِس تبدیل شدہ ترتیب کے الٰہیاتی مضمرات بہت اہم ہیں۔ اِن پر آگے چل کر اِس حصے میں بحث کی جائے گی جس کا عنوان ہے "بائبل کے مجموعی سیاق وسباق میں کسی حصہء کلام کی الٰہیات"۔

۱.۵- الٰہیاتی ملاحظات:

۱.۵.۱- حصہء کلام:- حصہء کلام کا مرکزی موضوع کیا ہے؟ ثانوی موضوعات کیا ہیں؟ مذکورہ بالا مراحل اِن سوالوں کے جواب دینے کے لئے بہت اہم ہیں۔

ہم نے دیکھا ہے کہ خروج ۳:۱-۱۵ میں خاکہ آیات ۱-۹ سے دو مراحل میں آیات ۱۰-۱۵ تک بڑھتا ہے لیکن بہ یک وقت ایک ہی مقصد کی طرف بڑھتا ہے۔ آیات ۱-۹ میں یہ غور کرنا بھی ضروری ہے کہ دیکھنے کے عمل کے فاعل بدل جاتے ہیں۔ جو شخص "دیکھنے" سے شروع کرتا ہے وہ انجام کار "دیکھا جاتا" ہے۔ دوسرے لفظوں میں "دریافت کرنے والا" "دریافت ہونے والا" بن جاتا ہے۔ موسیٰؑ جو "دیکھ رہا" تھا اُس کا انجام "دیکھا گیا" پر ہوتا ہے۔

---

[1] ہفتادی ترجمے میں انبیائے صغیر کو انبیائے کبیر سے پہلے رکھا گیا ہے۔ اور خود انبیائے صغیر میں میکاہ کو عاموس اور یوایل کے درمیان رکھا گیا ہے۔

آغاز میں موسیٰ اپنی انسانی آنکھوں سے جلتی ہُوئی جھاڑی دیکھنے لگتا ہے اور اُسے دعوت ملتی ہے کہ خُدا کی آنکھوں سے اُس کے لوگوں کا حال اور مستقبل دیکھے "میرے لوگوں پر ظلم ہو رہا ہے، مَیں اُنہیں مصر سے نکال لانے کو ہوں۔" خُدا کے الفاظ کے وسیلے سے موسیٰ اُس کے لوگوں کی موجودہ حالت کو دیکھ سکتا ہے۔ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور وہ مصیبت میں ہیں۔ جلتی ہُوئی جھاڑی جو بھسم نہیں ہوتی (آیات ۲-۳) اور خُدا کے الفاظ میں (آیت ۸، ۱۰-۱۵) موسیٰ مستقبل کو دیکھ سکتا ہے۔ اُس کے لوگ چھڑائے اور بچائے جائیں گے۔

واقعتاً جلتی ہوئی جھاڑی خُدا کے لوگوں کی علامت ہے۔ وہ ایک ایسی قوم ہیں کہ اُن کے تواریخی تجربے کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ مصر کی طاقت اُنہیں بھسم کر رہی ہے۔ واقعتاً حکم یہ ہے کہ وہ کبھی بھسم نہ ہوں "جب تُو ان لوگوں کو مصر سے نکال لائے گا تو تم پہاڑ پر خُدا کی عبادت کرو گے" (آیت ۱۲)۔ جو آئین واحکام حورب پہاڑ (کوہ سینا کا دوسرا نام) پر دیئے گئے تھے وہ ہم سب کے لئے آج تک رہنما اُصولوں کی حیثیت سے قائم ہیں، اِس لئے کہ ہم بھی خُدا کی اُمت میں شامل ہیں۔ اُن کے وسیلے سے خُدا نے زندگی اور آزادی کے اُن اُصولوں کو دوام یقینی بنا دیا جو خروج کے ذریعے سے حاصل ہوئے تھے۔

آیت ۱۰-۱۵ میں ہمیں ایک تبدیلی نظر آتی ہے۔ وہ شخص جو "دیکھا گیا" ہے اور اب خُدا کی آنکھوں سے "دیکھتا ہے" اُسے "مقرر اور مامور" کیا جاتا ہے کہ وہ کام کرے جسے خُدا نے خود کرنے کی تدبیر کی ہے "مَیں اُترا ہوں کہ اُن کو...... چھڑاؤں اور اُس ملک سے نکال کر... پہنچاؤں" (آیت ۸) "... مَیں تجھے... بھیجتا ہوں کہ تُو میری قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے" (آیت ۱۰)۔ موسیٰ کو نہ صرف "خُدا کی آنکھوں سے دیکھنا" ہے بلکہ اُسے خُدا کا قائم مقام بھی بننا ہے اور بالکل وہی کچھ کرنا ہے جو خُدا کرتا ہے۔ اُس کے تقرر اور ماموری میں خُدا جیسا بننا شامل ہے تاکہ مجوزہ کام مکمل کیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ آیت ۱۱-۱۵ میں موسیٰ کا ڈراسما "میں کون ہوں؟" آخری تجزیے میں خُدا کا "میں ہوں" بن جاتا ہے۔ خُدا موسیٰ سے کہتا ہے۔ کہ تُو پوچھتا ہے کہ مَیں (موسیٰ) کون ہوں؟ اچھا، میں تجھے بتاتا ہوں تو تُو ہے اور تو تُو رہے گا اِس لئے کہ مَیں مَیں ہوں۔

موسیٰ اِس مقابلے اور تقرر و ماموری کے تجربے میں اپنے "مَیں" کے ساتھ آتا ہے اور خُدا کے "مَیں" ساتھ آگے بڑھتا ہے کیونکہ اب وہ اِس قابل ہوگیا ہے کہ خُدا کی آنکھوں سے دیکھے، خُدا کی

قوت میں کام کرے اور خدا کے کام کی تکمیل کرے۔

یہ دو حصے (آیات ۱-۹ اور آیات ۱۰-۱۵) ظلم وستم اور رہائی کے وعدے کے درمیان تناؤ سے باہم جڑے ہوئے ہیں۔ غلامی کے آزادی میں بدل جانے کی اُمید خُدا اور انسان کے درمیان اتحاد کے استحکام پر مبنی ہے۔ یہ اتحاد اُن لوگوں کی طرف سے ہے جو ظلم وستم اور غلامی کا شکار ہیں۔

بلاہٹ نہایت گہری روحانی وابستگی یعنی اپنے آپ کو وقف کر دینے سے مشروط ہے۔ رہائی کا کام بڑی حد تک انسانی ''مَیں'' کے الٰہی ''مَیں'' کے ساتھ یکجان ہو جانے پر منحصر ہے (بمقابلہ گلتیوں ۲:۲۰، متی ۲۵:۳۴-۴۰)۔

خروج ۳:۱-۱۵ میں معمولی اور غیر معمولی کا ایک لطیف امتزاج بھی پایا جاتا ہے۔ جس دِن کا آغاز عام دِن کے طور پر ہُوا تھا وہ ایک بالکل نیا تجربہ بن گیا۔ چرواہے کی زندگی ختم ہوئی اور چھڑانے والے کی زندگی شروع ہوگئی۔

۱.۵.۲- بائبل کے مجموعی سیاق وسباق میں کسی حصہء کلام کی الٰہیات: یہ حصہء کلام کس ادبی یا الٰہیاتی روایت سے تعلق رکھتا ہے؟ پرانے اور نئے عہد میں اور کس جگہ اِس کا اقتباس کیا گیا ہے؟ یہ اقتباس کیسے کیا گیا ہے؟ دوسری کتابوں میں اِس حصہء کلام کے اقتباس میں کیا ہیئت یا اسلوب میں کوئی اختلاف ہیں؟ کیا یہ ایمان کے اُن بیانات کی جو بائبل کے دوسرے حصوں میں دیئے گئے ہیں از سرِنو تصدیق کرتا، تشریح کرتا یا اُن پر اعتراض کرتا ہے؟ مطالعے کے اِس مرحلے میں یہ اور ایسے دوسرے سوال بہت مفید اور مددگار رہوں گے۔

خروج ۳:۱-۱۵ کا مرکزی عنصر ہے الٰہی ''مَیں'' اور انسانی ''مَیں'' کا باہم ادغام۔ یہ نکتہ اُن خصوصیات سے نمایاں ہوگیا تھا جن کا ذکر ہم نے شمالی روایت، ایلیاہ کی زندگی اور ہوسیع کی خدمت کے ضمن میں بحث میں کیا تھا۔ جب تک لوگوں کا ''مَیں'' اُن کے خُدا اور خُداوند ''یہوہ'' کے ''مَیں'' میں مدغم نہ ہو وہ زندہ نہیں رہ سکتے، اپنے مقصدِ حیات کو پورا کرنا تو دُور کی بات ہے۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ اُنہیں بت پرستی کے خلاف اتنی سخت جدوجہد کیوں کرنی پڑتی تھی۔ چونکہ یہوہ کو اپنے لوگوں سے محبت ہے اِس لئے وہ اجازت نہیں دے سکتا کہ کوئی غیر معبود اُن کی زندگیوں میں در آئیں۔ غیر معبودوں کے لئے ذرا سا راستہ کھل جانے سے ''یہوہ'' اور اِسرائیل میں جُدائی آجائے گی اور اِس طرح اُن کو باہم

باندھنے والا عہد ٹوٹ جائے گا۔

خُدا کا ''مَیں'' جو خروج کے وقت سے (خروج ۳:۱-۱۵) قوم کے ''مَیں'' سے جڑ گیا تھا لازم ہے کہ وہ عہد کی برگزیدہ قوم سے اُن کی تاریخ کے آخر تک جڑا رہے۔ اِس لئے یہ اتنا ضروری اور اہم تھا کہ خروج ۳:۱-۱۵ نویں اور آٹھویں صدی ق م کے اُن سارے مشکل سالوں کے دوران مسلسل اطلاق کرتا رہے۔ اِس حصہء کلام کو ہمیشہ تک کے لئے اُن بیانات کے ساتھ جڑا رہنا چاہئے جو ۱-سلاطین ۱۸: ۳۹ [1]، ہوسیع ۱۲: ۹ اور ۱۳: ۴ میں نظر آتے ہیں۔

یہ بیانات ایک اَور ظلم وستم کے سیاق وسباق میں پیش کئے گئے تھے۔ وہ ظلم وستم نہیں جو خروج ۳:۱-۱۵ میں مذکور ہے (یعنی اِس قوم پر مصر میں ہونے والا ظلم وستم)۔ یہ دوسرا ظلم وستم کنعانیوں کی طرف سے تھا۔ یربعام بادشاہ کے دنوں (۹۲۲ ق م) ہی سے اسرائیلی کنعانی مذہب اور ثقافت کے ساتھ کھلم کھلا ''ناجائز تعلقات'' کا کھیل کھیلتے آ رہے تھے۔ اِسے آخر تک کھیلنا اُن کی تاریخ کا مقدر تھا۔ ایک اَور ظالم یعنی سلیمان بادشاہ کے ظلم وجبر سے اُن کی رہائی (۱-سلاطین باب ۱۲) ایک خروج سمجھی جاتی تھی جس کی راہ یہوہ نے دکھائی تھی۔ البتہ استثنا کی کتاب تصنیف کرنے والے مورخ اور الٰہیات کے عالم کے مطابق اِس ''رہائی'' کا پیشوا ایک نیا موسیٰ یربعام تھا اور اُس رہائی نے بہت چالاکی اور عیاری سے ''یہوہ'' کو بعل کے ساتھ ملا دیا اور بہت جلد سمجھا جانے لگا کہ نہ صرف سلیمان کے ظلم سے ''خروج'' بلکہ مصر سے خروج بھی یہوہ کا نہیں بلکہ دوسرے معبودوں کا کام ہے (بمقابلہ ۱-سلاطین ۱۲: ۱۸)۔

اُس زمانے میں دو مختلف ادوار میں دو نئے ''موسیٰ'' برپا ہوئے یعنی ایلیاہ اور ہوسیع۔ دونوں نبیوں نے خُدا کے مُکاشفہ اور بعل کی خصوصیات کا تقابل پیش کیا۔ ''نئے موسیٰ'' کی حیثیت سے ایلیاہ کی رہنمائی ہوئی کہ کوہِ حورب پر جائے۔ وہاں اُسے خُدا کا خاص مُکاشفہ دیا گیا (۱-سلاطین ۱۹: ۱-۱۸)۔ اُس مکاشفے میں یہوہ نے ہر اُس توقع یا آس کو توڑ دیا ہے جو اُسے بعل کی مماثل ٹھہرا سکتی تھی۔ ۱-سلاطین باب ۱۷-۱۹ اور ۲۱ پڑھنے سے ہمیں استثنا ۶: ۴-۵ کے نظریاتی ڈھانچے کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

---

[1] اس لحاظ سے یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ ''ایلیاہ'' کے نام میں اس آیت کا پیغام موجود ہے (بہ مقابلہ استثنا ۶: ۴) ''یہوہ خُدا ہے۔'' عبرانی میں ''ایل'' کا مطلب ہے خُدا اور ''یاہ'' یہوہ نام کا مخفف ہے۔

بعل کی پرستش کے خلاف شدید جنگ کے سیاق وسباق میں ۱-سلاطین باب ۱۷-۱۹ اور ۲۱ ہمیں یہوہ کی بے مثالی اور یکتائی کے بارے میں زوردار طریقے سے بتاتے ہیں۔ ''یہوہ ہی خُدا ہے یہوہ ہی خُدا ہے!'' (۱-سلاطین ۱۸: ۳۹، دیکھئے ۱۸: ۲۱، ۲۴، ۲۷)۔

مجموعی طور پر یہ ابواب یہوہ پر ایمان اور بعل کی پرستش کے درمیان زور آزمائی اور یہوہ کے نبی ایلیاہ اور اسرائیلی شہنشاہیت کے درمیان تصادم کا بیان کرتے ہیں۔ یہاں اخی اب اور ملکہ ایزبل اسرائیلی شہنشاہیت کے نمائندے ہیں۔ مجموعی تصویر واضح ہے۔ یہوہ بے مثال اور لاثانی ہے اور وہ کسی حریف کو برداشت نہیں کرتا خواہ وہ بعل ہو یا انسان جو طاقت، اقتدار اور بے انصافی کے پیاسے ہیں۔

باب ۱۷-۱۹ نثر میں بیان کرتے ہیں کہ کس طرح یہوہ حالات اور قدرت دونوں کو قابو کرتا اور بعل کو نقصان پہنچاتا ہے جبکہ بعل کے پرستار ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بارش، زراعت، آگ اور زندگی پر اختیار رکھتا ہے۔ یہوہ اور بعل کے درمیان تعامل کا ہر امکان یہوہ کے نبی کے وسیلے سے بتدریج ختم ہو جاتا ہے۔ ہر نئے معجزے میں نبی اور بعل کے پرستاروں کے درمیان ہر تصادم میں یہوہ ہی ہے جو جیتا ہے، یہوہ ہے جو عجائب وقوع میں لاتا ہے۔ یہ مقابلہ یا تصادم کوہِ حورب پر نقطۂ عروج یا انتہا کو پہنچتا ہے جہاں ''نئے موسیٰ'' ایلیاہ کو یہوہ کا ایک نیا مکاشفہ حاصل ہوتا ہے۔ موسیٰ کے واقعے میں کوہِ سینا پر ظاہر ہونے والے عناصر سب کے سب غائب ہو جاتے ہیں۔ یہوہ اُن میں نہیں تھا اور یہ عناصر کسی نہ کسی طرح بعل کے ساتھی تھے یعنی تند آندھی، زلزلہ، آگ (دیکھئے خروج ۱۹: ۱۶-۲۵، ۱-سلاطین ۱۹: ۹-۱۲)۔

۱-سلاطین باب ۲۱ تصویر کا دوسرا رُخ پیش کرتا ہے۔ ابواب ۱۷-۱۹ کے تعلق سے اِس کے تسلسل کے باعث انسان سوچ سکتا ہے کہ برسرِ اقتدار جوڑے کی بے وفائی نے بے انصافی کا دروازہ کھول دیا تھا۔[1] نبوت اور اُس کے تاکستان کا واقعہ اور اخی اب کی برگشتگی کا واقعہ پہلو بہ پہلو رکھے گئے

---

[1] اِس ضمن میں جان گرے لکھتا ہے کہ استثنا کی تالیف کے سیاق وسباق میں نبوت کے تاکستان کا واقعہ عملاً ظاہر کرتا ہے کہ کنعان کا اخلاق سے عاری باروری کا مذہبی نظام، جس کے خلاف باب ۱۷ میں اور بعد میں ایلیاہ احتجاج کرتا ہے، اُن سماجی ذمہ داریوں کی اہمیت گھٹا دیتا ہے جنہیں عہد کے سیکرامنٹ والا یہوہ کا مذہب فروغ دیتا ہے۔ باب ۱۷ میں پہلے حکم کے عدول سے چھٹے اور دسویں حکم کے عدول کی راہیں کھل جاتی ہیں، جس کا بیان باب ۲۱ میں آیا ہے۔

ہیں۔ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ استثنا کی تاریخ[1] کے مصنف نے نافرمانی کی اِن دو مثالوں کو وابستہ اِن دو حکموں کے ساتھ رکھا ہے جو استثنا میں درج ہیں۔ یہاں اِس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جو کوئی یہوہ کے بے مثال یا لاثانی ہونے پر شک کرے گا تو اُس کی وفاداری منقسم ہو جائے اور اُس کا بے انصافی میں پڑنا ناگزیر ہے (تقابل کے لئے دیکھئے ۲-سموئیل ۱۵:۸ اور یرمیاہ ۱۵:۲۲)۔ اِس وجہ سے اور وفاداری بے وفائی کے موضوع کی زبردست موجودگی کے باعث ہم کہہ سکتے ہیں کہ استثنا کے ادب کے مطابق انصاف کا وجود اُسی وقت ممکن ہے جب کامل اور مطلق وفاداری ہو، اور اِس کے برعکس ایسا نہیں ہو سکتا۔

ہوسیع کے معاملے میں بھی اگرچہ فرق استعارے استعمال ہوئے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ یہوہ بعل کو رد کرتا اور اُس سے لاتعلقی ظاہر کرتا ہے۔ ہوسیع ۱:۲-۲۳ دو واضح اکائیوں پر مشتمل ہے۔ آیت ۱-۱۳ میں لوگوں کو ملامت کی گئی ہے اور اُن کی بے وفائی کے باعث سزا کی دھمکی دی گئی ہے کیونکہ اُنہوں نے اپنے خدا یہوہ کو ترک کر دیا ہے اور بعل کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ آیت ۱۴-۲۳ مستقبل کے ایک ایسے زمانے کے امکان کو پیش کرتی ہیں جس میں پوری بحالی ہوگی جب دوسرے سارے معبود اِسرائیل کی زندگی سے نکال باہر کئے جائیں گے اور بے انصافی اور سماجی گناہ خارج ہو جائیں گے۔ یہ پوری تصویر اِس یقین دہانی کو پیش کرتی ہے کہ یہوہ اِسرائیل کا واحد خُدا اور خُداوند ہوگا اور اِسرائیل خُدا کے لوگ بنے رہیں گے اور اُن کی راستی اور وفاداری کی جڑیں مضبوط ہوں گی۔

دراصل یہ حصہء کلام یہوہ کو ایک لاثانی خُدا کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ یہ خُدا عدالت کو بروئے کار لاتا ہے اور قہر و غضب نازل کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ خروج کا خُدا ہے۔ آیت ۲۰ میں یہوہ کامل امن چین کی زندگی کی یقین دہانی کراتا ہے۔ ایک طرف تو ایک عہد کے وسیلے سے یہوہ جانوروں کو روکے رکھے گا تاکہ اُس کے لوگوں کو نقصان نہ پہنچائیں اور دوسری طرف یہوہ ساری جنگ موقوف کرا دے گا تاکہ اِسرائیل کے امن و چین میں خلل نہ آئے۔ آیات ۱۲-۲۲ میں زرخیز اور پھلدار زمین کا بیان ہے۔ پرانے عہدنامے میں خروج کی روایت کا پورا ڈھانچا ہوسیع کے بیان کی توثیق کرتا ہے۔ یہوہ کو اُس خُدا کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے جو اپنے لوگوں کو نہ صرف ظلم سے چھڑاتا ہے بلکہ

---

[1] قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ قدیم زمانے کی کوئی تصنیف ہے جو استثنا، یشوع، قضاۃ، ۱-، ۲-سموئیل اور ۱-، ۲-سلاطین پر مشتمل ہے۔

اُنہیں اُس ملک میں لے جاتا ہے جہاں ہر اچھی چیز کی افراط ہے۔ ہوسیع نبی بیان کرتا ہے کہ اُس راست عدالت کے ڈھانچے میں بعل کے خلاف جدوجہد جاری ہے۔ بعل ہرگز نہیں، بلکہ یہوہ ہے جو آسمان سے زندگی برساتا ہے تاکہ زمین گندم، مے اور تیل پیدا کرے (دیکھئے ہوسیع ۲:۷، ۱۰-۱۱)۔

ہوسیع ۲:۱۶-۲۳ میں نبی نے جو تصویر پیش کی ہے وہ اسرائیل کے شریر اور بدکار لوگوں کے خلاف قہر وغضب کا پیغام بھی ہے۔ اُن کی بے دینی نے انصاف کے دروازے بند کر دیئے تھے اور خُدا کے سچے عرفان کی راہیں مسدود کر دی تھیں۔ کلام کا یہ حصہ مستقبل کی حالت پر زور دیتے ہوئے لوگوں کو انقلابی یا کامل تبدیلی کی طرف بلاتا ہے۔ اسرائیلی اُس راہ پر چلتے نہیں رہ سکتے جس پر چلتے رہے ہیں۔ اُنہیں مصر میں واپس جانا پڑے گا (۸:۱۳؛ ۹:۳؛ ۱۱:۵)، وہاں سے بیابان میں آنا پڑے گا (۲:۱۶-۱۷، خصوصاً ۲:۱۴-۱۵) تاکہ از سرِنو عہد کی شرائط اور اپنے اقرار کے تابع ہوں۔

اسرائیل کو پھر شروع سے شروع کرنا پڑے گا۔ اِس کی وجہ بالکل واضح ہے وہ یہوہ کے میرے لوگ نہیں بنے (۱:۹) اِس لئے یہوہ اُن کا نہیں (۱:۹)۔ ایک دفعہ پھر یہوہ کی تبلیغی قوم بننے کی خاطر اسرائیل کو از سرِنو یہ کرنا تھا کہ خُدا کا "مَیں" دوبارہ اُن کے "مَیں" میں مدغم ہو جائے۔ اِسی لئے لازم تھا کہ لوگ جھوٹے معبودوں کو ترک کریں اور پورے طور پر خُداوند کے لئے وقف ہو جائیں۔ ہم بائبل کی رُو سے اپنے مقصدِ حیات اور بلاہٹ کو صرف اُسی صورت میں پورا کر سکتے ہیں کہ جب خُدا ہماری زندگی کا خُداوند ہو اور ہمارے پورے دل کو کنٹرول کرے۔

نئے عہدنامے میں خروج ۳:۱-۱۵ کو براہِ راست اور واضح طور سے اعمال ۷:۳۰-۴۳ اور جزوی طور سے متی ۲۲:۳۲ اور متوازی حوالوں میں اور اعمال ۳:۱۳ میں اقتباس کیا گیا ہے۔ البتہ الٰہیات کے نقطۂ نظر سے یوحنا ۴:۱-۴۲ اِن عناصر کو زیادہ نمایاں کرتا ہے جن پر ہم اپنے مضمون میں زور دیتے آرہے ہیں۔

یوحنا باب ۴ میں ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوتی ہے جس نے دِن کا آغاز معمول کے کام کاج سے کیا لیکن موسیٰ ہی کی طرح خُداوند نے اُسے "دریافت" کر لیا اور ایسا کام اُس کے سپرد کیا جو اپنی نوعیت میں رہائی دلانے کا کام تھا۔ لیکن ایک بات میں وہ موسیٰ کی مانند نہیں کیونکہ وہ ہمیشہ کے لئے گمنام ہے۔ ہم اُسے صرف "سامری عورت" کی حیثیت سے جانتے ہیں۔

آیئے ہم اُس شخص کو غور سے دیکھیں۔ ہم نے بتایا ہے کہ وہ ایک عورت تھی اور سامری تھی۔ یہ بات اُس شخص کے لئے کیا معنیٰ رکھتی ہے جسے خُدا کے ہاتھوں میں آلہءِ کار، آزادی کا وسیلہ اور خوشخبری پھیلانے والا بننا ہے؟ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یسُوؔع کے زمانے میں فلستین میں یہودی سامریوں کو حقیر سمجھتے، اُن سے نفرت کرتے اور اُن سے کوئی میل ملاپ نہیں رکھتے تھے اور اُنہیں بے دین سمجھتے تھے (یوحنا ۴:۹؛ ۸:۴۸)۔ لیکن یہ شخص سامری ہونے کے علاوہ عورت بھی ہے۔ یسُوؔع کے زمانے میں ربّی کو سرِعام کسی عورت سے بات کرنا منع تھا (دیکھئے یوحنا ۴:۲۷)۔ عورتوں کو کبھی بالغوں کی حیثیت نہیں دی جاتی تھی۔ عورت جب تک کنواری رہتی باپ کے اختیار اور حکم میں رہتی تھی، شادی کے بعد وہ شوہر کے تابع رہتی تھی۔ یہ دو باتیں تو پہلے ہی اُس کے حق میں نہ تھیں۔ اور پھر یہ کہ وہ ''سامری عورت'' شرعی طور پر شادی شدہ نہ تھی (یوحنا ۴:۱۷-۱۸) اور مروجہ معاشرتی اقدار اور قواعد کے مطابق وہ بداخلاقی کی زندگی گزار رہی تھی۔ اِن تین باتوں نے اُسے حقیقتاً معاشرے سے خارج کر رکھا تھا۔ وہ جس دنیا میں تھی وہاں اُس کے قابلِ قدر انسان کی حیثیت سے قبول کئے جانے کا کوئی امکان نہ تھا۔

مگر ایک دن جو معمول کے عام دنوں کی طرح شروع ہُوا، یسُوؔع آیا اور اُس عورت کی زندگی میں ہلچل پیدا کر دی۔ یسُوؔع نے جو یہودی تھا، اُس عورت کو موقع فراہم کیا کہ خُدا کے خاندان میں شامل ہو جائے۔ یسُوؔع جو ایک مرد اور ایک ربّی ہے اُس عورت کے پاس آتا ہے اور اُسے الٰہیات کی ایک بحث میں شامل کر لیتا ہے اور یوں اُسے اپنی ہم کار، ایک شاگرد اور ایک رسُول بنا دیتا ہے۔ یسُوؔع ایک نئے ''موسیٰ'' کی حیثیت سے اُسے خُدا کی بادشاہی کے قریب لے آتا ہے اور اُسے خُدا کے لوگوں میں شامل کر دیتا ہے، حالانکہ شریعت نے اُسے خارج کر دیا تھا۔ جن رکاوٹوں نے اُس عورت کو باہر رکھا ہُوا تھا اُنہیں توڑنے سے یسُوؔع نے ظاہر کر دیا کہ مَیں خُدا ہوں (یوحنا ۴:۲۶)۔

اپنے حیرت ناک ''مَیں ہوں'' سے خُدا اُس زندگی میں در آتا ہے جسے تبدیلی یا تکمیل پانے کی کوئی اُمید نہیں ہوتی۔ خُدا اُن ساری رکاوٹوں کو توڑ ڈالتا ہے اور اُس انسان کو حقیقی شخص بنا دیتا ہے۔ لیکن اُس کا مقصد و مدعا ایک فرد کو آزاد کرنے سے بہت آگے ہوتا ہے۔ خُداوند نے اُس عورت کو وہ دروازہ پورے طور پر کھولنے کو تیار کر دیا ہے جو اُس عورت کے لوگوں کو رہائی کے خُدا کے روبرو لے آئے گا۔ فی الحقیقت وہ عورت اپنے لوگوں کا ''موسیٰ'' بن جاتی ہے۔ ایسا کرنے سے وہ الٰہی عمل میں داخل ہو جاتی

ہے۔ یوحنا۴: ۲۳-۲۴ میں جب یسُوعؔ اُسے جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ خُدا رُوح ہے اور صرف رُوح سے اُس کی ''عبادت'' کر سکتے ہیں تو اِس کا مطلب ہے کہ ہمیں یسُوعؔ کے نقشِ قدم پر چلنا اور اُس کی مانند عمل کرنا چاہئے۔ ہم اپنے ایمان کے جواب کا اعلان صرف اُسی صورت میں کر سکتے ہیں کہ یسُوعؔ کے پیچھے ہو لیں، اپنے بھائیوں کی خدمت کریں، ہر وقت اپنی راہ پر گامزن رہیں اور مذہبی لحاظ سے کبھی خود اعتمادی کا شکار نہ ہوں۔ اور سامری عورت نے یہی کیا جس کے پاس دوسرے کے ''اچھے مذہب'' سے دور رہنے کی تین اچھی وجوہ تھیں۔ وہ یسُوعؔ کی چھٹکارے کی پیشکش قبول کرتی ہے اور جاتی ہے کہ اپنے ہموطنوں کو اُس میں شریک کرے۔

یوحنا کی انجیل کے اِس حوالے میں یسُوعؔ خُدا کے روحانی عرفان کی بات کرتا ہے ''میرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں اور اُس کا کام پورا کروں'' (آیت ۳۴)۔ یسُوعؔ نے واقعی اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کیا۔ اُس نے نجات کا پیغام ایک عورت کو بھی دیا جو سامری تھی اور زناکار تھی۔ سامری عورت نے بھی اپنے بھیجنے والے کا حکم مانا۔ اُس نے کفارے اور مخلصی کا پیغام اپنے ہم وطنوں کو پہنچایا جو سامری تھے۔

چُنانچہ سامری اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے درخواست کی کہ ہمارے پاس رہ اور وہ دو دِن اُن کے پاس رہا اور اُس کا کلام سُن کر اَور بہت سے لوگ ایمان لائے۔ اُنہوں نے عورت سے کہا ''اب ہم تیرے کہنے ہی سے ایمان نہیں لاتے کیونکہ ہم نے خود سن لیا اور جانتے ہیں کہ یہ فی الحقیقت دُنیا کا منجی ہے'' (آیات ۴۰-۴۲)۔

بے چارے شاگرد جو بائبل اور الٰہیات کے بارے میں اُس عورت سے زیادہ جانتے تھے وہ کھڑے رہ گئے اور الٰہیات کی ایک بے پھل بحث میں کھو گئے۔ عورت نے موقع سے فائدہ اُٹھایا اور جا کر لوگوں میں منادی کی۔ شاگرد بھی شہر میں گئے لیکن صرف کھانا مول لینے کو تاکہ جسمانی ضرورت کی تسکین کر سکیں۔ اِس حوالے میں لکھا ہے کہ ''خُدا رُوح ہے اور ضرور ہے کہ اُس کے پرستار رُوح اور سچائی سے پرستش کریں۔'' عورت نے رُوح سے پرستش کی مگر شاگرد اپنی پرستش کرتے رہے۔

۲- متن آپ کو دیکھے:-

علم الٰہیات کے حصے میں اِس نکتے پر پہلے ہی بات ہو چکی ہے۔ اِس مرحلے پر ہم بیرون سے

اندرون کی طرف چلنا شروع کرتے ہیں۔ مسیحی ہونے کی حیثیت سے ہم جانتے ہیں کہ ہم خُدا کی اُمت کے اراکین ہیں جیسا کہ ہم سے پہلے پرانے عہدنامے میں، نئے عہدنامے میں اور مسیحیت کی پوری تاریخ میں ہوتے آئے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اُن کا خُدا ہمارا خُدا ہے اور بائبل میں مذکور تاریخ ہماری بھی تاریخ ہے۔ اِس لئے ہمیں ایسے جامع سوال پوچھنے چاہئیں جو ہم سب کا احاطہ کریں۔ خروج ۱:۳-۱۵ ہمیں بنی نوع انسان کی فطرت اور تاریخ میں بُلاوے اور اُس کی توقیر و منزلت کے بارے میں کیا بتاتا ہے؟ یہ حصہء کلام دنیا اور اپنے لوگوں کے لئے خُدا کے منصوبوں اور ارادوں کے بارے میں کیا بتاتا ہے؟ کلیسیا کے عقیدے اور اقرار الایمان میں اِس حصہء کلام نے کیا اہم کردار ادا کیا ہے؟ کیا متن کوئی ایسی بات پیش کرتا ہے جس کی ہماری کلیسیاؤں کے ایمان کے روایتی بیانات تصدیق نہیں کرتے؟

اِن سوالات کا رُخ خود متن کی طرف ہے۔ اِن کے علاوہ ہمیں دوسرے سوال بھی پوچھنے کی ضرورت ہے جو یہ دیکھنے میں ہماری مدد کریں گے کہ ہمارے ''گذشتہ کل'' اور ''آج'' کے بھائی بہن اِس حصہء کلام کو کیسے پڑھتے رہے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو یہ جاننا مفید اور اچھا ہوگا کہ لوتھر، مارٹن، ویزلی یا مقدس آگسٹین نے اِس حصہ کلام کے بارے میں کیا کہا تھا۔ مصوری، موسیقی، سنگ تراشی اور ڈرامے میں اِس حصے کی تشریح کیسے کی گئی ہے؟ کیا اِسے دُعا اور رسوم عبادت میں شامل کیا گیا ہے؟

یہ کرنا کہ ''متن ہمیں دیکھے'' اِس طرح ہو سکتا ہے کہ واقعے کو ہم اپنی تاریخ کے نقطہء نگاہ سے کہانی، ڈرامہ، ڈانس یا خاکہ وغیرہ میں پیش کریں۔

۳۔ متن ہمارا سامنا کرتا اور تبدیل ہونے کو کہتا ہے:

بائبل کا مطالعہ ہمیں اُس مقام پر لے آئے گا جہاں ہمیں احساس ہوگا کہ صرف ہم ہی سوال نہیں پوچھ رہے، صرف ہم ہی متن کو نہیں پڑھ رہے، صرف ہم ہی اِس کا تنقیدی جائزہ نہیں لے رہے بلکہ خُدا کا کلام ہے جو ہم سے سوال پوچھ رہا، ہمیں پڑھ رہا اور ہمارا تنقیدی جائزہ لے رہا ہے۔ ہم قائل ہو جاتے ہیں کہ کلام کا یہ حصہ خاص ہمارے لئے لکھا گیا ہے۔ اِس کے پیغام کا رُخ ہماری طرف ہے۔

میرے، میری جماعت، برادری یا معاشرے کے کون سے گناہ اور ڈر ہیں جنہیں کلام کا یہ حصہ بے نقاب کرتا ہے؟ جس زمانے میں ہم رہ رہے ہیں اُس کے لئے یہ کلام کیا وعدے اور اُمید پیش کرتا

ہے؟ ٹی الوقت کون سے ٹھوس چیلنج پیش کرتا ہے؟

ہم نے شروع میں کہا تھا کہ بائبل کی تشریح ایک معاشرتی کام ہے۔ ہم اِس بات کے متحمل نہیں ہوسکتے کہ ہم اِسے ایسے پڑھیں جیسے دوسروں سے بالکل الگ تھلگ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ ہمیں ضرورت ہے کہ دوسروں کی آوازوں سے خُدا کا کلام سُنیں (یوایل ۲: ۲۸-۲۹، متی ۱۸: ۱-۵)۔

اِس کا ایک واضح طریقہ یہ ہے کہ حصہءکلام کو "دوبارہ پڑھیں" اور اپنی تاریخ کے نقطہ نگاہ سے اور اپنی تاریخ کے لئے دوبارہ لکھیں۔ آپ اِسے ایک دُعا، گیت، رسالہ یا اخبار کے لئے مقالے کی صورت میں لکھ سکتے ہیں۔

خروج ۳: ۱-۱۵ ہماری تاریخ کے نقطہءنظر سے:-

ہماری اپنی تاریخ سے ایسے واقعات اور حالات دریافت کر لینا کوئی مشکل نہیں جو خروج ۳: ۱-۱۵ اور یوحنا ۴: ۶-۴۲ میں مذکور واقعات سے مماثلت یا مشابہت رکھتے ہوں، کیا آپ کوئی ایسی کہانی یا واقعہ سنا سکتے ہیں جو اِس حصہءکلام کے پیغام کو اُس تجربے کے نقطہءنگاہ سے بیان کرتا ہو جس سے ہم واقف ہیں؟ کون موسیٰ کا کردار ادا کر رہا ہے؟ خُدا نے اُس مرد یا عورت کو بلانے کے لئے کیا طریقہ یا ذریعہ استعمال کیا؟ یہ ذمہ داری کیسے اور کن حالات میں تفویض کی گئی؟ خُدا کے ناموں میں سے کونسا نام اُس صورتِ حال کو عمدہ طریقے سے سامنے لاتا ہے، جس میں خُدا نے اُس ذریعے سے اپنے آپ کو اپنے لوگوں پر ظاہر کرنا پسند کیا؟ اِس خاص اور معیّن صورتِ حال میں اُمید اور یکجہتی کی بلاہٹ کو کیسے بیان کریں گے؟ ہمارے سامنے دو واقعات ہیں، ایک ایک عورت کے بارے میں اور دوسرا ایک مرد کے بارے میں اِن ہر دو کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ اُنہوں نے "موسیٰ" کا کردار ادا کیا۔

غلامی میں گرفتار لوگوں کے لئے "خاتون" موسیٰ:-

بہت سال ہوئے ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ایک حبشی، بیمار، اَنپڑھ اور غلام عورت نے فیصلہ کیا کہ مَیں خُدا کے ہاتھوں موسیٰ اور گمنام سامری عورت کی طرح اپنے بھائیوں اور بہنوں کو آزاد کرانے کے لئے استعمال کی جاؤں۔ اُس عورت کا نام ہیریٹ ٹبمین تھا۔ وہ چھ برس کی عمر سے غلام کے طور پر کام کر

رہی تھی۔ دن کے وقت وہ اپنے مالک کے گھر کی صفائی کرتی اور مالکن کی خدمت کرتی تھی۔ ایک چھوٹے بیمار بچے کی دیکھ بھال کے لئے اُسے راتوں کو بھی جاگنا پڑتا تھا۔ کوئی دن نہیں گزرتا تھا کہ ہیریٹ کی کمر، چہرے اور کندھوں پر چابک نہ پڑتے ہوں۔ تیرہ برس کی عمر میں اُسے ایک نئے مالک کے ہاتھ بیچ دیا گیا۔ اُس نئے مالک نے اُسے ایک بڑا پتھر دے مارا جو اُس کے سر پر لگا۔ اِس کے نتیجے میں بقیہ ساری زندگی ہیریٹ کو غشی کے دورے پڑتے رہے۔

بیس برس کی عمر میں مِس ٹبمین اپنے مالک سے بھاگ گئی۔ اُس کی اپنی زبانی سنیں:۔

''مَیں حد پار کر گئی تھی۔ مَیں آزاد تھی مگر کوئی نہ تھا جو مجھے آزادی کی سرزمین میں خوش آمدید کہتا۔ مَیں ایک غیر ملک میں اجنبی تھی۔ میری ماں، میرے بھائی، میری بہنیں اور سہیلیاں وہاں تھیں۔ مگر میں آزاد تھی اور اُنہیں بھی آزاد ہونا چاہئے تھا۔ خُدا کی مدد سے مَیں شمالی امریکہ میں ایک گھر بناؤں گی اور اُنہیں وہاں لاؤں گی۔ اور مَیں اُن دنوں کیسے دُعا کرتی تھی؟ مَیں خُداوند سے کہتی تھی ''مَیں یہ سارا مشکل کام تیرے سپرد کرتی ہوں۔ مَیں جانتی ہوں تُو مجھے کامیاب کرے گا۔''

اور اُس نے یہی کیا۔ وہ اُنیس دفعہ سفر کر کے شمال سے جنوب میں آئی اور غلاموں کو آزادی میں لاتی رہی۔ ماضی کے اُس زمانے یعنی انیسویں صدی میں غلاموں کے سفید مالکان اُس عورت کو پکڑنے پر چالیس ہزار ڈالر دینے پر آمادہ تھے لیکن وہ اِس بات سے کبھی خوفزدہ نہ ہُوئی۔ اُس سے پوچھا گیا کہ تمہاری دلیری اور کامیابی کا راز کیا ہے تو ہیریٹ نے جواب دیا'' کیوں جناب، کیا مَیں آپ کو نہیں کہتی کہ مَیں نہیں تھی، یہ تو خُداوند تھا۔ مَیں اُسے ہمیشہ کہتی ہوں کہ ''مَیں تجھ پر بھروسا رکھتی ہوں۔ مجھے پتہ نہیں کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے، اور مَیں توقع رکھتی ہوں کہ تُو رہنمائی کرے گا، اور اُس نے ہمیشہ میری رہنمائی کی ہے۔''

جتنوں کو اُس نے آزادی دلائی اُن سب کے لئے ہیریٹ ''موسیٰ'' تھی۔ اُس کے سوانح نگاروں میں سے ایک کہتا ہے۔

''کینیڈا میں رہنے والے وہ مرد جو برسوں پہلے فرار ہو کر آزاد ہو گئے تھے، اور جن کے خاندان ابھی تک غلامی کے قید خانے میں تھے وہ موسیٰ کی تلاش کرتے تھے اور اسے بھیجتے تھے کہ اُن کے عزیزوں کو وہاں سے نکال لائے۔ کیسی عجیب بات ہے! یہ عورت جو دیکھنے میں اپنی نسل کی نہایت معمولی عورت تھی،

جو اُبھرتی تھی، جسے جغرافیے کی کوئی سمجھ بوجھ نہ تھی، جو آدھا وقت سوئی رہتی تھی... کوئی وہ فراری کبھی پکڑا نہ گیا جس کی رہنما موسیٰ تھی۔"

الف۔ "موسیٰ" وسطی امریکہ میں:-

وسطی امریکہ کے ایک مُلک میں ایک نوجوان پاسٹر کا خُدا سے آمنا سامنا ہُوا جس کے نتیجے میں اُس کی بلاہٹ ہوئی۔ وہ بیان کرتا ہے:-

"سیمنری نے مجھے صرف اِس بات کے لئے تیار کیا تھا کہ روحانی ضروریات میں لوگوں کی مدد کروں، اچانک میرا سامنا اُن کی حقیقی اور ناقابلِ انکار مصیبت سے ہُوا۔"

اُس پاسٹر کو ایک کلِیسیا میں آرام دہ ملازمت حاصل تھی۔ ایک دن سرکاری دستے ایک قریبی گاؤں میں ناگہاں گھس آئے اور سترہ افراد کو قتل کر گئے۔ کسی پیشگی اطلاع کے بغیر کلِیسیا کو بچ نکلنے والے افراد کو پناہ دینی پڑی۔ بیوائیں اور یتیم بچے سیدھے پاسٹر کے پاس آئے اور درخواست کی کہ ہمارے خاندان کے افراد کی لاشیں تلاش کرنے میں ہماری مدد کرو۔

پاسٹر ڈرتا تھا مگر مدد کئے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ اُس نے کسی سے ایک چھوٹا ٹرک مانگا اور لاشیں تلاش کیں۔ اُن کے ہاتھ پیچھے کمر پر بندھے ہوئے تھے اور چہرے تیزاب سے جو فوجیوں نے اُن پر پھینکا تھا مسخ کر دیئے تھے۔

کلِیسیا کے ممبران کی مدد سے ایک کلینک قائم کیا گیا اور خاندانوں کے سر چھپانے کی جگہ مہیا کی گئی۔ اُنہوں نے اُن پناہ گزینوں کو اپنی زمینوں میں شریک کیا۔ محبت، سخاوت اور یکجہتی کے اِس کام سے پاسٹر اور کلِیسیا کے افراد کے لئے خطرہ تھا کہ اُن پر ظلم وستم کیا جائے گا اور شہید کر دیا جائے گا۔ ایک دِن ایئر فورس کے جہازوں نے گاؤں اور کھیتوں پر مشین گنوں سے فائرنگ کر دی۔ صرف چند لوگ بچے۔ اگلے دن پولیس پاسٹر کے گھر میں گھس آئی، پوری طرح تلاشی لی اور بہت توڑ پھوڑ کی۔ پاسٹر اور اُس کا خاندان معجزانہ طور پر بچ گئے۔ اُس دن وہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے کیونکہ دوستوں نے سر پر منڈلاتے ہوئے خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔ وہ ملک سے نکل جانے میں تو کامیاب ہو گئے مگر تن کے کپڑوں کے سوا کچھ ساتھ نہ لے جا سکے۔

اپنے اِس تجربے کے حوالے سے وہ پاسٹر کہتا ہے ''اِس پورے تجربے نے میری خدمت کو یکسر اور انقلابی طور پر بدل ڈالا ہے۔ اب میں صرف اُس اُمید کے بارے میں بات نہیں کرسکتا جو دُور مستقبل میں تاریخ سے پرے ہے، گویا صرف وہی ایک اُمید ہے جو ہمارے پاس ہے۔ حلیم، پُرامن لوگ جنہوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ہمیں ہتھیار اُٹھا کر لڑنا پڑے گا اُنہیں مجبور کر دیا گیا کہ جنگ کریں تاکہ اپنے آپ کو ذلیل ہونے اور مارے جانے سے بچاسکیں... اور اُن کی لاشیں اب بھی درجنوں کے حساب سے گِنی جاسکتی ہیں... اور اگر یہ قتل کرنا اور خون بہانا بند بھی ہو جائے، مگر مسئلہ موجود رہے گا۔ ناقص اور کم غذا کے باعث اموات جنگ اور ہتھیاروں سے ہونے والی اموات سے بھی زیادہ ہوں گی۔'' وہ پاسٹر یہ نتیجہ پیش کرتا ہے ''اگر انجیلی کلیسیا چپ رہی ہے تو وہ مستقبل کے لئے دروازہ نہ رہے گی...''

ضمیمہ

بائبلی تنقید

بائبلی تنقید سے مراد ہے بائبل کے کسی حصے اور اُس کے تاریخی اور ادبی سیاق و سباق کا نظم و ترتیب کے ساتھ مطالعہ تاکہ وہ اصل پیغام دریافت کیا جائے جو مصنفین نے دیا تھا اور ابتدائی اور اصل سامعین و قارئین نے سمجھا تھا۔ اِس طرح دوبارہ پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ بائبل کے زیرِ نظر پیغام کو ہم عصر لوگوں تک پہنچایا جائے اور ایسا کرتے ہوئے اُس جماعت کے تاریخی اور ثقافتی پس منظر کو ذہن میں رکھا جائے۔

اِس نظام کار کی دو نمایاں خصوصیات ہیں۔ اوّل، یہ ''تنقید'' ہے۔ دوسرے یہ ''بائبلی'' ہے۔ لفظ ''تنقید'' کا مادہ عربی میں ''نقد'' ہے جس کا مطلب ہے سکے کا کھرا کھوٹا پرکھنا۔ توسیعی معنی ہیں اچھے بُرے میں امتیاز کرنا۔ اِسے منفی معنیٰ میں نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ یہ ایک غیر جانبدار اصطلاح ہے۔ یہ بائبل کے اُن علما یا مفسرین کے کام کا بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے جنہوں نے سائنسی اور منظم طریقے سے بائبل کا مطالعہ کرنے میں برسوں محنت کی ہے اور واضح اصولوں اور طریقۂ کار اور آدابِ فن کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ مطالعہ کیا ہے۔

یہ تنقید اِس لئے ''بائبلی'' ہے کیونکہ اُن حدود کے اندر رہ کر کی جاتی ہے جو پاک صحائف کی مستند

فہرست نے متعین ومقرر کی ہیں۔ اِس وجہ سے مفسرین کے لئے ضروری ہے کہ ڈہری مہارت رکھتے ہوں۔ایک طرف تو بائبلی تنقید کے آدابِ فن اور طریقہ ہائے کار سیکھنے ضروری ہیں تو دوسری طرف اُن ماخذ سے واقف ہونا ضروری ہے جو اُس جماعت کے ''یہاں اوراب'' کو پڑھنے میں مدد دے سکتے ہیں جن کے لئے وہ تفسیری تصانیف پیش کرر ہے ہیں۔اِس کا سبب یہ ہے کہ ہم عصر مفسرین موجودہ تاریخی، جغرافیائی، معاشرتی، معاشی ثقافتی ماحول میں رہتے اور کام کرتے ہیں۔

بائبلی تنقید کا میدان بہت وسیع اور پیچیدہ ہے۔اِس میں استعمال ہونے والی مہارتیں، آدابِ فن اور طریقہ ہائے کار کے ارتقا میں صدیاں صرف ہوئی ہیں۔ہم ہفتادی ترجمہ اور نیا عہد نامہ، دونوں میں دیکھ سکتے ہیں کہ پرانے عہد نامہ کے پیغام کا ترجمہ کرنے، تشریح کرنے اور آگے منتقل کرنے میں بعض اُصول، مہارتیں اور طریقہ ہائے کار کس طرح استعمال ہوئے ہیں۔علمِ تفسیر کی تاریخ بہت لمبی ہے اور زیرِ نظر مقالے کی حدود سے باہر ہے۔

گذشتہ دو صدیوں اور خصوصاً بیسویں صدی کے دوران بائبلی تنقید اور اِس سے متعلقہ علوم اور اُصولیات نے بہت ترقی کی ہے۔اِس ضمیمے میں ہم صرف اُن علوم اور طریقہ ہائے کار کا خاکہ پیش کرنے تک محدود رہیں گے جنہوں نے بائبلی تنقید کے کام کو مالا مال کیا ہے۔

۱- طریقہ ہائے کار

۱.۱- متنی تنقید:-

متنی تنقید دو مقصد پورے کرتی ہے: (۱) یہ بائبل کے متون کی اصل قرأت کو از سرِ نو تشکیل دینے میں مدد دیتی ہے۔ (۲) یہ مختلف قدیم قلمی نسخوں اور ترجموں کی تحقیق و تفتیش کرنے میں اور وہ تاریخ سامنے لانے میں مدد کرتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ صدیوں کے دوران یہ متن کس طرح آگے منتقل ہوتا آیا ہے (پرانے اور نئے عہد نامے کے متن کے بارے میں باب ۷ اور ۸ دیکھئے)۔

۲.۱- ادبی تنقید:-

ادبی تنقید کی وضاحت دو طرح کی جا سکتی ہے۔

اوّل، یہ اُن آدابِ فن یا طریقہء ہائے کار کا علم ہے جو انیسویں صدی میں مرتب کئے گئے تا کہ

جانچ پرکھ کی جائے کہ زیرِ مطالعہ کلام کا حصہ ایک جزوِلاینفک اور اصل اکائی ہے یا اس میں تصرف کیا گیا، اضافہ کیا گیا یا اس کی تلخیص کی گئی ہے۔ اِس طرح ادبی نقاد متن کے اصل مندرجات دریافت کرنے اور اس میں مشمولات کا فیصلہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اُن مختلف پرتوں کا بھی مطالعہ کرتے ہیں جن سے کوئی کتاب یا متن بنا ہے۔ اِس نقطہء نظر سے ادبی تنقید کا تعلق کسی دیئے گئے متن کی اصل دریافت کرنے سے ہے۔

دوم، یہ اُن آدابِ فن اور طریقہ ہائے کار کا علم ہے جو بیسویں صدی کی آخری چند دہائیوں کے دوران وضع اور مرتب کئے گئے۔ یہ علم جدید ادبی تجزیے کی ذیل میں آتا ہے۔ البتہ یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ بائبل کو عالمی ادب مانا جاتا ہے۔ اِس میں استعمال ہونے والے بہت سے اُصول اور طریقے غیر مذہبی ادبی تنقید سے لئے گئے ہیں۔ اِس نظامِ کار کے مطابق مطالعے کا نصب العین یہ دریافت کرنا ہے کہ کسی متن کی ساخت اور ادبی نوعیت کیا ہے، کون سے ادبی اصول، مہارتیں، رواجی طریقے، استعارات اور تشبیہات استعمال ہوئی ہیں اور کون سے ڈرامائی اور جمالیاتی تاثرات پیدا یا حاصل ہوئے ہیں (آئندہ سطور میں ''خطیبانہ تنقید'' کا حصہ دیکھئے)۔

۱.۳- ہیئتی تنقید:

یہ طریقہ اُن ہیئتوں کا مطالعہ کرنے کی غرض سے کیا گیا ہے جو انسانی وجود کے مختلف اظہاروں کو لسانی اصولوں کے مطابق منتقل کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ ہرمن گنکل (۱۸۶۲ء-۱۹۳۲ء) بائبل کی ادبی ہیئت کی تنقید کا موجد ہے۔ گنکل کے مطابق ہر ادبی ہیئت یا اُسلوب ''زندگی کی کسی وضع'' یا ''صورتِ حال'' میں جنم لیتا ہے۔ یہ سیاق وسباق زیرِ نظر ادبی اسلوب کے مواد اور ہیئت کا تعین کرتا ہے۔

کسی حصہء کلام کی ادبی ہیئت کا مطالعہ کرنے کے لئے مفسر کو مندرجہ ذیل باتوں پر نظر رکھنی ہوگی: (۱) اُس اکائی کی ساخت یا خاکہ، (۲) اُس کا ادبی اسلوب یا انداز، (۳) وہ حالات اور ماحول جس کے باعث وہ متن لکھا گیا (مثلاً کوئی جنازہ، شادی یا بادشاہ کی تاجپوشی) اور (۴) اُس حصہء کلام کا مقصد۔

۱.۴- روایت کی تنقید:-

روایت کی تنقید میں کسی ادبی اکائی کی تاریخ کی ازسرِنو تشکیل کرنی ہوتی ہے جیسے مفروضہ نقطہء

آغاز سے شروع کر کے، متن کے زبانی روایت تک آنے کا عمل، پھر تحریری صورت اختیار کرنے اور آخر میں لکھے جانے کے مراحل۔ روایت کی تنقید میں کسی عہد میں زبان میں ہونے والی تبدیلیوں کو دیکھا جاتا ہے یعنی متن نے مختلف ادوار میں کس طرح نشو ونما پائی۔

یہ طریقہ اِس مفروضے پر مبنی ہے کہ خُدا کے لوگوں کی تاریخ کے مختلف مراحل میں بہت سے ادب پارے اور ادبی روایات پیدا ہوئیں۔ یہ روایات پشت در پشت آگے منتقل ہوئیں اور اُن میں نئے تاریخی تجربات سے اضافے ہوئے۔ چنانچہ کوئی بھی خاص واقعہ یا بیان آخری اور حتمی شکل یا مستند شکل میں ظاہر ہونے سے پہلے تبدیلیوں کے ایک سلسلے میں سے گزرا ہوگا۔ یہ بات متوازی حصص کلام (دس حکم اور مبارکبادیاں) اور اہم الہیاتی تصورات (خروج) کے مطالعے سے بہت واضح ہو جاتی ہے۔

۱.۵- تدوینی تنقید:-

تدوینی یا ادارتی تنقید میں اُن طریقہ ہائے کار یا اُصولوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے جو کوئی مصنف تحریری اور زبانی روایتوں کو لکھنے کی خاطر کوئی شکل یا خاکہ دینے کی غرض سے استعمال کرتا ہے۔ تفسیر کے اِس طریقے کا تعلق بائبل کے کسی حصے کے الہیاتی تناظر، ادبی موضوعات اور مقاصد دریافت کرنے سے ہے۔ مزید یہ دیکھنا کہ جس مصنف سے یہ حصہ کلام منسوب ہے وہ اُسے لکھنے سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تدوینی تنقید میں اُس زمانے میں زبان کی مروجہ صورت کو دیکھا جاتا ہے۔ یعنی توجہ متن کی آخری شکل پر ہوتی ہے اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ متن کے تشکیل پانے کے دوران کیا کیا ارتقا ہوئے۔ ادارتی تنقید اناجیل متوافقہ کے مختصر مگر اپنی ذات میں مکمل حصوں کے مطالعے میں بہت موثر اور تخلیقی طریقہ ثابت ہوئی ہے۔ متوازی حصص کلام میں ہمیں جو فرق نظر آتے ہیں وہ اکثر دانستہ ہیں، اتفاقی نہیں۔ یہ فرق مصنف کے ارادے یا قارئین کی ضرورت کو منعکس کرتے ہیں۔

۱.۶-خطیبانہ تنقید یا جدید ادبی تنقید:-

اس قسم کی تنقید میں تفسیر کے مختلف طریقے استعمال کئے جاتے ہیں تاکہ زبان کے فن کارانہ استعمال، تصورات کی ترتیب اور اُسلوب میں تغیرات، رواجوں، لہجہ، تشبیہات، صرف ونحو، زاویہ بیان اور ساخت کی اکائیوں کا ہوشمندانہ تجزیہ کیا جا سکے۔

یہ تنقید ہمیں اُن بہت سی سطحوں سے بھی متعارف کراتی ہے جہاں پیغام کو تصرف میں لایا اور ہضم کیا جاسکتا ہے۔ یہ عمل نہ صرف استدلالی اور ادراکی سطح پر بلکہ جذباتی اور تصوراتی سطح پر بھی ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ تنقید ہمیں زیادہ جامع طور پر وہ سطحیں دریافت کرنے میں مدد دیتی ہے جہاں کوئی ادبی تصنیف ہمیں اپنی طرف مائل کر لیتی ہے (مثال کے طور پر دائیں اور بائیں دماغ کے الگ الگ افعال کو اور شعور اور تحت الشعور کو ذہن میں رکھنا)۔

خطیبانہ تنقید کا ماہر ہمیں عملی طور پر دکھاتا ہے کہ کوئی ادبی اکائی نہ صرف عقل کو متاثر کرتی ہے بلکہ انسانی شخصیت کے ہر اُس پہلو کو بھی متاثر کرتی ہے جو پیغامات کا ادراک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ نہ صرف اُن رموز کو کھولتا ہے جو ہمارے منطق یا استدلالی قوا کو بلکہ ہمارے جذبات، لطف اُٹھانے اور استفادہ کرنے کی صلاحیت اور ہمارے مذہبی مزاج کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ خطیبانہ نقاد کا کام نہ صرف یہ دریافت کرنا ہے کہ مصنف کیا سوچتا ہے بلکہ اُس کے خیالات کی باہم پیوستگی کو سامنے لانا بھی ہے۔

۱.۷- ساخت یا علمِ علامات کا طریقہ:

عمومی لحاظ سے یہ طریقہ متن کی اُن بنیادی ساختوں کا باضابطہ بیان کرنے تک محدود ہے جن کا تعلق معانی یا مقصود سے ہوتا ہے۔ سوال یہ نہیں کہ ''متن کا مطلب کیا ہے؟'' بلکہ یہ ہے کہ ''یہ مطلب کیسے ممکن ہے؟'' اور ''یہ متن جو کچھ کہتا ہے کیوں کہتا ہے؟''

اِس طریقہ کار میں متضادات اور تقابلات کی تلاش کرنا بہت اہم ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پیدائش باب ۳ تا ۶ اور باب ۶ تا ۹ میں تر اور خشک کے تقابلی خاکے سے مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے۔ حد سے زیادہ پانی کا مطلب ہے مَوت۔ حد سے زیادہ خشکی (خشک سالی) کا مطلب ہے مَوت، لیکن پانی (سمندر) اور خشکی (زمین) کے درمیان توازن کا مطلب ہے زندگی۔

اِس طریقہ کار کے مطابق کوئی واقعہ دو سطحوں پر پڑھا جاسکتا ہے، اوپری اور گہری سطح۔ اوپری سطح پر دو اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں: بیان اور بحث۔ بیان کا جزوِ ترکیبی واقعے کو حالتوں اور تبدیلیوں کے ایک سلسلے کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ اِس میں عمل کرنے والے اور تاثرات لینے والے، اور جب دوسرے کردار منظر میں آتے ہیں تو اِن کے اپنے کردار بدل جاتے ہیں۔ عام طور پر قابض کا موضوع، بُرے اور

مخالف کردار کا موضوع اور اچھے اور عالی ظرف کردار کا موضوع ہوتا ہے۔ ''بحث'' کے جزوِ ترکیبی کا تعلق مواد کی اکائیوں سے ہوتا ہے جو بیان کو خاص انداز میں پیش کرتی ہیں۔ اِن اکائیوں کو ''خدوخال'' کہتے ہیں اور انہیں تین جہتوں سے بیان کیا جاتا ہے: کردار نگاری، مکانیت کا بیان، زمان نگاری۔

گہری سطح کا تعلق باہمی تعلقات یا روابط کی وجوہات کا بیان کرنے سے ہوتا ہے۔ یہ تعلقات عموماً ضدین کے درمیان ہوتے ہیں۔ اِس مرحلے پر علامات واشارات کا چارٹ استعمال کیا جاتا ہے۔

الف ضد ہے ب کی تکمیلیت

نہ ب نہ الف

۸.۱- بائبل کے مطالعے میں عمرانیات کا طریقہ:-

یہ جامع طریقہ کار ہے جس کا مقصد ماضی کو کھولنے والے نظامہائے کار کو اُن نظامہائے کار سے ملایا جاتا ہے جو حال کی تشریح اور وضاحت کرتے ہیں۔ عمرانیات کا طریقہ اُن وسائل کو بروئے کار لانے تک محدود رہتا ہے جو عمرانی علوم (بشریات، عمرانیات، سیاسیات، معاشیات، نفسیات) میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ طریقہ استعمال کر کے مطالعہ کرنے والے معاصرین نے معاشرتی نظریہ ساز میکس ویبر اور کارل مارکس کی تصانیف سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

یہ طریقہ اِس دلیل پر مبنی ہے کہ بنی نوع انسان کے بڑے بڑے مذہبی اظہار بڑی حد تک اُن کے معاشرتی اور معاشی تعلقات کے مجموعی سیاق وسباق کو منعکس کرتے ہیں۔ جماعتیں اُن افراد سے مل کر بنتی ہیں جو خاص معاشرتی طبقات کے کردار اور نمائندے ہوتے ہیں اور بدلے میں معاشرتی ڈھانچا اُس طریقے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جس سے وہ زندگی، اپنی اخلاقیات، پشتوں کے باہمی تعلقات، نسلی روابط وغیرہ کو دیکھتے ہیں۔ اِس کا اطلاق کسی دیئے گئے متن کے مصنف، اُس متن کے قاری یا تشریح کرنے والے دونوں پر ہوتا ہے۔

مقصد یہ نہیں کہ عمرانیات کا طریقہ بائبل کے مطالعے یا تشریح کے دوسرے طریقوں کی جگہ لے لے یا انہیں موقوف کر دے، بلکہ تصویر کو اِس طرح مکمل کرنا ہے کہ بائبل کو زیادہ گہرے طور پر پڑھا جا سکے۔ مثال کے طور پر تواریخی تنقید کا استعمال کرتے ہوئے ہم اِسرائیل کی فتح کا مطالعہ کریں تو اپنے آپ

کوشاید تواریخی واقعے تک محدود رکھیں گے اور یہ پوچھنے کو نہیں رُکیں گے کہ مفتوحہ ملک پر قابض لوگ کن معاشرتی خصوصیات کے مالک تھے۔ عمرانیات کے طریقے سے تنقید کے تحت ہم فتح کے لئے دوسری ممکنہ تاویلیں تلاش کرتے ہیں۔ اِس طریقے سے ہم ''قبیلہ''، ''عہد'' اور ''قوم'' جیسے تصورات پر نظرِ ثانی کرتے یا اُن کی نئے سرے سے وضاحت یا تعریف کرتے ہیں۔

۱.۹- استنادی تنقید:-

یہ تنقید اِس مفروضے پر مبنی ہے کہ بائبل کا ''پڑھنا'' جماعتی عمل ہے۔ اور مفسر کا فرض جماعت کی خدمت گزاری ہے۔ ''استنادی تنقید'' بائبل کے مطالعے اور تشریح کا ایک الگ طریقہء کار ہے جو تواریخی تنقید کے طریقے کی موجودگی اور اِس کے لئے ماخذوں اور آلاتِ کار کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے مگر اِس کے مطالعے کو ایک قدم آگے لے جاتا ہے۔

روایتی تفسیر بائبل کے کسی متن کے صرف ''گذشتہ کل'' کی تحقیق کرتی ہے اور اِس مفروضے پر کرتی ہے کہ آج کی جماعتوں پر اِس کے اثرات کا مطالعہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تنقید یہی دریافت کرنے پر توجہ دیتی ہے کہ متن کا ماضی میں کیا مطلب تھا، اِس بات کی طرف نہیں آتی کہ آج اِس کا مطلب کیا ہے۔ واقعتاً بائبل کی روایتی تنقید نے بائبل کو ماضی میں بند کر رکھا تھا۔

استنادی تنقید مانتی ہے کہ بائبل نہ صرف کسی اصل ابتدائی مصنف اور سامعین دونوں سے وابستہ ہے، بلکہ یہ ایمانداروں کی جماعتوں سے بھی وابستہ ہے۔ یہ ہم زمانی طریقہء کار استعمال کرتی ہے اور اِس کا رُخ متن کے قاری یا سامع کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ مانتی ہے کہ کسی متن کے پڑھے جانے کا انداز قارئین کی جماعت (انجیلی، کاتھولک، یہودی) کی خصوصیات اور نقطہء نظر کے مطابق بدلتا جائے گا۔ اِس طرح متن ماضی کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور ایک وسیع تر سیاق وسباق میں آجاتا ہے اور یہ سیاق وسباق استنادیا مستند مانے جانے کا سیاق وسباق ہے۔

۱.۱۰- تانیثی (نسوانی) تشریح:

تانیثی (نسوانی) تشریح بڑی حد تک کلاسیکی ''زن بیزاری'' یا ''غلبہء مرداں'' والے علمِ تفسیر کے ردِعمل کے باعث وجود میں آئی ہے۔ اگرچہ اس طرح کے سارے شارحین کو اِس ایک زمرہ یا تصریح

میں اکٹھا نہیں رکھا جا سکتا مگر بائبل کی ایسی قرأتِ مکرر کے مختلف خصوصی پہلوؤں کی نشاندہی کرنا واقعی ضروری ہے۔

اوّل تو یہ نشاندہی کر دینی چاہئے کہ بائبل کی تانیثی قرأت عموماً ظلم وزیادتی اور معاشرے میں بالکل پست مقام دینے سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ تانیثی قرأت میں پہلے ہی فرض کر لیا جاتا ہے کہ نظریاتی حدود وقیود ٹوٹ چکی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ایک وقت آ جاتا ہے کہ عورتیں واضح طور پر سمجھنے لگتی ہیں کہ باتوں کو روایتی انداز میں دیکھنے، دنیا اور حقیقت کا ادراک کرنے اور ہماری قدر و منزلت کرنے کا انداز ہمارے خلاف جُرم کر رہا ہے، اِس لئے کہ ہم عورتیں ہیں۔ اب اُنہیں وہ حقیقت نظر آتی ہے جسے پہلے نہیں پہچانتی تھیں کیونکہ اب وہ دنیا کو غیر متعصبانہ نظروں سے دیکھتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ مذکورہ بالا بات کا دعویٰ کرنے کے علاوہ، بائبل کی تانیثی قرأت از سرِ نو تخلیق کرنے کا عمل بھی کرتی ہے۔ حقیقت کا ایک نئے انداز میں ادراک کر کے تانیثی قرأت ایک ایسی حقیقت پیش کرتی ہے جو ماضی میں معلوم نہ تھی یا جسے پذیرائی حاصل نہ تھی اور یوں دُنیا کو از سرِ نو تخلیق کرتی ہے۔ چنانچہ اس قرأت کا کام یہ ہے کہ جماعت میں تعاون کی طالب ہو یعنی کلیسیائی حکومت کے بغیر رفاقت وشراکت ہو کیونکہ اس کا نصب العین یہ ہوتا ہے کہ ہر اُس تعلق کو بے نقاب کیا جائے اور توڑ دیا جائے جو رعایت، حدود، غلبہ، ماتحتی اور معاشرے میں پست مقام دینے پر مبنی ہو۔

اِس کا ایک اَور خاص پہلو بھی ہے جو مشہور شارحین کی تصانیف میں صاف نظر آتا ہے۔ وہ حقیقت ہے کہ یہ تفسیر اور تشریح سب سے پہلے بائبل کے اُن حصوں پر توجہ دیتی ہے جن کا تعلق عورتوں سے ہے۔ بائبل کی تفسیر کے اِس طریقہ و انداز کا نتیجہ تفسیر کی دو کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے ایک ہے The woman's Bible Commentary اور دوسری ہے۔

Searching the Scriptures: Volume One. A feminist Introduction

Volume

Two: A feminist Commentary

۲- امدادی علوم

علم التفسیر کے مختلف اصولوں اور طریقوں کی مندرجہ بالا بحث میں کئی امدادی علوم کا ذکر آیا ہے جو شارحین اور مفسرین کو مدد فراہم کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم چند اُور علوم کا ذکر کرتے ہیں۔

۲.۱- لسانیات:-

لسانیات میں زبانوں کے ماخذ، ساخت، تاریخ، علاقائی اختلافات اور صوتی خصائص وغیرہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ شارحین اور مفسرین اس علم کو زیرِ نظر حصہء کلام کے ترجمے اور معنویاتی تجزیے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جہاں تک ترجمے کا تعلق ہے زیادہ دھیان ترجمے کے نظریے اور اصولوں پر ہوتا ہے۔ فلاں فلاں ترجمے میں کن اُصولوں کو مدِ نظر رکھا گیا؟ جہاں تک انگریزی زبان کے تراجم کا تعلق ہے بنیادی طور پر ترجمے کی دو قسمیں ہیں: (۱) تحت اللفظ یا لفظی ترجمہ جو باضابطہ مماثلت کے اصولوں پر مبنی ہوتا ہے۔ (۲) بامحاورہ ترجمہ جو حرکی یا تفاعلی ہم قدری کے تصور پر مبنی ہوتا ہے۔ اِن دو طریقہ ہائے کار کے درمیان حد سے زیادہ لفظی ترجمے سے لے کر ایسے مطابقت پذیر ترجموں تک جو از حد آزاد ہوتے ہیں بہت سے امکانات موجود ہیں۔

دونوں طریقہ ہائے کار میں خوبیاں بھی ہیں اور نقائص بھی۔ اِس لئے بائبل کی سنجیدہ تفسیر کے لئے وہ تراجم استعمال کرنے چاہئیں جو دونوں طریقہ ہائے کار کو منعکس کرتے ہیں۔ باضابطہ تراجم مددگار ہوتے ہیں، خصوصاً اُن طالب علموں کے لئے جو بائبل کی اصل زبانوں سے واقف نہ ہوں اِس لئے کہ یہ تراجم عبرانی، ارامی یا یونانی متون کی ساخت اور چاشنی کو منعکس کرتے ہیں۔ حرکی تراجم اِس لئے فائدہ مند ہوتے ہیں کہ وہ اصل پیغام کو آسانی سے سمجھنے میں مدد دیتے ہیں (دیکھئے باب ۱۵ بعنوان ''لسانیات اور ترجمہ'')۔

۲.۲- علمِ آثارِ قدیمہ (اثریات):

یہ علم اُن لوگوں کی تاریخ اور ثقافتوں کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے جو ہم سے طویل عرصہ پہلے ہو گزرے۔ اِس شعبہء علم میں اُن چیزوں کو دریافت کرنا اور اُن کا منظم مطالعہ کرنا شامل ہے جو سالہا سال کے بعد بھی محفوظ رہ گئی ہیں اور ماضی پر شہادت دیتی ہیں (تحریری دستاویزات، روزمرہ زندگی

کی مصنوعات، عمارات، یادگاریں وغیرہ)۔

علم آثارِ قدیمہ کا مقصد یہ نہیں کہ بائبل کو عملاً سچا ثابت کیا جائے، اِسے آزمایا جائے یا اِس کا دفاع کیا جائے، مقصد صرف یہ ہے کہ بائبل کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دی جائے۔ علمِ آثارِ قدیمہ اُن تواریخی اور ثقافتی سیاق وسباق پر روشنی ڈالتا ہے جن میں کوئی واقعات رونما ہوئے تھے۔

اِس امدادی علم نے مندرجہ ذیل شعبوں میں اہم مدد دی ہے:

- ☆ بائبل کی تاریخ کے واقعات اور اہم زمانی ادوار کی تاریخوں کا زیادہ صحت سے تعین کرنا۔
- ☆ عبرانی سے تعلق اور نسبت رکھنے والی زبانوں کا تقابلی مطالعہ۔ اِن میں یوگراتی اور ایبلائٹ زبانیں قابلِ ذکر ہیں۔
- ☆ عبرانی زبان کے ارتقا کی تاریخ۔ تاریخ کے مختلف ادوار سے تعلق رکھنے والی مختلف تحریروں کی دریافت نے عبرانی زبان کی تاریخ کا مطالعہ کرنے میں بہت مدد دی ہے۔
- ☆ اُس معاشرتی اور مذہبی سیاق وسباق کا علم جس میں خُدا کے لوگ اپنی تاریخ کے مختلف ادوار میں زندگی بسر کرتے رہے۔ اِسرائیل اور ابتدائی کلیسیا کے مذہبی ماحول کو سمجھنے سے متعدد کتابوں پر روشنی پڑی ہے۔ اِن میں ۱-اور ۲-سلاطین، ہوسیع، یرمیاہ، ۱-کرنتھیوں اور مکاشفہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ہمیں اِن کتابوں کے پیغام کو بہتر طور پر سمجھنے میں گرانقدر مدد ملی ہے (دیکھئے باب ۵ بعنوان "بائبل کے آثارِ قدیمہ")۔

۲-۳- جغرافیہ

یہ حقیقت سب مانتے ہیں کہ تاریخ جغرافیے سے پیوستہ ہوتی ہے۔ اگر اُس علاقے کے جغرافیے کا علم نہ ہو تو بائبل میں درج الٰہیات سے متعلقہ بہت سے بیان ناقابلِ فہم رہ جائیں گے۔ مثال کے طور پر جغرافیے کے علم کے بغیر ارامیوں کے اِس بیان کو سمجھنا ممکن نہیں کہ "اُن کا خُدا پہاڑی خُدا ہے اِس لئے وہ ہم پر غالب آئے، لیکن ہم کو اُن کے ساتھ میدان میں لڑنے دے تو ضرور ہم اُن پر غالب ہوں گے" (۱-سلاطین ۲۰: ۲۳)۔ ایلیاہ کی زندگی اور یہوواہ اور بعل کے مقابلے کے واقعے میں بہت سے نادر مظاہر رونما ہوئے۔ اگر ہم کنعانی مذہب اور جغرافیے کے درمیان گہرے تعلق کو ذہن میں رکھیں تو اِنہیں

سمجھنے میں بہت سہولت اور آسانی ہوگی (دیکھئے باب ۴ بعنوان "بائبل جغرافیہ")۔

۲.۴- مذاہب کی تاریخ کا تقابلی مطالعہ:

بہت سے علما اِس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ عبرانی بائبل کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے کنعان کی اسطیریات سے خاطر خواہ واقفیت از حد ضروری ہے۔ یہ بات اُس وقت بھی پورا اطلاق کرتی ہے جب بائبلی ایمان کو مصر، مسوپتامیہ، یونان اور روم کے مذاہب کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے کیونکہ بائبلی ایمان نے دوسرے مذاہب کے ساتھ باہمی تعامل میں نشوونما پائی۔ بہت سے رواج اور رسومات جن کا بائبل میں ذکر ہے اُن کے متوازن رواج اور رسومات دوسری قوموں کے مذاہب میں بھی رائج تھیں۔ جو مذاہب بائبل کے ماحول کا حصہ تھے اُن کے علم سے ہمیں بائبلی ایمان کی امتیازی اور بے مثال خصوصیات دریافت کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اِسی علم اور واقفیت سے ہم اِس قابل ہوتے ہیں کہ خُدا، مکاشفہ، آسمان اور عالم ارواح (پاتال) اور کئی دوسرے موضوعات کے بارے میں سوالات کے زیادہ معقول، حقیقت پسندانہ اور واضح جواب دے سکیں۔

ترجمے کے کام میں الٰہیات کے بارے میں سنجیدگی

دانی ایل سی آرکیا

ترجمے کے کام میں ایک شعبہ مترجم کے لئے بڑا چیلنج ہوتا ہے اور کئی دفعہ مترجمین اُس شعبے میں توقعات پر پورا اُترنے میں ناکام رہتے ہیں۔ یہ ہے الٰہیات اور ترجمے کا باہمی تعلق۔ مَیں نے بائبل کے میدان میں تربیت حاصل کی ہے اِس لئے مَیں ہمیشہ سمجھتا ہوں کہ میری طرف سے سب سے بڑا حصہ الٰہیات کے شعبے میں ہونا چاہئے۔ یعنی اس بات کو یقینی بناؤں کہ بائبل کے متن کا ترجمہ اُس متن کی الٰہیات کے مطابق ہو۔ اِس کوشش میں مَیں نے دیکھا ہے کہ مختلف عناصر وعوامل ہیں جو ترجمے کو پورے طور پر بائبل کے متن کے مطابق رکھنے میں حائل ہوتے ہیں۔ زیرِ نظر مقالے میں ہم اُن میں سے تین عناصر پر بحث کریں گے۔ (۱) مترجم کا بے جواز الٰہیات کا رنگ چڑھا دینا۔ (۲) اپنی الٰہیات کی روشنی میں ترجمے کے متعلق فیصلے کرنا۔ (۳) تفسیری لحاظ سے ناکامی عمل۔ مقالے کے آخر میں ترجمے کے کام پر اُن عوامل کے مجموعی معجزات پر کچھ بات کریں گے۔

بے جواز الٰہیات کا رنگ چڑھنا

۱۔ ایک مترجم "گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ ..." (مرقس ۱:۴) کو اِس طرح بدلنا چاہتا تھا کہ مفہوم اُس کے اپنے الٰہیات کے نظریے کے مطابق ہو جائے کہ معافی بپتسمے کا نتیجہ نہیں بلکہ بپتسمے سے پہلے ہوتی ہے۔ مَیں نے ازراہِ مذاق کہا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اصل مسیحی عقیدہ ہو مگر یوحنا بپتسمہ دینے والا مسیحی نہیں تھا اور ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ مسیحی نظر آئے۔ مترجم نے اتفاق کیا کہ متن کا ترجمہ متن کے مطابق ہونا چاہئے (مَیں نے ذِکر نہیں کیا کہ اعمال ۲:۳۸ میں پطرس نے بھی بالکل یہی پیغام دیا ہے)۔

۲۔ایک مشنری مترجم پیدائش ۱۲:۳ب یا ۲۲:۱۸ کا ترجمہ راجع اِلیٰ الفاعل (Reflexive جب کسی فعل کا فاعل اور مفعول ایک ہی ضمیر ہو) کے مطابق کرنے پر راضی نہیں تھا۔ اُسے خدشہ تھا کہ اِس

طرح نجاتِ کُل کے عقیدے کی حمایت ہوگی۔ پیدائش ۱۲: ۳ب کا بیان مجہول میں جب کہ پیدائش ۲۲: ۱۸ عبرانی فعل ہتپاایل (hithpael) میں ہے۔ جب اُس کی توجہ اِس امر کی طرف دلائی گئی تو وہ یہ اصرار کرتا رہا کہ متن کا یہ مطلب ہے ہی نہیں کیونکہ متن نجاتِ کُل جیسے خطرناک عقیدے کی حمایت نہیں کر سکتا۔

۳۔ ایک مترجم نے متی ۶: ۱۹ کا ترجمہ یوں کیا "اپنے واسطے زمین پر بہت ہی زیادہ مال جمع نہ کرو۔" کیونکہ یہ اُس کی اپنی الٰہیات کے مطابق تھا کہ دولت اچھی چیز ہے اور یسوؔع لوگوں کو غریب ہو جانے کی تعلیم نہیں دیتا تھا۔

۴۔ ایک مترجم نے متی ۶: ۱۱ کا ترجمہ یوں کیا "ہمیں آج ہر چیز دے جس کی ضرورت ہے۔" اُسے پکا یقین تھا کہ یسوؔع کا مطلب یہی تھا اور ہمیں صرف روٹی نہیں مانگنی چاہئے بلکہ ساری ضروریات کو پورا کرنے کی دُعا مانگنی چاہئے۔ مترجم کو ایک اور حقیقت سے بھی دلیری تھی کہ میرا ترجمہ لوتھر کے "مختصر مسیحی تعلیم" سے موافقت رکھے گا۔

دیگر مثالیں انگریزی کے شائع شدہ تراجم سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

۵۔ متی ۱: ۲۵ کی یونانی کا لفظی ترجمہ ہوگا "اور اُس نے اُس کو نہ جانا جب تک اُس نے بیٹے کو جنم نہ دیا اور اُس (یوسف) نے اُس کا نام یسوؔع رکھا۔" نیو یروشلیم بائبل (NJB) کا ترجمہ یوں ہے۔ "وہ اپنی بیوی کو اپنے گھر لے گیا اور جب اُس (مریم) نے بیٹے کو جنم دیا تو اُس (یوسف) نے اُس سے ہم بستری نہیں کی تھی۔ اور اُس (یوسف) نے اُس کا نام یسوؔع رکھا۔"

اِس ترجمے کا مقصد مریم کے دائمی کنوارپن کے عقیدے کی حمایت کرنا تھا۔ یہ عقیدہ رومن کاتھولک کلیسیا کے لئے بہت اہم ہے، مگر اِس آیت میں یہ عقیدہ پیشِ نظر نہیں۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ ہم نیو یروشلیم بائبل (NJB) کی تعریف کرتے ہوئے بتائیں کہ اِس آیت پر تفصیلی نوٹ ضرور دیا ہُوا ہے۔

اِس آیت کا تعلق اِس بات سے نہیں کہ بعد ازاں کتنا عرصہ گزرا اور اپنی ذات میں یہ آیت مریم کی دائمی کنوارپن کا دعویٰ یا تصدیق نہیں کرتی۔ یہ بات انجیل کے بقیہ حصے سے اور کلیسیا کی روایت سے فرض کی گئی ہے۔

لونگ بائبل Living Bible پر مترجم کے الٰہیاتی نظریے کا بہت اثر نظر آتا ہے۔ نظرِ ثانی

کرنے والوں نے بہت سی آیات کی نشاندہی کی ہے جن کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ قاری کو بالکل شروع ہی میں علم ہو جاتا ہے کہ مترجم کا رہنما ستارہ یا "قطبی ستارا" بے لچک انجیلی الٰہیات ہے۔ ہم اِس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

۶۔ اس مصنف کو یقین ہے کہ یسُوؔع کا شاگرد یوحنّاؔ ہی چوتھی انجیل کا مصنف ہے اور وہی ہے "جسے یسُوؔع عزیز رکھتا تھا۔" اِس لئے جہاں بھی عزیز شاگرد کے حوالے سے بات آتی ہے وہاں اُس کی پہچان واضح طور پر شاگرد یوحنّا کی حیثیت سے کرائی گئی ہے اور نشان دہی کی گئی ہے کہ وہی اِس انجیل کا مصنف ہے۔ اِس مقصد کے لئے صیغہ واحد متکلم استعمال کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھئے ۱۳: ۲۳، ۲۵؛ ۱۹: ۲۶، ۲۷؛ ۲۰: ۲ و مابعد، ۲۱: ۲۔ "میرا بھائی یعقوؔب اور میں" ۱۳: ۲۳ میں مصنف حاشیے میں ایک جامع بیان لکھتا ہے کہ لفظی ترجمہ ہے "ایک شخص دسترخوان پر بیٹھا تھا۔" سارے مفسرین کو یقین ہے کہ وہ اِس کتاب کا مصنف یوحنّا تھا۔

۷۔ متضاد بیانات میں ہم آہنگی یا یکسانیت پیدا کی گئی ہے اور جو تضاد یا تناقض بہت ہی واضح ہے اُسے ترجمے سے حذف کر دیا گیا ہے۔ لوقا ۲۴: ۵۵ اِس کی ایک مثال ہے جس کا لفظی ترجمہ یوں ہے "وہ اُنہیں باہر بیت عنیاہ تک (دُور) لے گیا۔" لِونگ بائبل (Living Bible) میں ترجمہ یوں ہے "وہ اُنہیں بیت عنیاہ کو جانے والی سڑک پر آگے لے گیا۔" یہ موافقت اِس لئے پیدا کی گئی ہے کہ لوقاؔ کا یہ بیان اعمال ۱: ۱۲ کے بیان کے مطابق ہو جائے جہاں صعود کا واقعہ بیت عنیاؔہ میں نہیں بلکہ زیتون کے پہاڑ پر ہُوا۔

بعض اوقات الٰہیات کی غرض سے ہم آہنگی پیدا کی گئی صرف اِس لئے کہ مترجم چاہتا تھا کہ ایسا ترجمہ ہو جو معقول معلوم ہو۔ اِس کی ایک مثال ۱۔ تواریخ ۷: ۱۵، ۱۶ ہے۔ آیت ۱۵ میں معکؔہ مکیر کی بہن ہے اور آیت ۱۶ میں معکہ اُس کی بیوی ہے۔ اِس موقعہ پر متضاد معلومات اتنی قریب ہیں کہ شاید بہتر ہے کہ ہم آہنگی کر دی جائے تاکہ آیت ۱۵ اور ۱۶ باہم متوافق ہو جائیں۔ انڈونیشیائی پراجیکٹ میں آیت ۱۵ کو آیت ۱۶ کے مطابق کر دیا گیا ہے مگر ساتھ ایک نوٹ میں مشکل کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے لیکن لِونگ بائبل میں تضادات یا تناقضات کو حذف کر دیا گیا ہے یا غلط فہمی کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ ترجمے کی اپنے الٰہیاتی میلان کے مطابق تعبیر کرنا ایک مسئلہ ہے مگر انصاف کی بات ہے کہ یہ اکیلے مبینہ

''قدامت پسند'' مترجمین کا مسئلہ نہیں۔ یہ مسئلہ بائبل کے اُن علما کی مساعی میں بھی صاف نظر آتا ہے جو تاریخی لحاظ سے تنقید کرنے کی روایت سے تعلق یا وابستگی رکھتے ہیں۔ تاہم مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ہم آہنگی پیدا کرنے کا رجحان بنیادی طور پر اُن مترجمین میں پایا جاتا ہے جو پاک کلام کی تواریخی معتبری کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اِس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ بائبل کے متن کو خود اپنی نوعیت و ماہیت کو ثابت کرنا یا اُس کی تصدیق کرنی ہوتی ہے کہ یہ بیان تواریخی لحاظ سے بالکل درست اور سچا ہے۔ اِس لئے تضادات وتناقضات صرف ظاہری ہونے چاہئیں اور بائبل کے دوسرے حوالوں یا حصوں کی مدد سے اُن کی تصحیح ممکن ہونی چاہئے۔ یہ بھی ماننا چاہئے کہ بائبل میں حقیقی تضادات وتناقضات بھی ہیں جن کی کوئی وضاحت نہیں کی جا سکتی مگر وہ کاتبوں اور نقول تیار کرنے والے کی غلطیوں اور فروگذاشتوں سے منسوب کی جاتی ہیں۔ چنانچہ ترجمے میں اُنہیں تبدیل کیا جا سکتا ہے تاکہ متن اصل تحریروں کے مطابق ہو جائے۔ اصل تحریروں میں سے کوئی بھی موجود نہیں۔

اپنی الٰہیات کی روشنی میں ترجمے کے متعلق فیصلے کرنا

ایک اَور قسم کی الٰہیات بہت نازک، لطیف اور غیر محسوس طریقے سے اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب مترجم اپنے الٰہیاتی اور ثقافتی میلان کے مطابق فیصلہ کرتا ہے کہ متن کے مطلوبہ معانی کیا تھے۔ بعض اوقات یہ بات نادانستہ ہو جاتی ہے۔ مترجم خود بخود وہ تفسیری معنی چُن لیتا ہے جو اُس کے الٰہیاتی میلان کے مطابق ہوتے ہیں۔ بعض اوقات مترجم دانستہ ایسی کوشش کرتا ہے۔ چونکہ اُس کے سامنے متعدد ممکنات ہوتی ہیں چنانچہ وہ اُس ممکنہ معنی کو چن لیتا ہے جو اُس کی الٰہیات سے مطابقت رکھتا ہو۔ ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

۱- رومیوں ۹: ۵۔ یہاں متن مبہم ہے۔ RSV اور NIV میں اِس ابہام سے جس طرح نمٹا گیا ہے اُس کا موازنہ بہت دلچسپ ہے۔ مذکورہ آیت RSV میں یوں ہے۔

"... to them belong the patriarchs, and of their race, according to the flesh, is the Christ. God w ho is over all be blessed for ever."

"...اور قوم کے بزرگ اُن ہی کے ہیں اور جسم کے رُو سے مسیح بھی اُن ہی کی نسل سے ہے۔ خُدا جو سب سے اوپر ہے ابد تک اُس کی حمد ہو۔" اور RSV کا نوٹ یوں ہے۔

"... or Christ, w ho is God over all, blessed for ever."

"...یا مسیح جو سب سے اوپر خُدا ہے ابد تک اس کی حمد ہو۔"

دوسری طرف NIV میں اِس آیت کا ترجمہ یوں ہے۔

"Theirs are the patriarchs, and from them is traced the human ancestry of Christ, w ho is God over all, for ever praised."

"قوم کے بزرگ اُن ہی کے ہیں اور بشریت کے لحاظ سے مسیح اُن ہی کی نسل سے ہے جو سب کے اوپر خُدا، ابد تک محمود ہے۔" اور NIV کا نوٹ یوں ہے۔

"Or Christ, w ho is over all. God be forever praised! or Christ. God w ho is over all be forever praised."

یا مسیح۔ جو سب کے اُوپر ہے۔ ابد تک خُدا کی حمد ہو۔

یا مسیح۔ خُدا جو سب کے اوپر ہے ابد تک اس کی حمد ہو۔

جو بات RSV اور NIV کے لئے سچ ہے وہ بہت سے دوسرے تراجم کے لئے بھی سچ ہے۔ ترجمہ پڑھنے اور اِس بات کا مشاہدہ کرنے سے کہ اُس نے "مخلصی"، "فدیہ" اور "خون" جیسی اصطلاحات اور پرانے اور نئے عہدنامے میں مسیح کی الوہیت سے تعلق رکھنے والی عبارتوں کا ترجمہ کس انداز اور اُسلوب سے کیا ہے مترجم کے الٰہیاتی رجحان کا آسانی سے علم ہو جاتا ہے۔

۲۔ واعظ ۱۱:۱-۲۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ تفسیر و تعبیر کے تعلق سے فیصلے پر نہ صرف مترجم کی الٰہیات بلکہ اُس کا ثقافتی اور سیاسی پس منظر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ RSV میں اِن دو آیات کا لفظی ترجمہ یوں نظر آتا ہے۔

"Cast your bread upon the w aters, for you w ill find it after many days. Give a protion to seven, or even to eight, for you know not w hat evil may happen on earth."

"اپنی روٹی پانی پر ڈال دے، کیونکہ تُو بہت دنوں کے بعد اُسے پائے گا۔ سات کو بلکہ آٹھ کو حصہ دے کیونکہ تُو نہیں جانتا کہ زمین پر کیا بلا آئے گی۔" ان آیات کی دو بڑی تفسیریں یوں ہیں۔

الف۔روٹی کو پانی پر ڈالنے کی علامت تجارتی کاروبار سے تعلق رکھتی ہے۔ اِس آیت کا ترجمہ یوں کیا جاسکتا ہے۔ "اپنا مال سمندر پار بھیج دے جہاں منافع زیادہ (بڑا) ہونے کا امکان ہے۔" آیت ۲ اُبھارتی ہے کہ اپنا سرمایہ مختلف کاموں میں لگاؤ تا کہ نقصانات کا خطرہ کم سے کم ہو۔

TEV نے گارڈس کی تشریح کی پیروی کی ہے اور نہایت سرمایہ دارانہ تصور پیش کیا ہے "اپنا سرمایہ غیر ملکی تجارت میں لگاؤ اور کسی روز منافع کماؤ گے۔ کئی مختلف جگہوں۔ بلکہ بہت سی جگہوں۔ میں سرمایہ کاری کرو کیونکہ کبھی معلوم نہیں ہوتا کہ اِس دُنیا میں کس قسم کی بدقسمتی سے واسطہ پڑنے والا ہے"۔ TEV نے کوئی حاشیہ نہیں دیا۔ مافٹ بھی اِسی تشریح کو ترجیح دیتا ہے "سمندر پر اپنا مال دُور دُور پھیلا تا وقتیکہ کچھ مدت بعد تجھے اچھا منافع ملے۔ مختلف کاروباروں کے حصص خرید۔ کیونکہ کبھی پتہ نہیں ہوتا کہ اس دنیا میں کونسا کام بگڑ جائے گا۔"

یہ دونوں تراجم سرمایہ داری اور آزاد معشیت کے حق میں متن سے ثابت شدہ تائید اور حمایت پیش کرتے ہیں۔ سرمایہ کاری، غیر ملکی تجارت اور حصص بالکل نئی اور جدید زمانے کی اصطلاحات ہیں جو بازارِ حصص، سٹاک ایکسچینج اور کثیر الاقوامی کارپوریشنوں کی یاد دلاتی ہیں۔

ب۔یہ کشادہ دلی کی نصیحت کرتی ہیں۔ اِس کے مطابق آیت ۲ کی تشریح یہ ہے کہ "فیاض شخص یعنی کھلے ہاتھ سے سخاوت کرنے والے کو نصیحت کی جاتی ہے کہ سات یا آٹھ لوگوں کو دو کیونکہ تُو نہیں جانتا کہ تجھ پر کیا اُفتاد آپڑے گی اور کسے دوست بنانے کی ضرورت ہوگی۔"

لِونگ بائبل نے کشادہ دلی والی تشریح کو اپنایا ہے "فیاضی سے دو کیونکہ تمہاری بخششیں کچھ عرصہ بعد تمہارے پاس واپس آئیں گی۔ اپنی بخششیں بہتوں میں بانٹو کیونکہ آئندہ دنوں میں تمہیں خود مدد کی ضرورت ہوسکتی ہے۔" اِس طرح کے ترجمے سے کلیسیا میں فیاضی سے دینے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ یہاں بھی کوئی وضاحتی نوٹ نہیں ہے۔

روٹی پانی پر ڈالنے کے جملے کی تشریح کی سلسلے میں میرا اپنا رجحان اِس طرف ہے کہ نتائج سے بے پرواہ ہوکر زندگی گزارو یا خطرے مول لو۔ یہ تشریح واعظ کی پوری روح کے ساتھ ہم آہنگ ہوگی۔ پھر آیت

۲ کی تشریح ایسے کی جا سکے گی" بہت سی سرگرمیوں (کاموں) میں مشغول ہو" یا " جتنے زیادہ مقامات کا ممکن ہو دورہ کرو۔" ایسی تشریح آیت ۴ سے بھی ہم آہنگ ہوگی جو کہتی ہے کہ حالات کے موافق ہونے سے پہلے ہی سرگرم عمل ہو۔ آیت ۶ کی تشریح بھی اُس نہج پر کی جائے گی کہ صبح سے شام تک انسانی کاموں میں لگے رہو خواہ سمجھ نہ آئے کہ کیا ہو رہا ہے (آیت ۵)۔

لیکن شائد مَیں خود بھی اپنے آپ کو اور اپنی الٰہیات کو متن میں بھرے جا رہا ہوں۔ مگر غور کرنے اور سمجھنے کی اہم بات یہ ہے کہ مترجم کے سامنے تفسیر و تشریح کی مختلف ممکنات ہوں گی تو وہ اُس معنیٰ و مفہوم کے حق میں فیصلہ کرنے کا رجحان رکھتا ہے جو اُس کی اپنی الٰہیات اور ثقافتی کیفیت سے موافقت رکھتا ہو۔ جس ماحول میں آزاد معیشت پر عمل درآمد نہیں ہوتا یا اُسے منفی چیز گردانا جاتا ہے اُس ماحول میں مترجم مافٹ یا TEV جیسا ترجمہ نہیں کرے گا۔ اِس کے برعکس جو معنیٰ مفہوم TEV کے ترجمے نے پیش کیا ہے اُسے نظر انداز کر دینے کا مطلب ہوگا بہت سے مفسرین کی رائے کو نظر انداز کرنا۔ تو بتایئے مترجم کیا کرے؟

ترجمے اور مترجم کی الٰہیات کے باہمی تعلق کے حوالے سے مثالی طریقہ تو یہ ہے کہ مترجم خود "کلام" کو بولنے دے اور مترجم کی الٰہیات خود "کلام" سے سیکھے، یہ نہیں کہ کلام کو اپنی الٰہیات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن حقائق "مثالی" سے بہت دور ہیں۔ مترجم شعوری یا غیر شعوری طور پر متن میں اپنے نظریات پڑھنے کا رجحان رکھتا ہے۔ مترجم کو ہمیشہ اِس بات کا سامنا رہتا ہے جسے ولیم بارکلے نے اِن الفاظ میں بیان کیا "اپنے آپ کا کچھ نہ کچھ ترجمہ میں رکھنے کا احتمال" اور یہ ہونا بھی چاہئے کیونکہ مترجم کسی متن کو کامل معروضی انداز سے دیکھ ہی نہیں سکتا۔ ترجمہ کرتے ہوئے وہ بذاتہٖ متن میں شامل ہو جاتا ہے۔

مگر ترجمے میں اپنی الٰہیات کو پڑھنے یا شامل کرنے کے اِس مخمصے کا حل کیا ہے؟ بارکلے قائل کرنے کے انداز میں کہتا ہے کہ "مترجم کے دل و دماغ کو مصنف کے دل و دماغ کے ساتھ یک جان ہونا چاہئے۔" وہ مزید کہتا ہے:-

"مثالی صورت تو یہ ہے کہ مترجم کا ذہن اُس مصنف کے ذہن کے ساتھ بالکل ہم آہنگ ہو جس کا ترجمہ کرنا مطلوب ہے یہاں تک کہ اُس کے تجربے میں شریک ہو یا کم سے کم اُس تجربے میں اُس کے ساتھ ہو۔ پھر مثالی صورت یہ ہے کہ مترجم کو دلیری اور جرأت کے ساتھ مصنف کے معنیٰ و مفہوم کو بیان

کرنا چاہئے... مثالی صورتِ حال حاصل نہیں ہو سکتی، مگر یہ کوئی دلیل نہیں کہ اُس کی کوشش نہ کی جائے۔"

چنانچہ ہم یہ مقاصد یا اہداف کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

مترجمین کی تربیت اور اُنہیں امدادی لوازمات مہیا کرنے کا اولین اور بنیادی مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اُنہیں بائبل کے مصنف کے تجربات میں شریک اور شامل ہونے کے لئے تیار کیا جائے اور ہر ضروری ساز و سامان مہیا کیا جائے۔

ناقدانہ تشریح کا فقدان

ابھی تک یہی سمجھا جاتا ہے کہ ناقدانہ تشریح علم کے دو الگ الگ شعبے ہیں اور ان کے درمیان واضح اور پکی لکیر کھینچنی چاہئے۔ کئی سمزیوں کے تفسیر کے نصاب میں اس بات کی تشہیر کی جاتی ہے بلکہ فروغ دیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تفسیر تفسیر کی کتابوں کا حصہ ہے جبکہ ترجمے کو متن سے پیوستہ رہنا چاہئے۔ البتہ حرکی مترادف ترجمے کے اصولوں نے اِس سخت حد بندی کو کسی حد تک توڑ دیا ہے کیونکہ اس میں متن کی ہیئت و اسلوب پر نہیں بلکہ اس کے معنی و مفہوم پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ تصور یا نظریہ نیا نہیں ہے۔ مثال کے طور پر جیروم نے یونانی سے لاطینی میں ترجمہ کرتے ہوئے اسی اصول پر عمل کیا ہے۔ مگر بدقسمتی سے اُس نے بائبل کے متن کو اس سے مستثنیٰ رکھا۔ اپنے طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے "جہاں تک میرا تعلق ہے مَیں نہ صرف مانتا بلکہ علانیہ کہتا ہوں کہ یونانی سے ترجمہ کرتے ہوئے میں لفظ بہ لفظ نہیں بلکہ مفہوم کا ترجمہ کرتا ہوں۔ مگر پاک نوشتے اِس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ اُن میں الفاظ کی ترتیب بھی ایک راز ہے"۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاک نوشتوں کے ترجمے کے بارے میں جیروم کا تصور ایک عام اُصول بن گیا ہے جس کی بائبل کے بہت سے تراجم میں پابندی کی گئی ہے۔ حقیقی معنوں میں حرکی مترادف ترجمے کے اُصول پاک نوشتوں کو اُس استثنائی مقام سے باہر نکال لائے ہیں اور جہاں تک اُن کے ترجمہ کرنے کا تعلق ہے اُن سے کسی بھی دوسرے ادب جیسا برتاؤ کرتے ہیں۔ اس مساعی میں ہم نے ایک طویل سفر طے کر لیا ہے۔

لیکن میری رائے ہے کہ تفسیر کو ترجمے پر اثر انداز ہونے کے معاملے میں ہم کافی آگے نہیں گئے ہیں۔ اس کی ایک مثال ہے علم الٰہیات کی اصطلاحات کا استعمال، TEV نئے عہد نامہ میں "ڈیکائیو

بیئے" (dikaiosyne) کا جس طرح ترجمہ کیا گیا ہے بہت سے لوگ جانتے ہیں اور یہ بھی کہ دُنیا بھر میں بہت سے تراجم پر اس کے کیا اثرات ہیں۔ جس انداز سے basileia tou theou (اس کا ترجمہ عموماً "خُدا کی نئی دُنیا" کیا جاتا ہے) کو عام جرمن زبان میں پیش کیا گیا اس کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں پرانے عہد نامہ کی الٰہیات کے بہت سے تصورات کا جس طرح اس زبان میں ترجمہ ہُوا وہ بھی قابل ذکر ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تا حال بہت سے ایسے امکانات کا جائزہ نہیں لیا گیا کہ الٰہیات کی بہت سی دوسری اصطلاحات اور تصورات کا ترجمہ اس طرح ہو کہ اُن کی معنویت واضح ہو جائے۔ مثال کے طور پر لوقا ۲: ۱۴ اور ۲: ۲۹ میں یونانی لفظ "ایرینے" کا ترجمہ ایک طرح کیوں کیا جائے؟ جہاں اوّل الذکر تو "ایرینے" کا افقی پہلو ہے یعنی خُدا یا مسیح موعود کے وسیلے سے نجات مؤخر الذکر ایک باطنی کیفیت یعنی دلجمعی، اطمینان، سکون قلب ہے، ہر جگہ "فضل" ہی کیوں استعمال کیا جائے جبکہ اس کا بنیادی مفہوم ہے خُدا کی وہ محبت جس کے ہم حقدار نہیں اور جب اس کا مطلب کوئی دوسری بات ہو تو کسی دوسرے انداز میں کیوں بیان نہ کیا جائے۔ کیا وجہ ہے کہ "جلال" کو اتنا مقدس اور متبرک لفظ سمجھا جائے کہ اسے ہر جگہ استعمال کیا گیا ہے سوائے اُس جگہ کے جہاں مطلب ہے "حمد یا ستائش" رومیوں ۱: ۱۷ اور یعقوب ۲: ۲۶ میں "پستس" کا ترجمہ ایک ہی لفظ "ایمان" کیوں کیا جائے جبکہ تقریباً سارے مفسرین کی رائے یہ ہے کہ پولُس نے "پستس" کا لفظ جس مفہوم میں استعمال کیا ہے وہ یعقُوب کے مفہوم سے بالکل فرق ہے۔

تفسیر یا معنیٰ و مفہوم کو ترجمے میں منعکس کرنے کے سلسلے میں بڑی ہچکچاہٹ پائی جاتی ہے۔ اِس کی ایک مثال اُن عبارتوں کا ترجمہ ہے جو عام طور پر کلیسیا کے اندر استعمال ہوتے ہیں اور وہ عبارتیں جو اپنے موضوع و مضمون کے اعتبار سے الٰہیاتی ہیں۔ جن مترجمین کے درمیان مَیں نے کام کیا ہے اُن میں غیر الٰہیاتی بیانیہ مواد کو نئے اسلوب میں ترجمہ کرنے کے بارے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں پائی جاتی۔ تجزیہ کرنے اور نئے اُسلوب میں ڈھالنے کے لسانی اصول جھٹ پٹ قبول کر لئے جاتے ہیں اور اس قسم کے مواد کا ترجمہ کرنے میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ البتہ جب ایسے پیرے یا عبارتیں آ جائیں جن میں بھاری یا مشکل الٰہیاتی مضمون اور مواد ہو تو اُن کا ترجمہ کرنے میں یہی اصول ویسی محنت اور تندہی سے استعمال نہیں کئے جاتے۔ مثال کے طور پر متی کے پہلے چار ابواب کا ترجمہ کرتے ہوئے بعض مترجمین

بہت حرکی اور تخلیقی انداز میں ترجمہ کریں گے لیکن جب باب ۵ میں مبارکبادیوں اور باب ۶ میں خاص طور پر دُعائے ربانی پر پہنچیں گے تو حرکی مترادف ترجمے کے اُصول گویا بھول جائیں گے اور اِن عبارتوں کی "ہیئت" کو قائم رکھیں گے۔

تفسیری لحاظ سے ناکافی عمل کی وجوہات کیا ہیں؟ ہم چند ایک وجوہات کا ذکر کرتے ہیں۔

۱- کلیسیائی قیادت: بہت سے کلیسیائی قائدین آج بھی سوائے باضابطہ مماثل ترجمے کے کچھ اور قبول کرنے کو تیار نہیں۔ جو قائدین حرکی مترادف ترجمہ قبول کرنے کو تیار ہوتے بھی ہیں وہ شرط عائد کر دیتے ہیں کہ فی زمانہ الٰہیات اور لطوریا کی جو اصطلاحات کلیسیا میں استعمال ہو رہی ہیں وہ ترجمے میں شامل رکھی جائیں۔ اِس کی ایک مثال نئے عہدنامے کے ترجمے کا ایک منصوبہ ہے جس میں اتفاق سے مَیں بھی کام کر رہا تھا۔ وہ ترجمہ کلیسیا کے قائدین کو اِس لئے ناقابلِ قبول تھا کہ اُس میں الٰہیات کی وہ اصطلاحات استعمال نہ ہوئی تھیں جو کلیسیا میں مستعمل تھیں۔ ہُوا یوں ہے کہ اس شعبے میں مسیحی اقلیت میں ہیں اور کلیسیا نے الٰہیات کی اپنی اصطلاحات وضع کی ہیں تاکہ اُن الفاظ کے استعمال سے بچے رہیں جو عام طور پر اُس زبان میں استعمال ہوتے ہیں مگر غلطی سے اُنہیں دوسرے مذاہب سے منسلک سمجھا جاتا ہے لیکن ترجمے میں کلیسیائی اصطلاحات استعمال ہوں تو Synagogue کی جگہ Worship, Church کی جگہ Sunday Meeting اور Sabbath کی جگہ Day of Sunday Meeting ہو جائے گا۔

یہ کوئی منفرد یا اپنی قسم کی ایک ہی مثال نہیں۔ ہماری توجہ نئے عہدنامے کے دو حالیہ تراجم کی طرف دلائی گئی ہے جو عملاً مکمل ہو چکے ہیں اور جو بیانیہ مواد کی حد تک تو بہت حرکی ہیں مگر جب خطوط پر آتے ہیں تو بے حد لفظی مفہوم کو ظاہر کرنے سے عاری ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کیوں؟ تو آسان لفظوں میں جواب یہ ہے کہ TEV میں سلیس ترجمہ کرتے ہوئے وہ کلیسیا کے مجاز حاکموں سے ڈرتے ہیں۔

۲- ناکافی اور بے وثوق تفسیر: کئی دفعہ کسی مترجم سے پوچھا جاتا ہے کہ فلاں لفظ یا فلاں آیت کے لئے نیا اسلوب کیوں نہیں اپنایا تو جواب ملتا ہے کہ مُجھے یقین نہ تھا کہ اس کا مطلب کیا ہے اِس لئے کسی اعتراض سے بچنے کے لئے اِس کا لفظی ترجمہ کر دیا اگرچہ ترجمہ بے معنی ہو کر رہ گیا۔

بہت سے مترجمین الٰہیات کی اصطلاحات کو نئے اسلوب دینے سے اِس لئے ڈرتے اور گھبراتے ہیں

کہ کہیں غلط کردار یا غلط غایت کی نشاندہی نہ کر بیٹھیں۔ مثلاً ''مخلصی'' (Redemption) ایک غیر معین اصطلاح ہے لیکن جب اِس کا ترجمہ ''فعل'' کے طور پر کیا جائے گا جیسے Set free تو اِس کے کردار (فاعل) کو واضح طور سے بیان کرنا ہوگا۔ بہت سے مترجمین ''ایمان'' (faith) کو اسم کے طور پر ہی رکھتے ہیں اور فعل کے طور پر ترجمہ کرنے سے ہچکچاتے ہیں کیونکہ فعل کی صورت میں اِس کی غایت واضح کرنا ضروری ہوتا ہے اور مترجم اکثر یہ خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ ایک مترجم ۱۔کرنتھیوں ۱۳:۱ میں ''محبت'' (Love) کی غایت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اِس صورت میں پولُس غلطی پر ہوتا اگر کہتا کہ سب سے اہم بات ''دوسرے لوگوں سے محبت رکھنا'' ہے۔

۳۔ پہلے ہی تصور کر لینا کہ بائبل کی زبان کیسی ہونی چاہئے: بہت سے مترجمین الٰہیات کی تراکیب کو قائم رکھتے ہیں کیونکہ اُنہیں یقین ہوتا ہے کہ بائبل مُقدّس ایک الٰہیات کی کتاب ہے اور اگر الٰہیات کی اصطلاحات استعمال نہ کیں تو بائبل کوئی اَور چیز بن جائے گی۔ بعض مترجمین الٰہیات کی عبارتوں اور اصطلاحات کا تجزیہ جھٹ پٹ قبول کر لیتے ہیں مگر اُن کے ترجمے کی مساعی میں اُس تجزیے کے نتائج منعکس نہیں ہوتے۔ یہ تجزیہ کلیسیا کی تعلیمی اور تبلیغی خدمت کا حصہ تو ہے مگر ترجمے کے کام کا حصہ نہیں۔

۴۔ یہ سوال ہمیشہ سامنے رہتا ہے کہ ''ہم کہاں تک جا سکتے ہیں؟'' ناقابلِ اعتراض ترجمے کی حدود کیا ہیں؟ اِس میں ترجمے اور تشریحی ترجمے میں مبالغہ آمیز امتیاز شامل ہے اور موخر الذکر کو عموماً ناقابلِ قبول مانا جاتا ہے۔

بے شک اِس میں کچھ جائز خطرات بھی ہیں۔ بعض اوقات تفسیر کی تعریف اتنی وسیع ہوتی ہے کہ ثقافت اور عقائد سے متعلقہ اضافی معلومات بھی اُس میں شامل کر دی جاتی ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب ایسی معلومات ترجمے میں شامل کی جاتی ہیں تو وہ متن کا صحیح اور دیانتدارانہ عکس معلوم نہیں ہوتا۔ اِس لئے ضروری ہے کہ تفسیر کی تعریف واضح اور متعین ہو۔ ایک تعریف تو یہ ہو سکتی ہے کہ تفسیر سے مراد متن کے وہ معنیٰ و مفہوم متعین کرنا ہے جو مصنف کی نیت تھی کہ میرے قارئین سمجھیں۔ چنانچہ ترجمے سے مراد متن کے معنیٰ و مفہوم کو اِس طرح پیش کرنا ہے کہ ترجمے کے قارئین متن کا وہ مطلب اخذ کریں جو اصل قارئین کے ادراک کے مشابہ ہو۔ اِس طرح بیان کرنے سے ترجمہ اور تفسیر کے درمیان امتیاز کی سخت لکیر مٹ جاتی ہے اور تفسیر متن کے بامعنیٰ اور دیانتدارانہ ترجمے کے لئے ایک اچھا اور کارآمد آلہ بن جاتی ہے۔

چند مضمرات

مجموعی طور پر اِن ساری باتوں کے ترجمے کے کام پر کیا مضمرات ہیں؟ یہاں چار پہلوؤں کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ مترجم کے لئے مضمرات، ترجمہ افسر کے لئے، کلیسیائی قائدین کے لئے اور امداد کے لوازمات فراہم کرنے کے پروگرام کے لئے مضمرات۔

الف- مترجم کے لئے مضمرات:

۱- مترجمین کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے کہ وہ بائبل کے مصنف کی زندگی، سوچ کے انداز اور مدعا و مقصد میں زیادہ سے زیادہ شریک ہوں۔ ہماری مراد صرف نظری طور پر نہیں بلکہ روحانی طور پر بھی شریک ہونے سے ہے۔

مترجمین کی تربیت میں مندرجہ بالا بات کو اوّلین اور بنیادی اہمیت حاصل ہونی چاہئے۔

مترجمین کو بھرتی کرنے میں یہ مضمرات شامل ہوں گے۔ ضروری ہے کہ مترجمین نہ صرف ذہنی اور عقلی طور پر متن میں شریک ہونے کی اہلیت رکھتے ہوں بلکہ خود بائبل کے مصنف کے تجربے میں شامل ہونے کے لئے روحانی طور پر رضامند ہوں۔

ب- ترجمہ افسر کے لئے مضمرات:

۱- ترجمہ افسر کے پاس تفصیلی تحقیق کے لئے زیادہ وقت ہونا چاہئے تاکہ اُس کو علم ہو کہ فی الوقت بائبل کے بارے میں علم و مطالعہ میں کیا ترقی ہو رہی ہے۔ اُس کی نظر نہ صرف عمومی ترقی پر بلکہ خاص اپنے شعبے میں ہونے والی ترقی پر ہونی چاہئے۔

ترجمہ افسر کے پاس زبان کے منصوبے کی نگرانی کرنے کے لئے زیادہ وقت ہونا چاہئے۔

جہاں ممکن ہو اُن بڑی زبانوں کو اوّلیت دینی چاہئے جو متعلقہ زبانوں میں مترجمین کے لئے نمونے کے متن کے طور پر استعمال ہو سکیں۔ اِس سلسلے میں بہاسا انڈونیشیا کی مثال دی جاسکتی ہے جو ملک کے اندر باقی سارے منصوبوں کے لئے نمونے کے متن کے طور پر استعمال ہو رہی ہے۔ اِن میں وہ منصوبے بھی شامل ہیں جن کی سرپرستی دوسری تنظیمیں کر رہی ہیں۔

ج- کلیسیائی قائدین کے ساتھ ہمارے تعلقات کے لئے مضمرات:

۱- ایک معلوماتی پروگرام ہونا چاہئے جو بنیادی طور پر کلیسیا کے قائدین پر مرکوز ہوتا کہ وہ ترجمے کے اُصولوں سے واقف ہوں اور ترجمے کے کام میں بائبل سوسائٹی کی مساعی کو خوشی سے قبول کریں اور اُس کی تائید وحمایت کریں۔

۲- جہاں تک ممکن ہو بائبل سوسائٹیز کو پاک نوشتوں کے پڑھانے کے طریقوں اور نصاب کی تدوین میں شریک اور اثر انداز ہونا چاہئے تاکہ جو لوگ آج کلیسیا کے خادم بننے کے اُمیدوار ہیں وہ کسی دن کلیسیا کی زندگی پر اثر انداز ہوسکیں۔

د- مترجمین کو امدادی لوازمات فراہم کرنے کے پروگرام کے لئے مضمرات:

امدادی لوازمات میں نہ صرف ترجمے کے لئے مواد فراہم کیا جائے بلکہ الٰہیات کے بارے میں مواد بھی شامل ہو جس میں الٰہیات کے اہم شعبوں اور پہلوؤں پر تفصیلی بحث کی گئی ہو۔ جو مترجمین بڑی زبانوں کے ساتھ کام نہیں کر سکتے اُن کے لئے امدادی لوازمات میں حسبِ ضرورت ترامیم کی جائیں۔ مثال کے طور پر انڈونیشیا میں اکثر و بیشتر مترجمین کسی بڑی زبان کے ساتھ کام نہیں کر سکتے۔ اِس صورتِ حال میں ہمیں انڈونیشی موافقات کی ضرورت ہے مثلاً یونائیٹڈ بائبل سوسائٹی کی رہنما کتابوں میں ترامیم اور ''The Bible Translater'' سے منتخب مقالے وغیرہ۔

حاصلِ کلام

اِس مقالے میں جس معاملے پر بحث کی گئی ہے اُس کے پیچھے دو سوال ہیں۔ اوّل، اگر مترجم متن کی الٰہیات سے واقف ہو تو کیا واقعی کچھ فرق پڑتا ہے؟ دوم، اِس علم یا واقفیت کے بارے میں کیسے یقین ہو سکتا ہے جبکہ علما کے درمیان طرح طرح کی آرا پائی جاتی ہیں؟ جواب میں چار نکات پیش کئے جا سکتے ہیں۔

۱- ماننا اور تسلیم کرنا چاہئے کہ مصنف کے مدعا و مقصد، مجوزہ قارئین کی صورتِ حال اور بائبل کے علم کے دوسرے شعبوں کے بارے میں نوع بہ نوع عالمانہ آرا موجود ہیں۔ (الف) مختلف عالمانہ آرا

عموماً متضاد یا تردیدی نہیں بلکہ تکمیلی ہوتی ہیں یا ایک دوسری کے لئے ضمیمے کی حیثیت رکھتی ہیں اور مجموعی طور پر بائبل پر روشنی ڈالنے میں مدد کرتی ہیں۔ (ب) اگرچہ ان میں تنوع ہوتا ہے لیکن عموماً کسی نکتے پر اتفاقِ رائے بھی ہوتا ہے جسے کسی خاص کتاب یا کتاب کے حصے کی تشریح کے لئے رہنما بنایا جا سکتا ہے۔ (ج) البتہ ایسی آرا کے بارے میں چوکس رہنے کی ضرورت ہے جن میں فرقہ پرستی کا عنصر موجود ہو یا وہ نظریہ جو صرف ایک یا دو عالموں نے پیش کیا ہو۔ ایسے نظریات عموماً عالموں کے انوکھے طرزِ فکر کی غمازی کرتے ہیں لیکن متن کی تشریح میں اُن کی طرف سے کوئی سنجیدہ اضافہ نہیں کرتے۔

۲۔ تفسیر کے تعلق سے فیصلے کرنے میں ان باتوں کی واقفیت اور ادراک سے بہت مدد ملتی ہے: مصنف کا مدعا و مقصد، جس جماعت کے لئے اُس نے لکھا اُس کی حالت و کیفیت، اُس جماعت کو الٰہیات کے کون کون سے مسائل درپیش تھے۔ مثال کے طور پر متی کے "آسمان"، "راستبازی" اور جامد الٰہی اجتناب کے استعمال کے سلسلے میں تفسیر کے تعلق سے فیصلے کرنے کا انحصار اِن باتوں کے سمجھنے پر ہے کہ الٰہیات کے لحاظ سے متّی کا مقصد و مدعا کیا تھا اور جس جماعت کے لئے اُس نے اپنی انجیل لکھی اُس کی حالت اور کیفیت کیا تھی۔

۳۔ الٰہیات کے لحاظ سے مصنف کے مقصد و مدعا کا علم ہو تو اکثر اوقات کتاب کے بہت سے الجھانے والے پہلو واضح اور صاف ہو جاتے ہیں خصوصاً جب اُن کا موازنہ متوازی متون سے کیا جاتا ہے۔ ایک خاتون مترجم نے تواریخ کی کتاب کا ترجمہ ابھی ابھی مکمل کیا اور اُس نے مجھے بتایا کہ ترجمے کا کام شروع کرنے سے پہلے اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ مصنف کا میلان داؤد کے حق میں ہے تو مجھے بہت مدد ملتی۔ اِس سے اُن بہت سے تصرفات اور تبدیلیوں کی وضاحت ہو جاتی جو تواریخ کے مصنف نے اپنے ماخذوں میں کی تھیں۔

۴۔ اگر مترجم کو مصنف کے مقصد و مدعا اور کتاب کی پوری الٰہیات کا گہرا علم ہو تو مصنف کی زندگی، طرزِ فکر اور تجربے میں شامل ہونے کے سلسلے میں مترجم کی بہت حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور اُس کے نتیجہ میں نہ صرف ترجمہ زیادہ صحیح ہوتا ہے بلکہ اُس کا اسلوب بھی زیادہ جاندار اور ولولہ انگیز ہو جاتا ہے۔ یعنی اُس متن میں مترجم کے دِل میں جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے اور اس وجہ سے اُس کا ترجمہ بھی ولولہ انگیز ہوتا ہے۔ اور یہ جوش اور ولولہ حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بائبل کے متن کی دُنیا میں ذاتی یا شخصی شمولیت اور شراکت ہو۔

پرانے عہد نامہ کا ترجمہ کرنے میں خصوصی مسائل

رابرٹ بسکام

تعارف

ترجمہ کرنے میں بہت سی اقسام کے مسائل پیش آتے ہیں اور مشکل مسائل میں سے اکثر ایک سے زیادہ زُمروں میں آتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل خاکہ صرف تنظیمی یا ترتیب دینے کے مقاصد کے لئے ہے۔ یہ خاکہ نہ تو جامع ہے اور نہ اِس کا مقصد حتمی زمرہ بندی کرنا یا ہر مسئلہ یا مشکل کے لئے حوالہ در حوالہ پیش کرنا ہے۔ اِن ساری مثالوں کا پس منظر بائبل کے ترجمے کا وہ کام ہے جو مقامی زبانوں خصوصاً جنوبی اور شمالی براعظم امریکہ میں ہو رہا ہے۔ مگر یہ اصول بائبل کے تمام تراجم پر اور وسیع تر مفہوم میں خود ترجمے کے کام پر لاگو ہوتے ہیں، چاہے اِس کا مقصد یا سیاق وسباق کچھ بھی ہو۔

متنی تنقید کے مسائل

پُرانے اور نئے عہد نامے کی متنی تنقید کے مسائل پر اِسی کتاب کے باب ۷ اور ۸ میں بحث کی گئی چنانچہ اِن ابواب کا دوبارہ مطالعہ کر لیا جائے۔ البتہ یہاں انگریزی کے اہم تراجم کے اوصاف کا مختصر بیان بے موقع نہ ہوگا۔ انگریزی کے بہت سے جدید تراجم مثلاً RSV اور REB میں دہری کوشش کی گئی ہے۔ اوّل یہ کہ اصل ماخذ سے تازہ ترجمہ کیا جائے۔ دوم، متن کو قابلِ فہم بنایا جائے۔ ایسا کرتے ہوئے کئی مقامات پر وہ نمایاں طور پر عبرانی متن سے ہٹ گئے ہیں۔ اس مقالے میں لونگ بائبل (Living Bible) پر بات نہیں کی گئی کیونکہ وہ تشریحی ترجمہ ہے اور متنی تنقید کے حوالے سے اِسے کسی خاص وصف کا حامل قرار دینا مشکل ہے۔ پرانے تراجم مثلاً KJV اسلوب مترادف تراجم کی تصریفی شکل ہیں جن میں عبرانی کی پیروی کی گئی ہے اور مجموعی طور پر کہیں کم کہیں زیادہ حد تک قدیم تر تراجم یا قیاسات پر انحصار کیا گیا ہے۔ نئے عہد نامے کے معاملے میں یہ بات جدید تراجم کے حق میں جاتی ہے جن میں قرونِ وسطیٰ کے روایتی یونانی متن کو عموماً پسِ پشت رکھ کر اُن یونانی متون پر انحصار کیا گیا ہے جو بلاشبہ نئے عہد نامے

کی ماقبل ہیئتوں کو پیش کرتے ہیں۔ اِس کے برعکس پرانے عہدنامے کے معاملے میں بہت سے جدید تراجم میں اکثر مسوراتی متن اور قیاسات کی بجائے ہفتادی ترجمے پر انحصار کیا گیا ہے اور کئی مقامات پر جہاں متن کا مسئلہ نہیں بلکہ تفسیر یا ترجمے کا مسئلہ ہے وہاں حاشیے میں متن سے متعلق نوٹ دیئے گئے ہیں یا بالکل کوئی نوٹ نہیں دیا گیا۔

(دیکھئے اِسی کتاب میں باب ۶ بعنوان پرانے عہدنامے کے متن پر تنقید)۔

نئے تراجم میں بہت دفعہ یہ مسئلہ اِس طرح حل ہو سکتا تھا کہ نوٹ میں تبدیلی کر دی جاتی یا ایک نوٹ کا اضافہ کر دیا جاتا جس میں واضح کر دیا جاتا کہ مسئلہ متن کا نہیں بلکہ ترجمے کا ہے۔ مثال کے طور پر مسوراتی متن میں یسعیاہ ۲۲:۳ یوں ہے۔

"(all) of you w ho w ere found have been captured at a blow"

''تم (سب) جو پائے گئے ایک ہی وار میں اسیر کیے گئے۔''

ہفتادی ترجمے میں یوں ہے۔ "The captives w ho have been captured"

''وہ اسیر جو اسیر کیے گئے۔''

REB کے مترجمین نے فرض کر لیا کہ ہفتادی ترجمے نے کسی فرق عبرانی متن کی پیروی کی ہو گی۔ لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ہفتادی ترجمے کے مترجمین نے w ho w ere found (جو پائے گئے) کی تشریح ایسے کی کہ مطلب The captive (اسیر) ہو گیا۔

تفسیر کے مسائل

تفسیر کے مسائل اِس حقیقت کے باعث پیدا ہوتے ہیں کہ جب مترجمین کسی اہم زبان مثلاً انگریزی، فرانسیسی یا ہسپانوی ورژن سے ترجمہ کرتے ہیں تو اُنہیں یقین سا ہوتا ہے کہ ہم اِس متن کا مطلب سمجھتے ہیں جبکہ حقیقت میں وہ عبرانی یونانی میں مشکل ہے یا مترجم کی توقع سے صرف فرق ہے۔

استثنا ۶:۵ میں یہ بیان ہے:

"... love the Lord your God w ith all your heart, and w ith all your soul and w ith all your might."

’’تُو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خُداوند اپنے خُدا سے محبت رکھ۔‘‘ خُدا سے اپنے سارے دل (اور بعض اوقات ’’جان‘‘ / رُوح سے) سے محبت رکھنے کا تصور کافی عام ہے، اگرچہ یہ جملہ بندی صرف استثنا تک محدود ہے۔ ۲-سلاطین ۲۳: ۲۵ میں یوسیاہ بادشاہ کے بارے میں ایک بیان میں یہ متن تقریباً لفظ بہ لفظ اقتباس ہُوا ہے مگر ایک اہم تبدیلی کے ساتھ۔ ’’Love‘‘ کی بجائے ’’Turn to‘‘ ہے یعنی ’’محبت رکھی‘‘ کے بجائے ’’رجوع لایا‘‘ ہے۔ تاہم معنیٰ میں یہ ظاہری تبدیلی خود استثنا کے ساتھ پوری پوری مطابقت رکھتی ہے کیونکہ ۱۰: ۱۲ اور ۱۱: ۱۳ وغیرہ میں خُدا سے محبت رکھنے اور اُس کا حکم ماننے کے حکم کے ساتھ دل اور جان سے اُس کی عبادت کرنا بھی موجود ہے اور ۳۰: ۱۰ میں حکم ماننے کے ساتھ خُدا کی طرف رجوع لانا بھی موجود ہے۔ یوں اِن سیاق وسباق میں ’’محبت‘‘ اور ’’فرمانبرداری‘‘ تقریباً مماثل اصطلاحات معلوم ہوتی ہیں جبکہ ’’رجوع لانا‘‘ یقیناً توبہ ہے جو بذاتِ خود فرمانبرداری کا شروع ہے۔ چنانچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خُدا سے ’’محبت رکھنے‘‘ کے الفاظ استعمال کرنے میں استثنا یکتا ہے مگر ’’محبت‘‘ کو گہری وابستگی (اپنے آپ کو سپرد کر دینے) کے مفہوم میں اپنی وفاداری، جان نثاری یا فرمانبرداری کے معنیٰ میں استعمال کرتی ہے۔

عبرانی کے اِس اسم ’’آحب‘‘ (محبت) کے ایسے استعمال کی تائید قدیم مشرقِ قریب کے متون سے بھی ہوتی ہے۔ باقی پرانے عہدنامے میں بھی ’’آحب‘‘ (محبت) بے مثال طور پر کوئی جذباتی لفظ نہیں ہے بلکہ ترجیح کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہُوا ہے (’’مَیں نے یعقوب سے محبت رکھی... ملاکی ۱: ۲) اور خاص طور پر معاہدوں کے معاملے میں ایسا ہی ہے۔ چنانچہ جب ۱-سلاطین ۵: ۱ (مسوراتی متن میں ۵: ۱۵ اِس کے متوازی ہے) متن کہتا ہے کہ Hiram loved David تو مفہوم اغلباً وفاداری ہے نہ کہ محبت بطور ایک جذبہ۔ اِس کی توثیق قدیم مشرقِ وسطیٰ کے معاہدوں کی زبان سے ہوتی ہے جہاں باجگذار حاکم کو اپنے آقا کے ساتھ محبت کا اعلان واشگاف اور یقینی لفظوں میں کرنا ہوتا تھا حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ متعلقہ فریقین کے درمیان محبت نام کی کوئی شے نہ ہوتی تھی۔ ڈینس جے میکارتھی بیان کرتا ہے کہ ایک موقع پر مسوپتامیہ کا بادشاہ مصر کے ساتھ معاملہ طے کرتے ہوئے محبت کا تقاضا کرتا اور فرعون کو اپنا بھائی کہتا ہے۔

صرف ’’محبت‘‘ ہی نہیں جو جدید مفسروں کے لئے مشکل پیدا کرتی ہے، بلکہ جب ترکیبی لحاظ سے

''دل'' کے ساتھ آتی ہے تو زیادہ مشکل کا باعث ہوتی ہے۔ جدید دَور میں بہت سی زبانیں بولنے والے کے لئے سارے دِل سے محبت کرنا سوائے خالص رُوحانی جذبے کے اَور کچھ نہیں۔ بہت سی زبانوں میں یہ تصور کرنا بہت مشکل ہے کہ کسی سے کہا جائے کہ ''مَیں تم سے سارے دِل سے محبت رکھتا ہوں'' اور اس کا مطلب رُوحانی محبت یا احساس کی گہرائی کے علاوہ کچھ اور ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ الفاظ مَرد اور عورت یا محبت کرنے والوں کے درمیان کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ البتہ بہ حیثیت مفعول ''خُدا'' محبت کے معنیٰ کو رومانی محبت سے لازماً ہٹا دیتا ہے تو بھی بہت سی زبانوں میں ''اپنے سارے دِل سے خُدا سے محبت رکھنا'' جذبہ واحساس کے دائرے میں آتا ہے نہ کہ وفاداری یا جان نثاری کے دائرے میں۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ایسی تراکیب اور اصطلاحات تلاش یا وضع کی جائیں اور ترجمے میں استعمال کی جائیں جو وابستگی کے اِس پہلو پر زور دیتی ہوں۔

اِسی طرح کی بات ایمان کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے جس کا مطلب اکثر اور خصوصاً پرانے عہدنامے میں وفاداری اور راستبازی (سیاق وسباق میں انصاف، نجات وغیرہ) ہوتا ہے اور جو عبرانی کے اُس لفظ کا ترجمہ ہے جس کا تعلق معاشرتی سیاق وسباق میں اپنی اخلاقی ذمہ داریاں پوری کرنے سے ہے (دیکھئے پیدائش باب ۳۸) نہ کہ کسی قانون یا کسی قاعدے کی پابندی کرنے سے۔

مصلحت آمیزی

ترجمہ کسی بھی متن کی بنیاد پر کیا جائے لفظی ترجمہ کرنے کے رجحان کے بعد دوسرا بڑا مسئلہ ترجمہ کرتے ہوئے بعض باتوں کو گویا چھان کر نکال دینے کا رجحان ہے۔ اِن میں سے بعض عناصر تو ثقافتی ہیں جن پر ہم اگلی سطور میں بات کریں گے۔ دوسرے عناصر الہیاتی ہیں یا صرف متن سے دُور ہٹ جانے کا مسئلہ ہے۔

الہیاتی نکتے کو چھان کر الگ کرنے یا اِس میں مصلحت آمیزی کی ایک مثال پیدائش ۴۳:۳۴ ہے جہاں متن کہتا ہے کہ یوسفؔ کے بھائیوں نے "drank and were merry with him" ''مے پی اور اُس (یوسفؔ) کے ساتھ خوشی منائی۔'' زیادہ لفظی تراجم نے ایسے معاملات میں صرف "Merry" (خوش ہونا) استعمال کیا ہے جبکہ دوسرے جدید تراجم نے کئی مختلف تراکیب استعمال کی ہیں۔ مثال کے طور پر NIV عموماً "making or being merry" (جشن جیسی خوشی

کرنا) کا ترجمہ "being in high spirits" (موج میں آنا) کرتا ہے۔ یہ ترجمہ بھی خاص حد تک کنایتاً ہے لیکن پیدائش ۳۴:۴۳ کے معاملے میں صرف یہ کہتا ہے کہ بھائیوں نے یوسف کے ساتھ بے تکلف ہو کر پی (NLT میں بھی ایسا ہی ہے)۔ دوسرے جدید تراجم نے جشن اور موج منانے کو مختلف انداز سے ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے مگر صرف TEV صاف صاف کہتا ہے کہ وہ "They were drunk" (وہ مخمور یا متوالے ہو گئے) اور متن کا واضح مطلب بھی یہی ہے۔ نہ صرف یہاں بلکہ دوسرے مقامات پر بھی "Merry" اور "drinking" (خوشی منانا اور پینا) کا ایک ساتھ ذکر آتا ہے۔

متن سے دُوری کی بنیاد پر بڑے پیمانے پر مصلحت آمیزی کی ایک مثال بائبل مُقدّس میں ناموں اور اعداد کی علامتی حیثیت ہے۔ بائبل کے بیشتر نام نہ صرف خاص اہمیت کے حامل ہیں بلکہ یہ دلیل بھی وزن دار ہے کہ خاص افراد کی شناخت کرانے کے عمل کی نسبت اُن کے علامتی معنی زیادہ اہم ہیں۔ البتہ ناموں کا جدید استعمال شناخت کرنے تک ہی محدود ہے۔ چنانچہ بنیمین کا لفظی مطلب ہے "میرے دہنے (ہاتھ یا بازو) کا بیٹا"۔ عبرانی میں دہنا ہاتھ طاقت یا زور کی علامت ہے بنیمین کی قریب المرگ ماں اُس کا نام "میرے مَرنے کا بیٹا" رکھنا چاہتی تھی۔ قدیم زمانے میں اِسے اُس شخص پر ایک لعنت سمجھا جاتا تھا۔ یعقوب کی خواہش تھی کہ اِس امکان کا توڑ کیا جائے تاکہ میرا بیٹا وہ نام نہ لئے پھرے جس سے اُسے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ لیکن "دہنے ہاتھ" کا مطلب "جنوب" بھی ہے اور یہوداہ کے علاوہ بنیمین کا قبیلہ ملکِ کنعان میں انتہائی جنوبی قبیلہ تھا۔ اِس طرح یہ نام اُس قبیلے کے لوگوں کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہو سکتا تھا۔ یہ معانی قدیم قارئین اور سامعین کے ذہنوں میں بدرجہء اتم موجود ہوتے تھے مگر جدید سامعین کو اُن کی بالکل خبر نہیں ہوتی۔

آج کل کے قارئین اعداد کا بھی سطحی یا ظاہری مطلب ہی سمجھتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اُنہیں لفظی مفہوم میں سمجھا جاتا ہے تاوقتیکہ اِس کے برعکس ثابت نہ کیا جائے۔ قریبی اور گہرا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم زمانے میں معاملہ اِس کے اُلٹ تھا۔ چُنانچہ ۴۰ کا عدد اِس پُشت کی علامت ہے، یا آزمائش کے دَور کی یا دونوں کی علامت ہے۔ تین کا عدد تفصیل کُل (اچھا / بد، بہتر، بہترین) کی علامت ہے جیسا کہ لفظ "قدُّوس" کی تکرار "قدُّوس، قدُّوس، قدُّوس" سے ظاہر ہے کہ خُدا قدُّوس ترین ہے۔ سات کا عدد پاک یا قدُّوس کے حوالے سے کاملیت کی علامت ہے جبکہ دس کا عدد مال و دولت کے

حوالے سے مادی کاملیت کو ظاہر کرتا ہے۔ ۱۲ کا عدد خُدا کی اُمت یا خُدا کے لوگوں کا بیان ہے خواہ وہ قبیلے، شاگرد یا رسول ہوں۔ اِن اعداد کا اکٹھا بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور کئی مختلف انداز میں ضرب دے کر بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔ ایوب باب ۱ میں ایوب کی دولت سے منسلک اعداد کو دیکھئے اور مکاشفہ باب ۷ اور ۱۴ میں ۱۴۴،۰۰۰ کے عدد (10x10x10x12x12) کے استعمال کو دیکھئے۔ علامتی معنیٰ کا معاملہ صرف عدد کو ۱۰ کا مضرب بنانے تک نہیں، کیونکہ اِن کے مخصوص استعمال اور معنیٰ ہیں جن کا تعین اِن کے استعمال کے نمونوں سے ہو سکتا ہے۔

دوسرے اعداد بھی مشتبہ طور پر دس کے مضرب اور ممکنہ طور پر علامتی معلوم ہوتے ہیں اگرچہ ان کے مخصوص معانی اب کسی کو معلوم نہیں۔ یشوع کی کتاب سے سلاطین کی کتاب تک چھوٹی لڑائیوں یا جھڑپوں میں سپاہیوں کی تعداد اکثر چھ سو اور جو مختلف وجوہ کی بنا پر پیچھے چھوڑے گئے اُن کی تعداد دو سو ہے (دیکھئے ۱-سموئیل باب ۲۵ اور ۳۰)۔ ہو سکتا ہے اِن متون نے ایک دوسرے کو متاثر کیا ہو، لیکن خاص اعداد کا چناؤ جو ایک نمونے کی پیروی کرتے ہیں متن میں کسی بڑے علامتی معنیٰ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ معنیٰ اصل سامعین اور قارئین کے لئے تو عیاں اور نمایاں ہوں گے مگر جدید قارئین کی سمجھ میں بالکل نہیں آسکتے تاوقتیکہ انہیں دریافت کرنے کے لئے متن کا باقاعدہ تحقیقی مطالعہ نہ کریں۔

روایتی قرأتیں

''روایتی قرأت'' کی ایک بہترین مثال زبور ۶:۲۳ میں ہے جہاں RSV کا "forever" عبرانی میں دراصل ''تمام ایام کے لئے'' ہے جو اِس سے پچھلی لائن کے ''عمر بھر'' کے متوازی ہے۔ مگر یہ متن اپنی موجودہ صورت میں بہت مشہور اور مقبول ہے۔ اِس وجہ سے بہت سے مترجمین کے لئے اِسے درست کر کے زیادہ صحیح ترجمہ بنانا ممکن نہیں ہوگا۔ (RSV'' میں "forever" کا TEV میں "as long as I live" سے موازنہ کریں۔) دراصل یہ آیت یروشلیم میں ہیکل کی بات کرتی ہے۔ لیکن روایتی تراجم کے بہت سے قارئین اِس کا مفہوم خود آسان سمجھتے ہیں اور اگر متن کچھ اور کہے تو اِسے قبول نہیں کریں گے۔

روایتی ترجمے کی ایک اَور مثال پیدائش ۱:۱ ہے جسے تبدیل کرنا جدید مترجمین کو مشکل دکھائی دیتا

ہے۔ عبرانی متن کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ ''جب خُدا نے تخلیق کرنا شروع کیا ...'' اِس طرح مفہوم عدم سے تخلیق کرنے کی بجائے مادہ کے اوّلین ہیولیٰ سے تخلیق کرنا ہو جاتا ہے۔ ترجمے میں منعکس روایتی الٰہیات اس کی مخالف ہے حالانکہ مجموعی طور پر متن اِس کی پرزور حمایت کرتا ہے۔ مزید برآں اِسی آیت میں خُدا کی رُوح کا ترجمہ ''خُدا سے ایک ہَوا'' بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہاں بھی الٰہیاتی احساسات روایتی تراجم کی حمایت کرتے ہیں اور تخلیق سے متعلقہ اِس متن میں نہ صرف خُدا کی براہِ راست قدرت رُوح کو بلکہ تثلیث کو بھی برقرار رکھنے میں بہت اثر انداز ہوئے ہیں۔

ترجمے کی روایت پر اِس قسم کا انحصار بائبل کے ترجمے میں عمومی لحاظ سے ایک مستقل مسئلہ ہے اور ایسا مسئلہ ہے جس پر قابو پانا مشکل ہے تاوقتیکہ مترجمین کو اُن اصل زبانوں تک رسائی ہو جن میں بائبل لکھی گئی تھی۔ مگر ایسا ہو بھی تو بھی مترجمین کے لئے اُن باتوں سے زیادہ انحراف کرنا مشکل ہے جو اُن کے قارئین کو پہلے سے دستیاب مشہور تراجم میں آچکی ہیں کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ اُن کے تراجم قبول کئے جائیں، پڑھے جائیں اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جائیں۔

فعلی تراکیب

یشوع ۱۱:۱۰ میں عبرانی متن کہتا ہے کہ یشوع (مراد ہے ''فوج'') لوٹا یعنی پیچھے کو مُڑا تاکہ حصور پر قبضہ کرے۔ اِس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوج نے جلجال میں لشکرگاہ کو واپس جاتے ہوئے حصور کو فتح کیا۔ مگر نقشہ پر ایسا نظر آتا ہے کہ حصور پہنچنے کے لئے وہ جلجال سے دور کی طرف گئے۔ اِس صورت میں عبرانی فعل جس کا ترجمہ ''لوٹا'' کیا گیا ہے، اُس کا مطلب ہوگا۔ ''دوسری طرف کو گیا/ اچانک رُخ بدلا''۔ اِس صورت میں فعل کا مطلب ''زمانی'' ہوگا اور مابعد میں اُس وقت سے مطابقت رکھے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جس عبرانی فعل کا ترجمہ ''لوٹا'' کیا گیا ہے وہ بیان کی نشاندہی کرنے کا کام کرتا ہو اور عمل اور منظر کی تبدیلی کو ظاہر کرتا ہو۔ اِس مفہوم کا انحصار دوسرے افعال پر ہوگا جو نئے عمل یا نئی صورتِ حال کی وضاحت کرتے ہوں۔ حرکت کے بعض افعال کے زمانی مفہوم میں ممکنہ استعمال یا بیانیہ سطح پر استعمال کے بارے میں کچھ اشتباہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ پرانے عہدنامے میں ''داخل ہونا'' اور ''واپس آنا'' کئی مختلف طرح سے استعمال ہوئے ہیں لیکن پرانے عہدنامے کے مختلف سیاق وسباق میں فعل ''اُٹھنا'' کے

استعمال کو دیکھ کر زیادہ اشتباہ ہوتا ہے۔ دو یا تین مثالوں سے یہ تصویر واضح ہو جائے گی۔ خروج ۳۲:۶ میں کہا گیا ہے کہ "لوگ کھانے پینے کو بیٹھے اور کھیلنے کودنے کو اُٹھے"۔ سب اِس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ "کھیلنا کودنا" دینی مسالک کی بدمستی یا بدفعلی کی رسموں کے لئے کوئی بیانی ہے، اور فعل "اُٹھنا" اس موقع کی حرکتوں کے لئے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

پیدایش ۲۳:۳ اور ۷ میں بھی اِسی قسم کی مشکل پیش آتی ہے۔ آیت ۳ میں ابرہام اپنی بیوی کی لاش کے پاس سے "اُٹھتا" ہے اور آیت ۷ میں دوبارہ "اُٹھتا" ہے کیا اِس دوران وہ بیٹھ گیا تھا کہ دوبارہ آداب بجالائے! مترجمین اِس عبارت میں مکانی مناسبتوں کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو مجبوراً اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہاں اُٹھنا اپنی لفظی تشریح سے فرق انداز میں عمل کر رہا ہے۔ اوپر دی گئی ساری مثالوں میں مکانی یا بیانیہ سطح کے عمل کے ساتھ اگر "وہ تب/ پھر" یا "اِس کے بعد" کا زورِ بیان استعمال کیا جائے تو یہ فعل اچھی طرح کام دے جائیں گے۔ یہ بات بہت سی دوسری ایسی ہی مثالوں پر بھی صادق آتی ہے۔ پیدایش ۲۳:۷ لفظی طور پر کہتا ہے "ابرہام اُٹھا اور اس مُلک کے لوگوں کے سامنے جُھکا"۔ لیکن NJPS نے عبرانی کے فعل کا یہاں بالکل درست ترجمہ کیا ہے۔ کہ "لہٰذا، ابرہام... جُھکا"

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ عبرانی کے حرکت کے اکثر افعال عموماً غیر مکانی انداز میں عمل کرتے ہیں جبکہ عبرانی کی دوسری فعلی تراکیب (الفاظ یا اجزئے جملہ کا مجموعہ جو ایک بنیادی واقعہ، صورتِ حال یا موضوع کا بیان کریں) عموماً زمانی، علتی یا کسی اور منطقی نمونے کے مطابق نہیں بلکہ اکثر مکانی انداز میں عمل کرتی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بات نثر کی نسبت نظم میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ بہت سے علما نے نشاندہی کی ہے کہ متوازی ساختوں کا دوسرا حصہ ہمیشہ ہی کسی نہ کسی طرح مفہوم کو زوردار اور قوی بناتا ہے۔ البتہ عام سے خاص، سطحی سے گہرا، خارجی سے داخلی، دُور سے نزدیک، معمولی سے خاص الخاص ذخیرۂ الفاظ اور اِسی قسم کے دوسرے شاعرانہ متعلقات مثلاً موضوعاتی، مکانی، شخصی، نسبتی وغیرہ بھی برسرِ عمل نظر آتے ہیں۔ اِس شعبے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے مگر دو مثالیں اس نکتے کو واضح کرتی ہے۔

(ا) ۱-سموئیل ۱:۸ میں القانہ حنہ سے پوچھتا ہے کہ تُو کیوں روتی ہے، کھانا نہیں کھاتی اور آزردہ خاطر ہے۔ یہاں حرکت یا عمل خارج سے داخل کی طرف ہے۔ جو بات سب سے نمایاں ہے وہ پہلے آئی ہے اور اصل وجہ دل کی آزردگی کا ذکر آخر میں آیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض زبانوں میں یہ ترتیب اُلٹی

پڑے کیونکہ اُن کا تقاضا ہے کہ پہلے علت وجہ بتائی جائے اور پھر وہ عمل جو اُس علت کے باعث ہُوا۔ انگریزی زبان میں یہ ترتیب زیادہ فطری ہو گی، تم اتنی آزردہ کیوں ہو؟ رونا بند کر کے کچھ کھاتی کیوں نہیں؟ مثال کے طور پر جنوبی میکسیکو کی سلتالی زبان میں معکوس فعل استعمال ہُوا ہے جس میں یہ مفہوم پایا جاتا ہے کہ حنّہ اپنی حالت پر رو رہی ہے۔ (۲) زبور ۶۴: ۹ کے مطابق لوگ دو طریقوں سے خُدا کی عبادت کریں گے۔ وہ اُس کے کاموں کا بیان کریں گے اور اُس پر غور و فکر کریں گے۔ یہاں بھی حرکت سطحی سے گہرے، علت سے معلول، خارجی سے داخلی کی طرف ہے اور بتدریج نمایاں ہوتی ہے۔ یہ اسلوب مغرب کے علتی اور زمانی اسلوبِ فکر کے بالکل الٹ ہے۔ بے شک بہت سی ماخوذ زبانوں اور ثقافتوں میں اِس قسم کی منطق جبلی طور پر سمجھ میں آتی ہے مگر ترجمے کے مشیروں کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ کیا ہو رہا ہے تاکہ مسئلے کے بارے میں فیصلہ کرنے میں مدد دے سکیں۔

فہرستیں

بائبل کی فہرستوں سے وابستہ اسلوبِ فکر مغربی جدید یورپی مفسرین کی توقعات سے عموماً فرق ہوتا ہے۔ بائبل میں مندرج فہرستیں شاذ و نادر ہی تجزیاتی، باقاعدہ مرتب، تقسیمی اور جامع ہوتی ہیں بلکہ اکثر ترکیبی، مجموعی، عمومی اور تجنّسی ہوتی ہیں۔ کسی بھی فہرست کو سمجھنے کی کلید یہ ہے کہ پہلے اُس فہرست کی بنیاد یا منطق کو دریافت کیا جائے۔

مثال کے طور پر احبار ۱۱: ۱۳-۱۹ میں ناپاک پرندوں کی فہرست میں منطق یہ ہے کہ اِس میں شامل سارے پرندے یا شکاری ہیں یا مردار خور ہیں۔ اُن کے ناپاک ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ خون کھاتے ہیں یا لاشوں کو چھوتے ہیں۔ یہ دونوں کام انہیں ناپاک کر دیتے ہیں۔

پیدائش ۱: ۱۴ کے مطابق خُدا نے کہا:

"فلک پر نیّر ہوں کہ دن کو رات سے الگ کریں اور وہ نشانوں اور زمانوں اور دنوں اور برسوں کے امتیاز کے لئے ہوں۔"

یہاں اسلوبِ فکر علمِ نجوم (نشانوں)، مذہب (زمانوں) اور اہم واقعات کے مخصوص وقت، دِنوں اور برسوں کے مطابق ہے۔ ان میں سب سے اہم ہیں "نشانوں" (آنے والے واقعات کے شگون مثلاً

بیتِ لحم کا ستارہ) اور مذہبی تہوار اور تاریخی لحاظ سے وقت کے گزرنے یعنی ''دنوں'' اور ''برسوں'' کا حساب ثانوی ہے۔

بعض فہرستوں میں عمومی بنیاد تو واضح ہے مگر ارکان میں امتیاز مشکل پیدا کرتا ہے۔ قوانین، آئین، ضوابط، فرامین وغیرہ کی فہرستوں میں مترادفات کی بھرمار ہے اور ایسی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں جو بہت سی ماخوذ زبانوں میں سرے سے ناپید ہیں۔ البتہ بہت دفعہ دوسرے سیاق وسباق میں فہرستوں کے ارکان کو دیکھنے سے مترجم کو مختلف تصورات کی خصوصیت کے بارے میں کوئی اشارہ مل جاتا ہے۔ اگرچہ اصطلاحات کے استعمال میں بہت پرتین ہیں تو بھی کسی بھی حوالہ درحوالہ کی کتاب میں دیکھنے سے کئی سیاق وسباق کی شناخت ہو سکتی ہے۔ (۱) کسی خاص قوم، قبیلہ یا خاندان سے علاقہ رکھنے والے ضوابط جن کی انہیں لازماً اور ہمیشہ پابندی کرنی ہوگی۔ (۲) اصول جن سے خلق شدہ دُنیا کا نظام چلتا ہے۔ (۳) اپنے لوگوں کے لئے خُدا کے مخصوص حکم، اخلاقی یا رسوماتی۔ (۴) جُملہ اخلاقیات جس کا اطلاق سارے لوگوں پر ہوتا ہے، وغیرہ۔

لِسانی مشکلات

اکثر مایائی زبانوں (وسطی امریکہ اور میکسیکو) میں یہ بتانا لازم ہے کہ کوئی بھائی یا بہن عمر میں متکلم سے چھوٹی ہے یا بڑی۔ مراد یہ ہے کہ اِن زبانوں میں ''بھائی'' یا ''بہن'' کے لئے کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس میں عمر کے حوالے سے معلومات نہ ہوں۔ دوسری طرف اِن زبانوں میں بھائی یا بہن (ایک ہی والدین کی اولاد) کی جنس کی صراحت کرنا ضروری نہیں اور اِس کی وضاحت کرنے کی غرض سے ساتھ کوئی اور لفظ (نر یا مادہ + عمر میں بڑا یا چھوٹا، ایک ہی والدین کے) لگانا پڑے گا۔ اگرچہ اس عجوبہ لسانی صورتِ حال سے کوئی خاص مشکل مسئلہ پیدا نہیں ہُوا مگر یہ ایسی بات ہے کہ ترجمہ کرتے وقت ہمیشہ ذہن میں رہنی چاہئے۔ بعض اوقات ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ بہت قیاس آرائی کرنی پڑتی ہے کہ دونوں بھائیوں یا بہنوں میں سے عمر میں بڑی یا چھوٹی تھی (مثلاً ابرام اور حاران) کیونکہ بائبل کے متن میں اِسے اچھی طرح واضح نہیں کیا گیا۔

اخراج/شمول

بہت سی مایائی زبانوں میں اخراج/شمول کا اصول بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر شخصی اسمائے ضمیر کے نظام کے باعث موسیٰ کے لئے یہ کہنا ممکن نہیں (جیسا کہ خروج کے عبرانی متن میں ہے) کہ "خُداوند تمہارے خُدا نے تم کو حکم دیا" اِس کا مطلب ہوگا کہ خُداوند موسیٰ کا خُدا قطعی نہیں تھا۔ اس لئے ضروری ہے کہ لفظوں میں تصرف کیا جائے کہ "خُداوند ہمارے خُدا نے تم کو حکم دیا..."۔

استعارات

بائبل مُقدس میں استعارات بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ ترجمہ کرتے وقت مترجمین کو اُن پر خاص توجہ دینی چاہئے۔ استعارات ہر معلومہ زبان کا حصہ ہیں اور حیرت کی بات ہے کہ مختلف زبانوں میں اکثر وہی یا ملتے جلتے استعارات پائے جاتے ہیں لیکن کئی دفعہ معانی فرق ہوتے ہیں۔ چنانچہ زبان اور سیاق وسباق کے مطابق hard-headed کا مطلب ضدی، کم فہم، بے سمجھ، دلیر، ناراض، غصہ ور، جارح یا کچھ اور ہوسکتا ہے۔ بعض ایک ہی استعارہ یا ملتے جلتے استعارات کے ایک ہی زبان میں سیاق وسباق کے مطابق بالکل فرق فرق معانی ہوتے مثلاً "وہ اُسے دل سے چاہتا ہے" (جذبہ یا احساس) اور "وہ دل لگا کر کام نہیں کرتا" (وابستگی/ذمہ داری)۔

ایک استعارہ ہے جس کا بعض زبانوں میں ترجمہ کرنا مشکل ہے۔ وہ ہے "تمہارے ہاتھ تو خون آلودہ ہیں" اِس سے مراد ہے خُدا کا قربانیوں کو رد کرنا کیونکہ کاہنوں کے ہاتھ خون سے بھرے ہوئے تھے۔ گوئٹے مالا میں قوانچی زبان میں بائبل کا ترجمہ کرنے والوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کس قسم کا خون تھا۔ کیا یہ قربانیوں سے بہنے والا جانوروں کا خون تھا؟ کیا کاہنوں نے ایسے بھدے طریقے سے کام کیا کہ خون سارے ہاتھوں پر لگ گیا اور خُدا نے اُن کی قربانیاں رد کر دیں؟ جب مترجمین کو بتایا گیا کہ یہ انسانی خون تھا، تو اُنہیں اُس خون کے کاہنوں کے ہاتھوں پر لگنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ کیا وہ زخمی آدمیوں کی مرہم پٹی کرتے رہے تھے؟ پھر یہ کہ کیا اُس میں کوئی ناپاکی والی بات تھی جس سے خُدا اُن کی قربانیوں کے بارے میں ناراض ہوگیا؟ یہ استعارہ اِس لئے بھی زیادہ مشکل معلوم ہو رہا تھا کہ عبرانی میں بھی اس استعارے میں رعایت لفظی (ضلع جگت) ہے۔ "ہاتھ خون آلودہ ہونا" بائبل میں قتل

کرنے کا ایک عام استعارہ ہے لیکن بے شک کاہنوں کے ہاتھ لفظی معنوں میں قربانیوں کے خون سے آلودہ ہوں گے۔ استعارہ میں رعایت لفظی محفوظ رکھنا اچھا ہوتا، لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو صراحت کرنا ہی بہترین حل ہے کہ "ہاتھ... انسانوں کو قتل کرنے کے باعث... خون آلودہ تھے۔"

بعض اوقات ماخوذ زبانوں میں استعارے ہوتے ہیں جبکہ ماخذ (دہندہ) زبان/ زبانوں میں کوئی استعارہ نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر مختلف موقعوں پر بائبل لفظی مفہوم میں خوش ہونے کا ذکر کرتی وہاں پوکومچی (گوئٹے مالا) میں ترجمہ کرنے والے ایک مترجم نے ترجمہ کیا "اُس کا دل لذیذ ہو گیا"۔ بعض اوقات ایک استعارے کی جگہ کوئی دوسرا استعارہ لے لیتا ہے۔ امثال ۱: ۱۲ میں "ہم اُن کو... سموچا نگل جائیں جس طرح پاتال ... نگل جاتا ہے" Ostuncalco کی مام (Mam) زبان میں یوں ہو گیا۔ "وہ ہماری [کھانے کی] رکابی میں گریں گے"۔ آگے چل کر یہی مترجمین جب اس لعنت پر آئے کہ "دوسری پشت میں اُس کا نام مٹا دیا جائے" اور اُنہیں اِس کا مطلب سمجھایا گیا (اس کے سارے نرینہ بچے اور پوتے مر جائیں اور کوئی وارث نہ رہے) تو انہوں نے فوراً اسی نسبت سے استعارہ پیش کیا کہ "اُس کی رکابی اوندھی ہو جائے"۔ مزید تحقیق سے قتل کے لئے یہ استعارہ سامنے آیا "ہم/میں نے اسے اپنی رکابی میں ڈالا"۔ اگر مزید تحقیق کی جائے تو یقیناً اور استعارے سامنے آئیں گے۔

استعاراتی زبان کی ایک اہم خصوصیت اُس کا لہجہ اور کیفیت ہے جو متن کے لئے متعین کرتی ہے۔ معنٰی کا واضح ترجمہ کرنے اور تفہیم کی پسندیدہ سطح تک پہنچنے کی کوشش میں کئی دفعہ مترجمین استعاراتی اور غیر مصدری معنوں کی حامل زبان میں تخفیف کر دیتے اور اُس کی اہمیت کو کم کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ترجمہ روکھا اور بے جان ہوتا ہے۔ یہ اچھا خیال ہے کہ جہاں ممکن ہو وہاں ماخوذ زبان میں استعاراتی زبان استعمال کی جائے۔ اِس طرح ماخذ متن میں استعاراتی زبان کا مجموعی اثر قائم رہتا ہے۔

سماجی لسانی مشکلات

موجودہ مایائی لوگوں کے اکثر و بیشتر آبا و اجداد سورج، چاند اور دوسرے دیوتاؤں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان اجرامِ فلک کے لئے وہ بالترتیب "ہمارا مُقدّس باپ" اور "ہماری مُقدّس ماں" کی اصطلاحات استعمال کرتے تھے۔ میکسیکو کی فتح کے بعد جب کاتھولک پریسٹ وہاں پہنچے

تو انہوں نے مقامی لوگوں سے ''مقدس'' کا استعمال ترک کرا دیا مگر سورج کو ''باپ'' اور چاند کو ''ماں'' کہنے کا رواج قائم رہا۔ اُن کے بعد جب پروٹسٹنٹ مشنری وہاں پہنچے تو انہیں یہ رواج بہت قابل اعتراض اور ناگوار معلوم ہُوا۔ وہ اپنے مایائی نومریدوں سے سورج کے لئے ''دن'' اور چاند کے لئے ''مہینہ'' کے الفاظ استعمال کرانے لگے۔ اِس طرح دو گروہوں میں دو امتیازی اور الگ الگ رواج چل نکلے۔ دونوں گروہوں کی آپس میں کافی راہ و رسم ہے اور وہ اِس معاملے میں الفاظ کے استعمال کے ''ادل بدل'' کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ یہ امتیاز فوراً شناخت کرا دیتے ہیں کہ بولنے والا کون سے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اِس قسم کے مسائل لسانی کم اور سیاسی یا بین الاشخاصی زیادہ ہوتے ہیں اور اکثر مقامی بائبل سوسائٹیز کے سربراہ اِنہیں زیادہ آسانی سے حل کر سکتے ہیں بہ نسبت ترجمے کے مشیروں کے جن کا تعلق اُس ثقافت سے نہیں ہوتا۔

مستعار الفاظ اور تراکیب ساری زبانوں میں عام ہیں (مثلاً avocado [ایک قسم کی ناشپاتی] اور tomato [ٹماٹر]۔ وسطی میکسیکو کے ایک قبیلہ کی ''ایذٹک'' [Aztec] زبان کے لفظ ہیں)۔ یہ نادر صورت حال بھی عام ہے کہ ایک واحد لفظ دو یا دو سے زیادہ مگر واضح طور پر الگ الگ مقاصد کے لئے استعمال ہوتا ہے، مثلاً تالے، پیانو، نقشہ یا مسئلہ کے حل کی ''Key'' (چابی)۔ کوئچی Quiche میں ''Tiox'' (ہسپانوی کے لفظ ''Dios'' سے مشتق) اس حقیقت کی اچھی مثال ہے۔ اِس لئے کہ یہ دوسری زبان سے مستعار لفظ ہے اور ایک سے زیادہ معانی کا حامل ہے۔ یہ نہ صرف کاتھولک کلیسیا میں مجسموں کے حوالے سے استعمال ہوتا ہے بلکہ پروٹسٹنٹ اور کاتھولک دونوں میں ''مقدس'' کے لئے استعمال ہونے والا مشترک لفظ ہے۔ جب پروٹسٹنٹ مشنریوں نے اعتراض کیا کہ اس میں اجتماع نقیضین (دو بالکل مخالف باتوں، نظریوں کا امتزاج) ہے تو مترجمین نے بات مان لی اور لفظ Taxtalic سے / کے لئے الگ یا مخصوص کیا گیا) استعمال کیا۔ مشکل یہ ہے کہ ہر معاملے میں یہ وضاحت اور صراحت کرنا مشکل ہے کہ یہ خُدا سے الگ کرنا نہیں بلکہ خُدا کے خاص استعمال کے لئے الگ کرنا کے معنٰی میں استعمال ہُوا ہے۔ ترجمے میں اِسے کئی مختلف طریقوں سے واضح کرنا پڑتا ہے۔ جس میں یہ کہنا بھی شامل ہے کہ اس شخص / چیز کو گناہ یا ناپاکی یا کھوٹ سے الگ کیا گیا ہے۔ یہ مسئلہ اِس وجہ سے بھی خاص طور پر مشکل ہو جاتا ہے کہ خود لفظ پاک کے ایک سے زیادہ معنی ہیں۔ بعض اوقات یہ

اخلاقی پاکیزگی کے معنی رکھتا ہے "ایسے پاک ہو جیسا میں پاک ہوں"، بعض اوقات کسی خاص منصب (کاہن)، یا خصوصی استعمال یا خُدا کے ساتھ وابستہ ہونے (ہیکل کی چیزیں/ خیمہ اجتماع کی چیزیں/ جلتی ہوئی جھاڑی کے پاس کی زمین) کا مفہوم رکھتا ہے۔

کومل بیانی

کومل بیانی کا ترجمہ کرنے کا مسئلہ بہت جانا پہچانا اور مانا ہُوا مسئلہ ہے لیکن ترجمے کے اکثر منصوبوں میں اِسے خاطر خواہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ کومل بیانی وہ شائستہ اور لطیف متبادل ہے جو اِس بات یا اسلوب کی جگہ استعمال ہو جسے عامیانہ، سوقیانہ، متبذل، غیر اخلاقی سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً موت، جنسی تعلق، بدنی اعضا کے کام۔ بعض اوقات تعظیمی انداز میں بولنے کے نظام سے بھی گہرا تعلق ہوتا ہے مثلاً بائبل میں خُدا کا نام۔ کومل بیانی ماخذ زبانوں کے متون اور ماخوذ زبانوں کی ثقافتوں میں اِس سے کہیں زیادہ مروّج و مستعمل ہے جتنی ماضی میں مانی جاتی تھی۔

دراصل کومل بیانی اصل یا مخصوص لفظ یا ترکیب کو استعمال کرنے سے گریز یا احتراز ہوتا ہے کیونکہ کومل بیانی موضوع کو چھپاتی نہیں بلکہ اِس طریقے اور الفاظ میں بیان کرتی ہے جسے معاشرہ شائستہ سمجھتا اور قبول کرتا ہے۔ اصل یا مخصوص الفاظ کے استعمال سے احتراز سے زبان کے نظام زیادہ پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ اِس کا تعلق ہمیشہ تعظیم، عزت/ شرم سے ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ ثقافتی سطح پر شروع ہوتا ہے۔ پاک کلام کے کسی بھی ترجمے میں عموماً تین یا چار ثقافتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ اوّل، متن کی ثقافت جو بائبل کے مختلف حصوں میں مختلف ہوتی ہے لیکن کسی خاص حصہء کلام کے لئے اِس کا تعین کرنا کم و بیش ممکن ہوتا ہے۔ دوسری، مشنری یا ترجمے کے مشیر کی ثقافت جو عموماً یورپ یا شمالی امریکہ کا فرد ہوتا ہے۔ اگرچہ بائبل سوسائٹیز ترجمے کے مشیر دُنیا کے مختلف ملکوں سے بھرتی کرتی ہیں مگر پاک کلام کے متن کے تعلق سے اُن مشیروں کے رویّے عموماً مغربی تعلیم اور تربیت کی چھلنی سے چھن کر تشکیل پا چکے ہوتے ہیں۔ تیسرا کوئی درمیانی ہوتا ہے جو ثقافتوں کے اشتراک کا کام کرتا ہے اور جس کے وسیلے سے ہم مقامی مترجمین سے بات چیت کرتے ہیں۔ مثلاً لاطینی امریکہ میں ہسپانوی ثقافت ملک کی ثقافت ہے چوتھے خود مترجم کی ثقافت ہے۔

اِس میں شک نہیں کہ یہ حقیقت ہی بعض افراد کی حوصلہ شکنی کرے گی کہ ترجمے کے کام میں ہاتھ

لیکن یہاں ایک نکتہ بہت اہم ہے۔ یہ ہے "ویٹو" (Veto) کا اصول یعنی حقِ استرداد کا اُصول، یعنی اگر کوئی بات اِن چاروں میں سے کسی ایک ثقافت کو ٹھیس پہنچاتی ہے تو امکان ہے کہ ترجمے میں اُسے گوارا بنا دیا جائے گا۔ ماخوذ زبان کو بہر صورت یہ حق حاصل ہونا چاہئے مگر ایسے معاملے میں بقیہ دو یا تین سے بھی بات منوا لینی چاہئے۔ جہاں تک کومل بیانی کا تعلق ہے اصل ثقافتوں کو بھی یہ حق حاصل ہونا چاہئے تاوقتیکہ ترجمے میں کومل بیانی کو قائم رکھنے کا الٰہیات کا کوئی پکا اور مضبوط جواز موجود نہ ہو۔

اِس رجحان کی ایک مثال پیدائش ۱۸: ۱۲ ہے جہاں سارہ کہتی ہے۔ "کیا اِس قدر عمر رسیدہ ہونے پر بھی میرے لئے شادمانی ہو سکتی ہے حالانکہ میرا خاوند بھی ضعیف ہے؟" یہاں شادمانی سے مراد شوہر کے ساتھ جنسی ارتباط کا لطف ہے، بچہ ہونے کی خوشی نہیں ہے۔ ایک اَور مثال پیدائش ۲۴: ۲، ۹ ہے جہاں ابرہام اپنے نوکر سے کہتا ہے "اپنا ہاتھ ذرا میری ران کے نیچے رکھ کر..."۔ مزید مثال پیدائش ۴۷: ۲۹ ہے جہاں یعقوب اپنے بیٹے یوسف سے کہتا ہے "تو اپنا ہاتھ میری ران کے نیچے رکھ اور..."۔ عضوِ تناسل کے لئے لفظ "ران" کا استعمال عبرانی میں کومل بیانی ہے۔ پھر عبرانی کی اِس کومل بیانی کو ترجمہ میں تبدیل کر دیا جاتا ہے تاکہ ماخوذ زبان میں ممکنہ طور پر ہم جنس پرستی کا مفہوم پیدا نہ ہو اور ناشائستگی محسوس نہ ہو۔ پرانے عہدنامے میں متعدد اَور بھی کومل بیان ہیں مثلاً مَردیا عورت کے عضوِ تناسل کے لئے لفظ "پاؤں" کا استعمال۔

ایک اَور مثال ہے جو سرسری نظر میں سامنے نہیں آتی۔ یہ موقع ہے جب یوسف اپنے بھائیوں کے ساتھ ضیافت میں شریک ہے (پیدائش ۴۳: ۳۴)۔ متن کہتا ہے "اُنہوں نے مے پی اور اُس کے ساتھ خوشی منائی"۔ مے پینے اور خوشی منانے کے ایک ساتھ ذِکر کا دوسرے مقام پر یقینی مطلب متوالے ہونا ہے اور دوسرے مقامات پر تو اِسے واضح رکھا گیا ہے لیکن یہاں اکثر تراجم ماخذ کی نسبت زیادہ محتاط ہیں۔

ثقافتی عوامل

ایک ترجمہ ہے جس میں ماخذ زبان کا اسلوب اور ہیئت قائم رہتے ہیں اور پھر بھی معانی واضح ہوتے ہیں۔ دوسرا ترجمہ ماخذ زبان کے اتنا مماثل ہوتا ہے کہ متن کو خاطر خواہ طور پر سمجھنے کے لئے قاری کو ماخذ زبان سے بخوبی واقف ہونے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اِن دونوں قسم کے تراجم کے درمیان لطیف سا فرق ہے۔ اِسی طرح دو اَور تراجم میں بھی لطیف سا فرق ہے، ان میں سے ایک ہے تفاعلی مترادف ترجمہ جو پھر بھی صحیح ہوتا ہے۔ دوسرا ترجمہ ماخوذ زبان کے اتنا قریب مماثل ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی

طرح متن کے مدعا و مقصد سے مفاہمت کرلی جاتی ہے۔

ناقابلِ فہم متون لفظی یا رسمی ترجمے کا نتیجہ ہوتے ہیں جو ماخذ زبانوں کے بہت قریب یا مماثل ہوتا ہے۔ غلط زمانی اور ثقافتی تراجم اُس ترجمے کا نتیجہ ہوتے ہیں جس میں ماخوذ زبان پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے اور اصل متون کو پہنچنے والے نقصان کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ بائبل کے زمانے کے لوگوں کا طرزِ زندگی اور تمدن آج کل کے بائبل کے علما کے طرزِ زندگی اور تمدن سے بالکل فرق تھا تاہم اُن لوگوں کے طرزِ زندگی اور تمدن سے بہت زیادہ فرق نہ تھا جن کے لئے آج کل نئے تراجم کئے جارہے ہیں۔ اِس کے باوجود کسی دوسرے تمدن یا ثقافتی پہلو کے علم اور مختلف قدیم یا جدید روایتی معاشروں کے درمیان اہم اختلافات سے واقفیت کے باعث صحت معانی اور فطری پن کے درمیان خط کو پار کرنے کے اثرات کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔

اِس توازن کو قائم رکھنے کا رہنما اصول یہ ہے کہ جائزہ لیا جائے کہ ماخوذ متن میں الفاظ کے لغوی معانی میں استعمال کی سطح یا معیار کیا ہے۔ کیا متن کوئی لغوی عمل بیان کررہا ہے اِس میں اُسلوب یا انداز کا عمل دخل نہ ہوگا) یا استعارہ یا زبان کے دیگر غیر لغوی استعمال کے ذریعے سے کوئی ایسی بات پیش کررہا ہے جس میں الفاظ لغوی معانی نہیں دیتے؟ بہت حالات میں یہ سوال واضح ہوتا ہے جبکہ بعض حالات میں اِس کا تعین کرنا مشکل ہوتا ہے۔ جہاں واضح ہو وہاں اُصول بھی واضح ہے۔ زبان جتنی کم لغوی ہوگی مترجم کو مطابقت پیدا کرنے کی اتنی ہی آزادی ہوگی۔

جب زبور نویس کہتا ہے کہ مَیں اِنسان نہیں کیڑا ہوں تو مترجم اِس کی جگہ ''خاک'' یا کوئی اور موزوں استعارہ استعمال کرسکتا ہے۔ البتہ جب متن یہ تاکید کرتا ہے کہ ابرہام نے نوکر کو قسم کھلانے کی خاطر کہا کہ ''اپنا ہاتھ میری ران کے نیچے رکھ'' تو اِس کا ترجمہ ''ہاتھ ملانا'' (یا کوئی اور اِس کے مساوی حرکت) ہو تو یہ اُس بات کی صریح خلاف ورزی ہے جو متن کہتا ہے کہ حقیقت میں واقع ہوئی اور جو قدیم زمانے میں بطور رسم رائج تھی اور بعض ثقافتوں میں اب بھی رائج ہے۔ بعض اوقات اِس قسم کے معاملات کو ثقافتی مزاحمت کا سامنا ہوتا ہے اور ضرور ہے کہ اُن کا ترجمہ از روئے جنس کیا جائے (اُنہوں نے سنجیدہ وعدہ کیا) اور ساتھ نوٹ دیا جائے کہ ''لغوی معنیٰ اُس نے اپنا ہاتھ اس کی ران کے نیچے رکھا۔ یہ وعدہ کرنے کا قدیم طریقہ تھا''۔

جب بائبل روٹی اور مے کا ذکر استعاراتی یا غیر لغوی معنٰی میں کرتی ہے تو اس کی جگہ مقامی اصطلاحات استعمال کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہی عمل کرتی ہوں جو بائبل کے متن میں ہے۔ چنانچہ پیدائش ۱۹:۳ اور دیگر مقامات پر جہاں روٹی (بعض اوقات مے کے ساتھ) عمومی معنٰی میں خوراک کے لئے استعمال ہوا ہے وہاں بعض تراجم میں beans اور tortillas (ترتلا [میکسیکو] توے پر پکی ہوئی مکئی کی روٹی اور دال) کیونکہ وہاں یہ وہی کردار ادا کرتی ہیں جو بائبل کی ثقافتوں میں روٹی اور مے کرتی تھیں۔ البتہ ایسے معاملات میں بھی جب حوالہ کافی مشہور ہو مثلاً دُعائے ربانی میں "ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے" تو متبادل لفظ استعمال کرنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ وہ قارئین مزاحمت کریں گے جو جانتے ہیں کہ متن میں روٹی ہونا چاہیے۔ دوسری صورت میں جب سیاق وسباق لغوی ہو جیسے پیدائش ۱۹:۳، جہاں روٹی کے لغوی معنٰی کو اسم صفت بے خمیری کے استعمال سے نمایاں کر دیا گیا ہے، وہاں متبادل لفظ کے استعمال سے ایسی غلط زمانی پیدا ہو جائے گی جو اپنی طرف متوجہ کرے گی اور مزید مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اس صورت میں یہی بہتر ہوتا ہے کہ ثقافتی لحاظ سے امتیازی اصطلاحات کی کسی نہ کسی طرح وضاحت کر دی جائے۔

مذکورہ بالا مسئلہ مقامی ثقافت کی سطح پر اَور بھی پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ بہت سی مایائی زبانوں میں روٹی کا ترجمہ "waj" یا "Kaxlan waj" کیا جا سکتا ہے۔ پہلی اصطلاح کا لغوی مطلب ہے مکئی کے آٹے سے بنائی گئی کوئی چیز، جبکہ دوسری اصطلاح کا لغوی مطلب ہے "غیر ملکیوں کی waj" اور اس سے مراد ہوتی ہے گندم سے مقامی طور پر تیار کی گئی میٹھی (ڈبل) روٹی جو اُن لوگوں میں بہت پسند کی جاتی ہے جو یورپی ثقافت سے متاثر ہیں۔ دوسری طرف جہاں روٹی سے مراد خوارک ہو وہاں "waj" بہتر حرکی مترادف ترجمہ ہوگا۔ مگر جب لغوی معنٰی زیادہ اہم ہوں گے یا مفہوم (حوالہ) بہت جانا پہچانا ہوگا وہاں "Kaxlan waj" گندم سے بنائے جانے کے معنٰی کو قائم رکھے گا (حالانکہ بائبل کے زمانے میں گندم کی نسبت جو کا استعمال زیادہ عام تھا) اور جہاں زمانی اور مکانی لحاظ سے نہیں ہونا چاہیے وہاں "مکئی" کے معنی شامل نہیں ہوگا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ "Kaxlan waj" بنیادی غذا نہیں بلکہ اس سے مراد مقامی نفیس غذا ہے۔ ایسی صورت میں یہ مشورہ دینے کی آزمائش بھی آتی ہے کہ لفظ "pan" مستعار لے لیا جائے جو ہسپانوی زبان میں روٹی کے معنٰی رکھتا ہے۔ مگر مقامی زبان بولنے والے اعتراض کریں گے

کہ غیر ملکی یا غیر زبان کا لفظ مستعار لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ "waj" اور "Kaxlan w aj" دونوں مقامی اصطلاحات ہیں جو مفہوم کو ادا کرتی ہیں (مگر اس معاملے میں شاید ایسی اچھی طرح ادا نہیں کرتیں)۔

حاصل کلام

بائبل کا ترجمہ کرنے میں بہت سے عملی مسائل اور حقیقی مشکلات موجود ہیں۔ سطور بالا میں ہم نے صرف چند ایک مسائل کا ذکر کیا ہے۔ اکثر مسائل کے ایک سے زیادہ پہلو ہوتے ہیں اور کسی خاص مسئلے کے حل کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ متحارب اصولوں کا احتیاط سے موضوعی جائزہ لیا جائے اور اہمیت کا تعین کیا جائے۔ تعین کرنے کے اِس عمل کی کلید وہ لوگ ہوتے ہیں جو وہ ماخوذ زبان بولتے ہیں جو بہت جلد اُن امکانات کو نامنظور کر سکتے ہیں جنہیں درست اصول خیال کیا گیا تھا۔ صرف مقامی قارئین ہی پہچان سکتے اور فیصلہ دے سکتے ہیں کہ زبان کا معیار صحیح ہے یا نہیں۔ وہی اِس امر کی پیش بینی کر سکتے ہیں کہ جس جماعت یا جماعتوں کے لئے ترجمہ کیا گیا ہے اُن کی طرف سے اِس کے مختلف پہلوؤں کی کیسی اور کتنی مزاحمت ہوگی۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جنہیں پہلے اچھے حل مان لیا گیا تھا وہی ایسی مشکلات ثابت ہوتے ہیں کہ زیر بحث حصہء کلام کا تسلی بخش ترجمہ کرنا ممکن معلوم نہیں ہوتا ہے۔ البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ دُنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں کئے گئے جدید تراجم پر ایک نظر ڈالی جائے تو تقریباً ہر شخص قائل ہو جائے گا کہ بلند معیار حاصل کرنے کی کوششوں سے اگر کامل نہیں تو اچھے نتائج ضرور حاصل ہوئے ہیں۔

بائبل کی شاعری کا ترجمہ

لائنیل زوگبو اور ارنسٹ وینڈ لینڈ

۱.۱- شاعری کیا ہے؟

علما میں شاعری کی معیاری تعریف پر اتفاقِ رائے نہیں ہے۔ اُن کے پاس کوئی ایک ایسی تعریف نہیں جس کا اطلاق ساری زُبانوں پر یا کسی ایک زُبان مثلاً انگریزی یا عبرانی کی شاعری کے سارے پہلوؤں پر ہو سکے۔ پہلا سوال جو ہم پوچھ سکتے ہیں یہ ہے: کیا شاعری عالمگیر ہے؟ دُوسرے لفظوں میں کیا شاعری دُنیا کی ہر تہذیب اور ہر زُبان میں پائی جاتی ہے؟

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر زُبان میں شاعری کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور موجود ہے۔ مغربی تہذیب میں شاعرانہ تصانیف کی ایک طویل تاریخ موجود ہے۔ مثلاً یونانیوں کی قدیم رزمیہ شاعری مثلاً the Illiad اور the Odyssey۔ قرونِ وسطیٰ میں علوم وفنون کا احیاء ہُوا۔ اُس دَور میں شیکسپیئر کے "سانیٹ" (Sonnet) سے موجودہ دور میں گیتوں تک جو ہر روز ریڈیو اور ٹی۔ وی پر نشر ہوتے ہیں شاعری کی کئی صورتیں نظر آتی ہیں۔ مشرق اور مشرقِ وسطیٰ میں شاعرانہ تصانیف کی تاریخ اِس سے بھی لمبی ہے۔ لیکن ساری دُنیا میں اَن پڑھ معاشروں میں بھی شاعری موجود رہی ہے اور اب بھی ہے۔ آسٹریلیا، مائکرونیشیا، افریقہ اور جنوبی امریکہ اِس کی مثالیں ہیں۔ اگر چہ اِن تہذیبوں کی نظمیں اور گیت تحریری صورت میں موجود نہیں ہیں مگر سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں کو منتقل ہوتی آئی ہیں اور آج بھی سنی جا سکتی ہیں۔

۱.۱.۱- شاعری کی خصوصیات

اگر چہ شاعری کی تعریف کرنا آسان نہیں تو بھی اِسے پہچاننا آسان ہے۔ شاعری کی ہیئت اور شکل و صورت ہر زُبان میں الگ اور فرق ہے مگر ہر تہذیب یا ثقافت میں ایک خاص قسم کی زُبان موجود ہوتی ہے جو اپنی جمالیاتی خصوصیت، سننے میں دلکشی، احساس و جذبے سے معمور ہونے کے باعث عام روزمرہ کی زُبان سے الگ پہچانی جاتی ہے۔ علما نے شاعری کی چند عالمگیر خصوصیات کی تعریف و تصریح کرنے کی

کوشش کی ہے اور تعین کیا ہے کہ شاعری نثر سے کیسے الگ اور فرق ہے۔ نثر زُبان کی وہ تحریری صورت ہے جو روزمرہ یعنی عام بول چال کی زُبان کے مشابہ ہوتی ہے۔ اگرچہ شاعری کی بہت سی نمایاں اور امتیازی خصوصیات پیش کی گئی ہیں مگر یہاں ہم صرف چند نہایت اہم خصوصیات کا ذِکر کریں گے۔

شاعری کی ایک نہایت اہم خصوصیت جو اِسے عام بول چال سے ممیز کرتی ہے وہ ''بولنے کا مقصد و مدعا'' ہے۔ بول چال کے عام اُسلوب یا سادہ تحریری نثر میں کوئی شخص اپنا پیغام کسی ایک شخص یا ایک گروہ کو بتانے یا سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ زُبان کی وضع یا ہیئت اہم ہوسکتی ہے لیکن پیغام کے لئے ضروری نہیں ہوتی۔ مگر شاعری میں پیغام کی ہیئت نمایاں ہوتی ہے۔ الفاظ اور اُن کے اُسلوبِ استعمال کو نمایاں کیا جاتا تھا۔ جب منتخب الفاظ کو اِس انداز سے ترتیب دِیا جائے کہ معانی، آواز اور بحر (وزن) کے امتزاج سے خاص جذباتی تاثر پیدا ہو تو اِسے شاعری کہتے ہیں۔ عظیم افریقی امریکی شاعر لینگسٹن ہف نے کیا خوب کہا ہے کہ ''لوگ کیسے محسوس کرتے ہیں'' یہ نہیں کہ ''لوگ کیا سوچتے ہیں''۔

شاعری کی تعریف کرنا اور اِس کا ترجمہ مشکل ہے کیونکہ یہ روزمرہ کی بول چال اور تجربے کے باہمی عمل سے بالاتر اور ماورا ہوتی ہے۔ یہ ہمیں رُلانے، ہنسانے اور ہمارے ایمان کی حوصلہ افزائی کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ شاعری ہر معاشرے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ شاعری ایک قیمتی اثاثہ مانی جاتی ہے اور بڑی احتیاط سے محفوظ رکھی جاتی ہے۔ تعلیم یافتہ معاشرے میں اِسے لکھ لیا جاتا ہے اور بار بار پڑھا جاتا ہے۔ اَن پڑھ معاشروں میں شاعری حفظ کرلی جاتی ہے اور بار بار بولنے اور سننے سنانے کے عمل سے نسل در نسل آگے منتقل کی جاتی ہے۔ بہت سی تہذیبوں میں شاعری نے نہایت اہم روایات کو محفوظ رکھا ہے مثلاً اُس تہذیب کی شروعات، اُس کی تاریخ اور اُس کے متبرک اعتقادات۔ شاعری فرد یا گروہ کے گہرے محسوسات کا اظہار کرتی ہے۔

شاعری کی ایک اَور امتیازی خصوصیت ہے ''تکرار''۔ اِسی سے ہم پہچانتے ہیں کہ زیرِ نظر اُسلوبِ بیان عام اُسلوب سے فرق ہے۔ اِسی سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارا واسطہ اُس چیز سے ہے جسے بعض لوگ ''ارفع اُسلوب'' یا ''شستہ اُسلوب'' کہتے ہیں۔ تکرار میں زُبان کے بہت سے مختلف عناصر شامل ہوسکتے ہیں مثلاً ایک مصرع یا چند مصرعوں کا مجموعہ (بند)، ایک لفظ یا چند لفظوں کا مجموعہ، کوئی آواز یا جزو لفظ اور بعض اوقات کوئی معنیٰ۔ انگریزی شاعری میں اِن میں سے ہر قسم کی تکرار پائی جاتی ہے۔ اِن میں سے کئی

ایک تو ہر زُبان کی شاعری میں پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر زبور ۱۳۰: ۵-۶ میں موضوع، مصرع اور لفظ کی خوبصورت تکرار پائی جاتی ہے۔

مَیں خُداوند کا انتظار کرتا ہوں۔ میری جان منتظر ہے

اور مجھے اُس کے کلام پر اعتماد ہے۔

صبح کا انتظار کرنے والوں سے زیادہ

ہاں صبح کا انتظار کرنے والوں سے کہیں زیادہ

میری جان خُداوند کی منتظر ہے۔

اصل متن میں الفاظ اور مصرعوں کی تکرار کے علاوہ بہت سے صوتی ہم آہنگی والے حروف کی تکرار بھی موجود ہے۔ اِس سے نظم کو عبرانی زُبان میں سننے میں اَور بھی دلکشی اور خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ کسی بھی ترجمے میں وہ بات پیدا نہیں ہوتی۔

شاعری کی ایک اَور خصوصیت اُس کی مجازی یا استعاراتی زُبان ہے۔ مندرجہ بالا اشعار میں مصنف کہہ رہا ہے کہ میری جان خُداوند کی منتظر ہے جبکہ عام زُبان میں وہ کہہ سکتا تھا کہ ''مَیں'' منتظر ہوں۔ وہ اپنے آپ کو رات کو پہرہ دینے والے سے تشبیہ دیتا ہے جو اپنی باری کے ختم ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔ اُسے یقین ہے کہ خُدا میری مدد کو آئے گا جیسے پہریدار کو یقین ہوتا ہے کہ صبح ہوگی اور سورج نکلے گا۔ استعاراتی زُبان سے شاعر نے اپنے ایمان کی وہ تصویر کھینچی ہے جسے بھلانا ممکن نہیں۔

شاعری کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ مصرعوں میں ترتیب دی جاتی ہے اور یہ مصرعے خاص بحروں یا اوزان میں ہوتے ہیں۔ اِسے ''کلامِ موزوں'' بھی کہتے ہیں۔ اِس کا اطلاق نہ صرف شاعری کی تحریری ہیئت پر بلکہ زُبانی ہیئتوں پر بھی ہوتا ہے۔ جب شاعر یا علما شاعری کی زُبانی ہیئتوں کو لکھتے ہیں تو الفاظ متوازن مصرعوں کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ اُن مصرعوں میں حرکت اور سکون کی مقررہ ترتیب سے ایک متوازن تال یا لَے پیدا کی جاتی ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ جسے ایک زُبان میں شاعری مانا جاتا ہے شاید دُوسری زُبان میں اُسے شاعری نہ مانا جائے۔ بعض زُبانوں میں مثلاً لاطینی اور یونانی میں مصرعوں کے اندر حرکت اور سکون کے پیچیدہ نظام ہوتے ہیں جنہیں ملا کر اور ترتیب دے کر رزمیہ نظمیں (طویل منظوم داستانیں)

بنتی ہیں۔ استوائی خطے کے ''کوٹ ڈی آئیوور'' (Cote d' Ivoire) کے گھنے جنگلوں میں ایک نسلی گروہ آباد ہے جنہیں ''گوڈیز'' (Godies) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اُن کی شاعری چھوٹے چھوٹے مصرعوں میں ہوتی ہے جو بار بار دہرا کر گائے جاتے ہیں۔ جاپان میں صرف پانچ الفاظ کو ایک مخصوص ترتیب میں رکھنے سے ایک نظم بن سکتی ہے۔ جو بات الفاظ کو شاعرانہ یا خوبصورت بنا دیتی ہے وہ ہے زُبان کی تخصیصی تعمیل یعنی ہر زُبان کی ترتیب کی اپنی اپنی ہیئتیں، اپنے اپنے اسالیب، خوبصورتی اور دلکشی کے اپنے معیار اور پیمانے ہیں۔

نظم اور نثر میں فرق بھی زُبان کی تخصیصی تعمیل سے ہوتا ہے۔ بعض علما تو کہتے ہیں کہ اِن دونوں کی درمیانی حد کئی دفعہ واضح نہیں ہوتی بلکہ اسالیب یا ہیئتوں کا ایک رواں سلسلہ ہوتا ہے جس کے ایک سرے پر غیر رسمی یا عام بول چال کی نثر اور دُوسرے سرے پر کلاسیکی شاعری ہوتی ہے۔ بعض زُبانوں میں ''آزاد نظم'' (شاعری جو نثر جیسی ہوتی ہے) اور ''شعری نثر'' (نثر جو بعض صورتوں میں شاعری جیسی ہوتی ہے) دونوں ہوتی ہیں۔ مگر اس کی تعریف یا صراحت کر سکیں یا نہ کر سکیں بولنے والے اکثر و بیشتر صورتوں میں اپنی زُبان میں نظم اور نثر میں امتیاز کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔

۲.۱.۱-عبرانی نثر اور نظم میں فرق

نظم اور نثر میں فرق کی ایک اچھی مثال خود پُرانے عہدنامہ سے ملتی ہے۔ خروج کی کتاب میں دو متون ہیں جو ایک ہی واقعے کا بیان کرتے ہیں۔ باب ۱۴ میں نثر میں بیان ہُوا ہے کہ جب مصر کے بادشاہ نے بالآخر حتمی فیصلہ کر لیا کہ اسرائیلیوں کو اپنے ملک سے نکل جانے دے گا تو کیا ہُوا تھا۔ یہ ایک منظم اور ولولہ انگیز بیان ہے جس میں مکالمہ بھی ہے (۱۴: ۱-۵) اور جغرافیائی تفصیل بھی ہے (۱۴: ۲)۔ بیان کا آغاز پس منظر کے ذِکر سے ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہے۔ پھر تجسس کا مرحلہ آتا ہے (۱۴: ۱۰)، اس کے بعد بیان نقطہء عروج کو پہنچتا ہے جہاں خُدا کے رہائی کے عظیم کام کو نمایاں کیا گیا ہے (۱۴: ۳۰) اور پھر تجربے کا نتیجہ پیش کیا گیا کہ لوگوں کا خُدا پر ایمان مضبوط ہُوا (۱۴: ۳۱)۔ ذیل میں ہم اُردو بائبل کے الفاظ میں اس بیان کے چیدہ چیدہ اقتباس پیش کرتے ہیں۔

جب فرعون نزدیک آ گیا تب بنی اِسرائیل نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا کہ مصری اُن کا پیچھا کیے چلے

آتے ہیں اور وہ نہایت خوفزدہ ہو گئے...

پھر موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اُوپر بڑھایا اور خُداوند نے رات بھر تند پوربی آندھی چلا کر اور سمندر کو پیچھے ہٹا کر اُسے خشک زمین بنا دیا اور پانی دو حصے ہو گیا۔ اور بنی اِسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے اُور ان کے دہنے اور بائیں ہاتھ پانی دیوار کی طرح تھا۔ (۱۴: ۱۰، ۲۱: ۲۲)

اور مصریوں نے تعاقب کیا اور فرعون کے سب گھوڑے اور رتھ اور سوار اُن کے پیچھے پیچھے سمندر کے بیچ میں چلے گئے اور رات کے پچھلے پہر خُداوند نے آگ اور پانی کے ستون میں سے مصریوں کے لشکر پر نظر کی اور اُن کے لشکر کو گھبرا دیا اور اُس نے اُن کے رتھوں کے پہیوں کو نکال ڈالا۔ سو اُن کا چلانا مشکل ہو گیا۔ تب مصری کہنے لگے آؤ ہم اِسرائیلیوں کے سامنے سے بھاگیں کیونکہ خُداوند اُن کی طرف سے مصریوں کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ (۲۳-۲۵)

اور خُداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھا تا کہ پانی مصریوں اور اُن کے رتھوں اور سواروں پر پھر بہنے لگے۔ اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اُوپر بڑھایا اور صبح ہوتے ہوتے سمندر پھر اپنی اصلی قوت پر آ گیا اور مصری الٹے بھاگنے لگے اور خُداوند نے سمندر کے بیچ ہی میں مصریوں کو تہ و بالا کر دیا۔ اور پانی پلٹ کر آیا اور اُس نے رتھوں، سواروں اور فرعون کے سارے لشکر کو جو اِسرائیلیوں کا پیچھا کرتا ہُوا سمندر میں گیا تھا غرق کر دیا اور ایک بھی اُن میں سے باقی نہ چھوٹا۔ پر بنی اِسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے اور پانی اُن کے دہنے اور بائیں دیوار کی طرح رہا۔ (۲۶-۲۹)

سو خُداوند نے اُس دِن اِسرائیلیوں کو مصریوں کے ہاتھ سے اِس طرح بچایا اور اسرائیلیوں نے مصریوں کو سمندر کے کنارے مرے ہوئے پڑے دیکھا۔ اور اِسرائیلیوں نے وہ بڑی قدرت جو خُداوند نے مصریوں پر ظاہر کی دیکھی، وہ لوگ خُداوند سے ڈرے اور خُداوند پر اور اُس کے بندہ موسیٰ پر ایمان لائے۔ (۳۰-۳۱)

دُوسری طرف اگلے باب میں اِسی واقعے کا بیان نظم (شاعری) میں ہے جسے ''رہائی کا گیت'' کہا جاتا ہے (خروج باب ۱۵)۔ یہ عبارت نثری بیان سے حیرت انگیز اور مؤثر طور پر فرق ہے۔ ذیل میں ہم اس نظم کا کچھ حصہ درج کرتے ہیں (اُردو بائبل کے مطابق)۔

۱- مَیں خُداوند کی ثنا گاؤں گا
کیونکہ وہ جلال کے ساتھ فتح مند ہُوا۔
اُس نے گھوڑے کو سوار سمیت سمندر میں ڈال دیا
۲- خُداوند میرا زور اور راگ ہے۔ وہی میری نجات بھی ٹھہرا۔
وہ میرا خُدا ہے۔ مَیں اُس کی بڑائی کروں گا۔
وہ میرے باپ کا خُدا ہے۔ مَیں اُس کی بزرگی کروں گا۔
۳- خُداوند صاحبِ جنگ ہے۔ یہوواہ اُس کا نام ہے
۴- فرؔعون کے رتھوں اور لشکر کو اُس نے سمندر میں ڈال دِیا۔
اور اُس کے چیدہ سردار بحرِ قلزم میں غرق ہوئے۔
۵- گہرے پانی نے اُن کو چھپالیا۔
وہ پتھر کی مانند تہ میں چلے گئے۔
۶- اَے خُداوند! تیرا دہنا ہاتھ قدرت کے سبب سے جلالی ہے۔
اَے خُداوند تیرا دہنا ہاتھ دُشمن کو چکنا چور کر دیتا ہے۔
۷- تُو اپنی عظمت کے زور سے اپنے مخالفوں کو تہ و بالا کرتا ہے۔
تُو اپنا قہر بھیجتا ہے اور وہ اُن کو کھونٹی کی مانند بھسم کر ڈالتا ہے
۸- تیرے نتھنوں کے دَم سے پانی کا ڈھیر لگ گیا
سیلاب تودے کی طرح سیدھے کھڑے ہو گئے
اور گہرا پانی سمندر کے بیچ میں جم گیا۔
۹- دُشمن نے تو یہ کہا تھا مَیں پیچھا کروں گا۔
مَیں جا پکڑوں گا۔ مَیں لُوٹ کا مال تقسیم کروں گا۔
اُن کی تباہی سے میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوگا۔
مَیں اپنی تلوار کھینچ کر اپنے ہی ہاتھ سے اُن کو ہلاک کروں گا۔
۱۰- تُو نے اپنی آندھی کی پھونک ماری تو سمندر نے اُن کو چھپالیا۔

وہ زور کے پانی میں سیسے کی طرح ڈوب گئے۔

۱۱۔معبودوں میں اَے خُداوند۔ تیری مانند کون ہے؟

کون ہے جو تیری مانند اپنے تقدّس کے باعث جلالی

اور اپنی مدح کے سبب سے رعب والا اور صاحب کرامات ہے؟

۱۲۔تُو نے اپنا دہنا ہاتھ بڑھایا

تو زمین اُن کو نگل گئی...

اِن دونوں متون کی امتیازی خصوصیات کو دیکھنے اور پہچاننے کے لئے ادبیات کے کسی ماہر یا عبرانی زُبان کے کسی عالم کی ضرورت نہیں۔ سب سے پہلے بآسانی نظر آتا ہے کہ نظم چھوٹے چھوٹے مصرعوں میں جو عموماً ایک دُوسرے کے متوازی ہیں ترتیب دی گئی ہے جبکہ نثری بیان میں ایسا نہیں ہے۔ دُوسرا، دونوں متون میں بولنے کا مقصد و مدعا الگ الگ ہے۔ نظم کے الفاظ شخصی اور زوردار ہیں (واحد متکلم "میں" کے اِستعمال پر غور کریں)۔ اِن کا مقصد کوئی کہانی بیان کرنا اور تاریخی معلومات فراہم کرنا نہیں ہے۔ یہ الفاظ پُرزور جذباتی پکار ہے کہ نجات بخش خُدا کی تعریف اور ستائش کرو (آیت ۱۱-۱۲)۔ یہ الفاظ اور زُبان سے خوشی و شادمانی کا اظہار ہے جس کا رُخ خُدا کی طرف ہے۔

اشعار کے مصرعے بحر میں ہیں، یہ خصوصیت تھوڑی بہت اُردو ترجمے میں بھی نظر آتی ہے۔ بعض مصرعے ماقبل مصرعوں کے موضوع پر مبنی ہیں اور اِس کے پیغام کو پُرزور انداز میں پیش کرتے ہیں (آیت ۲ب)۔

"وہ میرا خُدا ہے۔ مَیں اُس کی بڑائی کروں گا۔

وہ میرے باپ کا خُدا ہے۔ میں اُس کی بزرگی کروں گا۔"

بعض مصرعوں میں تکرار ہے جو بہت مؤثر ہے (آیت ۱۱)۔

"معبودوں میں اَے خُداوند۔ تیری مانند کون ہے؟

کون ہے جو تیری مانند...؟"

یہ عبارت استعاروں اور صنائع بدائع سے بھری ہوئی ہے۔ "دُشمنوں کو سمندر میں ڈال دیا" (۱)، "پانی کا ڈھیر لگ گیا" (۸)، دُشمن "پتھر کی مانند تہ میں چلے گئے" (۵)، وہ "سیسے کی طرح ڈوب گئے"

(۱۰) اور ''زمین اُن کو نگل گئی'' (۱۲)۔ یہاں خُدا کو ایک خاموش، سنجیدہ اور ساکت کردار کی طرح پیش نہیں کیا گیا جیسا کہ نثر میں دکھایا گیا ہے بلکہ وہ ''صاحبِ جنگ'' ہے (۳)، زبردست اور خشمناک حاکم ہے۔ وہ بشر اور فوق البشر دونوں ہے ''تیرے نتھنوں کے دَم سے'' (۸)... ''تو نے اپنی آندھی کی پھونک ماری'' (۱۰)۔ بیانیہ عبارت کی نسبت نظم میں اظہار زیادہ ملخص (خلاصہ کیا گیا) ہے مگر زیادہ زور دار اور اثر انگیز بھی ہے۔

نظم میں شرکا کا تعارف کسی منظم طریقے سے نہیں کرایا گیا، کوئی منظر ترتیب نہیں دِیا گیا اور نہ پس منظری معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے ''گھوڑے'' اور اُس کے ''سوار'' کا ذِکر آتا ہے (آیت ۱) اور کہیں آگے چل کر اُن کی خاص صراحت کی گئی ہے کہ یہ ''فرعون کے رتھ اور لشکر... اور اُس کے چیدہ سردار'' ہیں (آیت ۴)۔

علاوہ ازیں خود نظم میں واقعات زمانی ترتیب میں آگے نہیں بڑھتے۔ شاعر نے فرض کر رکھا ہے کہ سامع یا قاری واقعے کو جانتا ہے۔ واقعات بے ترتیبی سے سامنے آتے ہیں اور اُن کا ذِکر مکرر بھی ہوتا ہے۔ پہلے بند میں دُشمن سمندر میں ڈالے جاتے ہیں۔ دُوسرے بند میں گہرا پانی اُنہیں چھپا لیتا ہے۔ لیکن شاعر پھر واپس آتا اور بیان کو دوبارہ شروع کرتا ہے: —خُدا مداخلت کرتا ہے، تباہ کُن قوت دکھاتا ہے اور پانی دیوار سا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اِس کے بعد شاعر ماضی میں اُس وقت کی جھلک دکھاتا ہے جب دُشمن اسرائیلیوں کو تباہ کرنے کی سازش کر رہے تھے۔ اُن کی بار بار کی دھمکیاں تجسّس کی کیفیت پیدا کر دیتی ہیں (حالانکہ وہ بھی بے ترتیب لگتی ہیں) ''مَیں پیچھا کروں گا۔ میں جا پکڑوں گا۔ میں لوٹ کا مال تقسیم کروں گا۔ مَیں اپنی تلوار کھینچ کر...''۔ پھر سمندر اُن کو چھپا لیتا ہے اور وہ پانی میں ڈوب جاتے ہیں۔

مصر سے بچ نکلنے کے نثری بیان میں ماجرے کی ساری تفاصیل دی گئی ہیں اور واقعات منطقی اور زمانی لحاظ سے آگے بڑھتے ہیں۔ ہم سارے واقعے کے بارے میں آسانی سے سیکھ سکتے اور دوبارہ بیان کر سکتے ہیں۔ اِس کے برعکس نظم بحر، تال، تکرار، محاکات اور جذبات کا بے ترتیب مجموعہ نظر آتی ہے۔ بے شک یہ بے ترتیب مجموعہ اصل میں بہت فنکارانہ انداز میں تراشا ہُوا فن پارہ ہے۔ یہ کوئی کہانی یا واقعہ نہیں ہے بلکہ خُدا کے حضور خوشی و شادمانی، یاد آوری اور حمد و ستائش کا زبردست گیت ہے۔

البتہ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ کہیں بھی فرق فرق خصوصیات کے دو مجموعے نہیں ہیں جن میں سے

ایک مجموعہ تو نثر کی خصوصیات کا اور دُوسرا نظم کی خصوصیات کا ہے۔ مثال کے طور پر ہم نہیں کہہ سکتے کہ تکرار صرف نظم کی خصوصیت ہے اور نثر کی نہیں ہے۔ مندرجہ بالا مثال میں نثر میں بھی تکرار کا مؤثر اِستعمال کیا گیا ہے۔ ''مصریوں اور اُن کے رتھوں اور سواروں'' کی تکرار (خروج ۱۴: ۲۳، ۲۶) سے ہمیں پتہ چلتا ہے دُشمن کی شکست حتمی اور مکمل ہے۔ ''سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر ... دہنے اور بائیں ہاتھ پانی دیوار کی طرح تھا۔'' اِن جملوں کی تکرار (خروج ۱۴: ۲۲، ۲۹) اِس حقیقت کو نمایاں کرتی ہے کہ بنی اسرائیل کی رہائی ایک معجزہ تھی۔

تکرار، ضلع جگت، رعایت لفظی، استعاراتی زُبان، خطیبانہ سوال، طنز اور رمز وغیرہ جیسی خصوصیات نثر اور نظم دونوں میں پائی جاتی ہیں مگر اِن کے اِستعمال کی شدت میں فرق ہوتا ہے۔ نظم میں اِن خصوصیات کے گویا انبار ہوتے ہیں، ایک کے بعد دُوسری خصوصیت اِستعمال ہوتی چلی جاتی ہے۔ اِس وجہ سے نظم میں یہ نمایاں نظر آتی ہیں۔ یہ ہمارے حواس اور جذبات کو متاثر کرتی ہیں، سامع یا قاری کے کان اور آنکھ کو متوجہ کر لیتی ہیں اور یہ اُسلوب روزمرہ کی زُبان سے ممیّز نظر آتا ہے۔

۱.۲- کیا ایک زُبان کی نظم کا دُوسری زُبان میں ترجمہ کیا جا سکتا ہے؟

مترجم یہ سوال ضرور پوچھیں گے کہ کیا ایک زُبان کی شاعری کا دُوسری زُبان میں ترجمہ کیا جا سکتا ہے؟ دُوسرا سوال یہ ہے کہ کیا ہمیں کسی دُوسری زُبان کی شاعری کا اپنی زُبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے؟

بائبل کے ترجمے کے میدان کے علاوہ عظیم اور مشہور نظموں کا ساری دُنیا میں ترجمہ ہُوا ہے۔ اقبال کی نظموں کا ترجمہ انگریزی، روسی اور دیگر زُبانوں میں ہُوا ہے۔ یہی حال رابندر ناتھ ٹیگور کی نظموں کا ہے۔ اِسی طرح شیکسپیئر کا ترجمہ فرانسیسی، جاپانی اور سواہیلی میں ہُوا۔ فرانس کے نامور شعرا ''ارمباڈ'' (Rimband) اور ''باڈلیئر'' (Baudelaire) کی منظومات کا انگریزی اور جاپانی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ انگریزی ادب امریکی انڈین، برِصغیر پاک و ہند، سپین، چین، نائجیریا، فلپائن اور دیگر ممالک کے شعرا کی شاعری کے تراجم سے مالا مال ہے۔ یہ بات تو مسلّم ہے کہ شاعری کا ترجمہ کرنے والے بعض مترجمین محسوس کرتے ہیں کہ نظم کے ترجمے سے بسا اوقات انصاف اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ساتھ

تفصیلی حواشی دیئے جائیں۔ اِن واضح مشکلات ومسائل کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ ساری دنیا میں لوگ ترجمہ شدہ شاعری سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اِس میں بھی شک نہیں کہ شاعری کا ترجمہ کرنا قابلِ قدر مقصد ہے۔

بائبل کی شاعری کا بہترین ترجمہ اکثر اِس کی ہم پلہ شاعری ہی میں ہو سکتا ہے۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ شاعری کلام کا ایک خاص اُسلوب ہے جس میں پیغام کی ہیئت کو نمایاں اہمیت دی جاتی ہے۔ لیکن پیغام بھی اہم ہوتا ہے۔ جو کچھ شاعر کہنا چاہتا ہے وہ پیغام ہی نظم کا دل یعنی اہم ترین عنصر ہوتا ہے۔ لیکن اُسلوب یا انداز بھی اہم ہوتا ہے جس میں پیغام پیش کیا جاتا ہے۔ موسیٰ کے ''رہائی کے گیت'' کا جیسا لفظی ترجمہ اُردو میں کیا گیا ہے اُس سے ہماری بات کی تائید وحمایت ہوتی ہے۔ بحر، تال، تکرار اور دیگر صنائع بدائع کو اِس طرح قائم رکھا گیا ہے کہ سب نے مل کر خُدا کی طرف سے رہائی اور انسانوں کی طرف سے خوشی اور شادمانی کے اظہار کا بیان ایسے زوردار طریقے سے کیا ہے اور وہ نقشہ پیش کیا ہے جو اصل زبان کے قریب ترین ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے کہا یہ واقعہ نثر میں بھی بیان کیا جا سکتا ہے لیکن نثر میں نہ جذبات کی ویسی عکاسی ہو سکتی ہے نہ وہ تاثر پیدا ہو سکتا ہے۔

عبرانی بائبل میں بعض نہایت زوردار اور اہم حصے شاعری میں یا شعری ہیئت میں ہیں۔ ہمارا دھیان نہایت ہی جذبات انگیز کتاب ''زبور'' اور یسعیاہ، یوایل، یرمیاہ اور دُوسرے نبیوں کے پُرتاثیر پیغامات کی طرف جاتا ہے۔ امثال کی بحر اور وزن میں ترتیب دی گئی حکمت اور غزل الغزلات کی دلکشی اور رعنائی یاد آتی ہے۔ اِن منظومات کا ترجمہ بے حد توجہ اور احتیاط کا متقاضی ہے تاکہ اِن کا پیغام صرف سمجھنے تک محدود نہ رہے بلکہ اصل متن کی خوبصورتی اور زیبائی اور زورِ بیان کو بھی محسوس کیا جا سکے اور اس کا بھی تجربہ ہو سکے۔ اگر ہم شاعری کو نثر کی سطح پر لے آئیں تو ہو سکتا ہے کہ بائبل کے پیغام کی اثر آفرینی جاتی رہے اور واقعتاً اِس کی سچائی کو بھی ضعف پہنچے۔ شاعری یا نظم کے مصرعوں کو مستقل اور سادی نثر میں ترجمہ کرنے کا مطلب ہے کہ ہم اصل متن سے دیانتدار نہیں رہے۔ یہ حرکی مترادف یا عملی مترادف ترجمہ نہیں ہوگا۔

ماضی میں علما اور مترجمین یہ سمجھنے میں سُست رہے ہیں کہ پُرانے عہدنامہ میں شاعری کیسا اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ قمران سے ملنے والی دستاویزات جنہیں بحیرۂ مُردار کے طومار بھی کہتے ہیں۔ ان میں شعری حصے شاذونادر ہی شعری مصرعوں کی صورت میں لکھی گئی ہے۔ یونانی، لاطینی، سریانی اور ارامی

کے قدیم تراجم میں شعری مواد کو شعری مصرعوں کی ترتیب میں نہیں لکھا گیا۔ البتہ بعد کے دور کے مترجمین نے شاعری کو شعری شکل میں لکھا ہے۔ RSV (۱۹۵۲ء) پہلا انگریزی ترجمہ تھا جس میں شروع سے آخر تک بائبل کے شعری متن کو اِس انداز میں رکھا گیا۔ بیسویں صدی میں بہت سے تراجم میں اس نمونے کی پیروی کی گئی ہے۔ شعری شکل یا ترتیب سے قارئین کو پہچاننے میں مدد ملتی ہے کہ اصل کتاب میں کون کون سے حصے شعری شکل میں ہیں۔ جن حصوں میں تکرار کا استعمال کیا گیا ہے اُن کے لفظی ترجمے سے اصل متن کی شعری چاشنی گرفت میں آ گئی ہے۔

تاہم حالیہ سالوں میں سیاق وسباق کے پیشِ نظر بعض جدید تراجم میں شاعری سے دانستہ پہلو تہی کی گئی ہے کیونکہ یہ غیر فطری یا نامناسب ہے۔ مغربی دُنیا میں انگریزی بولنے والے ممالک میں شاعری کا کردار اور اُسلوب دونوں بدل گئے ہیں۔ اب باضابطہ، کافیہ اور بحر پر مبنی شاعری مقبول نہیں رہی اور جس سیاق وسباق میں پہلے شاعری پڑھی جاتی تھی غالباً وہ بھی بدل گیا ہے۔ شاعری ادبی حلقوں، دانشوروں کے حلقوں میں پڑھی جاتی ہے، طالب علم اِس کا مطالعہ کرتے ہیں، بچے اِس سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور گیتوں کی صورت میں گائی جاتی ہے۔ لیکن اب شاعری عام پڑھنے کی چیز نہیں سمجھی جاتی۔ اِس لئے فرض کر لیا گیا ہے کہ عام لوگ جو بائبل کا پیغام سمجھنا چاہتے ہیں اُنہیں شعری ہیئتوں کے استعمال سے اُلجھن میں نہیں ڈالنا چاہئے۔ اب اِس نئی صورت حال اور نئی ضرورت کے مطابق عام زُبان میں کئی تراجم شاعری کو بھی نثری شکل میں لکھتے ہیں مثلاً Today's English Version۔ یا باقاعدہ اور باضابطہ شاعری کی جگہ شاعرانہ نثر یا متوازن نثر لکھتے ہیں مثلاً Contemporary English Version۔

اصولی طور پر یہ بات بہت اچھی ہے کہ شاعری کا ترجمہ شاعری میں کیا جائے لیکن کچھ استثنائی صورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ اِس کا انحصار ترجمے کی زُبان میں شاعری کے کام پر ہوتا ہے۔ جس ٹیم کو پُرانے عہدنامہ کا ترجمہ کرنے کی ذمہ داری ملی ہوا سے اِس مسئلہ سے شروع ہی میں نمٹنا ہوگا۔ طریقہء کار وضع کرنا ہوگا کہ شعری حصوں کو کیسے نمٹایا جائے۔ یہ جاننا اور دھیان رکھنا اشد ضروری ہے کہ شعری حصوں کا ترجمہ کب اور کیسے شاعری میں کرنا ہے۔ اِس کے لئے تحقیق اور محنت کی ضرورت ہوگی جو ماخذ زُبان (بائبل مُقدّس) اور ترجمہ کی زُبان دونوں کو مدِنظر رکھ کر کرنی ہوگی۔

عبرانی شاعری کی خصوصیات

۲.۱- تمہید

کسی نظم کا ترجمہ کرنے سے پہلے اُس کے معنیٰ و مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے۔ پہلے حصے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ کسی نظم کی ہیئت اور شاعر نے جو صنائع بدائع استعمال کئے ہیں وہ اُس نظم کے معنیٰ و مفہوم کے لئے بہت اہم ہوتے ہیں اور اُس کے مجموعی پیغام کی تشکیل کرتے ہیں۔ پُرانے عہد نامہ کی کسی نظم کا ترجمہ کرنے کے لئے پہلا قدم یہ ہے کہ اصل زُبان میں جو شعری صنائع بدائع استعمال ہوئے ہیں اُن کو پہچانا اور سمجھا جائے۔ یہ تجزیہ کرنے سے مترجم نظم کی ساخت اور اسلوب کو محسوس کرنے لگتا ہے اور اُس کی خوبصورتی اور پیچیدگی کو سمجھنے لگتا ہے اور اُس کا پیغام اُجاگر ہو جاتا ہے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ ہر مترجم پُرانے عہد نامہ کے اصل متن نہیں پڑھ سکتا۔ لیکن کوئی بھی مترجم جو عبرانی میں موجود اور مستعمل شعری صنائع بدائع سے واقف ہو وہ ترجمہ شدہ مواد میں اُن خصوصیات کو پہچان سکتا ہے۔ اُن شعری صنائع بدائع کی تلاش کی خاطر ایسا ترجمہ موزوں ہوگا جو زیادہ لفظی ترجمہ ہو۔ سلیس، بامحاورہ یا حرکی ترجمہ اِس مقصد کے لئے زیادہ مفید نہیں۔ بعض تراجم میں اصل عبرانی کی شعری خصوصیات قائم رکھنے کی اچھی کوشش کی گئی ہے مثلاً NIV، RSV یعنی نیو انٹرنیشنل ورژن، NJB اور TANAKH یا ''NJPSV'' (New Jewish Publication Society Version)۔

اِس باب میں ہم اُن خاص شعری صنائع بدائع کا مختصر ذِکر کریں گے جو بائبل میں مستعمل عبرانی زُبان میں اِستعمال ہوئے ہیں۔ پہلے ہم اُن خصوصیات کا ذِکر کریں گے جو ترجمے میں آسانی سے پہچانی جاسکتی ہیں۔ اِن میں ساخت یا ہیئت کی خصوصیات شامل ہیں مثلاً متوازیت، متقابل الفاظ، منقلب (پلٹنے والی) تراکیب، لفاف اور ٹیپ کا مصرع یا شعر وغیرہ۔ اس کے بعد عبرانی کے اُن صنائع بدائع کا ذِکر ہوگا جو آواز، تلفظ یا لہجے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کا ترجمہ کرنا ممکن نہیں۔ اُن کی داد اصل زُبان ہی میں دی جاسکتی ہے۔ اِن میں رعایت لفظی (ضلع جگت)، صوتی تاثرات، تجنیس حرفی، تجنیس لفظی، صوتی مشابہت اور قافیہ وغیرہ شامل ہیں۔ اگرچہ ہر مترجم اُن تک نہیں پہنچ سکتا تو بھی اسلوب و بیان کے اُن

صنائع بدائع سے واقفیت ضروری ہے تاکہ تفاسیر اور ترجمے کی رہنما کتابوں میں عبرانی متن پر درج بحث کو سمجھا جا سکے۔ اس کے بعد ہم چند اُن خصوصیات پر بات کریں گے جو عبرانی ادب میں عمومی طور پر پائی جاتی ہیں مگر عبرانی شعری اسالیب کی حیثیت سے خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ ان میں دیگر صنائع بدائع، خطیبانہ سوال اور کلیدی الفاظ شامل ہیں۔ اور آخر میں ایک مشکل موضوع پر نظر ڈالیں گے یعنی عبرانی شاعری میں ضمائر کا ادل بدل۔ اور آخر میں دیکھیں گے کہ شعری اکائیوں میں وقفوں کا تعین کیسے ہوتا ہے اور عبرانی شاعری میں منضبط ساختوں کی وجہ سے انفرادی طور پر تخلیق کرنے کی گنجائش کیسے ہوتی ہے۔

۲.۲۔ شعری صنائع بدائع جو ساخت کا تعین کرنے میں مدد دیتے ہیں:

عبرانی شاعروں نے بہت سی اختراعات اور صنائع بدائع استعمال کیے ہیں جو متن کی ساخت یا ہیئت کا تعین کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ اِن میں متوازیت، منقلب تراکیب، لفاف اور ٹیپ کا مصرع یا شعر شامل ہیں۔ عبرانی شاعری میں سب سے اہم تنظیمی عنصر متوازیت ہے۔

۲.۲.۱۔ متوازیت:

جیومیٹری میں متوازی خطوط باہم متساوی الفاصلہ ہوتے ہیں یعنی ان کا درمیانی فاصلہ ہر جگہ یکساں ہوتا ہے۔ شاعری میں متوازی مصرعے وہ ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی لحاظ سے ایک سے ہوتے ہیں۔ یہ مشابہت یا یکسانیت گرامر کے لحاظ سے بھی ہو سکتی ہے یعنی دونوں مصرعے ساخت میں یکساں ہوں اور معنوی بھی یعنی اُن کے معانی یکساں ہوں۔ ذیل میں زبور ۹: ۸ کے دونوں مصرعوں کی داخلی ساخت ایک ہے یعنی فاعل، مفعول اور فعل اور بیچ میں حرف جار والا جزو جملہ ہے اور اِن دونوں مصرعوں کے معانی بھی تقریباً ایک سے ہیں۔

وہی	صداقت سے جہان کی	عدالت کرے گا
وہ	راستی سے قوموں کا	انصاف کرے گا۔

متوازیت الفاظ کے ہم آواز ہونے پر بھی ہو سکتی ہے۔ یسعیاہ ۴۴: ۸ب اِس کی ایک مثال ہے۔

کیا میرے سوا کوئی اَور خُدا ہے؟	بل عدِی
نہیں، کوئی چٹان نہیں...	بل یداعتی

شاعری میں متوازیت کی بات کرتے ہُوئے بائبل کے علما کئی مختلف اصطلاحات اِستعمال کرتے ہیں۔ ایک مصرع کو Colon اور دو مربوط مصرعوں کو Bicolon (Colon کی جمع Cola ہے) کہا جاتا ہے۔ اِن مصرعوں کی نشاندہی اکثر A اور B سے کی جاتی ہے۔ مثلاً یسعیاہ ۱:۳ ب

لیکن بنی اِسرائیل نہیں مانتے۔ (A کولن)

میرے لوگ کچھ نہیں سوچتے۔ (B کولن)

بعض علما ایک bicolon یا دو Cola کو اکٹھا رکھتے اور اِسے ایک "مصرع" یا ایک "شعر" قرار دیتے ہیں۔ اِس طریقے کے مطابق ایک کولن کو "نصف مصرع" کہتے ہیں۔ لیکن زیرِ نظر مضمون میں ہم ایک کولن کو "نصف مصرع" نہیں بلکہ ایک مصرع ہی کہیں گے کیونکہ شاعری پر بحث کرتے ہوئے ساری دُنیا میں یہی اصطلاح اِستعمال کی جاتی ہے۔

جب تین کولا سے مل کر ایک شعری اکائی بنتی ہے تو اِسے Tricolon (ٹرائی کولن) کہتے ہیں اور جب چار کولا سے مل کر ایک شعری اکائی بنتی ہو تو اِسے Tetracola (ٹیٹرا کولا) کہتے ہیں۔

اُس کے نتھنوں سے دھواں اُٹھا A

اور اُس کے منہ سے آگ نکل کر بھسم کرنے لگی۔ B

کوئلے اُس سے دہک اُٹھے۔ C (۲-سموئیل ۹:۲۲)

وہ سب کے سب پھر گئے ہیں A

وہ باہم نجس ہو گئے۔ B

کوئی نیکوکار نہیں۔ C

ایک بھی نہیں۔ D (زبور ۵۳:۳)

۲.۲.۱.۱-متوازیت کی اقسام

علما عبرانی شاعری میں موجود متوازیت سے صدیوں سے واقف ہیں۔ اٹھارہویں صدی میں بشپ رابرٹ لوتھ نے متوازیت کی تین مختلف اقسام کی نشاندہی کی اور اُن کو مترادف متوازیت، متناقض متوازیت اور تالیفی متوازیت کے نام دیے:

لوتھ کے مطابق مترادف متوازیت وہ ہے جس میں متوازی مصرعے معنیٰ و مفہوم میں مشابہ ہوں۔
مندرجہ بالا یسعیاہ ۱:۳ کی مثال میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ B=A

لیکن بنی اسرائیل نہیں جانتے۔ (A کولن)

میرے لوگ کچھ نہیں سوچتے۔ (B کولن)

تاہم بعض دفعہ متوازی مصرعوں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے یعنی دُوسرے مصرع میں کوئی عنصر غائب ہوتا ہے۔ اِس صورتِ حال کو "حذفِ عبارت" کہتے ہیں۔ کئی دفعہ شاعر دانستہ یہ وقفے چھوڑتا ہے تاکہ مصرع کے اندر کسی دُوسرے خیال یا اظہار کے لئے جگہ بن جائے۔ سیاق وسباق کی وجہ سے سامع یا قارئین ان وقفوں میں آسانی سے خانہ پُری کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر یسعیاہ ۱:۳الف میں دُوسرے مصرع میں کوئی فعل نہیں ہے مگر سامع یا قاری خود بخود فرض کر لیتا ہے کہ پہلے مصرع کا فعل "پہچانتا ہے" کا دُوسرے مصرع پر بھی اطلاق کرتا ہے۔ ذیل میں نجمائی علامت (☆) سے ظاہر ہوتا ہے کہ متن میں اس جگہ کوئی عنصر محذوف ہے۔

بیل اپنے مالک کو پہچانتا ہے

اور گدھا اپنے صاحب کی چرنی کو ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

نوحہ ۲:۵ میں عبرانی متن میں دُوسرے مصرع میں فعل محذوف ہے مگر آسانی سے پہچانا یا سمجھا جا سکتا ہے (اُردو ترجمہ میں خانہ پُری کر دی گئی ہے)۔

ہماری میراث اجنبیوں کے حوالہ کی گئی

اور ہمارے گھر بیگانوں ☆ ☆ ☆ ☆

جب دوکولا یعنی دو مصرعوں میں کوئی متناقضہ بات یا مخالف بات کہی گئی ہو (A مخالف ہے B کے) تو اِسے متناقض متوازیت کہیں گے۔ اِس متوازیت میں مخالف باتوں کا جوڑا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر زبور ۵:۳۰ سے اس متوازیت میں مخالف باتوں کے جوڑوں سے تقابل پیش کیا گیا ہے۔ قہر، کرم - دم بھر، عمر بھر - رات، صبح - رونا، خوشی۔

کیونکہ اُس کا قہر دم بھر کا ہے۔

اُس کا کرم عمر بھر کا۔

رات کو شاید رونا پڑے

پر صبح کو خوشی کی نوبت آتی ہے۔

امثال کی کتاب میں متناقض متوازیت کا وافر استعمال ہوا ہے۔

احمق اپنا قہر اُگل دیتا ہے۔

لیکن دانا اُس کو روکتا اور پی جاتا ہے۔ (امثال ۲۹:۱۱)

دانا بیٹا باپ کو خوش رکھتا ہے

لیکن احمق بیٹا اپنی ماں کا غم ہے۔ (امثال ۱۰:۱)

تالیفی متوازیت میں دُوسرا مصرع پہلے مصرع کے معنیٰ میں اضافہ کرتا یا اُس کی تکمیل کرتا ہے اور کی صورت میں اُسے معین یا محدود کرتا ہے۔ پہلے مصرع کو دیکھ کر اندازہ نہیں ہوتا کہ دُوسرا مصرع کیا کہے گا۔ لیکن جب دونوں یکجا ہوتے ہیں تو بالکل بامعنیٰ اکائی بن جاتے ہیں (B+A = مکمل خیال)۔

احمق نے اپنے دل میں کہا ہے A

کہ کوئی خُدا نہیں۔ B (زبور ۱۴:۱)

خُداوند انسان کے خیالوں کو جانتا ہے A

کہ وہ باطل ہیں۔ B (زبور ۹۴:۱۱)

غور کریں کہ دونوں مصرعوں کے معانی ایک سے نہیں لیکن دونوں مصرعوں کا توازن دُوسرے متوازی مصرعوں کے مشابہ ہے۔

اس قسم کی متوازیت میں حذفِ عبارت بھی موجود ہوسکتا ہے۔ مثلاً دیکھئے زبور ۹:۹

خُداوند مظلوموں کے لئے اونچا برج ہوگا۔

مصیبت کے ایام میں اونچا برج ...

پہلے مصرع کے دو اجزا کو دُوسرے مصرع میں فرض کر لیا گیا اور اس طرح دُوسرے مصرع میں "مصیبت کے ایام میں" کے ساتھ اجزا کا اضافہ ہوسکتا ہے۔

خُداوند مظلوموں کے لئے اونچا برج ہوگا۔ A

☆☆مصیبت کے ایام میں ☆☆☆ اونچا برج ہوگا B

دُوسرے مصرع میں "خُداوند" اور "مظلوموں کے لئے" اضافی اجزا ہیں۔

اِس متوازیت کو "زینہ نما متوازیت" بھی کہتے ہیں کیونکہ دُوسرا مصرع پہلے مصرع پر تعمیر ہوتا ہے۔ کئی دفعہ پہلے مصرع کا کوئی لفظ یا جزوِ جملہ دُوسرے مصرع میں دہرایا جاتا ہے۔

خُداوند اُن سب کے قریب ہے جو اُس سے دُعا کرتے ہیں۔

یعنی اُن سب کے جو سچائی سے دُعا کرتے ہیں۔ (زبور ۱۴۵:۱۸)

۲.۲.۱.۲-متوازی مصرعوں میں الفاظ کے جوڑے

عبرانی شاعری کی ایک اَور خصوصیت جو صدیوں سے معلوم ہے اور مطالعہ کی جاتی ہے وہ ہے الفاظ کے جوڑے۔ عبرانی میں اور مشرقِ وسطیٰ کی اِسی قبیل کی دُوسری زبانوں میں شاعری میں الفاظ کے جوڑے اکثر اِستعمال کئے جاتے ہیں۔ اِن میں سے کئی فطری تعلق رکھنے والے جوڑے ہیں مثلاً "آسمان" اور "زمین"، "سورج" اور "چاند"، "دن" اور "رات"۔

آسمان خوشی منائے

اور زمین شادمان ہو۔ (زبور ۹۶:۱۱)

نہ آفتاب دن کو تجھے ضرر پہنچائے گا

نہ ماہتاب رات کو۔ (زبور ۱۲۱:۶)

دُوسرے الفاظ تہذیبی، تاریخی یا جغرافیائی وجوہ کی بنا پر جوڑا جوڑا بنا دیئے جاتے ہیں۔

اَے سدوم کے حاکمو! خُداوند کا کلام سنو!

اَے عمورہ کے لوگو! ہمارے خُدا کی شریعت پر کان لگاؤ (یسعیاہ ۱:۱۰)

خُداوند صیون سے نعرہ مارے گا

اور یروشلیم سے آواز بلند کرے گا۔ (عاموس ۱:۲)

خُدا یہوداہ میں مشہور ہے۔

اُس کا نام اِسرائیل میں بزرگ ہے۔ (زبور ۷۶:۱)

عبرانی شاعری میں معلومہ الفاظ کے جوڑوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہوگی۔ اِن کی موجودگی سے متوازن مصرعوں کا تعین کرنے اور زوردار بنانے میں مدد ملتی ہے۔ مزید برآں وہ توازن کا احساس بھی پیدا کرتے ہیں۔

اگر آسمان پر چڑھ جاؤں تو تُو وہاں ہے۔
اگر میں پاتال میں بستر بچھاؤں تُو دیکھ! تُو وہاں بھی ہے۔ (زبور ۱۳۹:۸)

۲.۲.۱.۳-لوتھ کی زمرہ بندی سے آگے

حالیہ سالوں میں علما نے متوازیت کے تعلق سے بنیادی مفروضوں پر اعتراض اُٹھائے ہیں۔ لوتھ کے تین زُمروں پر اعتراض یہ ہے کہ وہ بالکل سادہ ہیں۔ مثال کے طور پر نام نہاد مترادف متوازی مصرعوں میں بھی معانی میں فرق ہوسکتا ہے اگرچہ اِسے پہچاننا یا بیان کرنا مشکل ہو۔

زبور ۳۴:۱ میں اِس کی ایک مثال نظر آتی ہے:

مَیں ہر وقت خُداوند کو مبارک کہوں گا۔
اُس کی ستائش ہمیشہ میری زُبان پر رہے گی۔

اگر شاعر اپنی بات زیادہ صحیح طریقے سے دہرانا چاہتا تو ایسا کرسکتا تھا۔ لیکن اس نے دُوسرا مصرع دانستہ پہلے مصرع سے فرق طرح مرتب کیا۔

آج کل علما مانتے ہیں کہ متوازی مصرعے اُن تین اقسام سے زیادہ نسبتوں یعنی نحوی یا معنوی تعلقات کا اظہار کرسکتے ہیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ دو مصرعوں کا باہمی تعلق منطقی ہوسکتا ہے، کئی طرح کی نسبتوں کو ظاہر کرسکتا ہے مثلاً فعالیت اور نتیجہ، سبب اور نتیجہ، شرط اور انجام، نوع کی تخصیص، بنیاد اور ماحصل، رعایت اور کسی بات کا جوابی امکان ہونا، جوابی عمل یا وسیلہ اور اُس کا مقصد۔ بعض اوقات منطقی حمایت کے ساتھ فعل امر یا حکمیہ انداز منسلک کردیا جاتا ہے مثلاً حُکم اور سبب، وسیلہ اور حُکم وغیرہ۔ بعض اوقات دونوں مصرعوں میں تعلق زمانی قسم کا (جس میں تواتر یا ضمنی فعل ہو) ہوتا ہے۔ یہ خصوصیات تواریخی زبوروں میں عام ملتی ہیں۔ بعض تعلقات ہیئتی یا اسلوب کے امتیازات پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ

قواعد زبان یعنی گرامر پر مبنی ہو سکتے ہیں مثلاً منفی اور مثبت، سوال و جواب، واحد اور جمع، مذکر و مؤنث وغیرہ۔ بعض متوازی مصرعے مختلف قسم کی مشابہات کو ظاہر کرتے ہیں۔ ذیل میں چند ایسے تعلقات کی مثالیں دی گئی ہیں جو عبرانی شاعری میں A اور B کولا (Cola) کی خصوصیات کو ظاہر کرتی ہیں۔

منطقی نسبت (تعلق) پر مبنی متوازیت

A-۱ میں عمل اور B میں اُس کا نتیجہ

اپنی سب راہوں میں اُس کو پہچان

اور وہ تیری راہنمائی کرے گا۔ (امثال ۳:۶)

(لغوی معنیٰ - وہ تیری سب راہوں کو سیدھا کرے گا)۔

۲- A میں رعایت اور B میں جوابی امکان

اگرچہ تمہارے گناہ قرمزی ہوں

وہ برف کی مانند سفید ہو جائیں گے۔ (یسعیاہ ۱:۱۸)

۳- A میں شرط اور B میں نتیجہ (اثر)۔

جب بادل پانی سے بھرے ہوتے ہیں

تو زمین پر برس کر خالی ہو جاتے ہیں۔ (واعظ ۱۱:۳)

۴- A میں وجہ/سبب اور B میں نتیجہ

چونکہ اُس نے میری طرف کان لگایا

اِس لئے میں عمر بھر اُس سے دُعا کروں گا۔ (زبور ۱۱۶:۲)

۵- A میں درخواست یا حکم اور B میں وجہ

اَے خُدا! اُٹھ زمین کی عدالت کر۔

کیونکہ تُو ہی سب قوموں کا مالک ہوگا۔ (زبور ۸۲:۸)

۶- A میں کوئی کام کرنے کا وسیلہ یا ذریعہ اور B میں درخواست

... اپنی بڑی قدرت سے

مرنے والوں کو بچالے۔ (زبور ۷۹:۱۱ب)

۷- A گروہ سے متعلق اور B تخصیصی

تمہارا ملک اُجاڑ ہے۔

تمہاری بستیاں جل گئیں۔ (یسعیاہ ۱:۷)

تو وہاں بھی تیرا ہاتھ میری راہنمائی کرے گا

اور تیرا دہنا ہاتھ مجھے سنبھالے گا۔ (زبور ۱۳۹:۱۰)

زمانی تعلق کی بنیاد پر متوازیت

۸- A میں ایک واقعہ B میں اُسی تواتر میں اگلا واقعہ

تب اپنی مصیبت میں اُنہوں نے خُداوند سے فریاد کی

اور اُس نے اُن کو اُن کے دُکھوں سے رہائی بخشی۔ (زبور ۱۰۷:۶)

۹- A میں ایک وقت اور B میں اُس وقت ہونے والا واقعہ

... تو بھی جب مَیں نے تجھ سے فریاد کی

تو تُو نے میری منت کی آواز سُن لی (زبور ۳۱:۲۲)

ہیئت پر مبنی متوازیت

۱۰- A میں سوال اور B میں جواب

... کیا میرے سوا کوئی اَور خُدا ہے؟

نہیں کوئی چٹان نہیں، مَیں تو کوئی نہیں جانتا۔ (یسعیاہ ۴۴: ۸ب)

۱۱- A میں بیان B میں سوال

انسان کی رُوح اُس کی ناتوانی میں سنبھالے گی

لیکن افسردہ دلی کی کون برداشت کر سکتا ہے؟ (امثال ۱۸: ۱۴)

۱۲- A منفی ہے۔ B مثبت ہے۔ اِس مثال میں منفی اور مثبت ہیئتوں کے باوجود مصرعے معنی و مفہوم میں مشابہ ہیں۔

اَے میرے بیٹے! اپنے باپ کی تربیت پر کان لگا

اور اپنی ماں کی تعلیم کو ترک نہ کر۔ (امثال ۱: ۸)

۱۳- A میں ایک جنس (مذکر) اور B میں دُوسری جنس (مؤنث)

جب ہمارے بیٹے جوانی میں قدآور پودوں کی مانند ہوں۔

اور ہماری بیٹیاں محل کے کونے کے لئے تراشے ہوئے پتھروں کی مانند ہوں۔ (زبور ۱۴۴: ۱۲)

۱۴- A میں واحد اور B میں جمع

اَے اُس کے بندے ابرہام کی نسل!

اَے بنی یعقوب اُس کے برگزیدو! (زبور ۱۰۵: ۶)

۱۵- A میں ایک عدد ہے، B میں اُس میں ایک جمع کیا گیا ہے۔

چھ چیزیں ہیں جن سے خُداوند کو نفرت ہے

بلکہ سات ہیں جن سے اُسے کراہیت ہے۔

(امثال ۶:۱۶)

۱۶- A میں ایک عدد ہے، B اُس میں مبالغہ کرتا ہے۔

... ساؤل نے تو ہزاروں کو

پر داؤد نے لاکھوں کو مارا۔

(۱-سموئیل ۱۸:۷)

مشابہت کے اظہار کے لئے متوازیت

۱۷- A میں ایک مشابہت اور B میں اُس کا اطلاق

جیسے ہرنی پانی کے نالوں کو ترستی ہے

ویسے ہی اَے خُدا! میری رُوح تیرے لئے ترستی ہے۔ (زبور ۴۲:۱)

جیسے پورب پچھم سے دُور ہے

ویسے ہی اُس نے ہماری خطائیں ہم سے دور کر دیں۔ (زبور ۱۰۳:۱۲)

دیگر متوازی بیان

۱۸- A میں ایک بیان B میں A کے کسی عنصر پر تبصرہ یا وضاحت

آہ! مَیں تیری شریعت سے کیسی محبت رکھتا ہوں

مجھے دن بھر اُسی کا دھیان رہتا ہے۔ (زبور ۱۱۹:۹۷)

میری کمک خُداوند سے ہے

جس نے آسمان اور زمین کو بنایا۔ (زبور ۱۲۱:۲)

۱۹- A میں ایک چیز ہے۔ B میں اُس کے بالکل اُلٹ (اِس مثال میں تقابل کے دو مجموعے ہیں)۔

دانا کا دل ماتم کے گھر میں ہے۔

لیکن احمق کا جی عشرت خانہ سے لگا ہے۔ (واعظ ۷: ۴)

(اصل متن میں ''احمقوں'')

اِس مختصری فہرست سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ متوازی مصرعوں کے مابین تعلق یا کڑی کو بیان کرنا کافی موضوعی عمل ہے کیونکہ کئی خصوصیات مل کر کام کرتی ہیں تو متوازیت کی تشکیل ہوتی ہے۔ غور کریں کہ منطقی تعلق کے علاوہ الفاظ کے جوڑے مختلف متوازی مجموعے بنانے میں اہم اور نازک کردار ادا کرتے ہیں۔ مثال ۱ میں ''راہوں'' اور ''رہنمائی'' (لغوی معنیٰ ''راہوں'') مثال ۱۲ میں ''باپ'' اور ''ماں'' اور مثال ۱۷ میں ''پورب'' اور ''پچھّم''۔

ہوسکتا ہے کہ دو افعال وقت کے حوالے سے تعلق رکھتے ہوں اور اُن کے درمیان منطقی تعلق بھی ہو۔ مثلاً ''اُنہوں نے خُداوند سے فریاد کی/ اور اُس نے... رہائی بخشی'' میں زمانی تعلق بھی ہے اور منطقی تعلق بھی۔ ضرب المثل ''باپ کی تربیت پر کان لگا/ اور اپنی ماں کی تعلیم کو ترک نہ کر'' میں مثبت اور منفی کا تعلق اور مذکر و مؤنث کا تعلق اور الفاظ کا جوڑا ''باپ – ماں'' بھی ہے۔ مثال ۷ میں ''تمہارا ملک – تمہاری بستیاں''، ''عمومی – خصوصی'' کا تعلق ظاہر کرنے کے علاوہ ''واحد جمع'' کے تعلق کی ذیل میں بھی آتی ہے۔ مثال ۱۹ میں ''دانا – احمقوں'' بھی واحد۔ جمع کی ذیل میں آتا ہے۔ چنانچہ کسی ایک واحد عنصر کی نشاندہی کرنا مشکل ہوتا ہے جو مصرعوں کے درمیان کڑی کا کام کرتا ہو۔ بیشتر معاملات میں یہی ہوتا ہے کہ متعدد خصوصیات پہلے اور دُوسرے مصرع میں متوازیت کا باعث ہوتی ہیں۔

متوازی مصرعوں میں جتنے ممکنہ تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں اُن کی حتمی فہرست بنانا ممکن نہیں۔ مگر مترجمین کے لئے ضروری ہے کہ ہر مجموعے میں تعلق کی واضح صراحت اور تعین کریں تاکہ اپنے ترجمے میں خاطر خواہ طور پر پیش کرسکیں۔

آج کل کے دور میں جیمز کیوگل پہلا عالم ہے جس نے لوتھ کے تین زُمروں پر زبردست اعتراض کیا اور بتایا کہ دو متوازی مصرعوں کے درمیان تعلق کی تشریح کرنے کے اَور بھی بہت سے طریقے ہیں۔ اُس نے توجہ دلائی کہ یہ تعلق کبھی بھی ''B=A'' جیسا سیدھا سادہ نہیں ہوتا۔ A نہ تو B کے برابر اور نہ

''A+B'' ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ لازم ہے کہ B کو A کی تکمیل مانا جائے۔ وہ عام تعلقات کی خصوصیات اِس طرح پیش کرتا ہے۔

A، اور جو کچھ مزید ہے، B

نہ صرف A، بلکہ B

نہ A، نہ ہی B

نہ A، اور یقیناً نہ B

جیسا A ویسا B۔

یسعیاہ ۱:۷ کی چار میں سے ایک مثال دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ کوگل کی رائے بالکل موزوں ہے۔

تمہارا ملک اجاڑ ہے، (A)

(اور کچھ مزید) تمہاری بستیاں جل گئیں (B)

دُوسرا مصرع پہلے مصرع کے معنیٰ زوردار بناتا ہے اور مفہوم بالکل واضح کر دیتا ہے۔ یہ پیغام کے مرکزی نکتے کو واضح الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ رابرٹ آلٹر متوازیت کے ضمن میں کہتا ہے کہ:

غالب نمونہ یہ ہے کہ پہلے سے دُوسرے مصرع پر جائیں تو پیغام کے خیالات، استعارات، فعالیت اور موضوع زیادہ مرکوز اور زوردار ہو جائے۔ اگر پہلے مصرع میں کچھ ٹوٹا ہے تو دُوسرے میں چکنا چور ہو، اگر پہلے مصرع میں کوئی شہر اُجڑا ہے تو دُوسرے مصرع میں ملبہ کا ڈھیر ہو جائے۔ مصرع کے نصف اوّل میں کوئی عمومی اصطلاح یا ترکیب ہو تو دُوسرے نصف میں عمومی زمرہ کے خصوصی نظریہ واقعے سے اُس کی صراحت ہو۔ پہلے مصرع میں کوئی ادبی بیان دُوسرے مصرع میں کوئی استعارہ یا مبالغہ بن جائے۔ بائبل کی شاعری پڑھنے والوں کے لئے اِس کا مطلب ہے کہ تصور میں ڈھول کی تھاپ کی تکرار سُننے کے بجائے ہم اشتیاق سے دیکھتے رہیں کہ مصرع کے اِس حصے، اگلے اور اس سے اگلے حصے میں کوئی نئی بات ہو رہی ہے۔

یہ حقیت ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ زبور نویس پہلے مصرع میں عام یا روزمرہ کی زُبان میں کچھ کہتا ہے اور دُوسرے مصرع میں بڑی محنت سے کچھ تفصیل دے کر یا زبردست استعارے کی مدد سے اپنے مضمون یا نکتے کو زوردار بنا دیتا ہے۔

کیونکہ تُو اُن کا منہ پھیر دے گا۔
تُو اُن کے مقابلہ میں اپنے چِلّے چڑھائے گا۔ (زبور ۲۱: ۱۲)

تُو نے اپنے لوگوں کو سختیاں دکھائیں۔
تُو نے ہم کو لڑکھڑا دینے والی مے پلائی۔ (زبور ۶۰: ۳)

اگر پہلا مصرع مجازی یا استعاراتی ہے تو دُوسرا مصرع واضح اور صریح ہو سکتا ہے۔

... کیونکہ تُو نے میرے سب دُشمنوں کو جبڑے پر مارا ہے۔
تُو نے شریروں کے دانت توڑ ڈالے ہیں۔ (زبور ۳: ۷)

دُوسرا مصرع زیادہ شخصی رنگ لئے ہوئے ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اوپر زبور ۶۰: ۳ کی مثال میں اسرائیلیوں کے حوالے سے "اپنے لوگوں" کہا گیا ہے جبکہ دُوسرے مصرع میں براہِ راست "ہم" کہہ کر ذاتی یا شخصی حوالہ بنایا گیا ہے۔ اِسی طرح ذیل کی آیت میں دُوسرا مصرع زیادہ شخصی ہے۔

کیونکہ خُداوند کے سوا اَور کون خُدا ہے
اور ہمارے خُدا کو چھوڑ کر اَور کون چٹان ہے؟ (زبور ۱۸: ۳۱)

آخری مثال عبرانی شاعری کی ایک اہم خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے یعنی خُدا کے مختلف ناموں کی تکرار۔ زبوروں میں اور دُوسری حمدیہ یا التجا پر مبنی شاعری میں شاعر اکثر خُدا کو بنام پکارتا ہے اور مختلف اسالیب سے اُس کی صفات کا ذِکر اور بیان کرتا ہے۔ متوازی مصرعے وضاحت اور تفصیل سے بتاتے ہیں کہ خُدا کون ہے اور کیا کرتا ہے۔

تو بھی مَیں خُداوند سے خوش رہوں گا
اور اپنے نجات بخش خُدا سے خوش وقت ہوں گا۔ (حبقوق ۳: ۱۸)

یہ نام ہمیں خُدا کے ساتھ ایک گہرے اور بے تکلف باہمی عمل کی کیفیت میں لے آتے ہیں۔

اَے خُداوند! مجھے چھوڑ نہ دے۔
اَے میرے خُدا! مجھ سے دُور نہ ہو۔ (زبور ۳۸: ۲۱)

خُدا کے ناموں کا مسلسل اور ثابت قدمی سے اِستعمال سامع یا قاری کو دعوت دیتا ہے کہ مصیبت کے دِنوں میں بھی خُدا پر بھروسا اور توکل رکھے۔

اِس لئے کہ تُو میرے چراغ کو روشن کرے گا۔
خُداوند میرا خُدا میرے اندھیرے کو اُجالا کردے گا۔ (زبور ۱۸:۲۸)

۲.۲.۱.۴-زیادہ پیچیدہ نمونے

متوازیت کے نمونے فقط دو مصرعوں سے زیادہ وسیع بھی ہو سکتے ہیں مثلاً متبادل متوازیت جب مترادف مصرعے ایک دُوسرے کے بعد آتے ہیں۔ذیل میں یسعیاہ ۱:۱۰ کی مثال میں چھوٹے حروف a اور b اِس نمونے کو ظاہر کرتے ہیں۔

اَے سدوم کے حاکمو! a
خُداوند کا کلام سُنو۔ b
اَے عمورہ کے لوگو! a'
ہمارے خُدا کی شریعت پر کان لگاؤ b'

جو منطقی، زمانی یا معنوی تعلقات دو مصرعوں کو مربوط کرتے ہیں وہی کسی نظم کے مختلف حصوں کو بھی مربوط کرتے ہیں۔یسعیاہ ۱:۳ اِس کی اچھی مثال ہے۔پہلے دو مصرعوں کو روایت کے مطابق مترادف کہا جائے گا (a - a')، اِسی طرح اگلے دو مصرعے بھی مترادف ہیں (b - b')۔مگر متوازی مصرعوں کے دو مجموعے ایک منطقی تعلق سے بھی مربوط ہیں جسے رعایت-جوابی امکان کا نام دِیا جا سکتا ہے۔

بَیل اپنے مالک کو پہچانتا ہے۔ a
اور گدھا اپنے صاحب کی چرنی کو a' — رعایت
لیکن بنی اِسرائیل نہیں جانتے۔ b
میرے لوگ کچھ نہیں سوچتے۔ b' — جوابی امکان

زبور ۱۲۱:۱-۲ میں مصرعوں کے مابین تعلق کافی پیچیدہ ہے۔پہلے مصرع میں بیان دُوسرے مصرع میں سوال کی راہ تیار کرتا ہے اور اُس سوال کا جواب تیسرے اور چوتھے مصرع میں دِیا گیا ہے۔اِس مجموعے میں دُوسرا مصرع پہلے مصرع کے ایک عنصر کی وضاحت کرتا ہے۔

مَیں اپنی آنکھیں پہاڑوں کی طرف اُٹھاؤں گا۔ — بیان

میری کمک کہاں سے آئے گی؟ سوال

میری کمک خُداوند سے ہے۔ بیان

جس نے آسمان اور زمین کو بنایا وضاحت جواب

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ہی نمونے پر مبنی متوازی مجموعے یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہ مجموعے عموماً ایک تال پیدا کرتے ہیں جو نقطہء عروج تک جا پہنچتی ہے اور آخر میں اختتامی بیان آتا ہے۔ زبور ۱۰۳: ۱۱-۱۴ کی مندرجہ ذیل مثال میں متوازی مصرعوں کے چار مجموعے ہیں۔

کیونکہ جس قدر آسمان زمین سے بلند ہے

اُسی قدر اُس کی شفقت اُن پر ہے جو اُس سے ڈرتے ہیں۔

جیسے پورب پچھم سے دور ہے

ویسے ہی اُس نے ہماری خطائیں ہم سے دور کردیں

جیسے باپ اپنے بیٹوں پر ترس کھاتا ہے۔

ویسے ہی خُداوند اُن پر جو اُس سے ڈرتے ہیں ترس کھاتا ہے۔

کیونکہ وہ ہماری سرشت سے واقف ہے۔

اُسے یاد ہے کہ ہم خاک ہیں۔ (زبور ۱۰۳: ۱۱-۱۴)

تراکیب کی تکرار اور مشابہ متوازی ساختوں کی مدد سے خُدا کی محبت اور رحمت کی افراط پر زور دیا گیا ہے۔ پہلے دو مجموعوں میں رواں بحر اور متضاد معنی والے لفظوں کے جوڑوں (آسمان، زمین، پورب، پچھم) نے تشبیہ یعنی ''جیسے باپ اپنے بیٹوں پر ترس کھاتا ہے'' کو گہرا اور زوردار بنادیا ہے۔ اِس نقطہء عروج پر یہوہ (خُداوند) کا نام فاتحانہ انداز میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں آکر پہلے تین مصرعوں کے اثباتی دعووں (جس قدر... اسی قدر... جیسے... ویسے) والی تشبیہ کو ایک حتمی اور معقول بیان میں بدل دیا گیا ہے اور ایک دھیمے لہجے میں ہمیں یاد دلایا گیا ہے کہ ہم انسان کمزور ہیں مگر خُدا ہمیں تقویت اور سہارا دینے پر راضی ہے'' کیونکہ وہ ہماری سرشت سے واقف ہے/ اُسے یاد ہے کہ ہم خاک ہیں''۔

عبرانی شاعری میں متوازیت پر بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم اس بات پر توجہ دلائیں گے کہ اِس میں دو مصرعوں کو نزدیک یا زیادہ خصوصیات کی مدد سے مربوط کیا جاتا ہے۔ اگرچہ دُوسرا مصرع پہلے مصرعے کو مکمل

کرتا، واضح کرتا یا زوردار بناتا ہے مگر دونوں مل کر ایک متحد خیال کو ظاہر کرتے ہیں۔ مترجمین کو تحاط رہنا چاہئے کہ نہ صرف دو متوازی مصرعوں کے باہمی تعلق کا بلکہ اُن کے متصل متوازی مصرعوں کے مجموعی باہمی تعلق کا بھی تجزیہ کریں۔ ہم آگے چل کر (حصہ نمبر ۲.۳) دیکھیں گے کہ متوازیت کا تعلق دُوسرے آواز، مصرع کے رکن پر زور یا دباؤ اور بحر سے بھی ہوتا ہے۔ متوازی مصرعے ہمارے کانوں میں گونجتے ہیں اور بعض اوقات ترجمے میں بھی ایسے خوبصورت اور اثر انگیز ہوتے ہیں کہ بھلائے نہیں جا سکتے۔

۲.۲.۲-منقلب (پلٹنے والی) اسالیب

متوازی مصرعوں کا ایک فرق نوع منقلب اسلوب یا چلیپائی (x) ساخت ہے۔ اسے نحوی لحاظ سے مقلوب ساخت بھی کہتے ہیں۔ اِس نمونے میں دو مصرعوں میں متشابہ عناصر ہوتے ہیں مگر اُن کی ترتیب اُلٹی ہوتی ہے۔ مثلاً انگریزی کے شاعر گولڈسمتھ کے اِن مصرعوں "to stop, too fearful, too faint to go" کو یوں دکھایا جا سکتا ہے۔

to stop too fearful

too faint to go

زبور ۸:۸۴ سے ذیل کے مصرعوں میں ندائی جزو جملہ "اَے خُداوند لشکروں کے خُدا" ایک اَور ندائی جزو جملہ کے مشابہ ہے کہ "اَے یعقُوب کے خُدا!" جبکہ فعل امر والا جزو "میری دُعا سُن" دُوسرے فعل امر والے جزو "کان لگا" کے مشابہ ہے۔ ذیل کی ترتیب انگریزی ترجمے کے مطابق ہے۔

اَے خُداوند لشکروں کے خُدا (a) میری دُعا پر کان لگا۔ (b)

کان لگا (b') اَے یعقُوب کے خُدا۔ (a')

بعض اوقات علما اِس اسلوب یا ساخت کو مختصراً یوں لکھتے ہیں abb'a'۔ اِن سے زیادہ پیچیدہ نمونے بھی موجود ہیں جن میں تین عناصر شامل ہوتے ہیں abc-c'b'a' (یسعیاہ ۱۰:۶)۔

تُو اِن لوگوں کے دلوں کو چربا دے a

اُن کے کانوں کو بھاری کر — b

اور اُن کی آنکھیں بند کردے — c

تا نہ ہو کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں — c'

اور اپنے کانوں سے سُنیں — b'

اور اپنے دلوں سے سمجھ لیں — a'

منقلب ساختوں میں ہئیت یا معنیٰ کے لحاظ سے نظیریں کامل نہیں ہوتیں۔ زبور ۱:۶ اِس کی ایک مثال ہے۔

کیونکہ خُداوند جانتا ہے (a)	صادقوں کی راہ (b)
پر شریروں کی راہ (b')	نابود ہو جائے گی (c')

ناکمل چلیپائی (X) نمونہ تضاد کی بنیاد پر بنایا گیا ہے۔ ''صادقوں کی راہ''، ''شریروں کی راہ'' کی ضد ہے اور زندگی کی راہ (خُداوند جانتا ہے) کا تقابل مَوت کی راہ (ہلاکت) سے کیا گیا ہے۔ غور کریں کہ نحوی لحاظ سے بھی منقلب اسلوب موجود ہے اِس لئے کہ b اور b' اسمی ساخت ہیں جبکہ a اور c فعلی ساخت ہیں۔

منقلب ساختیں اتنی عام نہیں جتنے سادہ متوازی مصرعے ہوتے ہیں اِس لئے وہ متن میں اکثر نمایاں نظر آتی ہیں۔ چنانچہ اکثر وہ کسی نظم یا کسی اہم نکتے کے نقطۂ عروج کی نشاندہی کرتی ہیں۔ زبور ۲۶:۴ اِس کی ایک مثال ہے۔ ایک چلیپائی نمونے (X) سے داؤد کے ہر قسم کا غلط کام کرنے سے انکار کو زوردار انداز میں پیش کیا گیا ہے ترتیب انگریزی ترجمے کے مطابق ہے۔

کے ساتھ نہیں بیٹھا	میں بے ہودہ لوگوں
میں ریاکاروں	کے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گا۔

منقلب ساختیں نظم کے اندر بھی ساختوں کا تعین کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ واعظ میں منقلب

ساخت ایک لحاظ سے ''زمانی نظم'' کے شروع ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہاں بھی ترتیب انگریزی ترجمے کے مطابق ہے۔ (واعظ ۳:۱)

ہر چیز کا	ایک موقع (ہوتا ہے)
ایک وقت ہے	ہر کام کا جو آسمان کے نیچے ہوتا ہے۔

مثبت (+) اور منفی (-) والی منقلب ساخت کسی نظم کے اختتام کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔ (واعظ ۳:۸)

محبت کا ایک وقت ہے (+)	اور عداوت کا ایک وقت ہے (-)
جنگ کا ایک وقت ہے (-)	اور صلح کا ایک وقت ہے (+)

اس کے برعکس نظم کے درمیان مصرعے سادہ متوازی ساخت کے مطابق ہوتے ہیں۔

رونے کا ایک وقت ہے۔ (-)	اور ہنسنے کا ایک وقت ہے (+)
غم کھانے کا ایک وقت ہے (-)	اور ناچنے کا ایک وقت ہے (+)

مثبت منفی پر مبنی ایک اور منقلب ساخت پوری زمانی نظم پر حاوی کر دی گئی ہے۔

	مثبت	منفی
آیت ۲	پیدا ہونے کا ایک وقت ہے۔	اور مر جانے کا ایک وقت ہے۔
	درخت لگانے کا ایک وقت ہے۔	اور لگائے ہوئے کو اکھاڑنے کا ایک وقت ہے۔

	منفی	مثبت
آیت ۳	مار ڈالنے کا ایک وقت ہے	اور شفا دینے کا ایک وقت ہے
	ڈھانے کا ایک وقت ہے	اور تعمیر کرنے کا ایک وقت ہے۔

آیت ۴	رونے کا ایک وقت ہے	اور ہنسنے کا ایک وقت ہے۔
	غم کھانے کا ایک وقت ہے۔	اور ناچنے کا وقت ہے۔

	مثبت	منفی
آیت ۵	پتھر پھینکنے کا ایک وقت ہے	اور پتھر بٹورنے کا ایک وقت ہے۔
	ہم آغوشی کا ایک وقت ہے	اور ہم آغوشی سے باز رہنے کا ایک وقت ہے۔
آیت ۶	حاصل کرنے کا ایک وقت ہے	اور کھو دینے کا ایک وقت ہے۔
	رکھ چھوڑنے کا ایک وقت ہے	اور پھینک دینے کا ایک وقت ہے۔

	منفی	مثبت
آیت ۷	پھاڑنے کا ایک وقت ہے	اور سینے کا ایک وقت ہے۔
	چپ رہنے کا ایک وقت ہے۔	اور بولنے کا ایک وقت ہے۔

غور کریں کہ آیت ۵ میں فعل ''پھینکنا'' کو منفی کہہ سکتے ہیں مگر دراصل مثبت ہے۔ The Good News Bible میں اِس محاوراتی جملے کا ترجمہ یوں ہے۔

The time for making love (+)

The time for not making love (-)

یعنی ''صحبت کرنے کا ایک وقت ہے'' (+) اور ''صحبت کرنے سے باز رہنے کا ایک وقت ہے'' (-)۔ اِس تجزیے کے مطابق اِس نظم میں تناسب بہت سخت ہے جسے مختصراً یوں پیش کیا جاسکتا ہے۔

آیت ۱	داخلی منقلب ساخت	a
آیت ۲	مثبت-منفی کے ۲ جوڑے	b
آیت ۳-۴	منفی-مثبت کے ۴ جوڑے	c
آیت ۵-۶	مثبت-منفی کے ۴ جوڑے	c'
آیت ۷	منفی-مثبت کے ۲ جوڑے	b'

یہ اُس لطیف صنعت کاری یا ہنر مندی کی ایک مثال ہے جو اکثر عبرانی شاعری کا خاصہ ہے۔ یہ صنعت کاری ترجمے میں اکثر برقرار نہیں رکھی جا سکتی اور نہ اِس کی داد دینا ممکن ہوتا ہے۔ مترجمین کو اصل متن میں اِن نمونوں سے واقف ہونا چاہیے تا کہ ترجمے میں اِس کے مفہوم اور اثر آفرینی کو قائم رکھا جا سکے۔

۲.۲.۳۔ٹیپ کے مصرعے یا شعر

عبرانی شاعری میں ایسے مصرعے عام پائے جاتے ہیں جو کسی متن میں دہرائے گئے ہیں۔ انہیں ٹیپ کے مصرعے کہا جاتا ہے۔ ٹیپ کا مصرع صرف ایک ایک مصرع کے بعد بھی آ سکتا ہے اور طویل حصے کے بعد بھی جہاں ایک اکائی کے اختتام کی نشاندہی کرتا ہے۔ زبور ۱۳۶ میں یہ مصرع "کہ اُس کی شفقت اَبدی ہے" پوری نظم میں ہر مصرع کے بعد آیا ہے۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ زبور اجتماعی عبادت میں اِستعمال ہوتا تھا۔ ایک شخص نظم کا بیانیہ حصہ بولتا تھا اور سامعین مل کر ٹیپ کا مصرع بولتے تھے۔

اُسی کا جس نے مصر کے پہلوٹھوں کو مارا
کہ اُس کی شفقت ابدی ہے
اور اِسرائیل کو اُن میں سے نکال لایا
کہ اُس کی شفقت ابدی ہے۔

یہی اختراع زبور ۱۱۸ میں بھی موجود ہے جہاں مختلف طرح کے ٹیپ کے مصرعے یا الفاظ اِستعمال ہُوئے ہیں۔

اِسرائیل اب کہے
اُس کی شفقت ابدی ہے۔
ہارون کا گھرانا اب کہے
اُس کی شفقت ابدی ہے۔
خُداوند سے ڈرنے والے اب کہیں
اُس کی شفقت ابدی ہے۔ (زبور ۱۱۸: ۲-۴)

سب قوموں نے مجھ کو گھیر لیا

میں خُداوند کے نام سے اُن کو کاٹ ڈالوں گا۔

اُنہوں نے مجھے گھیر لیا، بے شک گھیر لیا۔

میں خُداوند کے نام سے اُن کو کاٹ ڈالوں گا۔

اُنہوں نے شہد کی مکھیوں کی طرح مجھے گھیر لیا۔

وہ کانٹوں کی آگ کی طرح بجھ گئے۔

میں خُداوند کے نام سے اُن کو کاٹ ڈالوں گا۔ (زبور ۱۱۸: ۱۰-۱۲)

اِس کے مقابل غزل الغزلات میں ٹیپ کا مصرع ''اَے یروشلیم کی بیٹیو! مَیں تم کو قسم دیتی ہوں'' ساری کتاب میں صِرف چند مرتبہ آیا ہے البتہ یہ ایک شعری اکائی کے اختتام کو ظاہر کرنے کا اہم کام کرتا ہے (۲:۷؛ ۳:۵؛ ۵:۸؛ ۸:۴)۔

۴.۲.۲-لفاف یا غلاف

یہ اختراع بیانیہ اور شعری دونوں تحریروں میں ملتی ہے۔کوئی لفظ یا جزو جملہ ایک ادبی اکائی کے شروع اور اختتام میں دہرایا جاتا ہے۔مثلاً واعظ میں یہ مقولہ کہ'' باطل ہی باطل، واعظ کہتا ہے باطل ہی باطل ہے'' ساری کتاب کو ملفوف کیے ہوئے ہے (۱:۲؛ ۱۲:۸)۔اِس کے برعکس یہ بھی ممکن ہے کہ کسی ایک ہی شعر کو ملفوف کیا گیا ہو۔دیکھئے زبور ۲۷: ۱۴

خُداوند کی آس رکھ۔

مضبوط ہو اور تیرا دِل قوی ہو۔

ہاں، خُداوند ہی کی آس رکھ۔

اسی طرح ممکن ہے کہ ایک مصرع یا چند مصرعے پوری نظم کا لفاف (غلاف) ہوں، مثلاً زبور ۸ میں صرف دو مصرعے پوری نظم کو ملفوف کرتے ہیں۔

اَے خُداوند ہمارے ربّ!

تیرا نام تمام زمین پر کیسا بزرگ ہے!

تُو نے اپنا جلال آسمان پر قائم کیا ہے۔
تُو نے اپنے مخالفوں کے سبب سے
بچوں اور شیر خواروں کے منہ سے قدرت کو قائم کیا
تا کہ تُو دُشمن اور انتقام لینے والے کو خاموش کر دے۔
جب مَیں تیرے آسمان پر جو تیری دستکاری ہے
اور چاند اور ستاروں پر جن کو تُو نے مقرر کیا غور کرتا ہوں
تو پھر انسان کیا ہے کہ تُو اُسے یاد رکھے
اور آدم زاد کیا ہے کہ تُو اُس کی خبر لے؟
کیونکہ تُو نے اُسے خُدا سے کچھ ہی کمتر بنایا ہے
اور جلال اور شوکت سے اُسے تاجدار کرتا ہے۔
تُو نے اُسے اپنی دستکاری پر تسلط بخشا ہے۔
تُو نے سب کچھ اُس کے قدموں کے نیچے کر دِیا ہے۔
سب بھیڑ بکریاں گائے بیل
بلکہ سب جنگلی جانور
ہَوا کے پرندے اور سمندر کی مچھلیاں
اور جو کچھ سمندروں کے راستوں میں چلتا پھرتا ہے۔
اَے خُداوند ہمارے رب!
تیرا نام تمام زمین پر کیسا بزرگ ہے!

اِسی طرح زبور ۱۰۳ میں یہ مصرع ''اَے میری جان! خُداوند کو مبارک کہہ'' نظم کے شروع میں اور تیسرے مصرع میں اور نظم کے آخر میں آیا ہے اور پوری نظم اِس میں ملفوف ہے۔

لفاف میں نظم کے شروع اور آخر میں الفاظ کو عموماً ہو بہو دہرایا جاتا ہے لیکن بعض اوقات اِس سے تھوڑا بہت انحراف بھی کیا جاتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لفاف کے الفاظ بالکل شروع یا آخر میں نہ ہوں بلکہ تعارف یا اختتام کا ایک حصہ ہوں اور ایک دُوسرے سے قدرے مختلف بھی ہوں مگر مفہوم میں یکساں

مثال کے طور پر زبور ۲۶ میں اگرچہ عبرانی میں (اُردو ترجمہ میں بھی) تمہیدی اور اختتامی الفاظ ہوں۔ قدرے فرق ہیں مگر مفہوم کی بنیاد پر لفاف موجود ہے۔

تمہیدی مصرعے (آیت ۱)

اَے خُداوند میرا انصاف کر کیونکہ مَیں راستی سے چلتا رہا ہوں

اور مَیں نے خُداوند پر بے لغزش توکل کیا ہے۔

اختتامی مصرعے (آیت ۱۱، ۱۲)

پر مَیں تو راستی سے چلتا رہوں گا۔

مجھے چھڑا لے اور مجھ پر رحم کر۔

میرا پاؤں ہموار جگہ پر قائم ہے۔

مَیں جماعتوں میں خُداوند کو مبارک کہوں گا۔

یہاں "میرا انصاف کر" کے مقابل یکساں مفہوم میں "مجھے چھڑا لے" آیا ہے۔ "راستی سے چلنا" دونوں حصوں میں موجود ہے۔ "خُداوند پر توکل" کے مقابل "خُداوند کو مُبارک کہوں گا" ہے اور "بے لغزش" اِن الفاظ میں پائے جانے کے تصور سے مُطابقت رکھتا ہے کہ "میرے پاؤں ہموار جگہ پر ہیں۔"

غزل الغزلات میں بھی اِسی قسم کا عمل نظر آتا ہے۔ جہاں تمہید کے کئی عناصر (مثلاً سلیمان، تاکستان، رفیق اختتامی حصہ میں بھی موجود ہیں۔

طویل شعری قطعات میں ایک لفظ یا چھوٹے چھوٹے اجزائے جملہ پر مبنی لفاف یہ تعین کرنے میں مددگار ہوتے ہیں کہ نظم میں وقفہ کہاں کہاں آیا ہے یا نظم کے بند کہاں ختم ہوتے ہیں۔

۳.۲-عبرانی شاعری میں صوتی تاثرات

آواز یا لہجہ یعنی تلفظ پر مبنی تاثرات نظم کے لئے تعمیری پتھروں یا اینٹوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عبرانی شاعری میں ایسی بہت سی اختراعات ہیں جو شاعر استعمال کر سکتا ہے۔ بدقسمتی سے سوائے بحر کے ان میں سے کوئی بھی ترجمہ میں قائم نہیں رکھی جا سکتی۔ اِس لئے جو شخص متن کو اصل زبان میں نہیں پڑھ سکتا وہ ان سے محروم رہتا ہے۔

۲.۳.۱-حرکت اور بحر

متوازیت پر بحث کے دوران ہم نے ایک اور اہم موضوع کو تھوڑا سا چھیڑا تھا۔ متوازی ساختیں نہ صرف معنیٰ و مفہوم اور نحوی ہیئتوں کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہے بلکہ صوتی نظیروں پر بھی۔ متوازی مصرعوں میں حرکت وسکون کی ترتیب ایک سی ہوتی ہے جن سے تال اور توازن کے احساس میں اضافہ ہوتا ہے۔

عبرانی شاعری میں مصرعے اور نمونے الفاظ پر حرکات کی بنیاد پر تشکیل پاتے ہیں۔ یہ حرکت عموماً لفظ کے آخری رُکن یعنی مختصر ترین صوتی اکائی پر ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ عروض میں حرکت سے مراد زیر، زبر اور پیش کا اِستعمال ہے۔ حرکت کے بغیر حرف کو ساکن کہا جاتا ہے۔ عام اِستعمال ہونے والا نمونہ یا نظیر ۳+۳ ہے یعنی ہر کولن (مصرع) میں تین حرکات ہوتی ہیں۔ یہ نمونہ زبور ۹۲ کے ابتدائی مصرعوں میں نظر آتا ہے۔

طوولی ہُودوت لایہوہ	//	اُل زَمّبر لے شِمخا علیون
بھلا ہے شکر کرنا خداوند کا	//	مدح سرائی کرنا تیرے نام کی اے حق تعالیٰ
(۳ حرکات) 3 accents +		3 accents (تین حرکات)

کیا ہی بھلا ہے خُداوند کا شُکر کرنا۔

اور تیرے نام کی مدح سرائی کرنا اَے حق تعالیٰ!

غور کریں کہ اگرچہ عبرانی الفاظ میں ایک حرکت فی لفظ ہوتی ہے مگر بعض اوقات الفاظ کو ملا کر اکٹھا تلفظ کیا جاتا ہے۔ اِس صورت میں پورے مجموعے پر ایک حرکت ہوتی ہے۔ ایسا خصوصاً اُس صورت میں ہوتا ہے جب کلام میں نحوی اجزا شامل ہوں مثلاً حروفِ جار اور منفی مفہوم کو ظاہر کرنے والے اجزاء جن کو اگلے لفظ کے ساتھ ملا کر اکٹھا تلفظ کیا جاتا ہے۔ اُوپر کی مثال میں حرفِ جار "کا/کی" پر اپنی کوئی حرکت نہیں، اِسے اگلے لفظ کے ساتھ جوڑ دِیا گیا ہے۔

عبرانی شاعری میں اگرچہ ۳+۳ کا نمونہ عام اِستعمال ہوتا ہے تاہم دُوسرے نمونے بھی موجود ہوتے ہیں مثلاً ۲+۲، ۴+۴، ۳+۲، ۴+۳ اور ۳+۴ وغیرہ۔ بعض نمونے بعض کیفیتوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مثلاً ۳+۲ کا نمونہ اکثر ماتم سے وابستہ ہوتا ہے۔ دیکھئے ذیل میں نوحہ ۳:۱۹-21

ذِکر عُنی یومے رودی // لاعنہ واروش

ذکور تذکور وتشووا // عالیٰ نفشی

زوت آشود ال لیبے // عل کین اوخیل

3 2

میرے دُکھ کا خیال کر۔ میری مصیبت یعنی تلخی اور ناگدونے کو یاد کر۔

اِن باتوں کی یاد سے میری جان مجھ میں بیتاب ہے

مَیں اِس پر سوچتا رہتا ہوں۔ اِسی لئے مَیں اُمیدوار ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ حرکات کے نمونے شہادت فراہم کرتے ہیں کہ عبرانی شاعری میں امثال اُسی زمرے میں آتی ہیں جن میں دُوسرے شعری مصرعے آتے ہیں۔

دلیو شوقایم مپّتی سیحا // اومشل بے نی کسیلیم

3 + 3

جس طرح لنگڑے کی ٹانگ لڑکھڑاتی ہے

اُسی طرح احمق کے منہ میں تمثیل ہے۔ (امثال ۲۶:۷)

بہت سی تفاسیر اور عبرانی شاعری پر دُوسری کتابیں "بحر" یا "وزن" کی بات کرتی ہیں۔ "آیئے شاعری سیکھیں" کے مصنف اَے۔ آر۔ ناظم نے بحر کی تعریف یوں کی ہے "ارکان کی وہ مخصوص تعداد اور ترتیب جس سے شعر کی طوالت کا اندازہ کیا جاتا ہے، بحر کہلاتی ہے۔" جبکہ فیروز اللغات کے مطابق بحر کا مطلب ہے "شعر کا وزن"۔ انگریزی کی لغات ویبسٹر کے مطابق:

"کلامِ موزوں (شعر) میں تناسب اور وزن کے مطابق ترتیب دی گئی تال کا نام بحر ہے۔"

اس تعریف کو مانتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ عبرانی شاعری میں بحر ہوتی ہے۔ لیکن ہم اِس حقیقت پر بھی ضرور زور دیتے ہیں کہ عبرانی شاعری میں بحر ویسی قطعی اور بے لچک نہیں جیسی یونانی شاعری میں یا اُردو شاعری میں نظر آتی ہے یا انگریزی میں "سانیٹ" (Sonnets) میں اِستعمال ہوتی ہے۔ عبرانی شاعری کو ہم آزاد نظم یا متنوع بحر کی شاعری کہہ سکتے ہیں۔ دُوسرے لفظوں میں حرکات کی تعداد ہر مصرع میں بدل سکتی ہے۔ جس میں باقاعدہ یا منضبط نمونہ یا متوقع نمونہ بننا ضروری نہیں۔

وزن سے مراد مصرعوں کی روانی ہے جس کی بنیاد حرکات وسکون کی مقررہ ترتیب پر ہوتی ہے۔اس ترتیب کی تکرار ہوتی رہتی ہے۔

یا

انگریزی میں بعض الفاظ پر زور حرکت سے بحر کا ادراک ہوتا ہے۔ایڈون مارکھم کی چھوٹی سی نظم Out witted بلند آواز سے پڑھیں تو بحر کا احساس ہوتا۔

He dre'w a cicle that shu't me out
he'retic, rebel, a thing to flou't.
But lo've and I had the wit to win:
We drew a circle that too'k him in!

عبرانی شاعری میں بحر کو الفاظ پر حرکات کی صورت میں بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔اگر ترجمہ اُسلوب کے بارے میں حساس ہے یا نحوی متوازیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو ترجمے میں بھی ویسی ہی بحر برقرار رکھی جا سکتی ہے۔واعظ باب ۳ میں زمانی نظم اِس کی ایک اچھی مثال ہے۔انگریزی ترجمے میں بحر کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔

For everything there is a season,
and a time for every matter under heaven;
a time to be born, and a time to die;
a time to plant, and a time to pluck up what is planted;
a time to kill, and a time to heal;
a time to break down, and a time to build up;
a time to weep, and a time to laugh;
a time to mourn, and a time to dance...

مندرجہ بالا انگریزی ترجمہ RSV سے لیا گیا ہے۔یہ خاصا لفظی ترجمہ ہے اور قاری اِس میں عبرانی شاعری کی متوازن بحر کو بڑی حد تک محسوس کر سکتا ہے۔یہی تال اور جوابی تال امثال کی کتاب

میں بھی نظر آتی۔

Like a bird that strongs from its nest,

is a man who strays from his home. (Prov.27:8)

اپنے مکان سے آوارہ انسان

اُس چڑیا کی مانند ہے جو اپنے آشیانہ سے بھٹک جائے۔ (امثال ۲۷:۸)

۲.۳.۲- تجنیسِ حرفی/تجنیسِ لفظی

عبرانی شاعری میں صوتی تاثرات کی جو صنعت سب سے زیادہ اِستعمال ہوئی ہے وہ ہے حروف صحیحہ کی تکرار۔ اِسے تجنیس حرفی کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں مشہور زمانہ صوتی تاثرات والے ایسے جملے جن کی زُبان سے ادائیگی مشکل ہوتی ہے اِس کی عمدہ مثال ہیں مثلاً چیل کی چونچ میں چھینٹ کا ٹکڑا۔ انگریزی زُبان میں اِنہیں tongue twister (جن سے زُبان لڑکھڑا جاتی ہے) کہا جاتا ہے۔ اِن سے بچے تجنیس کی تکنیک کو سیکھ جاتے ہیں۔ مثلاً

Peter Piper picked a peck of pickled peppers.

اور

She sells the sea shells on the seashore.

مگر یہ اختراع یوں بھی قابلِ تحسین مانی جاتی ہے اور خاص تاثیر پیدا کرنے کی خاطر سنجیدہ انگریزی شاعری میں استعمال ہوتی ہے۔

حروفِ صحیحہ کی تکرار صرف الفاظ کے شروع ہی میں نہیں، بیچ میں بھی ہو سکتی ہے اور پوری طویل عبارت میں بکھری اور پھیلی ہوئی بھی ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر غزل الغزلات کی کتاب کے بالکل شروع میں "ش،م،ل،ر" کی آوازیں تجنیسِ حرفی کی عمدہ مثال ہیں۔

شِیر ہَشِّیریم اشر لِشلوموح

غزل الغزلات سلیمان کی

انگریزی ترجمہ میں 's' کی تکرار سے کچھ بات بن گئی ہے، مگر اُردو ترجمہ میں ممکن نہ ہُوا۔

"سلیمان کی غزل الغزلات"

بعض اوقات الفاظ اُن فطری آوازوں کی نقل کرتے ہیں یا تلفظ میں اُن کے مشابہ ہوتے ہیں جن کا اظہار کرتے ہیں مثلاً مکھیوں کے اڑنے کی آواز بھنبھناہٹ۔ اِسے صوتی تسمیہ یا اسمائے صوت کہتے ہیں۔ اِسی طرح عبرانی میں ''ہوا'' کے لئے لفظ ''روآخ'' ہے جس کی آواز یا تلفظ اُس چیز کی آواز کے مشابہ ہے جسے یہ ظاہر کرتا ہے۔ قضاۃ ۵: ۲۲ میں گھوڑوں کے سموں کی ٹاپ کے لئے عبرانی کے لفظ ''دے رَوت دے رَوت'' واقعہ کی آواز سے مُطابقت رکھتے ہیں۔ عبرانی میں حروفِ صحیحہ کے تکراری مجموعے عموماً صوتی تسمیہ ہوتے ہیں۔ یسعیاہ ۱۰: ۱۴ میں نبی شاہِ اسور کی شیخی اور تکبر سے بھری ہوئی تقریر کا اقتباس کرتا ہے۔ ''مَیں ساری زمین پر قابض ہُوا اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ پر ہلائے یا چونچ کھولے یا چچہائے'' تو عبرانی میں ''ف اور تص'' کی آوازوں کی تکرار ایسی ہے کہ پرندوں کے چچہانے کی نقل سُنائی دیتی ہے۔

اوفوتھے فے او متصفتصف

یا چونچ کھولے یا چچہائے

واعظ کی کتاب میں پہلی نظم (واعظ ۱: ۴-۱۱) میں فطرت کی آوازوں کو بہت موثر طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔ آیت ۶ میں ''س، ش، ف، و، تص اور ح'' کی آوازوں سے ہَوا کے تیز چلنے کی آواز کا تاثر عمدگی سے پیدا کیا گیا ہے۔ آیت ۷ میں ''ح اور ش'' کی آوازیں جاری رہتی ہیں اور اِن کے ساتھ ''م اور ل'' کی آوازوں کی تکرار بہتے پانی کی گہرائی اور تیزی کی آواز کو موثر طور سے پیش کرتی ہے۔

حولک	ایلدَرَوم	وے صوویو	عل تصفون	(6)
جاتی ہے	جنوب کو	اور پھرتی ہے	شمال کو	

صوویو	صوویو	حولک	حاروآخ
پھرتی ہے	پھرتی ہے	جاتی ہے	ہوا

وَعل	صیویُودتاو	شاو	حاروآخ
اور	اپنی گشت (کے مطابق)	دورہ کرتی ہے	ہوا

کل	حنئِ خلیم	حُولےِکیم	عل حائیم	(7)
ساری	ندیاں	جاتی ہیں	سمندر کو	

وےحَیم	اینیُو	مَلے
پر سمندر	کبھی نہیں	بھرتا

عل مقوم	شے حنئِ خَلیم	حولےِکیم
جگہ کو	جو کہ ندیاں	جاتی ہیں

شَم	حَیم	شاوِیم	للگیت
وہاں	وہ	واپس مڑتی	جاتی ہیں

یہ اختراع اصل زُبان میں تو بہت مؤثر ہے لیکن جو شخص عبرانی سے ناواقف ہو وہ مجوزہ متن میں تجنیسِ حرفی یا تجنیسِ لفظی کو نہ پہچان سکے گا نہ محسُوس کر سکے گا۔ البتہ مترجمین تفسیروں، ترجمے کی امدادی کتب اور مطالعاتی بائبل سے اِس حقیقت کے بارے میں سیکھ سکتے ہیں۔

۲.۳.۳۔ تجنیسِ صوتی (صوتِ علّت)

تجنیسِ حرفی یا تجنیسِ لفظی کی طرح تجنیسِ صوتی میں بھی آوازوں کی تکرار ہوتی ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ اس میں حروفِ علت کی تکرار ہوتی ہے۔ یہ تکرار کوئی کیفیت یا کوئی رویہ پیدا یا ظاہر کرنے میں مدد دیتا ہے۔ مثال کے طور پر یسعیاہ ۶:۳ میں جب کرّوبی ایک دُوسرے کو پُکارتے ہیں تو خُدا کی حشمت و شوکت کے بیان میں a اور o کی آوازیں صاف سنائی دیتی ہیں۔

قُدوش قَدوش قَدوش یہوہ تصبئ اوت

قُدّوس قُدّوس قُدّوس ربُّ الافواج ہے۔

مےلوکل حا آرتص کیودو

ساری زمین اُس کے جلال سے معمور ہے۔

قابلِ ذِکر بات ہے کہ انگریزی زبان میں کھینچ کر پڑھے جانے والے o کی آواز کی تکرار اصل زُبان کے مشابہ تاثر پیدا کرتی ہے۔ اُردو میں بھی مضموم واؤ ایسا ہی تاثر پیدا کرتا ہے۔

غزل الغزلات میں تجنیسِ صوتی اکثر نظر آتی ہے اور دو محبت کرنے والوں کی خُوشی و مسرت کو ظاہر کرتی ہے۔ گیت کے نقطۂ عروج (۵:۱) پر ہمیں ''ی اور ا'' کی آوازوں کا ایک سلسلہ سُنائی دیتا ہے جو نوجوان آدمی کی زُبان سے ادا ہو رہی ہیں۔ علاوہ ازیں متوازی ساخت اِن تکراری آوازوں کے تاثر کو دوبالا کر دیتی ہے۔

باتی	لے گنی	اخوتی	کلّح
میں آیا ہوں	اپنے باغ کو	میری بہن	دلہن
اریتی	موری	عِم	بسمی
میں نے جمع کیا	اپنا مُر	ساتھ	اپنے بلسان (کے)
اَکلتی	یعری	عِم	دِبشی
میں نے کھایا	میرا شہد کا چھتا	ساتھ	میرا شہد
شتیتی	یے نی	عِم	خلوِی
میں نے پیا	میری مے	ساتھ	میرا دودھ

متوازیت اور لفاف جیسی دُوسری خصوصیات کی طرح تجنیسِ صوتی بھی یہ تعین کرنے میں مدد دیتی ہے کہ نظم میں اہم وقفے کہاں کہاں آئے ہیں۔ اُوپر کی مثال میں تجنیسِ صوتی کی بنیاد پر ہم اِس آیت کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ''مَیں نے اپنی مے دودھ سمیت پی لی ہے'' کے بعد ''ی اور د'' کی تجنیسِ صوتی شروع ہوتی ہے۔

اکلو   رےعیم   شِتو   دے   شِکرو   دودیم

کھاؤ   دوستو   پیو   اور   متوالے ہو   عزیزو

وقفے کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ صورتِ فعل واحد متکلم ''میں'' سے بدل کر فعل امر حاضر ''تم'' ہو جاتی ہے۔ اکثر علما محسوس کرتے ہیں کہ آخری مصرع کسی دُوسرے شخص نے یا اشخاص کے گروہ نے، غالباً یروشلیم کی بیٹیوں نے بولا ہے۔

پھر کہنا پڑتا ہے کہ عبرانی سے عملی واقفیت کے بغیر مترجمین تجنیسِ صوتی کو پہچان نہیں سکتے۔ تاہم اکثر تفسیریں اس کی نشاندہی کریں گی بشرطیکہ اصل متن میں تجنیسِ صوتی کی خصوصیت نمایاں ہو۔ مترجمین کو جاننے کی ضرورت ہے کہ کونسی عبارت میں یہ خوبی موجود ہے تاکہ وہ ترجمے میں ایسا تاثر پیدا کرنے کی کوشش کر سکیں۔

۲.۳.۴-قافیہ

تجنیسِ حرفی اور تجنیسِ صوتی کی طرح قافیہ بھی ہم شاعری کا ایک عنصر ہے جو ترجمے میں عموماً نمایاں نہیں ہوتا۔ اِس کی خصوصیت الفاظ کے آخر میں ہم آواز ہونا ہے۔ قافیہ اُردو شاعری کا جزو لاینفک ہے اور انگریزی شاعری کی بھی عام خصوصیت ہے۔ دیکھئے رابرٹ فراسٹ کی ایک نظم کے مندرجہ ذیل مصرع:

The woods are lovely, dark and deep,
But I have promises to keep,
And miles to go before I sleep.
And miles to go before I sleep.

عبرانی میں قافیہ عام نہیں ہے، البتہ کبھی کبھی مصرعوں کے آخر میں موجود ہوتا ہے۔ انگریزی کی طرح یہ دونوں مصرعوں کے خیال کو منسلک کرنے کا کام کرتا ہے۔

ویگاح   گشخل   تہصودنی

ویتشو   تِتپَلّاً   وِبی

اور اگر سر اُٹھاؤں تو تُو شیر کی طرح مجھے شکار کرتا ہے

اور پھر عجیب صورت میں مجھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ (ایوب ۱۶:۱۰)

نخلاتینو نحیفکا لیزرِیم

بتّیئو لینکرِیم

ہماری میراث اجنبیوں کے حوالہ کی گئی۔

ہمارے گھر بیگانوں نے لے لئے۔ (نوحہ ۲:۵)

قافیے کا مصرع کے آخر میں ہونا ضروری نہیں بلکہ مصرع کے بیچ میں بھی ہو سکتا ہے۔ اِسے داخلی قافیہ کہہ سکتے ہیں۔ انگریزی میں یہ عام نہیں ہوتا ہے۔ ایڈگرایلن پو کی نظم ''Raven'' کے پہلے مصرع میں داخلی قافیہ موجود نظر آتا ہے۔

Once upon a midnight dreary,

while I pondered, weak and weary.

عبرانی میں بھی ایسا ہوتا ہے مگر کبھی کبھار۔ غور کریں گے کہ اوپر نوحہ ۵ :۲ کی مثال میں ''تینو'' داخلی قافیے کے طور پر دونوں مصرعوں میں آیا ہے۔ ایسی صورت میں یہ دو اجزائے جملہ کو زیادہ گہرے طور سے منسلک کرنے کا کام کرتا ہے۔

۵.۳.۲-رعایتِ لفظی یا ضلع جگت

دُوسرے ادبی اسالیب کی طرح عبرانی شاعری میں رعایت لفظی بھی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ انگریزی میں اِس کا تکنیکی نام ''paronomasia'' یعنی ذو معنویت ہے۔ اُردو میں ذو معنویت اکثر ایک الگ خصوصیت کا درجہ رکھتی ہے۔ اِس صنعت میں ایک ہی سیاق وسباق میں دو ہم صوت لفظ یا ایک ہی لفظ دو مختلف معانی میں اِستعمال ہوتے ہیں۔ انگریزی میں رعایت لفظی ہلکا پھلکا مزاح پیدا کرنے کے لئے اِستعمال ہوتی ہے۔ اِسے ''pun'' بھی کہتے ہیں۔ لیکن عبرانی میں رعایت لفظی سنجیدہ یا طنزیہ سیاق وسباق میں اِستعمال ہوتی ہے۔ پاک صحائف میں سب سے مشہور رعایت لفظی یسعیاہ باب ۵ میں ''تاکستان کا گیت'' کے اختتامیہ کے طور پر اِستعمال ہوئی ہے۔ صِرف اپنے مفہوم ومعنی میں ہر شعر کے آخری مصرعوں میں یہ الفاظ زبردست تقابل کو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن عبرانی میں اِن الفاظ کے تلفظ میں

زبی مشابہت تاثر کو اَور بھی گہرا اور زوردار کردیتی ہے اور زبردست طنزیہ الزام کا اظہار ہوتا ہے۔

سوربّ الافواج کا تاکستان بنی اِسرائیل کا گھرانا ہے

اور بنی یہوداہ اِس کا خوشنما پودا ہے۔

اُس نے انصاف (مِشپات) کا انتظار کیا

پر خونریزی (مِسپّخ) دیکھی۔

وہ داد (تصداقّہ) کا منتظر رہا

پر فریاد (تصِعاقاح) سُنی۔ (یسعیاہ ۵:۷)

رعایت لفظی کرنے کے لئے ایک اَور مشہور شخص ہے میکاہ نبی۔ پہلے باب کے آخر (آیت ۱۰-۱۶) میں وہ یہوداہ کے مختلف شہروں کے لئے پیغام دیتا ہے۔ ہر شہر کے بارے میں پیغام اُس کے نام پر رعایت لفظی کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔

جاتؔ میں اِس کی خبر نہ دو۔ (جات = بتانا/خبر دینا)

اور ہرگز نوحہ نہ کرو۔

بیت عفرہ میں خاک پر لوٹو۔ (بیت عفرہ = خاک کا گھر)

اَے سفیر کے رہنے والی (سفیر = خوشگوار)

تُو برہنہ اور رسوا ہو کر چلی جا۔

ضانانؔ کی رہنے والی (ضانان = نکل آنا)

نکل نہیں سکتی۔

بیت ایضل کے ماتم کے باعث (بیت = گھر، مکان)

اُس کی پناہ گاہ اُس سے لے لی جائے گی۔

ماروتؔ کی رہنے والی بھلائی کے انتظار میں تڑپتی ہے۔ (ماروت = کڑوا/تلخ)

کیونکہ خُداوند کی طرف سے بلا نازل ہوئی

جو یروشلیم کے پھاٹک تک پہنچی (یروشلیم = سلامتی/امن)

اَے لکیس کی رہنے والی بادپا گھوڑوں کو رتھ میں جوت۔ (لکیس = شاہی گھوڑا)

تُو بنتِ صیون کے گناہ کا آغاز ہوئی
کیونکہ اِسرائیل کی خطائیں بھی تجھ میں پائی گئیں
اِس لئے تو مورست جات کو طلاق دے گی۔ (مورست = میراث)
اکذیب کے گھرانے اِسرائیل کے بادشاہوں سے دغابازی کریں گے
(اکذیب = دغا/فریب)
اَے مریسہ کی رہنے والی (مریسہ = فاتح)
تجھ پر قبضہ کرنے والے کو تیرے پاس لاؤں گا۔
اِسرائیل کی شوکت عدلام میں آئے گی۔ (عدلام = اُن کا سنگار)
اپنے پیارے بچوں کے لئے سر منڈا کر چندلی ہو جا۔
گدھ کی مانند اپنے چندلا پن کو زیادہ کر
کیونکہ وہ تیرے پاس سے اسیر ہو کر چلے گئے۔
اس طرح رعایت لفظی کی تکرار اور رمز کے ذریعے سے خُدا کے غضب کی شدت ظاہر کی گئی ہے۔

۲.۴-عبرانی ادب میں اسلوبِ بیان کی خصوصیات

لوتھ کے تجویز کردہ متوازیت کے اِن تین زُمروں پر تنقید کرنے کے علاوہ جیمز کیوگل نے عبرانی شاعری میں ایک اَور دلچسپ بات کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ اُس کا دعویٰ ہے کہ عبرانی شاعری میں جتنی خصوصیات پائی جاتی ہیں وہ ادب کی بیانیہ اور دُوسری اصناف میں بھی پائی جاتی ہیں۔ وہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ عبرانی میں شاعری کا زمرہ ہے ہی نہیں۔ ہم اُس کے اِس آخری دعویٰ سے تو اتفاق نہیں کر سکتے تاہم یہ درست اور سچ ہے کہ عبرانی شاعری کی خصوصیات غیر شعری متون میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر متوازیت یا ساختوں کو متوازن کرنے کا رجحان بلاشبہ بہت سی تصانیف میں ملتا ہے۔ یوناہ کی کتاب مکمل طور پر متناسب اور متوازن ہے۔ اِس کے پہلے دو ابواب (خُداوند کی طرف سے بُلاہٹ اور یوناہ کا طرزِ عمل) کے بالمقابل آخری دو ابواب (خداوند کی طرف سے بُلاہٹ اور یوناہ کا آخری طرزِ عمل) اِسے بالکل متوازن بنا دیتے ہیں۔ لفافی ساختیں بھی بائبل کی کتابوں میں عام موجود ہیں مثلاً

آستر کی کتاب اور ایوب کی کتاب کے ابتدائی اور اختتامی حصے جو نثر میں ہیں۔ یہاں تک کہ تجنیس بھی بیانیہ متون میں کردار ادا کر سکتی ہے۔ جیسا کہ پیدائش ۳:۱ میں ہے جہاں سانپ کے ذکر والے حصہ میں "س، ش اور ح" کی آوازیں سانپ کی سسکار کی آواز کو نمایاں کرتی ہیں۔ رعایت لفظی بہت سی بیانیہ کتابوں کا اہم اور ناطق حصہ ہے مثلاً پیدائش اور یشوع کی کتابیں جہاں اسمائے معرفہ اکثر خاص ماحول اور حالات سے مناسبت رکھتے ہیں۔

اگلے حصے میں ہم اُن خصوصیات پر نظر ڈالیں گے جو شاعری ہی کے لئے مخصوص نہیں ہیں البتہ شعری سیاق وسباق میں اکثر اِستعمال ہوئی ہیں۔ جن عبارتوں میں یہ خصوصیات تنوع اور کثرت سے اِستعمال ہوئی ہیں وہ زیادہ شعری رنگ ڈھنگ میں ڈھلی ہوئی نظر آتی ہیں۔

۲.۴.۱-صنائع بدائع

صنائع بدائع ہر زُبان میں اِستعمال ہوتے ہیں۔ یہ کلام کی ہر طرز اور اسلوب میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ عوامی زُبان سے لے کر اعلیٰ ادبی زُبان تک میں صنائع بدائع سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ البتہ شاعری میں اِن کا اِستعمال زیادہ کثرت سے اور زیادہ معنویت کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ ٹھوس صنائع بدائع تجریدی خیالات وتصورات کو جاندار بنا دیتے ہیں۔ وہ خود پیغام نہیں ہوتے مگر پیغام کو ایسے الفاظ واصطلاحات میں پیش کرتے ہیں کہ ہم اُسے نہ صرف سمجھ سکتے اور محسوس کر سکتے ہیں بلکہ تصور میں بھی لا سکتے ہیں۔ مثلاً یسعیاہ ۸:۲۹ میں یروشلیم سے عداوت رکھنے والوں کی مایوسی کو نہایت حقیقت پسندانہ تشبیہات سے واضح کیا گیا ہے۔

جیسے بھوکا آدمی خواب میں دیکھے کہ کھا رہا ہے
پر جاگ اُٹھے اور اُس کا جی نہ بھرا ہو۔
یا پیاسا آدمی خواب میں دیکھے کہ پانی پی رہا ہے
پر جاگ اُٹھے اور پیاس سے بیتاب ہو
اور اُس کی جان آسودہ نہ ہو۔
ویسا ہی اُن سب قوموں کے انبوہ کا حال ہوگا

جو کوہِ صیون سے جنگ کرتی ہیں۔

۲.۴.۱.۱۔تشبیہہ اور استعارہ

روایتی طور پر دو باتوں کے درمیان موازنہ کرنے کی صنعتوں کو دو زُمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ تشبیہات اور استعارات۔ تشبیہہ میں حرفِ تشبیہہ مثلاً جیسا، ویسا، سا وغیرہ شامل ہوتا ہے۔

اگرچہ تمہارے گناہ قرمزی (قرمز جیسے) ہوں وہ برف کی مانند سفید ہو جائیں گے۔
ہر چند وہ ارغوانی (ارغوان جیسے) ہوں تو بھی اُون کی مانند اُجلے ہوں گے۔ (یسعیاہ ۱:۱۸)

استعارہ میں حرفِ تشبیہہ نہیں ہوتا بلکہ مشترک صفت کی بنا پر کسی چیز کو براہِ راست دُوسری چیز کہہ دیا جاتا ہے۔

خُداوند میری چٹان اور میرا قلعہ...... ہے۔ (زبور ۱۸:۲)
خُداوند میرا چوپان ہے۔ (زبور ۲۳:۱)
پر مَیں تو کیڑا ہوں...... (زبور ۲۲:۶)

یہ دونوں قسم کی استعاراتی، مجازی تراکیب پُرانے عہدنامہ کی شاعری میں بکثرت ملتی ہیں۔ ہر دو میں تین اہم ارکان ہوتے ہیں۔ متن میں یہ ارکان واضح بھی ہو سکتے ہیں اور مضمر بھی۔

(الف) مشبہ جس چیز کو تشبیہہ دی جائے یا مشابہ ٹھہرایا جائے
(ب) مشبہ جس چیز سے تشبیہہ دی جائے
(ج) وجہ شبہ۔ مشابہت کا سبب

یاد رکھئے کہ استعارہ میں (الف) اور (ب) واضح ہوتے ہیں جبکہ (ج) اکثر مضمر ہوتا ہے۔ مثلاً میرا بیٹا تو شیر ہے۔ اِس میں وجہ شبہ یعنی دلیری یا بہادری مضمر ہے۔ علاوہ ازیں تشبیہہ میں حرفِ تشبیہہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً

میرا بیٹا تو شیر جیسا بہادر ہے۔ اِس میں ''جیسا'' حرفِ تشبیہہ ہے۔

بائبل میں مستعمل ہر صنعت اور بدیع کا ترجمہ کرنے سے پہلے اِسے سمجھنا اور اِس کا تجزیہ کرنا چاہئے۔ کسی صنعت کو سمجھنے میں بسا اوقات مشکل اِس وجہ سے ہوتی ہے کہ اُس کی بنیاد یا سبب یعنی وجہ شبہ

بیان نہیں کی جاتی۔ مثال کے طور پر کس وجہ سے خُداوند چٹان یا چوپان ہے؟ کس سبب سے زبور نویس کیڑے کی مانند ہے؟

اگر تشبیہ کے تینوں ارکان متن میں واضح ہوں تو بھی تشریح میں مشکل پیش آسکتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم سمجھ بھی جائیں کہ قرمزی طرح سرخ گناہ برف کی مانند سفید ہو جائیں گے تو بھی مترجم کو زاکیب کی گہرائی میں جا کر فیصلہ کرنا پڑے گا کہ بائبلی منظر میں مختلف رنگوں کے معنیٰ و مفہوم کیا ہیں۔ بے شک ایسی ثقافتیں بھی ہیں جن میں سُرخ اور سفیدی کے علامتی معنیٰ سمجھ میں نہیں آئیں گے یا اُن معانی سے فرق ہوں گے جو بائبل کے زمانے میں سمجھے جاتے تھے۔

کبھی کبھی کوئی تشبیہ کئی مصرعوں تک پھیلی ہوئی ہوسکتی ہے۔ مثال کے طور پر زبور میں ندی کنارے لگے ہوئے درخت کی تشبیہ کئی مصرعوں پر محیط ہے اور نقطہءعروج والے مصرع میں تشبیہ کے معنیٰ بالکل واضح ہوتے ہیں۔

......بلکہ خُداوند کی شریعت میں اُس کی خوشنودی ہے
وہ اُس درخت کی مانند ہوگا جو پانی کی ندیوں کے پاس لگایا گیا ہے۔
جو اپنے وقت پر پھلتا ہے
اور جس کا پتا بھی نہیں مُرجھاتا۔
سو جو کچھ وہ کرے وہ بارور ہوگا۔

ایسی بسیط تشبیہات کلام کے لمبے حصوں میں پھیلی ہُوئی ہوسکتی ہیں۔ یرمیاہ باب ۳ اِس کی ایک مثال ہے۔ وہاں اِسرائیل کی خُدا کے ساتھ بے وفائی کی تصویر پوری تفصیل کے ساتھ کھینچی گئی ہے کہ وہ ایک بے وفا بیوی کی مانند ہے اور اِس کی ضمنی تفاصیل پورے باب میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اِس کے مقابلے میں واعظ باب ۱۲ بہت چھوٹا مگر گٹھا ہُوا حصہ ہے جس میں اتنی تشبیہات جمع کر دی گئی ہیں کہ ہر ایک کا الگ الگ مطلب سمجھنا مشکل ہو گیا ہے جیسے نگہبان، پیسنے والیاں، بادام کے درخت، ٹڈی، ٹوٹا ہُوا گھڑا، چرخ وغیرہ۔ خواہ ہر ایک کا مطلب پورے طور سے سمجھا جائے یا نہ سمجھا جائے لیکن یہ تشبیہات ہمارے ذہن میں جم جاتی ہیں کہ یہ علامت ہیں کہ بڑھاپے اور موت کا آنا اٹل ہے۔ یوں تشبیہات اپنے سطحی یا خارجی معانی سے بڑھ کر تاثیر پیدا کرتی ہیں اور نظم کو وہ حسن و دلکشی اور زور عطا کرتی ہیں جو روزمرہ

کے عام اسالیبِ کلام میں نہیں ہوتا۔ اگرچہ اکثر قارئین رُک کر وجہ شبہ کا تجزیہ نہیں کرتے مگر ان سے پیدا ہونے والی تصویر اور تاثر ذہن میں گھر کر لیتا ہے اور پیغام کا ایسے گہرے طور سے ابلاغ ہوتا ہے جو تشبیہات کے بغیر متن سے نہیں ہو سکتا۔

بائبل کے صنائع بدائع کا بھی اُن کے ادبی سیاق وسباق کے نقطہ نظر سے تجزیہ کرنا چاہئے۔ مثلاً زبور ۸:۵۲ میں زبور نویس کہتا ہے:

لیکن مَیں تو خُداوند کے گھر میں
زیتون کے ہرے درخت کی مانند ہوں۔

یہاں "زیتون کے ہرے درخت" کا اپنے سیاق وسباق کے ساتھ تعلق واضح نہیں۔ اس لئے ہمیں اِس زبور میں پیچھے جانا پڑے گا کہ دیکھیں کہ یہ تشبیہ کہاں سے آئی ہے۔ ماقبل آیات میں ہم دیکھتے ہیں کہ شریروں کو مخاطب کیا گیا ہے (زبور ۵:۵۲)۔

خُدا بھی تجھے ہمیشہ کے لئے ہلاک کر ڈالے گا۔
وہ تجھے پکڑ کر تیرے خیمہ سے نکال پھینکے گا
اور زندوں کی زمین سے تجھے اُکھاڑ ڈالے گا۔

یہ اِس زبور میں درخت کی طرف پہلا اشارہ ہے۔ ناراست شخص کو مُلک سے ایسے اکھاڑا جاتا ہے جیسے درخت کو زمین سے۔ علاوہ ازیں اُس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا "زندوں کی زمین سے اکھاڑ ڈالا جائے گا"۔ یوں اُس تقابل کے لئے منظر تیار ہو گیا ہے جو آگے چل کر پیش کیا جائے گا۔ راست آدمی اُس درخت کی مانند ہے جو اکھاڑا نہیں جائے گا۔

چنانچہ یہ تشبیہ کم سے کم جزوی طور پر اُس استحکام، جڑوں کے گہرے ہونے اور ثبات وقیام کو ظاہر کرتی ہے جو اکھاڑے جانے کی ضد ہے۔ راست لوگوں کا حصہ یا انجام مقابلتاً بہت بہتر ہے کیونکہ وہ نہ صرف "زندوں کی زمین میں" ہیں بلکہ "خُداوند کے گھر میں" ہیں۔

ادبی سیاق وسباق سے تعلق کے علاوہ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ تشبیہ کون سا مثبت یا منفی تعبیری مفہوم پیدا کرتی ہے۔ ہمیں سوال پوچھنا چاہئے کہ جب عبرانی اہلِ زُبان لفظ "زیتون کا درخت" سُنتے تھے تو کیا سوچتے تھے۔ شاید اُن کے ذہن میں سرسبز ہونے کا، پھل کا، تیل کا، افراط کا، خوشحالی کا یا برکت کا تصور

اُبھرنا ہوگا۔ ''خُداوند کے گھر'' سے مراد ہے ہیکل، لیکن یہاں اِس بات پر زور معلوم ہوتا ہے کہ مَیں ایمانداروں کی اُس جماعت میں شامل ہوں جو خُداوند کی حضوری میں رہتی ہے۔

شعری صنائع و بدائع بہت پیچیدہ اختراعات ہوتے ہیں۔ اِن میں مراکب معانی ہوتے ہیں جو الفاظ، ادبی سیاق و سباق اور اِن کے پیچھے ثقافتی مفروضات سے تشکیل پاتے ہیں۔ مترجمین کو اِن کے سطحی تجزیے پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے مثلاً مشابہت یا تقابل کے موضوع یعنی مشبہ، مشبہ بہ اور وجہِ شبہ کا تعین کرنا بلکہ تجزیے میں یہ دیکھنا بھی شامل ہونا چاہئے کہ تشبیہ اپنے فوری سیاق و سباق اور وسیع زسیاق و سباق میں کیا کردار ادا کر رہی ہے۔ کسی ایک واحد تشبیہ ''زیتون کے ہرے درخت کی مانند'' کے معاملے میں مترجمین کو آزمائش آسکتی ہے کہ اس کی جگہ کوئی مترادف مفہوم کی تشبیہ استعمال کرلیں، لیکن اِس کو وسیع تر سیاق و سباق میں دیکھا جائے تو اِس کا کردار اہم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ زبوروں کی پوری کتاب کے سیاق و سباق میں اِس تشبیہ کو کلیدی تشبیہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

۲.۴.۱.۲- متشخص کرنا اور تجسیمیت

مجازی یا استعاراتی زُبان میں متشخص کرنے اور تجسیم کرنے کی دو صنعتیں بھی شامل ہیں۔ ان دونوں میں مجرد عناصر یا تصورات کو جاندار جسم مان لیا جاتا ہے اور اِن کے بارے میں اِنسانی اصطلاحات یا تراکیب میں بات کی جاتی ہے۔

صیّون کی راہیں ماتم کرتی ہیں (نوحہ ۱:۴)

شفقت اور راستی باہم مل گئی ہیں۔
صداقت اور سلامتی نے ایک دُوسرے کا بوسہ لیا ہے۔
راستی زمین سے نکلتی ہے۔
اور صداقت آسمان پر سے جھانکتی ہے (زبور ۸۵:۱۰-۱۱)

پس تلوار کھا جائے گی اور سیر ہوگی
اور ان کے خون سے مست ہوگی۔ (یرمیاہ ۴۶:۱۰)

پُرانا عہد نامہ تو تجسیمی تراکیب سے بھرا ہوا ہے جن میں انسانی صفات اور اعمال کو خُدا سے منسوب

کیا گیا ہے: خُداوند کے حضور نیا گیت گاؤ

کیونکہ اُس نے عجیب کام کئے ہیں۔

اُس کے دہنے ہاتھ اور اُس کے مُقدّس بازو نے

اُس کے لئے فتح حاصل کی ہے۔ (زبور ۹۸:۱)

وہ جو آسمان پر تخت نشین ہے ہنسے گا۔ (زبور ۲:۴)

۲.۴.۱.۳- جز اور کُل کا تعلق

بعض اوقات جز کُل کو یا کُل جز کو ظاہر کرتا ہے۔ تکنیکی لحاظ سے اِس صنعت کو مجاز مرسل کہتے ہیں۔ مندرجہ بالا مثال میں جب زبور نویس کہتا ہے کہ ''اُس کے مُقدّس بازو نے اُس کے لئے فتح حاصل کی ہے'' تو اِس کا حقیقی مطلب ہے کہ خود خُدا نے یا اُس کے طاقت اور زور نے اُسے فتح مند کیا ہے۔ ہم مندرجہ ذیل میں جز اور کُل کا تعلق بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔

(۱) جسم کے اعضا پوری شخصیت کا مفہوم رکھتے ہیں۔

میری جان کو تیری ہی دُھن ہے۔ (زبور ۶۳:۸) (میری جان = مَیں)

جھوٹے لبوں سے خُداوند کو نفرت ہے (امثال ۱۲:۲۲) (جھوٹے لب = جھوٹے لوگ)

کیونکہ جھوٹ بولنے والوں کا منہ بند کر دیا جائے گا۔ (زبور ۶۳:۱۱)

(جھوٹ بولنے والوں کا منہ = جھوٹ بولنے والے)

جسم کے اعضا کا مفہوم اَور بھی وسیع ہو سکتا ہے۔ مثلاً ''جھوٹے لب'' کا مطلب جھوٹ بولنے والے لوگ بھی ہو سکتا ہے مگر اِس کا مطلب وہ جھوٹ بھی ہو سکتے ہیں جو اُن لبوں سے نکلتے ہیں۔

(۲) ایک شخص سے مراد اُس کی نسل کے سارے لوگ ہو سکتے ہیں

... تُو یعقوب کو اسیری سے واپس لایا ہے۔ (زبور ۸۵:۱)

یہاں یعقوب سے مراد اُس کی نسل کے سارے لوگ، ساری اسرائیلی قوم ہے۔

(۳) شہروں، ملکوں یا دیگر مقامات کے نام وہاں کے سارے باشندوں کا مفہوم رکھتے ہیں۔

اَے یروشلیم! خُداوند کی ستائش کر۔

اَے صِیّون! اپنے خُدا کی ستائش کر۔ (زبور ۱۴۷:۱۲)

CEV میں یوں ترجمہ کیا گیا ہے۔

Everyone in Jerusalem,

Come and praise the Lord your God.

کُوش خُدا کی طرف ہاتھ بڑھانے میں جلدی کرے گا (زبور ۶۸:۳۱)

CEV میں Ethiopians ہے۔ یعنی کوشی = کوش کے باشندے۔

آسمان خوشی منائے اور زمین شادمان ہو۔ (زبور ۹۶:۱۱)

CEV میں یوں ترجمہ کیا گیا ہے:

Sing a new song to the Lord!

Everyone on this earth,

sing praises to the Lord...

مجازِ مرسل (جز۔کُل کا تعلق) کے مفہوم ومعنیٰ میں کئی تہیں ہوسکتی ہیں۔

مثال کے طور پر زبور ۸۷:۲ کے اِس مصرع میں معنیٰ کو سمجھنے کے لئے کئی مراحل ہیں۔

خُداوند صیّون کے پھاٹکوں کو......عزیز رکھتا ہے۔

یہاں صیّون کے پھاٹکوں سے مراد ہے شہر کے چوگرد کی فصلیں۔ صیّون بذاتہ ایک پہاڑ ہے مگر یہ نام عموماً یروشلیم شہر کے لئے اِستعمال ہوتا ہے۔ CEV میں اِس کا ترجمہ "اُس شہر" کیا گیا ہے کہ "وہ اُس شہر کو اسرائیل کی دُوسری کسی بھی جگہ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے"۔ اِس نسبت کو مزید وسیع کرکے اِس کا مطلب ہوگا "اُس شہر کے باشندے" اور مزید وسیع کرکے "خُدا کے سارے لوگ" ہوگا۔

مجازِ مرسل (جز۔کُل کا تعلق) کا مفہوم لُغوی بھی ہوسکتا ہے اور مجازی بھی۔ امثال ۱۴:۱۱ میں "گھر" اور "خیمہ" سے مراد خاص طور پر لغوی معنیٰ میں سکونت گاہ ہوسکتی ہے۔

شریر کا گھر برباد ہو جائے گا

پر راست آدمی کا خیمہ آباد رہے گا۔ (امثال ۱۴:۱۱)

شریروں کے گھر برباد ہو جائیں گے مگر راستبازوں کے گھر خواہ کیسے بھی کم مایہ یا چھوٹے ہوں

پھلتے پھولتے رہیں گے۔ تاہم، ہم لغوی یا لفظی تشریح سے آگے بھی جا سکتے ہیں کہ یہاں خود لوگوں کے بارے میں، اُن کی خوشحالی اور اُن کے وجود کے بارے میں بات ہو رہی ہے۔

۲.۴.۱.۴۔ مسلمہ صنائع بدائع

پُرانے عہد نامہ میں شاعری میں مستعمل صنائع بدائع کی فہرست بہت طویل ہے۔ تاہم مسلمہ صنائع بدائع کا ایک ذخیرہ ہے۔ یہ صنائع بدائع پورے عبرانی ادب میں موجود نظر آتے ہیں۔ اِن میں سے ایک مجازِ مُرسل کا وہ اِستعمال ہے جسے انگریزی میں metonymy کہتے ہیں۔ اِس میں ایک نام یا ناموں کا مجموعہ لیا جاتا ہے اور مراد وہ چیز یا تصور ہوتا ہے جو اُس نام سے تعلق رکھتا ہو۔ عبرانی زُبان میں یہ طرزِ کلام عام ہے اور پُرانے عہد نامہ کے قارئین اور علما اِس سے بخوبی واقف ہوں گے۔ یہاں ہم چند مثالیں دیتے ہیں:

کمان، نیزہ، رتھ = جنگ، جارحیت	(زبور ۴۶:۹)
پیالہ، جام = سزا	(یسعیاہ ۵۱:۱۷)
پیالہ = حالت، کیفیت	(زبور ۲۳:۵)
تیل = خوشحالی، مخصوصیت	(زبور ۴۵:۷)
مَے = خوشی، شادمانی، بعض اوقاتِ محبت	(غزل الغزلات)
ببروں، گیدڑوں = دُشمن	(زبور ۵۷:۴، زبور ۴۴:۱۹)
ہرے، شاداب درخت = خوشحالی	(زبور ۵۲:۸)
قبر (لغوی = گڑھا) = موت یا پاتال (عالمِ ارواح)	(زبور ۴۹:۹)

مترجم بائبل کی اہم صنائع بدائع کی ایک فہرست مرتب کر لے تو بہت مددگار ثابت ہوگی۔ اِن کے ساتھ اِن کے مفاہیم و معانی تحریر ہوں تاکہ ترجمے میں یکسانیت قائم رہے۔

۲.۴.۲- خطیبانہ اور ایمائی سوالات

خطیبانہ سوالات سارے عبرانی ادب کی ایک نمایاں خصوصیت ہے مگر شاعری میں اِسے خاص اہمیت حاصل ہے۔ ایوب، زبور، غزل الغزلات اور انبیا کی کتابوں میں خطیبانہ سوالات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ روزمرہ گفتگو میں خطیبانہ سوال کئی طرح کے جذبات اور رویوں کے اظہار کے لئے اِستعمال ہوتے ہیں مثلاً خوشی، غصہ، ناراضی، طنز، جھڑکی، غم واندوہ اور اُداسی وغیرہ۔ چونکہ شاعری میں جذبات کا اظہار زیادہ شدت سے ہوتا ہے اِس لئے حیرت نہیں ہوتی کہ اِس سیاق وسباق میں خطیبانہ سوال اِس کثرت سے اِستعمال ہوئے ہیں۔ زبوروں میں یہ سوال شاعر کے ذہنی اضطراب اور درد کو بھی ظاہر کرتے ہیں (۶:۳؛ ۲۲:۱؛ ۷۴:۱، ۱۰-۱۱)۔

اَے خُداوند! تُو کیوں دور کھڑا رہتا ہے؟

مصیبت کے وقت تُو کیوں چھپ جاتا ہے؟ (زبور ۱۰:۱۱)

مگر یہی سوال شاعر کے اعتماد اور توکل کو ظاہر کرنے کا وسیلہ بھی ہو سکتے ہیں۔

خُداوند میری روشنی اور میری نجات ہے۔ مجھے کِس کی دہشت؟

خُداوند میری زندگی کا پشتہ ہے۔ مجھے کِس کی ہیبت؟ (زبور ۲۷:۱)

خطیبانہ سوال دلیل دینے یا تعلیم دینے اور جب متکلم کسی نکتہ پر زور دینا چاہتا ہو کے لئے بھی اِستعمال ہوتے ہیں۔ زبور ۹۴:۹ میں زبور نویس خُدا کی امتیازی صفت کا بیان کرتا ہے۔

جس نے کان دِیا کیا وہ خود نہیں سُنتا؟

جس نے آنکھ بنائی کیا وہ دیکھ نہیں سکتا؟ (زبور ۹۴:۹)

کئی دفعہ خطیبانہ سوال اپنے آپ کو قائل کرنے کے لئے اِستعمال ہوتے ہیں یعنی جب شاعر اپنے آپ کو خُدا کی وفاداری کا قائل کرنا چاہتا ہو۔

کیا خُداوند ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے گا؟

کیا وہ پھر کبھی مہربان نہ ہوگا؟

کیا اُس کی شفقت ہمیشہ کے لئے جاتی رہی؟

کیا اُس کا وعدہ ابد تک باطل ہو گیا؟
کیا خُدا اکرم کرنا بھول گیا؟
کیا اُس نے قہر سے اپنی رحمت روک لی؟ (زبور ۷۷:۷-۱۰)

شاعری کے سیاق وسباق میں ہمیں اکثر وہ صنعت بھی ملتی ہے جسے ایمائی سوال کہتے ہیں یعنی ایسے سوال جس میں جواب کا اشارہ یا جواب دینے والے کے لئے راہنمائی ہو یا متن میں جواب دیا گیا ہو۔ مثال کے طور پر یرمیاہ نبی ایک سوال پوچھتا ہے اور پھر خود ہی اُس کا جواب دیتا ہے۔

کیا وہ اپنے مکروہ کاموں کے سبب سے شرمندہ ہوئے؟
وہ ہرگز شرمندہ نہ ہوئے۔
بلکہ وہ لجائے تک نہیں۔ (یرمیاہ ۸:۱۲)

کئی دفعہ یہ سوال نظم کی ساخت کا تعین بھی کرتے ہیں۔ مثلاً زبور ۱۵ میں متوازی انداز کا سوال پوری نظم کے لئے موضوع کی راہ تیار کر دیتا ہے جو موزوں جواب کا کام دیتی ہے۔

اَے خُداوند تیرے خیمہ میں کون رہے گا؟
تیرے کوہِ مقدس پر کون سکونت کرے گا؟
وہی جو راستی سے چلتا اور صداقت کا کام کرتا ہے
اور دِل سے سچ بولتا ہے۔
وہ جو اپنی زُبان سے بہتان نہیں باندھتا
اور اپنے دوست سے بدی نہیں کرتا...

اِسی طرح زبور ۱۲۱ ایک موضوعی سوال سے شروع ہوتا ہے "مَیں اپنی آنکھیں پہاڑوں کی طرف اُٹھاؤں گا۔ میری کُمک کہاں سے آئے گی؟" اور پھر باقی سارا زبور اِس سوال کے جواب پر مرکوز ہو جاتا ہے۔

غزل الغزلات میں ایمائی سوال بار بار اِستعمال ہُوا ہے۔ شاعر اِسے بڑی مہارت سے اِستعمال کرتا ہے۔ اِس سے شعری اکائی شروع ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ۵:۹ میں یروشلیم کی بیٹیاں دو متوازی سوال پوچھتی ہیں جس سے جوان عورت کے لئے راہ کھل جاتی ہے کہ اپنے محبوب کی عجیب خوبیوں کا مفصل بیان کرے (غزل الغزلات ۵:۱۰-۱۶)۔

تیرے محبوب کو کسی دُوسرے محبوب پر کیا فضیلت ہے؟
اَے عورتوں میں سب سے جمیلہ!
تیرے محبوب کو کسی دُوسرے محبوب پر کیا فوقیت ہے
جو تو ہم کو اس طرح قَسم دیتی ہے؟
میرا محبوب سُرخ و سفید ہے۔
وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔
اُس کا سر خالص سونا ہے۔
اُس کی زُلفیں پیچ در پیچ اور کوّے سی کالی ہیں...

واعظ کی کتاب کے شعری حصوں میں بھی اکثر موضوعی سوال پوچھا جاتا ہے جو مشاہدے پر مبنی تنقیدی رائے دینے کی راہ ہموار کرتا ہے (۱:۳)۔

۲.۴.۳- مبالغہ، طنز اور رمز

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، عبرانی ادب میں اسلوب کی متعدد خصوصیات ہیں جو شعری اور نثری سیاق و سباق میں اِستعمال ہوتی ہیں۔ اِن میں مبالغہ، طنز اور رمز بھی شامل ہیں۔ چونکہ بعض منظومات میں یہ خصوصیات بہت نمایاں ہوسکتی ہیں اس لئے ہم اِن کا مختصر بیان کرتے ہیں۔

مبالغے میں بات کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے۔ اِس سے ایک ڈرامائی تاثر پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ "مَیں تو ٹھنڈ سے مَرے جا رہا ہوں" تو مطلب یہ نہیں ہوگا کہ وہ لغوی معنٰی میں مَر رہا ہے بلکہ وہ سردی یا ٹھنڈ کی شدت کو مبالغہ آمیز انداز میں بیان کر رہا ہے۔ چونکہ شاعری میں اکثر نہایت جذباتی معاملات پیش کئے جاتے ہیں اس لئے اکثر مبالغے سے کام لینا پڑتا ہے۔ داؤد کے ایک زبور میں اِس کی بہت عمدہ مثال ملتی ہے۔

مَیں کراہتے کراہتے تھک گیا۔
مَیں اپنا پلنگ آنسوؤں سے بھگوتا ہوں۔
ہر رات میرا بستر تیرتا ہے۔ (زبور ۶:۶)

مبالغے کی ایک اَور مثال زبور ۹۱: ۷ سے پیش کی جاتی ہے۔

تیرے آس پاس ایک ہزار گر جائیں گے
اور تیرے دہنے ہاتھ کی طرف دس ہزار۔

اس شخص کے آس پاس لغوی معنیٰ میں ایک ہزار یا دس ہزار دُشمن نہیں ہیں مگر زبور نویس کہتا ہے کہ کچھ بھی ہو تجھے اپنی رہائی کے لئے خُدا پر بھروسا رکھنا چاہئے۔

ایک اَور مثال جب لوگوں نے گایا کہ

ساؤل نے تو ہزاروں کو
پر داؤد نے لاکھوں کو مارا... (۱-سموئیل ۱۸: ۷)

تو اُن کا مطلب نہیں تھا کہ داؤد نے لاکھوں دُشمن مار ڈالے، بلکہ صرف یہ کہ بہت بڑی تعداد میں اور ساؤل کے مقابلے میں بہت زیادہ تعداد میں مارے۔

طنز میں بولنے والا کہتا کچھ ہے مگر اُس کا مطلب کچھ اَور ہوتا ہے اور مقصد طعنہ دینا یا کسی کا مذاق اُڑانا ہوتا ہے۔ جبکہ رمز میں بات کہی کچھ جاتی ہے مگر مفہوم یا اشارہ کسی اَور بات کی طرف ہوتا ہے۔ طنزیہ بیان اگرچہ مزاحیہ ہوتا ہے مگر چبھنے والا ہوتا ہے اور مقصد کسی کا مذاق اڑانا یا اُسے ملامت کرنا ہوتا ہے۔ ایوب کی کتاب کی شاعری طنزیہ اور رمزیہ بیانات سے بھری ہوئی ہے۔ یہ بات ایوب اور اُس کے دوستوں کی نوک جھونک بلکہ ایوب اور خُدا کے مکالمے میں بھی نمایاں نظر آتی ہے۔ جب بلدد ایوب سے بات کرتا ہے تو ایوب طنزیہ انداز میں جواب دیتا ہے۔

جو بے طاقت ہے اُس کی تُو نے کیسی مدد کی!
جس بازو میں قوت نہ تھی اُس کو تُو نے کیسا سنبھالا!
نادان کو تُو نے کیسی صلاح دی
اور حقیقی معرفت خوب ہی بتائی! (ایوب ۲۶: ۲-۳)

ایوب کا نکتہ یہ ہے کہ بلدد نے کسی کی مدد نہیں کی اور خود ایوب کی تو واقعی کوئی مدد نہیں کی۔ وہ کہتا ہے کہ بلدد نے ''حقیقی معرفت بتائی'' لیکن اِس کا مطلب و مفہوم اِس کے بالکل اُلٹ ہے۔ یہ اِستعمال انگریزی میں متعلق فعل ''plentifully'' سے اور اُردو میں ''خوب ہی'' (عبرانی میں ''فراوانی سے'')

نمایاں کیا گیا ہے۔ یہاں طنز کا تاثر اَور بھی زوردار اور گہرا اِس لئے ہے کہ ایوب اپنے بارے میں صیغہ غائب اِستعمال کرتا ہے یعنی جیسے وہ کوئی تیسرا شخص ہے جو بے طاقت، بے قوت اور نادان ہے۔

جب خُدا بگولے میں ہو کر ایوب سے کلام کرتا ہے تو اُس وقت اُس کے لہجے میں بھی زبردست طنز ہے۔

تُو کہاں تھا جب مَیں نے زمین کی بنیاد ڈالی؟
تُو دانشمند ہے تو بتا۔ (ایوب ۳۸:۴)

کئی دفعہ شدتِ طنز کا اظہار کرنے کے لئے خطیبانہ سوال کا اِستعمال کیا گیا ہے۔

اگر مَیں بھوکا ہوتا تو تجھ سے نہ کہتا
کیونکہ دُنیا اور اُس کی معموری میری ہی ہے۔
کیا مَیں سانڈوں کا گوشت کھاؤں گا۔
یا بکروں کا خون پیوں گا؟ (زبور ۵۰:۱۲-۱۳)

یاد رکھئے کہ طنزیہ اسلوب صرف شعری سیاق وسباق تک محدود نہیں البتہ اِس قسم کی جذباتی باتوں کے بیان میں زیادہ اِستعمال ہوتا ہے۔

۲.۴.۴ - کلیدی الفاظ

کسی نظم میں شروع سے آخر تک کلیدی الفاظ موجود ہو سکتے ہیں۔ یہ نظم کو ایک چاشنی اور رنگ دیتے ہیں اور مل کر ایک کُل کے طور پر کام کرتے ہیں۔ واعظ باب ۳ میں لفظ "وقت" کی تکرار بہت ہی عمدہ اور معنوی لحاظ سے اوّل درجے کی مثال ہے۔ زبوروں کے مجموعے میں آخری زبور نمبر ۱۵۰ کے ہر مصرع میں "حمد کرو" کی تکرار یقیناً دانستہ ہے۔ غزل الغزلات میں کئی تراکیب اور اصطلاحات کی تکرار ہے جو اس کتاب کے مخصوص موضوعات کو اُجاگر کرتی ہیں، مثلاً نرگس، ہرنیاں، سوسن، کبوتری، مَے اور مُر۔ اِس سے ہمیں یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ کتاب کے بعض حصے اگرچہ باہم مربوط دکھائی نہیں دیتے تو بھی پوری کتاب میں ایک اکائی ہونے کا تاثر زبردست طور پر موجود ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہُوا کلیدی الفاظ شعری اکائیوں کی حدود کو ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی لفاف

کسی عبارت کا احاطہ کئے ہوتا ہے (دیکھئے ۲.۲.۴)۔کوئی کلیدی اصطلاح اکائیوں کے درمیان کڑی کا کام دیتی ہے۔ چنانچہ غزل الغزلات کے آخری حصے میں ایک چھوٹی سی اکائی ہے (آیت ۸-۱۰) جو چھوٹی بہن کے بارے میں بیان کرتی ہے۔ یہ اکائی عبرانی کے لفظ ''شالوم'' (سلامتی) پر اختتام پذیر ہوتی ہے ''اور مَیں اُس کی نظروں میں سلامتی یافتہ کی مانند تھی''۔ اِس سے اگلی اکائی ''شالوم'' سے مشابہ لفظ ''شلوموح'' (سلیمان) سے شروع ہوتی ہے۔ اِن کا کلیدی مادّہ ''شلم'' ہے اور اِس کی تکرار ان دونوں حصوں کو مربوط کرتی ہے۔ لفظ ''شلوموح'' آیت ۱۱ اور ۱۲ کے شروع اور آخر میں آیا ہے جو ایک لفاف ہے اور تعین کرتا ہے کہ یہ حصہ ایک ضمنی اکائی ہے۔

۲.۴.۵-ضمائر کی تبدیلی

ضمائر ضمیر کی جمع ہے۔ ضمیر یا اسم ضمیر وہ لفظ ہے جو کسی اسم کی جگہ اِستعمال ہو مثلاً مَیں، وہ، اُس وغیرہ۔

عبرانی شاعری کی ایک دلچسپ مگر اُلجھن میں ڈالنے والی خصوصیت یہ ہے کہ کسی عبارت کے درمیان میں ضمائر تبدیل کر دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً مصنف یا متکلم اپنے لئے واحد متکلم کا صیغہ ''میں'' اِستعمال کرتا ہے، لیکن پھر بدل کر غائب کا صیغہ ''وہ'' اِستعمال کرنے لگتا ہے۔ ضمائر تبدیل کرنے سے کئی کام لئے جاتے ہیں مثلاً ساخت کا تعین کرنا، نظم کے شروع، خاتمہ اور نقطہء عروج کی نشاندہی کرنا۔

مثال کے طور پر زبور ۲۳ میں شاعر نظم کے شروع میں خُدا کا ذِکر صیغہ غائب میں کرتا ہے۔ پھر اُسے صیغہ حاضر میں مخاطب کرتا ہے اور اختتام کے قریب پر صیغہ غائب پر آ جاتا ہے۔ شاعر جو صیغہ متکلم میں بولتا ہے شروع سے آخر تک یکساں رہتا ہے۔ یہ تبدیلی بڑی حد تک ایک لفاف کی طرح کام کرتی ہے (دیکھئے حصہ نمبر ۲.۲.۴)۔ صیغہ غائب سے خُداوند کا ذِکر کیا گیا ہے۔ یہ صیغہ ایک لفاف کی ساخت فراہم کرتا ہے جس کے اندر ایمان کا گہرا اقرار ہے، جس کا روئے سخن خُدا کی طرف ہے۔

خُداوند میرا چوپان ہے۔ مجھے کمی نہ ہوگی۔ (صیغہ غائب)
وہ مجھے ہری ہری چراگاہوں میں بٹھاتا ہے۔
وہ مجھے راحت کے چشموں کے پاس لے جاتا ہے۔
وہ میری جان کو بحال کرتا ہے۔

وہ مجھے اپنے نام کی خاطر صداقت کی راہوں پر لے چلتا ہے۔
بلکہ خواہ موت کے سایہ کی وادی میں سے میرا گزر ہو
مَیں کسی بلا سے نہیں ڈروں گا کیونکہ تُو میرے ساتھ ہے۔ (صیغہ حاضر)
تیرے عصا اور تیری لاٹھی سے مجھے تسلّی ہے۔
تُو میرے دُشمنوں کے رُوبرو میرے آگے دسترخوان بچھاتا ہے۔
تُو نے میرے سر پر تیل ملا ہے۔ میرا پیالہ لبریز ہوتا ہے۔
یقیناً بھلائی اور رحمت عمر بھر میرے ساتھ ساتھ رہیں گی
اور مَیں ہمیشہ خُداوند کے گھر میں سکونت کروں گا۔ (صیغہ غائب)

غور کریں کہ ضمائر کی تبدیلی نظم کے بڑے حصوں کی حد بندی کرنے میں کس طرح ہماری مدد کرتی ہے۔ یہ ادبی اسلوب زبوروں میں بہت عام ہے (۱۹: ۷-۱۴) اور غزل الغزلات کی دُوسری نظموں میں بھی بہت اِستعمال ہُوا ہے (۶: ۴-۱۰)۔

ضمائر میں تبدیلی کسی خطاب، مقالے یا بیان کے آغاز یا اختتام کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔ مثال کے طور پر زبور ۱۸ کے پہلے مصرع میں کہا گیا ہے "اَے خُداوند! اَے میری قوت! مَیں تجھ سے محبت رکھتا ہوں" (صیغہ حاضر)۔ لیکن باقی سارے زبور میں خُدا کے بارے میں بات کرتے ہوئے صیغہ غائب اِستعمال ہُوا ہے اور اِس جذبہء شدید کی وجوہات بیان کی گئی ہیں:- "خُداوند میری چٹان اور میرا قلعہ ہے... مَیں خُداوند کو جو ستائش کے لائق ہے پُکاروں گا..."

زبور ۱۳ میں زبور نویس آغاز میں خُدا کو مخاطب کرتا ہے اور آخر تک اِسی انداز میں بات کرتا ہے "اَے خُداوند کب تک... کب تک تُو اپنا چہرہ مجھ سے چھپائے رکھے گا؟" البتہ زبور کا اختتام زبور ۲۳ کی طرح صیغہ غائب کے ساتھ ہوتا ہے اور شاعر ایک عزم کا اظہار کرتا ہے "مَیں خُداوند کا گیت گاؤں گا کیونکہ اُس نے مجھ پر احسان کیا ہے۔"

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات کوئی زبور اندازِ تخاطب کی تبدیلی کے ساتھ اختتام پذیر ہوتا ہے۔ مثلاً زبور ۳۱ کے پہلے حصے (آیت ۱-۲۰) میں شاعر خُداوند خُدا کو صیغہ حاضر میں مخاطب کرتا ہے۔ آیت ۲۱ اور بعد میں وہ خُداوند کے واسطے صیغہ غائب اِستعمال کرتا ہے "خُداوند مبارک ہو کیونکہ اُس

نے مجھ کو محکم شہر میں عجیب شفقت دکھائی"۔ لیکن زبور کے بالکل اختتام کے قریب شاعر اپنے ساتھی عبادت گزار کی طرف رُخ کرتا اور کہتا ہے "خُداوند سے محبت رکھو اَے اُس کے سب مُقدسو!" چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صیغوں کی تبدیلی ایک عام اختراع ہے جو نظم کے آغاز اور بہت دفعہ نظم کے اختتام کی نشاندہی کرتی ہے۔

لیکن صیغوں کی تبدیلی کا غالباً سب سے اہم کام کسی نکتے کو اُجاگر کرنا یا اُس پر زور دینا ہوتا ہے۔ عبرانی شاعری میں نظم کے نقطہء عروج پر ایک یا دو آیتوں میں صیغہ اچانک اور غیر متوقع طور پر تبدیل ہو سکتا ہے۔ مثلاً زبور ۱۸ میں ہم دیکھتے ہیں کہ آیت ۲۵ اور بعد میں خُداوند کو صیغہ حاضر میں مخاطب کیا گیا ہے لیکن آیت ۲۹ اور ۳۰ میں ملے جلے صیغے اِستعمال ہُوئے ہیں۔ بہت سی زُبانوں میں یہ عمل فطری نہیں ہے مگر عبرانی میں یہ انداز شاعر کے احساسات کی شدت کو ظاہر کرتا ہے اور زیرِ نظر نظم میں خُداوند پر اُس کے بھروسے کی مضبوطی کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۵- رحمدل کے ساتھ تُو رحیم ہوگا
اور کامل آدمی کے ساتھ کامل۔
۲۶- نیکوکار کے ساتھ نیک ہوگا
اور کجرو کے ساتھ ٹیڑھا۔
۲۷- کیونکہ تُو مصیبت زدہ لوگوں کو بچائے گا
لیکن مغروروں کی آنکھوں کو نیچا کرے گا۔
۲۸- اِس لئے کہ تُو میرے چراغ کو روشن کرے گا۔
خُداوند میرا خُدا میرے اندھیرے کو اُجالا کر دے گا۔
۲۹- کیونکہ تیری بدولت میں فوج پر دھاوا کرتا ہوں
اور اپنے خُدا کی بدولت دیوار پھاند جاتا ہوں۔

صیغوں کے اِس طرح ملا جُلا دینے سے خُدا کی طرف سے کلام کرنے کا پیش منظر ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ زبور ۵۰ میں نظر آتا ہے۔ زبور کے نقطہء عروج (آیت ۲۲-۲۳) میں خُدا کلام کر رہا ہے اور وہ اپنے لئے غائب اور متکلم دونوں صیغے اِستعمال کرتا ہے۔ غور کریں کہ یہ آیات ساخت کے اعتبار سے منقلب

ہیں جن میں صیغہ غائب (خُدا) بیرونی سطح پر اور صیغہ متکلم (مَیں، میری) اندرونی سطح پر آئے ہیں۔

اب اَے خُدا کو بھولنے والو! اسے سوچ لو۔

ایسا نہ ہو کہ مَیں تم کو پھاڑ ڈالوں اور کوئی چھڑانے والا نہ ہو۔

جو شکر گزاری کی قربانی گذرانتا ہے وہ میری تمجید کرتا ہے۔

اور جو اپنا چال چلن درست رکھتا ہے

اُس کو مَیں خُدا کی نجات دکھاؤں گا۔

صیغے اُس وقت بھی بدلے جاتے ہیں جب کسی کے الفاظ براہِ راست اقتباس کیے جاتے ہیں مگر اقتباس کی علامات واوین وغیرہ نہیں دی جاتیں۔ مثال کے طور پر زبور ۴۶ کے درمیان میں خُدا کی آواز ڈرامائی انداز میں مداخلت کرتی ہے۔

آؤ! خُداوند کے کاموں کو دیکھو...

وہ زمین کی انتہا تک جنگ موقوف کراتا ہے

وہ کمان کو توڑتا اور نیزے کے ٹکڑے کر ڈالتا ہے۔

وہ رتھوں کو آگ سے جلا دیتا ہے۔

خاموش ہو جاؤ اور جان لو کہ مَیں خُدا ہوں۔

مَیں قوموں کے درمیان سربلند ہوں گا۔

میں ساری زمین پر سربلند ہوں گا۔

لشکروں کا خُداوند ہمارے ساتھ ہے۔

یعقوب کا خُدا ہماری پناہ ہے۔ (زبور ۴۶: ۸-۱۱)

استثنا کی کتاب میں موسیٰ کے گیت میں بھی اِسی قسم کا عمل نظر آتا ہے۔ یہاں اِسرائیلی قوم کو ایک ایسا شخص ظاہر کیا گیا ہے جو کھانا ٹھونس رہا ہے۔ پہلے اُس شخص کا ذکر صیغہ غائب میں کیا گیا ہے اور پھر اُسے بہت طنزیہ لہجے میں اور صیغہ حاضر میں مخاطب کیا گیا ہے اور پھر اچانک صیغہ غائب میں بات کر کے اُس کے گُناہ کا ذِکر کیا گیا ہے۔

لیکن یسورون موٹا ہو کر لاتیں مارنے لگا۔

تُو موٹا ہو کر لدّھڑ ہو گیا ہے اور تجھ پر چربی چھا گئی ہے۔
تب اُس نے خُدا کو جس نے اُسے بنایا چھوڑ دِیا
اور اپنی نجات کی چٹان کی حقارت کی۔ (استثنا ۳۲: ۱۵)

ایک اَور سیاق وسباق جہاں صیغوں میں تبدیلی ہوتی ہے وہ ہے بے تکلفی اور گہری رفاقت کے لمحات جہاں صیغے کی تبدیلی حیا یا شرم کے باعث آنکھیں جھکانے یا نظریں دُوسری طرف کر لینے کے برابر ہوتی ہے۔ غزل الغزلات کے بالکل پہلے مصرعوں کے پیچھے بھی شاید یہی بات کارفرما ہے" وہ اپنے منہ کے چوموں سے مجھے چومے، کیونکہ تیرا عشق مَے سے بہتر ہے....۔" اگلی مثال میں نوجوان اپنی محبوبہ کو صیغہ حاضر " تُو" سے مخاطب کر کے بات شروع کرتا ہے لیکن بدل کر مجازی یا کومل زُبان میں بولنے لگتا ہے اِس لئے کہ بیان شدید جذباتی ہو جاتا ہے۔

اَے محبوبہ! عیش وعشرت کے لئے
تُو کیسی جمیلہ اور جانفزا ہے!
یہ تیری قامت کھجور کی مانند ہے
اور تیری چھاتیاں انگور کے گچھے ہیں۔
مَیں نے کہا مَیں اس کھجور پر چڑھوں گا
اور اس کی شاخوں کو پکڑوں گا۔
تیری چھاتیاں انگور کے گچھے ہوں
اور تیرے سانس کی خوشبو سیب کی سی ہو... (غزل الغزلات ۷: ۶-۸)

چنانچہ صیغوں کی تبدیلی عبرانی شاعری کی عام خصوصیت ہے جو کئی کام کرتی ہے۔ یہ نظم کے اندرونی اسلوب یا ساخت کی پہچان کراتی ہے اور اِس مقصد کے لئے نئے آغاز، اختتام یا نقطہءِ عروج کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہ متعدد رویّوں کو بھی ظاہر کرتی ہے مثلاً دلیری، لجانا یا طنز وغیرہ۔

۵.۲- شعری اکائیاں

ہم جانتے ہیں کہ بیانیہ نثر میں کلام کے طویل حصوں کو اکائیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جنہیں

”ڈیرے“ کہتے ہیں۔ شاعری میں بھی چند مصرعوں کو یکجا رکھ کر نسبتاً بڑی ادبی اکائیاں تشکیل دی جاتی ہیں۔ اِن کو ”بند“ کہتے ہیں۔ انگریزی زبان میں دو لفظ ”Strophe“ (سٹروفے) اور ”Stanza“ (سٹینزا) اِستعمال ہوتے ہیں۔ اکثر علما اِن اصطلاحات کے مفاہیم میں کوئی فرق نہیں کرتے مگر بعض علما مصرعوں یا شعروں کے چھوٹے مجموعے کو سٹروفے اور سٹروفے کے مجموعہ کو سٹینزا کہتے ہیں۔ اُردو شاعری میں ایسا کوئی فرق نہیں مگر چند صورتوں میں دیگر اصطلاحات اِستعمال ہوتی ہیں مثلاً

قطعہ: دو یا دو سے زیادہ شعروں کا مجموعہ جن میں مضمون مربوط ہو۔

رباعی: چار مصرعوں کی نظم جس میں اعلیٰ علمی، ادبی اور اخلاقی مضمون باندھا گیا ہو۔ رباعی کی بحریں بھی مخصوص ہیں۔

۱.۵.۲-۱-بند (سٹروفے Strophe)

”بند“ مصرعوں کا وہ مجموعہ ہوتا ہے جو خیال، معنیٰ یا ساخت کے اعتبار سے مربوط ہوں۔ اگرچہ زبور ۱۲۱ بہت گٹھی ہوئی نظم ہے جو کلیدی مادہ ”محفوظ رکھنا“ پر مبنی ہے تاہم اِسے چار بندوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جو دو دو آیات پر مشتمل ہیں۔

۱- مَیں اپنی آنکھیں پہاڑوں کی طرف اُٹھاؤں گا۔
میری کمک کہاں سے آئے گی؟

۲- میری کمک خُداوند سے ہے
جس نے آسمان اور زمین کو بنایا۔

۳- وہ تیرے پاؤں کو پھسلنے نہ دے گا۔
تیرا محافظ اونگھنے کا نہیں۔

۴- دیکھ! اِسرائیل کا محافظ
نہ اونگھے گا نہ سوئے گا۔

۵- خُداوند تیرا محافظ ہے
خُداوند تیرے دہنے ہاتھ پر تیرا سائبان ہے۔

۶- نہ آفتاب دن کو تجھے ضرر پہنچائے گا

نہ ماہتاب رات کو۔

۷- خُداوند ہر بلا سے تجھے محفوظ رکھے گا۔

وہ تیری جان کو محفوظ رکھے گا۔

۸- خُداوند تیری آمد و رفت میں

اب سے ہمیشہ تک تیری حفاظت کرے گا۔

پہلے بند (آیت ۱-۲) میں سوال جواب کی گتھی ہوئی ساخت ہے اور کلیدی لفظ ''کمک'' اسے مربوط کرتا ہے۔ دُوسرے بند (آیت ۳-۴) کے مصرعے مشترک فاعل ''وہ'' (خُداوند) سے مربوط ہیں۔ اِس کے کلیدی الفاظ ''اونگھنے'' اور ''محافظ'' ہیں۔ علاوہ ازیں زوردار منفی ''نہ/نہیں'' اِس ربط کو مضبوط کرتے ہیں اور پورے بند میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تیسرے بند (آیت ۵-۶) میں آیت ۶ آیت ۵ کے بارے میں مزید تفصیل مہیا کرتی ہے۔ آیت ۵ کہتی ہے کہ خُداوند ایک ''سائبان'' ہے اور آیت ۶ صراحت کرتی ہے کہ وہ سُورج اور چاند سے بچانے کو سائبان ہے۔ اختتامی بند (آیت ۷-۸) لفظ ''محفوظ/حفاظت'' کو تین بار دُہراتا ہے۔ آیت ۸ آیت ۷ میں مذکور وعدے کی مزید وضاحت کرتی اور دُہراتی ہے۔

ہمیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک شعری اکائی ختم اور دُوسری شعری اکائی شروع ہو رہی ہے؟ کئی خصوصیات ہیں جو نشاندہی کرتی ہیں کہ نظم میں ایک نئی اکائی شروع ہو رہی ہے۔ ہم اِن میں سے چند خصوصیات کا ذکر ذیل میں کرتے ہیں۔ صرف ایک خصوصیت کی موجودگی شاید کافی شہادت نہ ہو کہ یہاں وقفہ ہے لیکن اگر متعدد خصوصیات یکجا ہوں تو ہم نسبتاً زیادہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ایک نیا شعری حصہ شروع ہو گیا ہے۔

۱- ٹیپ کا مصرع:- غزل الغزلات ۲:۷؛ ۳:۵ اور ۸:۴ میں ہمیں ٹیپ کا یہ مصرع نظر آتا ہے کہ ''اَے یروشلیم کی بیٹیو! مَیں تمہیں غزالوں... کی قَسم دیتی ہوں...'' جو ایک اکائی کے اختتام کی نشاندہی کرتا ہے۔ چنانچہ اگلے مصرعوں سے ایک نئی اکائی شروع ہوتی ہے۔

۲- منظر یا جگہ کی تبدیلی:- غزل الغزلات ۲:۷ میں ٹیپ کے مصرع کے فوراً بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں کسی نئی جگہ میں پہنچا دیا گیا ہے ''میرے محبوب کی آواز! دیکھ وہ آ رہا ہے! پہاڑوں پر سے

۔۔۔ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہاں سے ایک نئی شعری اکائی شروع ہو رہی ہے۔

۳۔ مذکور شخص کی تبدیلی:- غزل الغزلات ۳:۱ اُسے پہلے محبوب کا ذکر ہے جو اُونچے نیچے پہاڑوں پر کودتا... اُچھلتا اور دوڑتا ہوا آ رہا ہے۔ ۳:۱ میں یکدم محبوبہ کا ذکر شروع ہو جاتا ہے جو رات کو پلنگ پر اکیلی دراز ہے۔ یوں شخص اور وقت دونوں کی تبدیلی پتہ دیتی ہے کہ ایک نئی شعری اکائی شروع ہو رہی ہے۔

۴۔ ایمائی سوال:- ہم نے اُوپر دیکھا ہے کہ ایمائی سوال اکثر نئی شعری اکائی کے آغاز یا اُس کی حدود کی نشاندہی کرتے ہیں۔ غزل الغزلات ۳:۵ میں دیکھئے کہ ٹیپ کا مصرع "اَے یروشلیم کی بیٹیو! میں تم کو... قسم دیتی ہوں" ایک اکائی کے اختتام کی نشاندہی کرتا ہے اور ۳:۶ میں ایمائی سوال "یہ کون ہے جو... بیابان سے... چلا آتا ہے؟" نئی اکائی کے شروع ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

۵۔ خطاب یا مخاطِب ہونے والے کی تبدیلی جس کا اظہار ندا سے کیا جاتا ہے:- غزل الغزلات کے باب ۳ کے اختتام کے قریب غالباً نوجوان عورت کی طرف سے یروشلیم کی بیٹیوں سے خطاب ہے۔ ۴:۱ میں بولنے والا اور سُننے والا دونوں یک دم تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اب صاف ظاہر ہے کہ نوجوان مَرد نوجوان عورت سے بات کر رہا ہے۔ "دیکھ تُو خوبرو ہے اَے میری پیاری! دیکھ تُو خوبصورت ہے۔" یہاں متن میں واضح وقفہ اور تبدیلی ہے۔ یہاں سے ایک نئی نظم شروع ہوتی ہے۔

۶۔ لفاف:- کسی خطاب یا تقریر کے شروع اور آخر میں کوئی لفظ یا چند الفاظ صفائی سے ظاہر کرتے ہیں کہ مصرعوں کا یہ مجموعہ ایک بند یا ایک نظم ہے۔ غزل الغزلات میں نوجوان عورت اپنے محبوب کا ذکر کرتی ہے تو اُس کے بیان کے شروع (۵:۱۰) اور بیان کے آخر (۵:۱۶) دونوں جگہ "میرا محبوب" کے الفاظ نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔

۷۔ فعل امر:- لفاف، ندا، مذکور شخص کی تبدیلی اور ایسی ہی دُوسری اختراعات کے ساتھ ساتھ فعل امر بھی کئی دفعہ ظاہر کرتا ہے کہ نئی اکائی شروع ہو رہی ہے۔ غزل الغزلات ۶:۱۳ میں یکدم ایک تبدیلی آتی ہے جس کی نشاندہی فعل امر "لوٹ آ، لوٹ آ" سے ہوتی ہے۔ یہاں فعل امر کے ساتھ ندا اور غالباً بولنے والے کی تبدیلی بھی اِستعمال ہوئی ہے اور ظاہر کیا گیا ہے کہ ایک نئی اکائی شروع ہو گئی ہے (مزید دیکھئے یسعیاہ ۵۱:۹ اور ۵۲:۱)۔

۸۔ سُننے والے شخص کی تبدیلی:- بُنیادی موضوع تو مستقل ہو گا لیکن جس کو مخاطب کیا گیا ہے اُس

شخص کی تبدیلی ایک نئے بند کی نشاندہی کرتی ہے۔ مثلاً زبور ۳۰ میں آیات ۱-۳ اور آیات ۴-۵ کے درمیان واضح وقفہ ہے۔ آیات ۱-۳ میں خُداوند کو جبکہ آیات ۴-۵ میں اُس کے مُقدسوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

۹- تکرار: کئی دفعہ بعض مصرعوں یا موضوع کی تکرار سے نظم کے بندوں کی پہچان کرائی جاتی ہے۔ زبور ۶۶ میں فعل امر کی تکرار نئے بندوں کے آغاز کا پتہ دیتی ہے۔ آیت ۱، آیت ۸ اور آیت ۲۰ سے شروع ہونے والے تین بندوں میں خُدا کی حمد وستائش کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ آیت ۱۶ سے شروع ہونے والی اکائی ماقبل کے ایک بند کی عکاسی کرتی ہے جو آیت ۵ سے شروع ہوتا ہے۔

۱- اَے ساری زمین! خُدا کے حضُور خوشی کا نعرہ مارو۔

۲- اُس کے نام کے جلال کا گیت گاؤ...

۵- آؤ اور خُدا کے کاموں کو دیکھو۔

بنی آدم کے ساتھ وہ اپنے سلوک میں مہیب ہے...

۸- اَے لوگو! ہمارے خُدا کو مبارک کہو

اور اُس کی تعریف میں آواز بلند کرو۔

۱۶- اَے خُدا سے ڈرنے والو! سب آؤ۔ سُنو

اور مَیں بتاؤں گا کہ اُس نے میری جان کے لئے کیا کیا کِیا ہے۔

۲۰- خُدا مبارک ہو

جس نے نہ تو میری دُعا کو رد کیا...

۱۰- صنائع بدائع: بعض اوقات دُوسری اختراعات کے ساتھ ساتھ صنائع بدائع بھی کسی خاص اکائی کے آغاز یا اختتام کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل مثالوں میں خُدا کے ڈرامائی اعلان کے شروع میں تشبیہ یا استعارہ اِستعمال ہُوا ہے۔

...اگرچہ تُو میرے لئے جلعاد ہے اور لبنان کی چوٹی

تو بھی مَیں یقیناً تجھے اُجاڑ دُوں گا

اور غیر آباد شہر بناؤں گا۔

(یرمیاہ ۲۲:۶)

کیونکہ میرے لئے یہ طوفانِ نوح کا سا معاملہ ہے
کہ جس طرح مَیں نے قسم کھائی تھی
کہ پھر زمین پر نوحؔ کا سا طوفان کبھی نہ آئے گا
اُسی طرح اب مَیں نے قسم کھائی ہے
کہ مَیں... کبھی... تجھ کو نہ گھرکوں گا۔ (یسعیاہ ۵۴:۹)

یرمیاہ ۵۱:۳۸-۴۰ میں متضاد تشبیہات شعری اکائی کے شروع اور اختتام کا پتہ دیتی ہیں جبکہ استعاراتی تراکیب اِس کے درمیان میں ہیں۔

وہ جوان ببروں کی طرح اکٹھے گرجیں گے۔
وہ شیر بچوں کی طرح غرائیں گے
اُن کی حالت طیش میں مَیں اُن کی ضیافت کر کے
اُن کو مست کروں گا کہ وہ وجد میں آئیں
اور دائمی خواب میں پڑے رہیں
اور بیدار نہ ہوں خُداوند فرماتا ہے۔
مَیں اُن کو برّوں اور مینڈھوں کی طرح
بکروں سمیت مسلخ پر اُتار لاؤں گا۔

۱۱-حروفِ کلام :- مختلف محسوسات کو ظاہر کرنے والے حروف مثلاً ہاں، ہائے، اَے وغیرہ عموماً کسی نئی اکائی کے شروع ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثال کے لئے دیکھئے عاموس کی کتاب کے مندرجہ ذیل حصے :-

تم پر افسوس جو خُداوند کے دِن کی آرزو کرتے ہو!
تم خُداوند کے دِن کی آرزو کیوں کرتے ہو؟
وہ تو تاریکی کا دِن ہے۔ روشنی کا نہیں (عاموس ۵:۱۸)
اُن پر افسوس جو صیوؔن میں باراحت
اور کوہستان سامریہؔ میں بے فکر ہیں... (عاموس ۶:۱)

(افسوس تم پر) جو ہاتھی دانت کے پلنگ پر لیٹتے

اور چارپائیوں پر دراز ہوتے... کھاتے ہو۔

(عاموس ۶:۴)

اِسی طرح حرف ''اَے'' مثبت طریقے سے اِستعمال کر کے نئی شعری اکائی شروع کی جاسکتی ہے۔

اَے سب پیاسو پانی کے پاس آؤ

اور وہ بھی جس کے پاس پیسہ نہ ہو۔

آؤ مول لو اور کھاؤ۔

(یسعیاہ ۱:۵۵)

ایک اور حرف ''کیسا'' بھی اکثر نئی شعری اکائی کی نشاندہی کرتا ہے۔

ہاں تمام روئے زمین کا ستودہ یکبارگی لے لیا گیا!

... بابل قوموں کے درمیان کیسا ویران ہُوا!

(یرمیاہ ۴۱:۵۱)

بہت سے علما وثوق سے کہتے ہیں کہ زبور کی کتاب اور حبقوق کی کتاب میں مستعمل لفظ ''سلاہ'' نظم یا گیت سُنانے یا گانے میں وقفے کو ظاہر کرتا ہے۔ کئی دفعہ یہ لفظ بند کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً زبور ۶۶ میں یہ واضح وقفوں کو ظاہر کرتا ہے اور ''آؤ... دیکھو'' (آیت ۵)، ''آؤ۔ سُنو'' (آیت ۱۶) یا خُدا کی ستائش کرنے کی پکار (آیت ۸) سے پہلے آیا ہے۔ تاہم یہ ہمیشہ بندوں کی تقسیم کو ظاہر نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر زبور ۵۷ میں ''سلاہ'' ایسے موقع پر آیا ہے جو بند کا درمیانی حصہ ہے۔ شاید اِس سے زبور نویس اور اُس کے دُشمنوں کے انجام میں تقابل ظاہر کرنا مقصود ہے (زبور ۵۷:۳-۴)۔

وہ میری نجات کے لئے آسمان سے بھیجے گا۔

جب وہ جو مجھے نگلنا چاہتا ہے ملامت کرتا ہو۔ (سلاہ)

خُدا اپنی شفقت اور سچائی کو بھیجے گا۔

میری جان ببروں کے درمیان ہے۔

مَیں آتش مزاج لوگوں میں پڑا ہوں۔

اِس لئے اِس لفظ سلاہ کو بند کی نشاندہی کرنے والا واحد لفظ نہیں سمجھنا چاہئے۔ دُوسری خصوصیات بھی موجود ہوں تو تصدیق ہو گی کہ واقعی یہاں نظم میں وقفہ ہے۔

۱۲- فنی یا تکنیکی ذرائع: بعض نظموں میں تقسیم بہت واضح ہوتی ہے کیونکہ شاعر نے نظم میں ترتیب قائم

کرنے کا کوئی خاص اسلوب اپنایا ہوتا ہے۔ توشجی نظموں میں یہ بات خاص طور پر موجود ہوتی ہے۔ توشجی نظمیں عبرانی کے حروفِ تہجی کی ترتیب کے مطابق ہوتی ہیں۔ اِن میں تلازم یہ ہے کہ ہر شعر بالترتیب حرفِ تہجی سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ آسانی سے نظر آتا ہے کہ زبور ۱۱۹ کا شاعر اِس نظم کو کیسے تقسیم کرنا چاہتا تھا۔ پہلی اکائی (آیت ۱-۸) میں ہر مصرع عبرانی کے پہلے حرف "الف" سے شروع ہوتا ہے۔ اور دُوسری اکائی (آیت ۹-۱۶) میں ہر مصرع دُوسرے حرف "بیتھ" سے شروع ہوتا ہے۔ آخری اکائی (آیت ۱۶۹-۱۷۶) کا ہر مصرع آخری حرفِ تہجی "تاؤ" سے شروع ہوتا ہے۔ نوحہ اور کئی زبوروں (۳۴،۳۷،۱۱۲) میں اِسی اَلفبائی ترتیب کی پیروی کی گئی ہے۔

۲.۵.۲- بند (سٹینزا Stanzas)

ہم نے اُوپر بیان کیا تھا کہ بعض علما عبرانی شاعری کا تجزیہ کرتے ہوئے نظموں کو "سٹروفے اور سٹینزا" (Strophes and stanzas) میں تقسیم کرتے ہیں۔ سٹروفے سے مل کر سٹینزا بنتے ہیں اور نظم کے بڑے حصوں کو ظاہر کرتے ہیں (اُردو میں ایسا نہیں ہے، مصرعوں کا مجموعہ چھوٹا ہو یا بڑا اِسے "بند" ہی کہتے ہیں)۔ مثال کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ زبور ۱۱۹ بندوں میں منقسم ہے۔ یہ تقسیم عبرانی کے حروفِ تہجی پر مبنی ہے۔ لیکن بعض بندوں کے اندر مقابلتاً چھوٹی اکائیاں نظر آتی ہیں جنہیں سٹروفے کہہ سکتے ہیں۔ اگر ہم زبور ۱۱۹ کی پہلی اکائی "الف" کو لیں تو ہم اِس نظم کو دو ذیلی حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ آیت ۱-۳ میں خُدا کی تعریف کرنے کے لئے صیغہ غائب اِستعمال ہُوا ہے۔ یہ حصہ تعارف کا کام دیتا ہُوا معلوم ہوتا ہے۔ آیت ۴ سے آیت ۸ تک زبور نویس خُدا کو شخصی طور سے مخاطب کرتا اور صیغہ حاضر اِستعمال کرتا ہے۔

۱- مبارک ہیں وہ جو کامل رفتار ہیں۔
جو خُداوند کی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔
۲- مبارک ہیں وہ جو اُس کی شہادتوں کو مانتے ہیں
اور پورے دِل سے اُس کے طالب ہیں۔
۳- اُن سے ناراستی نہیں ہوتی۔

وہ اُس کی راہوں پر چلتے ہیں۔

۴۔ تُو نے اپنے قوانین دِئے ہیں
تا کہ ہم دِل لگا کر اُن کو مانیں۔

۵۔ کاشکہ تیرے آئین ماننے کے لئے
میری روشیں درست ہو جائیں!

البتہ ایک بات قابلِ توجہ ہے کہ مختلف تراجم میں سٹرافے اور سٹینزا کے معاملے کو الگ الگ طریقوں سے نمٹایا گیا ہے۔ بہت سے تراجم میں اِن کے امتیاز کو باضابطہ طور پر ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ ہر قسم کے حصے کی تقسیم کو ظاہر کرنے کے لئے عموماً دو اکائیوں کے درمیان ایک سطر کا وقفہ دِیا گیا ہے یعنی ایک سطر خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں علما میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ بہت سے شعری حصوں میں کہاں کہاں وقفہ آتا ہے۔ تاہم مترجمین کے لئے شاعری کی بڑی بڑی نظیروں پر توجہ دینا بہت اہم اور ضروری ہے اِس لئے کہ یہ ساختیں کسی نظم کے مجموعی پیغام کو سمجھنے پر کافی اثر انداز ہوتی ہیں۔

۶.۲۔ مسلمہ نمونے سے انحراف

ہم نے عبرانی شاعری کی بنیادی خصوصیات یا خدوخال کا ایک خاکہ پیش کیا ہے جس میں متوازیت، الفاظ کے جوڑوں، منقلب اسلوب، ٹیپ کے مصرع اور ملفوف ساختوں کا ذِکر کیا ہے۔

چونکہ اکثر و بیشتر عبرانی شاعری باضابطہ اور نمونوں کی پابند ہے، اِس لئے مروجہ قاعدہ یا سانچے سے دانستہ انحراف حیرت انگیز اور مؤثر معلوم ہوتا ہے۔ جو تراکیب یا اسالیب بیان ہم سُننے کے عادی ہیں اُنہیں تبدیل کرنے کا مقصد شاید کسی قسم کا جھٹکا دینا ہو۔ مثال کے طور پر عاموس نبی کے پیغام میں عبارت کا ایک حصہ یقیناً بہت اثر انگیز ہے۔ اِس حصے میں یکساں اسلوب میں متوازی مصرعوں کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے جو آخری دو مصرعوں میں نقطۂ عروج تک جا پہنچا ہے:۔

اگر وہ پاتال میں گھس جائیں
تو میرا ہاتھ وہاں سے اُن کو کھینچ نکالے گا...
اور اگر وہ آسمان پر چڑھ جائیں

تو مَیں وہاں سے اُن کو اُتار لاؤں گا۔
اگر وہ کوہِ کرمل کی چوٹی پر جا چھپیں
تو مَیں اُن کو وہاں سے ڈھونڈ نکالوں گا
اور اگر سمندر کی تہہ میں میری نظر سے غائب ہو جائیں
تو مَیں وہاں سانپ کو حکم کروں گا اور وہ اُن کو کاٹے گا۔
اور اگر دُشمن اُن کو اسیر کر کے لے جائیں
تو وہاں تلوار کو حکم کروں گا اور وہ اُن کو قتل کرے گی۔
اور مَیں اُن کی بھلائی کے لئے نہیں
بلکہ بُرائی کے لئے اُن پر نگاہ رکھوں گا۔ (عاموس ۹: ۲-۴)

آخری، حتمی اور چونکا دینے والا پیغام اِس لئے نمایاں نظر آتا ہے کہ شاعر نے مروجہ اور مسلمہ شعری نمونوں سے دانستہ انحراف کیا ہے۔ اُس نے یکساں تال (اگر وہ... تو مَیں وہاں...) کو چھوڑ کر دُوسرا اسلوب اختیار کیا ہے۔ اور ''بھلائی'' اور ''نیکی'' کے جوڑ الفظوں کی ترتیب کو بھی دانستہ بدلا ہے۔ چنانچہ یہاں باقاعدگی سے انحراف کا امتزاج ہے جس نے نظم کو کامیابی سے ہمکنار کیا ہے۔

متوقع کے پس منظر میں شاعر اپنی قوتِ تخلیق و اختراع اور جدت طرازی کا اظہار کر سکتا ہے۔ یہ وسیع تر سطح پر بھی ہو سکتی ہے اور محدود تر سطح پر بھی۔ مثال کے طور پر یسعیاہ ۵۴: ۷ میں جب ہم پڑھتے ہیں کہ ''مَیں نے ایک دم کے لئے تجھے چھوڑ دیا...'' تو توقع ہوتی ہے کہ ''ایک دم'' کے متوازی زمانے کے بارے میں کوئی ترکیب یا اِس کے متقابل اصطلاح ''طویل مدت'' آئے گی، لیکن اِس کی جگہ ہمیں کیا ملتا ہے؟ حیرت انگیز طور پر خُدا کی شفقت اور رحم پر توجہ مرکوز کرا دی گئی ہے جیسا کہ اُن مصرعوں کے ترجے سے ثابت ہے:

مَیں نے ایک دم کے لئے تجھے چھوڑ دیا
لیکن رحمت کی فراوانی سے تجھے لے لوں گا۔

آیت ۸ میں بھی ''ایک دم'' اور ''ابدی شفقت'' کو اِسی طرح جوڑا بنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ الفاظ کے غیر متوقع میل اور اتصال سے شاعر کا پیغام زیادہ زور اور تاثیر کے ساتھ اُبھر کر سامنے آتا ہے۔

متوازیت پر بحث کرتے ہوئے ہم نے دیکھا تھا کہ ایک عام مصرع کے بعد استعاراتی یا مجازی مصرع اِستعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن خاص تاثر کی خاطر یہ ترتیب اُلٹ دی جاتی ہے۔ زبور ۱۰۲:۱۱ میں دونوں مصرعوں میں صنائع بدائع ہیں لیکن پہلی صنعت نسبتاً زیادہ ادبی اور شاعرانہ ہے۔ جبکہ دُوسری صنعت ایسی صریح ہے کہ ہمیں چونکا دیتی ہے۔

میرے دِن ڈھلنے والے سایہ کی مانند ہیں

اور مَیں گھاس کی طرح مُرجھا گیا ہوں۔ (زبور ۱۰۲:۱۱)

صیغے بدلنا (حصہ ۲.۴.۲.۵) ایک اَور طریقہ ہے جس سے عبرانی شاعر کسی خاص موضوع کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ صیغوں کی تبدیلی کسی نظم کے اندر سٹروفے یا بندوں کی حدود کا تعین کرنے میں مدد دیتی ہے۔ البتہ جب ایک ہی سٹروفے یا بند کے اندر صیغوں کی تبدیلی واقع ہو تو قاری چونک جاتا ہے۔ قاری یا سامع قواعدِ زُبان سے انحراف پر توجہ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر زبور ۱۶ میں صیغوں کی تبدیلی سٹروفے یا بندوں کا تعین کرنے میں مدد دیتی ہے۔ لیکن نظم کے درمیان میں (آیت ۵) یہ تبدیلی ایسی اچانک اور تیزی سے آتی ہے کہ ہماری توجہ کو گرفت میں لے لیتی ہے۔

خُداوند ہی میری میراث اور میرے پیالے کا حصہ ہے۔

تُو میرے بخرے کا محافظ ہے۔

عبرانی میں اسم ضمیر "تُو" کی تاکیدی شکل اور اِس کے ساتھ شعر میں متوازیت کا نہ ہونا اِس مصرع کو خاص انداز میں نمایاں کر دیتا ہے۔

بادی النظر میں عبرانی شاعری کی عام اختراعات اور تراکیب بہت بے لچک اور محدود کر دینے والی معلوم ہوتی ہیں اور تخلیقی عمل اور فنی آزادی کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی تاہم حقیقت اِس کے بالکل برعکس ہے۔ عبرانی شاعر یکسانیت اور تفریق کے عجیب و غریب تال میل اِستعمال کرتے اور اپنا نکتہ اُجاگر کرتے ہیں۔ جب مروجہ اور مسلمہ نظیروں سے انحراف کیا جاتا ہے تو سامع یا قاری جان لیتا ہے کہ اب خاص توجہ دینے کا وقت اور موقع ہے۔ یہ موقع ہوتا ہے جب شاعر کی حقیقی جدت طرازی بروئے عمل آتی ہے اور اُس کا پیغام زوردار اظہار کا نمونہ بن جاتا ہے۔

نئے عہدنامے کے ترجمے میں نمایاں مشکلات

راجرایل۔ اومنسن

نئے عہدنامے کے مترجمین کو چند ایسی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو دورِجدید کے ادب کے مترجمین کو جب وہ ایک جدید زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرتے ہیں درپیش نہیں ہیں۔ نئے عہدنامے کے مترجم اور نئے عہدنامے کی ثقافتوں میں تقریباً دوہزار سال کا فرق ہے۔ یہودی، یونانی اور رومی ثقافتیں نہ صرف آج کی دنیا سے فرق ہیں بلکہ نئے عہدنامے کی زبان موجودہ دور میں بولی ہی نہیں جاتی۔ جدید یونانی ''کوئنے'' (Koine) یونانی کی ترقی یافتہ شکل ہے جو پہلی صدی عیسوی میں یونانی رومی دنیا کی روزمرہ کی زبان بھی تھی لیکن جدید یونانی اُس یونانی سے بہت مختلف ہے جو پہلی صدی عیسوی میں مسیحی بولتے تھے۔ کوئنے یونانی کے کچھ الفاظ اور محاوروں کے معانی کا صحیح تعین کرنا اکثر دشوار ہوتا ہے کیونکہ کوئنے یونانی بولنے والے افراد اب موجود نہیں جن سے ہم اِن کی جانچ کرواسکیں۔ اس کے باوجود اس کے الفاظ کے معانی اور حرفی نحوی بناوٹوں کو پُرانے عہدنامے کی عبرانی کے کئی الفاظ اور جملوں کے معانی اور بناوٹوں سے بہتر طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔

اندرونی اور بیرونی مشکلات

نئے عہدنامے کے مترجمین کو دوطرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے

(۱) کچھ مشکلات نئے عہدنامے کی اندرونی مشکلات ہیں جیسے چند حصوں کا ترجمہ کرنا مترجمین کے لئے تمام زبانوں میں مشکل ہے۔ (۲) دیگر مشکلات کا تعلق ترجمے کی زبان کی خاص خصوصیات اور اُس میں مذہبی زبان کے استعمال کی تاریخی ترویج سے ہے۔

(۱) اندرونی مشکلات یہ ہیں: (الف) یونانی متن کے کسی لفظ کے غیرواضح معانی، (ب) یونانی کی حرفی نحوی بناوٹ میں ابہام، (ج) مجازی اور علامتی زبان کا استعمال جس کے معانی آج کے قارئین کے لئے نہیں۔ اِن پر اور دیگر مشکلات پر آگے بحث کی گئی ہے۔

(۲) دیگر مشکلات جو نئے عہدنامے کے مترجمین کو درپیش ہیں اس بنا پر نہیں کہ نیا عہدنامہ بذاتِ خود مشکل ہے بلکہ ایسا ترجمے کی زبان کی خاص خصوصیات یا ترجمے کی زبان کی ثقافت میں مذہبی صورتحال کی بنا پر ہے۔ مثلاً کچھ زبانوں میں جمع کے ضمیر متکلم "ہم" کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت ظاہر کرتی ہے کہ صرف بولنے والے شامل ہیں اور دوسری صورت ظاہر کرتی ہے کہ بولنے والے اور سننے والے دونوں شامل ہیں۔ چونکہ یونانی زبان میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اِس لئے اُن زبانوں میں جن میں یہ صورتحال پائی جاتی ہے اکثر مترجمین کو فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آتی ہے کہ نئے عہدنامے کے سیاق وسباق کے مطابق کون سی صورت کی بات ہو رہی ہے۔

کچھ مشکلات مذہبی صورتحال کی بناء پر جنم لیتی ہیں۔ ایسے علاقے جہاں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مسیحیوں کی ایک ہی زبان کی قدیم تاریخ ہے وہاں اکثر مختلف اصطلاحات جیسے "بپتسمہ"، "رُوح القدس" اور "نبی" کے لئے اُن کے اپنے اپنے ذخیرۂ الفاظ ہیں۔ ایسے پس منظر میں کام کرنے والے مترجمین کو اکثر ایسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ نہ ہی کیتھولک اور نہ ہی پروٹسٹنٹ مسیحی اُن اصطلاحات کو چھوڑنے پر رضامند ہوتے ہیں جو اُنہوں نے سیکھ رکھی ہیں۔ کئی ترجموں کے پراجیکٹس میں یہ مسئلہ اِس قدر سنجیدہ بن گیا کہ مترجمین نے علیٰحدہ علیٰحدہ ترجمے کرنے شروع کر دیئے، ایک رومن کیتھولک اور دوسرا پروٹسٹنٹ مسیحیوں کے لئے۔

لفظی ترجمے اور تفاعلی مترادف ترجمے

نئے عہدنامے کے ترجمے میں درپیش نمایاں مشکلات سے متعلقہ مندرجہ ذیل بحث اس اہم مفروضے پر مبنی ہے کہ: ترجمے کا مطلب یہ ہے کہ ترجمے کی زبان میں نہ صرف متن کی صورت کو بلکہ متن کے معانی کو بھی منتقل کیا جائے۔ بیسویں صدی کے دوسرے نصف کے نئے عہدنامے کے زیادہ تر تراجم لفظی تراجم تھے یعنی اُن میں یونانی بناوٹ کو زیادہ سے زیادہ قائم رکھا گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ترجمے کی زبان میں قارئین جو کچھ پڑھتے تھے اُسے اکثر نہ سمجھتے تھے نہ سمجھ سکتے تھے۔ حتیٰ کہ مترجمین جب لفظی ترجمے کرتے ہیں تب بھی ایسی مشکلات پیش آتی ہیں جو حل طلب ہیں۔ لیکن جب مترجمین اس حقیقت کو قبول کرتے ہیں کہ ترجمے میں لازماً معنیٰ کی منتقلی شامل ہونی چاہئے تو کام اکثر اور مشکل بن جاتا ہے۔

مثلاً مرقس ۱:۴ کا لفظی ترجمہ کئی زبانوں میں ممکن ہے۔ اس آیت کے آخری حصے کا لفظی ترجمہ یہ ہے "گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کا بپتسمہ" یہ نمایاں الفاظ یونانی زبان میں اِسم ہیں۔ نئے عہدنامے کے مصنفین نے اکثر اِس انداز سے اِسم اکٹھے استعمال کئے ہیں۔ تاہم بہت سی زبانوں میں اِسم یوں اکٹھے نہیں آتے اور قارئین کو اِن اسموں کے آپس کے تعلق کو سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ اگر مترجمین متن کے معنیٰ کو منتقل کرنا چاہیں تو اُنہیں اسم کی جگہ فعل استعمال کرنے پڑیں گے اور فاعل اور مفعول کو واضح کرنا پڑے گا۔ مثلاً

یوحنا لوگوں کو بپتسمہ دیتا ہے۔

لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔

خُدا لوگوں کو معاف کرتا ہے۔

لوگ گناہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد مترجمین کے لئے لازم ہے کہ وہ اِن مختلف حصوں کو اِس طریقے سے آپس میں اکٹھا کریں کہ مختلف حصوں کا تعلق درست طریقے سے واضح ہو اور ترجمے کی زبان میں فطری معلوم ہو۔

مرقس ۱:۴ کے NRSV (ایک لفظی ترجمہ) اور GNB (ایک تفاعلی مترادف ترجمہ) تراجم پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیسے GNB میں درست معنیٰ قائم رکھے گئے ہیں اور ترجمہ بھی آسانی سے سمجھ میں آتا ہے۔

John the baptizer appeared in the wilderness, proclaiming a baptism of repentance for the forgiveness of sins. (NRSV)

(یوحنا بپتسمہ دینے والا بیابان میں گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا ہوا آیا)

So John appeared in the desert, baptizing and preaching, 'Turn away from your sins and be baptized, 'He told the people, and God will forgive your sins. (GNB)

سو یوحنا بیابان میں آیا اور بپتسمہ دیتا اور منادی کرتا تھا۔ 'اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور بپتسمہ لو' اس نے لوگوں سے کہا، 'اور خُدا تمہارے گناہ معاف کرے گا۔'

ترجمہ اور تشریح کرنا

اِس سے پہلے کہ آگے بڑھا جائے یہ بتانا ضروری ہے کہ اِس باب کا عنوان " نئے عہدنامے کے ترجمے میں نمایاں مشکلات " ہے نہ کہ " نئے عہدنامے کی تشریح میں مشکلات "۔ کبھی کبھار ایک خاص آیت یا حصے کا ترجمہ کرنے میں اِس لئے مشکل پیش آتی ہے کہ اُس کی تشریح مشکل ہوتی ہے یعنی اُسے سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔ اِن دو مشکلات کو آپس میں گڈمڈ نہیں کرنا چاہئے۔ گو ترجمہ کرنے اور تشریح کرنے کا آپس میں گہرا تعلق ہے، تاہم یہ متماثل ہرگز نہیں ہیں۔

(۱) کچھ حصوں کی تشریح کرنا تو بہت آسان ہوتا ہے مگر اُن کا ترجمہ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ چند مثالیں اِس کو واضح کر دیں گی۔

(الف) اعمال ۱:۱۲۔ اعمال کی کتاب کا مصنف یہ بیان کرتا ہے کہ یروشلیم اور اُس پہاڑ کا جو زیتون کا کہلاتا ہے درمیانی فاصلہ " سبت کی منزل " کا ہے (اعمال ۱:۱۲)۔ پہلی صدی عیسوی کے دوران یہودیت میں سبت کے تعلق سے بہت سی پابندیاں تھیں کہ اُس دن کیا کیا جا سکتا تھا اور کیا نہیں کیا جا سکتا تھا تاکہ سبت کے دن کام نہ کرنے کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو۔ ایک پابندی یہ تھی کہ ایک فرد سبت کے دن صرف آدھ میل ہی کا فاصلہ طے کر سکتا تھا۔ سو اعمال کی کتاب کا مصنف یہ بیان کر رہا ہے کہ یروشلیم کوہ زیتون سے تقریباً آدھ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ " سبت کی منزل کے فاصلہ " کی تشریح کرنا آسان ہے تاہم اِس کا ترجمہ کرنا اِتنا آسان نہیں۔

ممکن ہے کئی زبانوں میں لفظی ترجمہ ۱۵ یا ۲۰ میل کا فاصلہ تجویز کرے۔ آج کے قارئین اکثر اُن مذہبی پابندیوں کو نہیں سمجھتے جو سبت کے دن سفر کرنے پر لاگو تھیں اور یہ سمجھنے میں ناکام ہو جاتے ہیں کہ ایک فرد سبت کے دن اُتنا سفر نہیں کر سکتا تھا جتنا ہفتے کے باقی دنوں میں کر سکتا تھا۔ " سبت کی منزل کے فاصلہ " کا لفظی ترجمہ بہت سے قارئین کے لئے مشکل پیدا کر سکتا ہے۔ اِسی وجہ سے SPCL ترجمے میں یہ مفہوم پیش کیا گیا ہے:

" ایک مختصر فاصلہ، بالکل وہی جس کی شریعت نے سبت کو چلنے کی اجازت دی تھی۔ "

SPCL ترجمہ قارئین کے لئے تجویز کرتا ہے کہ فاصلہ مختصر ہے اور اُس فاصلے پر جو ایک فرد سبت

کے دن طے کر سکتا تھا پابندیاں تھیں۔
FRCL (فرانسیسی زبان کا ترجمہ) میں یروشلیم سے کوہِ زیتون تک کے اس فاصلے کو وقت میں ظاہر کیا گیا ہے "تقریباً آدھ گھنٹے کا پیدل سفر"۔ جبکہ انگریزی کے تراجم GNB اور CEV میں "تقریباً آدھ میل" کا مفہوم پیش کیا گیا ہے۔ افریقہ کے کچھ حصوں میں جہاں یورپین زبان نہیں بولی جاتیں اور فاصلے کے تعین کے لئے کلومیٹر یا میل استعمال نہیں ہوتا وہاں مترجمین "آرام کے لئے دوبار رُکنے کا فاصلہ" استعمال کرتے ہیں جو ایک عورت کے بھاری وزن اُٹھا کر اِس فاصلے کے دوران رُکنے اور ستانے کی طرف اشارہ ہے۔

(ب) اعمال ۷:۵۱۔ ستِفنُس یہودیوں کو "دل اور کان کے نامختون" کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ اس کی تشریح اُس کے لئے آسان ہے جو سمجھتا ہے کہ یہودیوں کے لئے ختنے کا مطلب یہ تھا کہ اس کی بدولت ایک فرد خُدا کے عہد کے لوگوں میں شامل ہو جاتا تھا اور خُدا کی فرمانبرداری کی پابندی کرنا قبول کرتا تھا۔ دِل اور کان کا نامختون ہونا ایک مجازی استعمال ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فرد خُدا کی آواز کو سننے اور اُس کی پیروی کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اِن الفاظ کے معنیٰ و مفہوم کو اگر ترجمے کی زبان میں منتقل کیا جائے تو ترجمہ کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ اِن الفاظ کا لفظی ترجمہ بہت سے قارئین کو اُلجھن میں ڈال سکتا ہے کہ دل اور کان کا ختنہ کیسے ممکن ہے؟ تاہم REB میں اِن الفاظ کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"heathen still at heart and deaf to the truth"

(دل میں اب بھی غیر قوم والے اور سچائی کے لئے بہرے)

اور GNB میں یوں لکھا ہے:

"How heathen your hearts, how deaf you are to God's message!" (دل تمہارے کتنے غیر قوم والوں کی طرح کے ہیں اور خُدا کے پیغام کے لئے تم کتنے بہرے ہو!)

(۲) کچھ حصوں کا ترجمہ کرنا تو آسان ہوتا ہے مگر تشریح کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

(الف) رُومیوں ۱۱:۱۶۔ پولس رسول لکھتا ہے "جب نذر کا پہلا پیڑا پاک ٹھہرا تو سارا گوندھا ہوا آٹا پاک ہے اور جب جڑ پاک ہے تو ڈالیاں بھی ایسی ہی ہیں" گو اِن الفاظ کا ترجمہ مشکل نہیں مگر سوال

یہ پیدا ہوتا ہے کہ پولس کا یہاں کیا مطلب ہے؟ کیا آیت کے پہلے حصے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان نہ لانے والے یہودی پُرانے عہدنامے کے بزرگانِ دین کی وجہ سے پاک ہیں؟ یا کیا اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو یہودی مسیحی ہو گئے اُن کی وجہ سے ایمان نہ لانے والے یہودی جو مسیحی ہو گئے یا مسیح خود؟

(ب) ۲۔ تھسلنیکیوں ۲: ۶-۷۔ پولس تھسلنیکے کے مسیحیوں کو لکھتا ہے کہ کہ "اب جو چیز اُسے روک رہی ہے تا کہ وہ اپنے خاص وقت پر ظاہر ہو اُس کو تم جانتے ہو۔ کیونکہ بے دینی کا بھید تو اب بھی تاثیر کرتا جاتا ہے۔ مگر اب ایک روکنے والا ہے اور جب تک کہ وہ دور نہ کیا جائے روکے رہے گا۔" ان الفاظ کا ترجمہ کرنا آسان ہے مگر پولس اصل قارئین کو مخاطب کرتے ہوئے جس کو جاننے کی بات کر رہا ہے اُس کا تعین کرنے میں علما کو مشکل پیش آتی ہے۔

غرض، یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ترجمے کی مشکلات میں بعض اوقات تشریح کی مشکلات بھی شامل ہوتی ہیں لیکن یہ دونوں ایک سی نہیں ہیں۔

مختلف طرزِ تحریر، مختلف مشکلات

نیا عہدنامہ، تین مختلف نوعیت کی تحریروں پر مشتمل ہے۔ (۱) پہلی چار کتابوں (اناجیلِ اربعہ) اور رسولوں کے اعمال میں بیانیہ تحریر اور مکالمہ شامل ہے جس میں واقعات تیزی کے ساتھ آغاز سے اختتام کی طرف بڑھتے ہیں۔ (۲) نئے عہدنامے کے خطوط جو پولس کے خطوط اور دیگر عام خطوط پر مشتمل ہیں جن میں منطقی دلائل دیئے گئے ہیں جو اکثر مختصر الفاظ میں ہیں اور جدید قاری کے لئے اُن کا سمجھنا آسان نہیں۔ (۳) آخری کتاب، مُکاشفہ ادب کی اُس صنف سے تعلق رکھتی ہے جسے مکاشفاتی ادب کہتے ہیں۔ اِس قسم کے ادب میں علامتی اور خیالی زبان بہت زیادہ استعمال ہوتی ہے۔ مُکاشفہ کی کتاب کا ترجمہ کرنا اتنا مشکل نہیں جتنا اِس کا سمجھنا مشکل ہے۔ پھر بھی مترجمین کے لئے اِس میں کئی مشکلات ہیں۔

نئے عہدنامے کے ترجمے میں درپیش کچھ مشکلات اِن تینوں تحریروں میں مشترک ہیں۔ سب سے پہلے اِن مشترک مشکلات پر بحث کی جائے گی اور پھر باری باری اُن مشکلات کا جائزہ لیا جائے گا جو اِن تینوں مختلف نوع کی تحریروں میں پائی جاتی ہیں۔

نئے عہدنامے کی تمام تحریروں میں درپیش مشترک مشکلات

نئے عہدنامے کا متن [1]

مترجمین کو درپیش پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وہ کون سے یونانی متن سے ترجمہ کریں؟ ہاتھ کے لکھے ہوئے اصل متون میں سے کوئی بھی باقی نہیں ہے، صرف اصل نسخوں کی نقول کی نقول موجود ہیں۔ شروع کی صدیوں میں جب نسخوں کو نقول سے ہاتھ کی لکھی ہوئی نقول تیار کی گئیں تو نقل کرنے والوں سے کئی غلطیاں ہوئیں۔ اِسی وجہ سے، گو ہمارے پاس آج نئے عہدنامے کی یونانی، لاطینی، سریانی، قبطی اور دیگر قدیم زبانوں میں ہزاروں نقول موجود ہیں مگر اِن میں غلطیاں موجود ہیں۔ متن کے ماہرین کے لئے مشکل یہ ہے کہ جب ہم اِن نسخوں کا آپس میں موازنہ کرتے ہیں اور فرق دیکھتے ہیں تو کیسے جان سکتے ہیں کہ کون سے الفاظ اصلی ہیں اور کون سے نقول کرنے والوں کی غلطیاں ہیں؟

سولہویں صدی عیسوی سے لے کر اب تک یونانی نئے عہدنامے کی کئی مطبوعہ اشاعتیں شائع ہو چکی ہیں۔ اِن مطبوعہ اشاعتوں کے مدیر صرف کسی ایک یونانی نسخے سے استفادہ نہیں کرتے۔ زیادہ تر متن کے لئے وہ ایسے نسخوں سے استفادہ کرتے ہیں جنہیں وہ بہترین سمجھتے ہیں، لیکن اگر وہ سمجھیں کہ اِن بہترین نسخوں میں بھی غلطیاں ہیں تو وہ دیگر نسخوں کے منتخب حصوں کو استعمال کرتے ہیں۔ آج یونانی نئے عہدنامے کی سب سے زیادہ استعمال ہونے والی مطبوعہ اشاعتوں میں ''نیسلے ایلنڈ نووم ٹیسٹا مینٹم'' (Nestle - Aland Novum Testamentum) کی ستائیسویں اشاعت جو ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی اور یونائیٹڈ بائبل سوسائیٹیز کے یونانی نئے عہدنامے (The Greek New Testament) کی چوتھی اشاعت جو ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی شامل ہیں۔ گو کچھ مترجمین اِن دو اشاعتوں میں چھپے ہوئے یونانی متن کی ہو بہو پیروی کرتے ہیں مگر زیادہ تر مترجمین بعض اوقات اِن نئے عہدناموں کے مدیروں سے اختلاف کرتے ہیں جہاں اُنہوں نے دوسرے نسخوں کی مختلف قراتوں کی پیروی کی ہے۔

---

[1] دیکھئے باب ۷ ''نئے عہدنامے کا متن'' از راجا ایل۔ او مانسن

گڈ نیوز بائبل کی دوسری اشاعت (۱۹۹۲) کے دیباچے میں لکھا ہے کہ "نئے عہدنامے کے ترجمے کے لئے بنیادی متن یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کے مطبوعہ یونانی نئے عہدنامے (The Greek New Testament) کی تیسری اشاعت (۱۹۷۵) ہے۔ لیکن کچھ جگہوں پر ترجمہ مختلف قرأت پر مبنی ہے جو ایک یا ایک سے زائد عہدنامے کے مترجمین کو درپیش سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ترجمے کے لئے کس یونانی متن کو استعمال کیا جائے۔"

غرض، نئے عہدنامے کے مترجمین کو درپیش سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ترجمے کے لئے کس یونانی متن کو استعمال کیا جائے۔

اصل تحریروں میں رموزِ اوقاف کا فقدان [1]

قدیم ترین ابتدائی نسخے بڑے حروف میں لکھے گئے تھے اور الفاظ اور جملوں کے درمیان کوئی وقفہ نہ تھا۔ اِس قسم کی تحریر کو "سکرپٹیو کونٹینوا" (Scriptio Continua) کہا جاتا ہے۔ اُن نسخوں میں پیراگرافوں کی تقسیم کو ظاہر کرنے کے لئے بھی کوئی وقفہ نہ تھا اور نہ ہی کوئی رموزِ اوقات تھے جیسے ختمہ، سکتہ، سوالیہ نشان یا واوین وغیرہ۔ رفتہ رفتہ نقل نویسوں نے نسخوں کی اُن نقول میں جو وہ تیار کیا کرتے تھے رموزِ اوقات لگانے شروع کر دئے۔ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کے شروع سے نسخوں میں رموزِ اوقات کا استعمال قدیم نسخوں سے زیادہ ہونے لگا۔ نویں صدی عیسوی سے پہلے کے نئے عہدنامے کے نسخوں میں شاذ و نادر ہی کہیں سوالیہ نشان پایا جاتا ہے۔

نئے عہدنامے کی یونانی کی مطبوعہ اشاعتوں میں کچھ رموزِ اوقات کا جائزہ لینے کے بعد کیا ہے۔ اب مترجمین کو یہ جاننے میں مسئلہ درپیش ہے کہ کیسے کچھ آیات میں رموزِ اوقات لگائیں۔ مندرجہ ذیل مثالیں اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہیں۔

کون سے الفاظ اکٹھے آتے ہیں؟ چونکہ قدیم نسخوں میں ختمہ یا سکتہ استعمال نہیں ہوا اس لئے اکثر یہ واضح نہیں ہوتا کہ یونانی متن کے کچھ لفظ اپنے سے پہلے لفظ کے ساتھ آئیں گے یا بعد کے لفظ کے ساتھ۔

---

[1] دیکھئے راجا ایل، اومانسن، "Punctuation in the New Testament" "بائبل ریویو ۱۴ (عبر ۶: ۱۹۹۸) جس ۴۰-۴۳۔

افسیوں ۱: ۴-۵۔ اِن آیات میں آنیوالے الفاظ "محبت میں" اپنے سے پچھلے الفاظ کے ساتھ یہ بتانے کے لئے ملائے جا سکتے ہیں کہ خُدا "نے ہم کو بنایِ عالم سے پیشتر اُس میں چُن لیا تا کہ ہم اُس کے نزدیک محبت میں پاک اور بے عیب ہوں" الفاظ کی اِس تقسیم کے مطابق "محبت" مسیحیوں کا جنہیں خُدا نے چُنا ہے ایک انسانی رویہ ہے۔

NRSV کے الفاظ پر غور کریں جو اُردو ترجمے کے بہت قریب ہیں۔

"Chose us in Christ before the foundations of the world to be holy and blameless before him in love."

CEV میں بھی اِسی طرح بیان کیا گیا ہے:

"God had Christ choose us to live with him and to be his holy and innocent and loving people...."

(خُدا نے مسیح میں ہمیں چُن لیا تا کہ ہم اُس کے ساتھ زندگی گزاریں اور اُس کے پاک اور بے عیب اور محبت کرنے والے لوگ ہوں..."

تاہم الفاظ "محبت میں" سے پہلے ختمہ لگا کر انہیں اپنے سے اگلے الفاظ کے ساتھ بھی ملایا جا سکتا ہے جیسے کہ RSV، GBN اور NIV ہے۔ اگر اسے یوں لیا جائے تو پولس خُدا کی محبت کی بات کر رہا ہے نہ کہ مسیحیوں کی محبت کی۔ اِس چوتھی اور پانچویں آیت کا ترجمہ RSV میں یوں ہے:

"even as he chose us in him before the foundation of the world, that we should be holy and blameless before him. He destined us in love to be his sons through Jesus. "

(حتیٰ کہ اُس نے ہمیں اُس میں چن لیا بنایِ عالم سے پیشتر، تا کہ ہم اُس کے نزدیک پاک اور بے عیب ہوں۔ اُس نے محبت میں ہمیں پیشتر سے مقرر کیا کہ یسوؔع کے وسیلے سے اُس کے بیٹے ہوں۔)

اقتباسات کہاں سے شروع اور ختم ہوتے ہیں؟

ایک اقتباس کے آغاز کا تعین کرنا عموماً مشکل نہیں ہوتا لیکن اُس کا اختتام اکثر غیر واضح ہوتا ہے۔

(الف) یوحنا ۳: ۱۰۔ یسوؔع مسیح کا نیکدیمسؔ کو جواب آیت ۱۰ سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن سوال

یہ پیدا ہوتا ہے کہ کب یسوعؔ کے الفاظ ختم ہوتے ہیں اور انجیل نویس کے الفاظ شروع ہوتے ہیں؟ کچھ تراجم کے مطابق یسوعؔ کا جواب آیت ۱۳ پر ختم ہو جاتا ہے جیسے GNB، جبکہ دیگر تراجم کے مطابق یہ جواب آیت ۱۵ پر ختم ہوتا ہے جیسے RSV۔ تاہم کچھ تراجم ایسے بھی ہیں جو یسوعؔ کے اس جواب کو آیت ۲۱ کے آخر تک گردانتے ہیں مثلاً NIV، NJB، REB، NRSV۔

(ب) گلتیوں ۲: ۱۴ (یا ۲۱؟)۔ پولسؔ گلتیہ کلیسیا کو بتاتا ہے کہ جب انطاکیہ میں اُس کا سامنا پطرسؔ سے ہوا تو اُس نے پطرسؔ سے کیا کہا۔ جو کچھ پولسؔ نے پطرسؔ سے کہا اُس کا آغاز آیت ۱۴ میں اِن الفاظ سے ہوتا ہے۔ "جب تُو باوجود یہودی ہونے کے۔" لیکن یہ اقتباس کہاں پر ختم ہوتا ہے؟ RSV، NRSV، NJB، REB اور GNB کے تراجم میں اِس اقتباس کو آیت ۱۴ کے آخر میں ختم کر دیا گیا ہے، جبکہ NIV میں یہ اقتباس آیت ۲۱ کے آخر میں ختم ہوتا ہے۔

کون سے الفاظ اقتباسات ہیں؟

چونکہ ابتدائی نسخوں میں واوین کا استعمال نہیں ہوا، اِس لئے یہ جاننا آسان نہیں ہے کہ ایک مصنف کب کسی کا اقتباس کر رہا ہے۔ آج بہت سے علما یہ خیال کرتے ہیں کہ جب پولسؔ نے کرنتھیوں کے نام اپنا پہلا خط لکھا تو اُس نے اپنے نام اُن کے خط میں سے ۶: ۱۲، ۱۳؛ ۷: ۱؛ ۸: ۱، ۴، ۸ میں اقتباس کیا اور پھر جو کچھ اُنہوں نے کہا تھا اُس کا اُنہیں جواب دیا۔ رموزِ اوقاف کی بناء پر ۷: ۱ کے معانی بہت فرق ہیں۔

(الف) کیا پولسؔ مسیحی شوہروں کو نصیحت کر رہا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ جنسی تعلق سے باز رہیں (جیسے KJV میں ہے) یا اُنہیں شادی نہ کرنے کا مشورہ دے رہا ہے (GNB)؟

(ب) یا یہاں پر پولسؔ کرنتھیوں کی طرف سے لکھے گئے خط میں سے اُن کی باتوں کا اقتباس کر کے جزوی طور پر اُن سے اختلاف کرتا ہے:

"Now concerning the matters about which you wrote: "It is well for a man not to touch a woman. But because of cases of sexual immorality, each man should have his own wife and each woman her own husband." (NRSV)

("اب وہ باتیں جن کی بابت تم نے لکھا تھا: 'مرد کے لئے اچھا ہے کہ عورت کو نہ چھوئے۔' لیکن حرامکاری کے اندیشہ سے ہر مرد اپنی بیوی رکھے اور ہر عورت اپنا شوہر۔")

REB میں بھی اسی طرح لکھا ہے:

"Now for the matters you wrote about. You say, 'It is a good thing for a man not to have intercourse with a woman.' "

("اب اُن باتوں کے لئے جن کی بابت تم نے لکھا تھا۔ تم کہتے ہو، 'مرد کے لئے یہ اچھا ہے کہ عورت کے ساتھ جنسی عمل نہ کرے۔'")

یونانی گرامر اور نئے عہدنامے کا ترجمہ

ہر زبان کی اپنی خصوصیات ہیں جو اُسے دوسری زبانوں سے فرق بناتی ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں یونانی گرامر کے ایک خاص پہلو کا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی جو تشریح اور ترجمہ کرنے والوں کے لئے مشکلات پیدا کرتا ہے۔ بناوٹیں جن میں "of" (کا، کے، کی) کا استعمال ہوا ہے۔[1]

جب دو اِسم آپس میں ایک تعلق میں ہوں تو اِسے اضافی (genitive) بناوٹ کہا جاتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں اِسموں میں سے ایک گرامر کی ایسی حالت رکھتا ہے جسے "اضافی حالت" کہتے ہیں۔ انگریزی میں ترجمہ کرتے ہوئے دوسرے اِسم کو پہلے اِسم کے ساتھ "of" (اردو میں کا، کے، کی) استعمال کر کے جوڑ دیتے ہیں۔ فقرہ "یسوع مسیح کا خادم" میں الفاظ "یسوع مسیح کا" یونانی میں اضافی حالت کی صورت میں ایک ہی لفظ ہے۔ اور فقرہ "خدا کی انجیل" میں الفاظ "خدا کی" یونانی میں اضافی حالت میں ایک ہی لفظ ہے اِسی طرح فقرہ "خدا کی راستبازی" میں الفاظ "خدا کی" اضافی حالت میں ایک ہی لفظ ہے۔

اضافی حالت میں موجود لفظ اور دوسرا اِسم جس کے ساتھ وہ جڑا ہوتا ہے کے درمیان تعلق کئی مختلف خیالات کا اظہار کر سکتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں سے واضح ہے۔ مترجمین کے لئے مشکل اِس بات کا تعین کرنا ہے کہ کس تعلق کا اظہار کیا جاتا رہا ہے۔ اِس ضمن میں عموماً سیاق و سباق فراہم کرتا ہے،

---

[1] نئے عہدنامے میں اضافی حالت کے استعمال کے لئے دیکھئے۔ سٹینلے ای۔ پورٹر، Idioms of the Greek Testament (دوسری اشاعت؛ شیفیلڈ: شیفیلڈ اکیڈیمک پریس، ۱۹۹۴)، ۹۲-۹۷۔

لیکن کبھی کبھار سیاق وسباق بھی مبہم ہوتا ہے اور مترجمین کو فیصلہ کرتے ہوئے ایک ممکنہ معانی کو متن میں اور دیگر ممکنہ معانی کو حواشی میں رکھنا ہوتا ہے۔

(۱) بیان: اضافی حالت میں موجود لفظ اِسم صفت کی طرح کام کرتے ہوئے دوسرے اِسم کو بیان بھی کرسکتا ہے۔ رُومیوں ۶:۶ میں پولُس ''گناہ کا بدن'' کے الفاظ لکھتا ہے۔ یونانی میں لفظ ''گناہ'' اضافی حالت میں ہے اور اِسم ''بدن'' کو بیان کرتا ہے۔ GNB میں اِس کا ترجمہ ''the sinful self'' (گنہگار ذات) کیا گیا ہے۔

(۲) ملکیت: اضافی حالت میں موجود اِسم جس دوسرے اِسم کے ساتھ جڑا ہوتا ہے اُس کے مالک کی نشاندہی کرتا ہے۔ لوقا ۵:۳ میں یونانی متن کے مطابق ''شمعُون کی کشتی'' لکھا ہے جہاں ''شمعُون'' اضافی حالت میں ہے اور ''کشتی'' کا مالک ہے۔

(۳) تعلق: اضافی حالت میں موجود اِسم تعلق کو بھی ظاہر کرسکتا ہے اعمال ۱۳:۲۲ میں یونانی متن کے مطابق ''داؤد یسّی کا'' لکھا ہے۔ تقریباً تمام انگریزی اور اُردُو تراجم میں داؤد اور یسّی کے تعلق کو ظاہر کرنے کے لئے ''بیٹا'' کے لفظ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اِسی طرح یوحنا ۶:۷۱ میں یونانی متن کے مطابق ''یہوداہ شمعُون اِسکریوتی کا'' لکھا ہے اور اِس لئے یہ واضح ہے کہ یہوداہ شمعُون اِسکریوتی کا بیٹا ہے۔ تقریباً تمام انگریزی اور اُردو تراجم میں اِس بات کو واضح کیا گیا ہے۔

"Judas Iscariot, son of Simon" (KJV)

"Judas, son of Iscariot " (RSV, NRSV, NIV, NJB, REB, GNB, CEV)

''شمعُون اِسکریوتی کے بیٹے یہوداہ'' (اُردو ترجمہ)

تاہم، کبھی کبھار سیاق وسباق تعلق کو واضح نہیں کرتا۔ گو اصل قارئین تعلق سے بخوبی واقف ہوں گے مگر آج اُس تعلق کا صرف اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اعمال ۱:۱۳ میں یونانی متن کے مطابق ''یہوداہ یعقوب کا'' لکھا جاسکتا ہے۔ اب اِن کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ جبکہ JKV میں "Judas the brother of James" (یعقوب کا بھائی یہوداہ) لکھا ہے جبکہ GNB,REB,NIV, NRSV, RSV اور CEV میں "Judas the son of James" (یعقوب کا بیٹا یہوداہ) لکھا ہے۔ ۱۔کرنتھیوں ۱:۱۱ میں یونانی متن کے مطابق ''خلوے والوں'' لکھا ہے جہاں پولُس کرنتھس

کچھ خاص لوگوں کی بات کر رہا ہے۔ RSV ، NJB, NAB, NRSV اور REB نے اِس حالت اور مبہم پن کو "Chloe's people" (خلوئے کے لوگ) کہہ کر برقرار رکھا ہے۔ جبکہ GBN اور CEV میں اِن لوگوں کو "people from chloe's family" (اُردو ترجمے میں "خلوئے کے گھر والوں سے" ہے) کہا گیا ہے NLT کے مطابق "خلوئے والوں" خاندانی تعلق کی بات نہیں کر رہا اِس لئے وہاں پر ترجمہ "Some members of chloe's household" (خلوئے کے گھرانے کے کچھ ارکان) کیا گیا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ وہ لوگ خادم یا غلام تھے۔

(۴) فعلی اِسم: اضافی حالت والا اِسم پہلے اِسم کے معانی کی بناء پر ظاہر ہونے والے فعل کے فاعل یا مفعول کی نشاندہی کرتا ہے۔ اضافی حالت کے اِس استعمال میں پائے جانے والے مبہم پن سے مترجمین کے لئے سب سے زیادہ مشکل مسائل پیدا ہوئے ہیں بہت مرتبہ یہ جاننا تقریباً ناممکن ہوتا ہے کہ اضافی حالت والا اِسم بطور فاعل کوئی کام کر رہا ہے یا بطور مفعول اُس پر کوئی کام ہو رہا ہے۔ چند مثالیں اِس حقیقت کو واضح کر دیں گی۔

رُومیوں ۸:۳۵ اور ۲۔کرنتھیوں ۵:۱۴ کی دونوں مثالیں اضافی حالت میں اُس اِسم کو واضح کرتی ہیں جو فعلی اِسم کے فاعل کے طور پر کام کرتا ہے جبکہ متی ۱۲:۳۱ اور ۱۔کرنتھیوں ۱:۶ کی اگلی دو مثالیں اضافی حالت میں اُس اِسم کو واضح کرتی ہیں جو فعلی اِسم کے مفعول کے طور پر کام کرتا ہے۔

(الف) رُومیوں ۸:۳۵ پولس رسول پوچھتا ہے کہ "کون ہم کو مسیح کی محبت سے جُدا کرے گا؟" یہاں یونانی میں لفظ "محبت" ایک فعلی اِسم ہے جو محبت کرنے کے عمل کی بات کرتا ہے جبکہ الفاظ "مسیح کی" یونانی میں اضافی حالت میں ایک اِسم ہے۔ الفاظ "مسیح کی" دو مختلف طرح کے معانی پیش کرتے ہیں۔ اگر مسیح فعلی اِسم کا فاعل ہے تو معانی یہ ہیں کہ "محبت سے جو مسیح کو ہم سے ہے۔" تاہم اگر مسیح فعلی اِسم کا مفعول ہے تو پھر معانی یہ ہیں کہ "محبت سے جو ہم کو مسیح سے ہے۔" اِس آیت کے سیاق و سباق سے واضح ہے کہ پولس اُس محبت کی بات کر رہا ہے جو مسیح کی مسیحیوں سے ہے۔

(ب) ۲۔کرنتھیوں ۵:۱۴۔ یہاں پولس بیان کرتا ہے کہ "کیونکہ مسیح کی محبت ہم کو مجبور کر دیتی ہے" جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ محبت جو مسیح ہم سے رکھتا ہے ہمیں مجبور کر دیتی ہے۔

(ج) متی ۱۲:۳۱۔ یونانی متن کے مطابق یسوع نے کہا کہ "کفرِ رُوح کا معاف نہ کیا جائے گا۔"

یہاں سیاق وسباق واضح طور پر نشاندہی کرتا ہے کہ اضافی حالت میں موجود الفاظ ''رُوح کا'' فعلی اسم ''کُفر'' کا مفعول ہیں۔ اِس لئے RSV اور NRSV میں اِن الفاظ کا ترجمہ "blasphemy [by human beings] against the sprit" (کُفر [انسانوں کا] رُوح کے خلاف) کیا گیا ہے۔ اُردُو ترجمے میں ''جو کُفر رُوح کے حق میں ہو'' ہے۔

(د) ۱-کرنتھیوں ۱:۶۔ پولُس رسول کہتا ہے۔ ''چُنانچہ مسیح کی گواہی تم میں قائم ہوئی۔'' یہاں پولُس یہ دعویٰ نہیں کر رہا کہ مسیح وہ ہے جس نے کرنتھس کے مسیحیوں کو پیغام دیا ہے، بلکہ اِس کے برعکس فعلی اسم ''گواہی'' کا فاعل پولُس ہے جس نے کرنتھس کے لوگوں کو مسیح کے بارے میں بتایا اور مسیح منادی کا مفعول ہے۔ ترجموں میں اِس تعلق کو مختلف طرح سے واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً NAB میں ''The testimony to Christ'' اور NJB میں ''Witness to Christ'' ہے جو اُردُو ترجمے کی طرح ہی ہے۔ REB میں اِس کا ترجمہ ''What we testified about Christ'' (جو ہم نے مسیح کی بابت گواہی دی) کیا گیا ہے۔

تاہم، کئی حوالوں میں یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ اضافی حالت میں موجود اِسم فاعل کے طور پر آیا ہے یا مفعول کے طور پر۔ ذیلی سطور میں کُلسّیوں ۲:۱۸ اور رُومیوں ۳:۲۶ کی مثالیں اِس حقیقت کو واضح کر دیں گی کہ جس طرح سے مترجم اضافی حالت کو سمجھتا ہے اُسی پر ترجمے کا انحصار ہوتا ہے اور اِسی وجہ سے مختلف ترجمے فرق ہیں۔

(ہ) کُلسّیوں ۲:۱۸۔ کُلسّے کے مسیحیوں میں جھوٹے استاد تھے جو مسیحیوں کو چند مخصوص کام کرنے کے لئے کہتے تھے جن کے بارے میں پولُس آیت ۲۳ میں یہ لکھتا ہے کہ یہ اِنسانوں کی ''اپنی ایجاد کی ہوئی'' ہیں۔ اِن مشقوں میں سے ایک ''فرشتوں کی عبادت'' تھی۔ الفاظ ''فرشتوں کی'' یونانی میں اضافی حالت میں ہیں۔

اب اگر الفاظ ''فرشتوں کی'' کو فعلی اِسم ''عبادت'' کے مفعول کے طور پر لیا جائے تو یہ مفہوم سامنے آتا ہے کہ جھوٹے اُستاد مسیحیوں سے اِس بات کا تقاضا کرتے تھے کہ وہ فرشتوں کی عبادت کریں۔ GNB میں اِس مفہوم کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

جبکہ کچھ مترجمین الفاظ ''فرشتوں کی'' کو فعلی اِسم ''عبادت'' کے فاعل کے طور پر لیتے ہیں۔ اور یہ

رویاؤں میں وہ آسمان پر گئے اور اُس عبادت کو دیکھا جو فرشتے خُدا کی کر رہے تھے۔
(و) رُومیوں ۳: ۲۶۔ یونانی متن کے مطابق پولُس نے اپنے خطوط میں کئی مرتبہ الفاظ ''ایمان یسُوعؔ کا'' استعمال کئے ہیں (رُومیوں ۳: ۲۶؛ گلتیوں ۲: ۱۶، ۲۰؛ ۳: ۲۲؛ فلپیوں ۳: ۹)۔ عہدِ عصر کے نئے عہدنامے کے علما میں اِس بات پر بہت بحث ہوتی ہے کہ کیا الفاظ ''یسُوعؔ کا'' ''فعلی اِسم'' ''ایمان'' کا فاعل ہیں یا مفعول۔ بالفاظِ دیگر، کیا پولُس اُس ایمان کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو یسُوعؔ کا خُدا پر تھا (فاعلی اضافی حالت)؟ ترجمہ ''یسُوعؔ کا ایمان'' ظاہر کرتا ہے کہ پولُس اُس ایمان کی بات کر رہا ہے جو یسُوعؔ کا تھا، اور اِس بناء پر رُومیوں ۳: ۲۶ کے دوسرے حصے کا ترجمہ یوں ہو جائے گا کہ ''...جو یسُوعؔ کا ایمان لائے اُس کو بھی راستباز ٹھہرانے والا ہو۔'' تاہم RSV میں واضح طور پر اِس کے برعکس لکھا ہے:

"... and that he justifies him who has faith in Jesus"

(...اُس کو بھی راستباز ٹھہرانے والا ہو جو یسُوعؔ پر ایمان رکھتا ہے)

NIV میں بھی اِسی طرح کہا گیا ہے کہ "...those who have faith in Jesus"

(...وہ جو یسُوعؔ پر ایمان رکھتے ہیں)۔ NRSV کے متن میں اِس کا ترجمہ " faith in Jesus"

(یسُوعؔ پر ایمان) کیا گیا ہے اور نیچے نوٹ میں متبادل ترجمہ " who has the faith of Jesus"

(جو یسُوعؔ کا ایمان رکھتا ہے) دیا گیا ہے۔

(ہ) عطفِ بیان: اِس میں اضافی حالت والا اِسم اُسی چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی طرف وہ اِسم کرتا ہے جس سے وہ جڑا ہوتا ہے۔ مثلاً یوحنا ۲: ۲۱ میں لکھا ہے کہ ''اُس نے اپنے بدن کے مقدس کی بابت کہا تھا۔'' یونانی متن میں سے اضافی حالت والے لفظ کا ترجمہ ''اپنے بدن کے'' اُسی چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی طرف لفظ ''مقدس'' اشارہ کرتا ہے۔ اِسی لئے GNB میں یہ ترجمہ درست ہے:

" But the temple Jesus was speaking about was his body"

(لیکن مقدس جس کی بابت یسُوعؔ بات کر رہا تھا اُس کا بدن تھا۔)

(الف) ۲۔کرنتھیوں ۱: ۲۲۔ پولُس رسول لکھتا ہے کہ خُدا نے ''بیعانہ میں رُوح کو ہمارے دِلوں میں دیا۔'' یہاں الفاظ ''رُوح کو'' کا مطلب ہرگز ''رُوح کا'' نہیں ہے، وگرنہ مطلب یہ ہو جائے گا کہ رُوح نے بیعانہ دیا۔

(ب) اِفسیوں ۴: ۹ بھی اِس کی ایک مثال ہے۔

(۶) کُل کا جُزو: اضافی حالت میں موجود اِسم کُل کی نشاندہی کرتا ہے، اور اس کے ساتھ جُڑا ہوا دوسرا اِسم اُس کُل کے ایک جزو کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(الف) متی ۱۵: ۲۴۔ اِس آیت میں یسُوع کہتا ہے کہ "مَیں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سِوا اَور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" الفاظ "اِسرائیل کے گھرانے کی" اضافی حالت میں ہیں اور کُل کی طرف اِشارہ کرتے ہیں جبکہ الفاظ "کھوئی ہوئی بھیڑوں" اِسرائیل کے گھرانے کا ایک جزو ہیں۔

(ب) اگر لفظ "علاقہ" کُل کا جزو ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ مسیح پاتال میں اُترا جسے زمین کے نیچے کا علاقہ کہا گیا ہے۔ NAB میں اِسی مفہوم کو پیش کیا گیا ہے:

" he aslo descended into the lower [regions] of the earth"

(وہ زمین کے نچلے تر [علاقوں] میں بھی اُترا)

NJB میں لکھا ہے "he had gone dow n to the deepest levels of the earth" (وہ زمین کی نچلی ترین جگہوں تک چلا گیا) اور ایک نوٹ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ "زیرِ زمین علاقے جہاں مُردوں کے حلقے موجود تھے۔"

(ب ۲) تاہم، کئی مترجمین الفاظ "زمین کے" کو لفظ "علاقہ" کے ساتھ عطفِ بیان کے طور پر لیتے ہیں۔ یوں یہ مفہوم سامنے آتا ہے کہ مسیح آسمانوں سے بہت نیچے کے ایک علاقے میں اُترا جو کہ زمین ہے اور پولس یہاں یسُوع کے تجسم کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ NIV میں اِسی مفہوم کو مدِنظر رکھا گیا ہے:

"he also descended to the lower earthly regions"

(وہ نیچے تر کے، زمینی علاقوں میں بھی اُترا)

اِسی طرح REB میں یہ لکھا ہے:

"he descended to the lowest level, down to the very earth"

(وہ نچلے تر کے، زمینی علاقوں میں بھی اُترا)

اضافی حالت کے اور بھی کئی استعمال ہیں جن کا یہاں پر ذکر نہیں کیا گیا تاہم، مندرجہ بالا سطور میں دی گئی مثالوں سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ چھوٹے سے حرف ''کا، کے، کی'' کا ترجمہ کرنا بھی بہت مشکل ہوتا ہے اور یہ مترجمین کے لئے ایک خاص مسئلہ ہے۔

ذخیرہ الفاظ اور نئے عہد نامے کا ترجمہ

نئے عہد نامے کے کچھ الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے کم از کم چار مختلف قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (۱) ایک مشکل یہ ہے کہ کچھ الفاظ کے مختلف معانی ہوتے ہیں جن کا انحصار اُس سیاق وسباق پر ہوتا ہے جن میں وہ استعمال ہوتے ہیں۔ روایتی ترجموں میں ترجمے کی زبان کے اندر ہر لفظ اُتنی ہی مرتبہ استعمال کیا گیا ہے جتنی مرتبہ وہ یونانی متن میں آیا ہے۔ (۲) دوسری مشکل یہ ہے کہ کبھی کبھار الفاظ مجازی معانی میں استعمال ہوئے ہیں اور ایسی صورت میں لفظی ترجمہ قارئین کے لئے گمراہ کن ہوسکتا ہے (۳) تیسری مشکل یہ ہے کہ کچھ الفاظ اور فقروں کے صحیح معانی سے واقفیت نہیں ہے۔ (۴) جبکہ چوتھی مشکل یہ ہے کہ کچھ الفاظ کے ترجمے کی زبانوں میں مساوی الفاظ نہیں ہیں۔ اِن چاروں مشکلات کی مثالیں ذیل میں دی گئی ہیں۔

(۱) جسم: یونانی نئے عہد نامے میں لفظ ''جسم'' کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ترجمے کے دوران کچھ حوالوں کے لئے تو مساوی الفاظ مل جاتے ہیں لیکن کچھ کے لئے نہیں ملتے۔ NRSV اور GNB کے انگریزی ترجموں (اور اُردو ترجمہ) کی مندرجہ ذیل مثالوں پر غور کریں۔

(الف) لوقا ۲۴:۳۹ (... کیونکہ رُوح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی...)

'for a ghost does not have **flesh** and bones."(NRSV)

'for a ghost doesn't have **flesh** and bones."(GNB)

(ب) یوحنا ۱:۱۴ (اور کلام مجسم ہوا...)

"And the Word became **flesh**"(NRSV)

"And the Word became a **human being**"(GNB)

(ج) ۲۔کرنتھیوں ۷:۵ (... ہمارے جسم کو چین نہ ملا...)

"our **bodies** had no rest"(NRSV)
"**We** did not have any rest "(GNB)

(و) رُومیوں ۹:۸ (یعنی جسمانی فرزند خُدا کے فرزند نہیں...)

"It is not the children of the **flesh** w ho are the children (NRSV) of God."

"the children **born in the usual w ay** are not the children (GNB) of God."

(ہ) ۱-کرنتھیوں ۱:۲۶ (... جسم کے لحاظ سے بہت سے حکیم... نہیں بلائے گئے)

"not many of you w ere w ise by **human standards**."(NRSV)

"from **the human point of view** few of you w ere w ise"(GNB)

(۲) جلال: اِسی طرح یونانی متن میں جلال کے لئے استعمال ہونے والا لفظ سیاق وسباق کے مطابق مختلف معانی رکھتا ہے۔ کبھی اِس کا مطلب "تابناکی" یا "درخشندگی" ہے اور کبھی "شہرت" یا "عزت" ہے۔ لیکن اگر اِس لفظ کا ترجمہ کرتے ہوئے تمام سیاق سباق میں ایک ہی لفظ استعمال کیا جائے تو معانی واضح نہیں ہوں گے۔ اِس لفظ کے انگریزی ترجموں (اور اُردو ترجمہ) کی مندرجہ ذیل مثالوں پر غور کیجئے۔

(الف) اعمال ۲۲:۱۱ "جب مجھے اُس نور کے جلال کے سبب سے کچھ دکھائی نہ دیا..."

"And w hen I could not see for the **glory** of that light" (KJV)

"Since I could not see because of the **brightness** of "(NRSV) that light

(ب) یوحنا ۵:۴۴ "تم جو ایک دوسرے سے عزت چاہتے ہو اور وہ عزت جو خُدای واحد کی طرف سے ہوتی ہے نہیں چاہتے کیونکر ایمان لا سکتے ہو؟"

"How can you believe, w ho receive **glory** from one another and do not seek the **glory** that comes from the only God? "(RSV)

"You like to receive praise from one another, but you do not try

to win prise from the one who alone is God; how, then can you believe me? "(GNB)

(ج) یوحنا ۸: ۵۴ "... اگر میں آپ اپنی بڑائی کروں تو میری بڑائی کچھ نہیں لیکن میری بڑائی میرا باپ کرتا ہے..."

"If I **glorify** myself, my **glory** is nothing; it is my Father who **glorifies** me," (RSV)

"If I were to **honor** myself, that **honor** would be worth nothing. The one who **honors** me is my Father "(GNB)

(۳) بپتسمہ (دینا): الفاظ "بپتسمہ" اور "بپتسمہ دینا" زیادہ تر جگہوں میں اپنے لفظی معانی "پانی میں غوطہ" کے طور پر استعمال ہوئے ہیں (دیکھئے متی ۳: ۶، ۷؛ ۲۱: ۲۵؛ اعمال ۱: ۵؛ ۱-کرنتھیوں ۱: ۱۳)۔ تاہم نئے عہدنامے میں یہ الفاظ مجازی معانی "دُکھ" اور "شہادت" کے طور پر بھی استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً مرقس ۱۰: ۳۸ میں لکھا ہے "... جو بپتسمہ میں لینے کو ہوں تم لو گے۔" بہت سے قارئین اس حقیقت کو نہیں پہچانتے کہ یسوع یہاں پر بپتسمہ کو مجازی معانی میں استعمال کر رہا ہے اور یہ سوچتے ہیں کہ وہ پانی سے بپتسمہ پانے کی بات کر رہا ہے۔ اس بناء پر مترجمین کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ ایسے استعمال میں وہ لفظ "بپتسمہ" کے ساتھ مجازی معانی کا اضافہ کریں تا کہ درست مفہوم ظاہر ہو سکے۔ "فرنچ کامن لینگویج ٹرانسلیشن" (FRCL) اور "اٹالین کامن لینگویج ٹرانسلیشن" (TTCL) میں اس مفہوم کو یوں قائم رکھا گیا ہے "کیا تم دُکھوں کا بپتسمہ لو گے جو میں لینے جا رہا ہوں؟"

(۴) ظرف: ۱-تھسلنیکیوں ۴: ۴ میں پولس کی مسیحیوں کو کی گئی نصیحت کا لفظی ترجمہ یوں ہے "اور ہر ایک تم میں سے پاکیزگی اور عزت کے ساتھ اپنے ظرف کو حاصل کرنا جانے۔" لفظی معانی میں لفظ "ظرف" سے مراد عام استعمال کا برتن ہے، لیکن ۱-تھسلنیکیوں ۴ باب کے سیاق و سباق کے مطابق پولس اس لفظ کو لفظی معانی میں استعمال نہیں کرتا۔ اس لفظ کے کم از کم تین مجازی معانی ہیں: (۱) انسانی جسم، (۲) ایک فرد کی بیوی اور (۳) مرد کا جنسی عضو تینوں مجازی معانی سمجھ میں آتے ہیں اور پہلے دو معانی کئی ترجموں میں استعمال کئے گئے ہیں۔

(الف)NRSV میں لکھا ہے:

"that each one of you know how to control your own body in holiness and honor"

(کہ ہر ایک تم میں سے جانے کہ کیسے اپنے بدن کو پاکیزگی اور عزت میں قابو رکھتا ہے)

(ب)GNB میں لکھا ہے:

"Each of you men should know how to live with his wife in a holy and honorable way"

(تم میں سے ہر ایک مرد کو جاننا چاہئے کہ کیسے وہ ایک پاک اور باعزت طریقے سے اپنی بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرے)۔

(۵) تعویذ: لفظ تعویذ اُن لفظوں میں سے ایک ہے جن کے مساوی الفاظ کئی زبانوں میں نہیں ہیں۔ اسلام سے تعلق رکھنے والی ثقافتوں میں اِس لفظ کا مساوی لفظ آسانی سے مل جاتا ہے اِسی طرح ہسپانوی اور انگریزی زبانوں میں بھی اِس کے مساوی لفظ موجود ہے لیکن یہ زیادہ استعمال نہیں ہوتا اور زیادہ تر لوگ اِس سے ناواقف ہیں۔ ایسے الفاظ کے ترجمے کے لئے مترجمین کو ایسا انداز اپنانا چاہئے کہ معانی پوری طرح سے منتقل ہوں۔ RSV، NRSV اور NIV نے متی ۲۳:۵ میں اِس لفظ کے ترجمے کے لئے ایک ہی لفظ استعمال کیا ہے:

"they make their phylacteries wide" (وہ اپنے تعویذ بڑے بناتے ہیں)

لیکن GNB میں اِس کے لئے ۲۰ الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

"the straps with scripture verses on them which they wear on their foreheads and arms, and notice how large they are! "

(کلام مقدس کی آیات والی چمڑے کی پٹیاں جو وہ اپنے ماتھوں اور بازوؤں پر پہنتے ہیں اور غور کرو وہ کتنی بڑی ہیں!)

NIV کے متن میں صرف لفظ "phylacteries" (تعویذ) استعمال ہوا ہے جبکہ نوٹ میں اِس کی تفصیل دی گئی ہے کہ "وہ ڈبیاں جن میں کلام مقدس کی آیات ہوتی تھیں جو ماتھے اور بازوؤں

پڑھی جاتی تھیں۔"

(٦) لفظ ''تعویذ'' کے علاوہ نئے عہدنامے میں اور بھی بہت سے الفاظ ہیں جن کے کئی ترجمے کی زبانوں میں کوئی مساوی الفاظ نہیں ہیں مثلاً فرشتہ، رسول، ختنہ، فریسی، عہد، نبی، کاہن، صدوقی اور ہیکل وغیرہ۔ ماضی کے سالوں میں مشنری ترجموں میں اکثر ایسے الفاظ استعمال کئے گئے جو ترجمے کی زبان کے علاقے میں زیادہ بولی جانے والی یورپین زبان سے مستعار لئے گئے۔ براعظم افریقہ کی کئی پرانی نوآبادیوں میں بیسویں صدی کے اوائل میں ہونے والے ترجموں میں ایسے کئی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ آج مترجمین کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی کہ وہ ایسے الفاظ کو ترجمے کی زبان میں استعمال کریں بلکہ اِس کے برعکس اُنہیں ترجمے کی زبان کے الفاظ استعمال کرنے کو کہا جاتا ہے۔ مثلاً لفظ ''ہیکل'' کا ترجمہ کئی مرتبہ ''یہودیوں کی قربانی کا گھر'' کیا گیا ہے اور پھر اِسے مختصر کر کے ''قربانی کا گھر'' کیا گیا۔ کئی ترجموں میں ''خُدا کا گھر'' یا ''یہودیوں کی عبادت کے لئے اکٹھے ہونے والا گھر'' بھی کیا جا سکتا ہے لفظ ''نبی'' کا ترجمہ ''وہ جو خُدا کے لئے بولتا ہے'' اور لفظ ''کاہن'' کا ترجمہ ''وہ جو (لوگوں کے لئے) خُدا سے بات کرتا ہے'' یا قربانی پیش کرنے والا بھی کیا جا سکتا ہے۔

کئی زبانوں میں ایسے الفاظ جیسے کاہن وغیرہ کے لئے مقامی علاقائی اصطلاحات موجود ہیں، مگر ماضی میں اکثر مشنریوں نے ایسے الفاظ کو استعمال کرنے سے انکار کر دیا تھا جو بُت پرستانہ عبادتی رسوم کا حصہ تھے۔ آج ایسی مقامی اصطلاحات اکثر استعمال کی جاتی ہیں۔ ممکن ہے کہ نئے عہدنامے کے کاہن کا کام بالکل ترجمے کی زبان کی ثقافت کے کاہن کے کام جیسا نہ ہو، لیکن یہ زیادہ بہتر ہے کہ ایسے معنیٰ رکھنے والے لفظ کو استعمال کیا جائے اور پھر نئے عہدنامے کے سیاق و سباق سے اُس کے معنیٰ کی وضاحت کی جائے۔

مزید برآں، مترجمین کو یہ مشورہ بھی دیا جاتا ہے کہ وہ ترجمے کے دوران مشکل اور نامعلوم معانی کی حامل اصطلاحات کی ایک فہرست بنائیں اور نئے عہدنامے کے آخر میں فرہنگ دیں جس میں اُن کی وضاحت موجود ہو۔

علامتی افعال اور مجازی زبان

ہر ثقافت میں علامتی معانی کی حامل افعال موجود ہوتے ہیں مثلاً مغربی افریقہ کے کچھ حصوں میں جنازے کے ساتھ سڑک کے کنارے چلنے والے لوگ سرخ رنگ کا لباس پہنتے ہیں اور چلتے وقت اپنے ہاتھ اپنے سر کے اُوپر رکھ لیتے ہیں۔ مخصوص لباس اور سر پر ہاتھوں کا یہ انداز علامتی افعال ہیں جو ماتم کو ظاہر کرتے ہیں۔ پُرانے عہدنامے کے وقتوں میں یہودی لوگ اپنے ماتم کو ظاہر کرتے تھے۔ پُرانے عہدنامے کے وقتوں میں یہودی لوگ اپنے ماتم کا اظہار اپنے کپڑے پھاڑنے اور ٹاٹ اوڑھنے سے کرتے تھے (دیکھئے ۲۔سموئیل ۳: ۳۱؛ ۲۔سلاطین ۶: ۳۰)۔

اب مترجمین کے لئے مشکل یہ ہے کہ علامتی افعال جن کے نئے عہدنامے کی دنیا میں خاص مطلب ہیں ترجمے کی زبان کی دُنیا میں فرق معنیٰ کے حامل ہو سکتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ نئے عہدنامے کے کسی علامتی فعل کے ترجمے کی زبان میں بالکل کوئی معنیٰ نہ ہوں۔ مجازی زبان کے تعلق سے بھی ایسا ہی ہے۔ اس لئے مترجمین کو سب سے پہلے اِس بات کو تعین کرنا چاہئے کہ ایک خاص علامتی فعل یا مجازی لفظ کے اصل قارئین کے لئے کیا معانی تھے۔ پھر مترجمین کو اُس معانی کا اس انداز سے اظہار کرنا چاہئے کہ وہ ترجمے کی زبان میں قارئین کے لئے واضح اور قابلِ سمجھ ہو۔[1]

لوقا ۱۳: ۳۲ اِس حوالے میں یسُوع نے ہیرودیس کو ''اُس لومڑی'' کہہ کر مخاطب کیا۔ اب یہ یقیناً مجازی زبان ہے۔ لفظی ترجموں میں یونانی انداز کو اپناتے ہوئے ''اُس لومڑی ہیرودیس'' لکھا جاتا ہے، لیکن محتاط مترجم کو لازماً پہلے دیکھنا چاہئے کہ یسُوع کے زمانے میں لومڑی کس کی علامت تھی۔ یسُوع کے دور کی یونانی دنیا میں ایک مکار و عیار شخص کو اکثر لومڑی کہا جاتا تھا۔ پھر حزقی ایل احمق نبیوں کو ''لومڑیوں'' کہہ کر اور بے کار شخص کے طور پر بیان کر رہا ہے۔ ایسی ثقافتیں جہاں لومڑی چالاکی کی علامت ہے مترجمین مجازی معانی قائم رکھ سکتے ہیں، لیکن جہاں لومڑی سے کوئی واقف نہیں یا جہاں لومڑی مکاری کی علامت نہیں وہاں مترجمین کو لفظی ترجمہ نہیں کرنا چاہئے۔ ایسی صورتحال میں مترجمین غیر مجازی زبان کا استعمال کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''ہیرودیس جو دھوکا دیتا ہے'' یا ''ہیرودیس مکار''۔

---

[1] اس موضوع پر تفصیل سے جاننے کے لئے دیکھئے باب ۷۔۱ ''متن کی صورت اور معنیٰ'' از کیز ایف۔ ڈی بلوئیس۔

لوقا ۱:۱۳ : جب تیسری انجیل کا مصنف یسوع کی زندگی میں ایک نئے واقعہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ "اُس وقت بعض لوگ حاضر تھے جنہوں نے اُسے اُن گلیلیوں کی خبر دی جن کا خون پیلاطس نے اُن ذبیحوں کے ساتھ ملایا تھا۔" ممکن ہے کہ لوقا کا مطمع نظر یہ ہو کہ یہ الفاظ لفظی طور پر سمجھے جائیں کہ پیلاطس نے اُن کا خون اُن کے ذبیحوں کے خون کے ساتھ ملا دیا تھا، تاہم زیادہ تر تشریح کرنے والے اِسے مجازی طور پر لیتے ہیں کہ پیلاطس نے اُنہیں اُس وقت قتل کیا جب وہ اپنے ذبیحے نذر گزران رہے تھے۔

چونکہ کئی قارئین کو پتا نہیں چلتا کہ لوقا نے مجازی زبان استعمال کی ہے، اس لئے اِس آیت کے کئی جدید ترجموں میں حرکی مترادف ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ معنیٰ واضح ہو سکے۔ GBN میں اس آیت کا ترجمہ یہی مفہوم پیش کرتا ہے: "اُس وقت بعض لوگ حاضر تھے جنہوں نے یسوع کو اُن گلیلیوں کے بارے میں بتایا جنہیں پیلاطس نے قتل کیا تھا جب کہ وہ خدا کو ذبیحے گزران رہے تھے۔"

۱-پطرس ۱:۱۳ الف KJV میں اِس آیت کا (اُردو میں بھی) لفظی ترجمہ کیا گیا ہے:

"Gird up the loins of your mind." (اپنی عقل کی کمر باندھ کر)

یہ مجازی زبان کا استعمال ہے۔

اناجیل کے ترجمے میں درپیش چند مشکلات

اناجیل کے درمیان مماثلت: طرزِ بیان، مواد اور اُس کی ترتیب میں پہلی تین اناجیل آپس میں واضح مماثلت رکھتی ہیں جو اُن کی یوحنا کی انجیل کے ساتھ نہیں ہے۔ اِسی وجہ سے متی، مرقس اور لوقا کو "متوافقہ" اناجیل کہتے ہیں۔ اِس یکسانیت کا آسانی سے مطالعہ کرنے کے لئے علما نے متوافقہ اناجیل کی ایسی اشاعتیں تیار کی ہیں جنہیں اجماع[1] کہا جاتا ہے جن میں متوازی حوالہ جات یا تو یونانی میں پھر ترجمے کی صورت میں ساتھ ساتھ لکھے ہوتے ہیں۔ یہ مترجمین کے لئے بہت سود مند ہوتا ہے کیونکہ یہ متوافقہ اناجیل میں یکساں الفاظ کے طرزِ بیان کو دکھاتا ہے۔

مثلاً متی ۳:۷ ب-۱۰ اور لوقا ۳:۷ ب-۹ کا طرزِ بیان تقریباً ایک جیسا ہے۔ اِسی طرح متی

---

[1] یونانی کے متوازی حوالہ جات کے موازنے کے لئے دیکھئے: کے ایلنڈ Synopsis Quattour (15th rev ,ed.; stuttgart:Deutsehe Bible stiftung, 1996) Evangeliorum

۷:۷-۱۱ کا حوالہ لوقا ۱۱:۹-۱۳ کے بہت زیادہ یا متی اور لوقا کی انجیل کے درمیان مکمل طور پر یکساں یا کسی حد تک یکساں ہیں۔ تاہم مترجمین کو اس حقیقت سے آگاہ ہونے کی ضرورت ہے کہ ایسی مماثلت پائی جاتی ہے اور انہیں ترجمے میں بھی ایسی مماثلت کو قائم رکھنا چاہیے۔ جب یونانی زبان میں متوافقہ اناجیل کے متون میں یکساں ذخیرۂ الفاظ ہے تو پھر مترجمین کو اِن آیات کے اپنے ترجموں کا بھی موازنہ کرنا چاہیے تاکہ اِس بات کو یقینی بنائیں کہ ترجمے کی زبان یونانی زبان کی اِس مماثلت کو ظاہر کرے۔

یاد رکھیے! اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مترجمین کو یونانی متن کا لفظی ترجمہ کرنا چاہیے بلکہ متوافقہ اناجیل میں سے کسی ایک انجیل کی ایک آیت یا کئی آیات کا ترجمہ ویسا ہی ہونا چاہیے جیسا کہ اُن آیات کا ترجمہ دوسری انجیل میں اور خاص کر الفاظ کی ترتیب یونانی میں بھی ایک سی ہے۔ جو مترجمین یونانی پڑھ سکتے ہیں۔ وہ ایسے اجماع استعمال کر سکتے ہیں جس میں یونانی متن متوازی کالموں میں لکھا ہوتا ہے۔ اور جو یونانی زبان سے واقف نہیں اُنہیں صرف ایسے اجماع کی ضرورت ہوگی جو یونانی کے لفظی ترجمے کو پیش کرتا ہے۔

مشکل اصطلاحات

(ا) خُدا کی بادشاہی: یہ الفاظ متوافقہ اناجیل میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اور دنیا کی زیادہ تر زبانوں میں اس کا روایتی ترجمہ کیا گیا ہے۔ متی کی انجیل میں پائے جانے والے الفاظ "آسمان کی بادشاہی" کے بھی یہی معانی ہیں۔ تاہم حیرت انگیز طور پر یوحنا کی انجیل میں الفاظ "خُدا کی بادشاہی" صرف دو مرتبہ آئے ہیں (۳:۳،۵)۔ روایتی ترجمے کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ لفظ "بادشاہی" ایک علاقے کی طرف اشارہ کرتی ہے لیکن نئے عہدنامے میں جب یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں تو وسیع تر معانی کے حامل ہیں۔

(الف) یہ الفاظ اُس جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس پر خُدا سلطنت کرتا ہے یعنی جو اُس کی قلمرو ہے (دیکھیے مرقس ۹:۴۷؛ ۱۰:۲۳-۲۴؛ ۱۲:۳۴)۔

(ب) اس میں حاکم اعلیٰ کے طور پر خُدا کی سرگرمی بھی شامل ہے یعنی اُس کا سلطنت کرنا (مرقس ۱:۱۵؛ ۹:۱؛ ۱۱:۴)۔

(ج) اور آخر میں یہ الفاظ خُدا کی حکمرانی کی نوعیت کو بھی ظاہر کر سکتے ہیں جو کہ اُس کی مطلق العنان حاکمیت یا بادشاہت ہے۔

پھر مترجمین کو الفاظ "خُدا کی بادشاہی" فرہنگ میں بھی شامل کرنے چاہئیں جس طرح اصطلاحات "جسم" اور "جلال" کا ترجمہ سیاق وسباق کے مطابق کرنے کی ضرورت ہے، اُسی طرح "خُدا کی بادشاہی" کا بھی ہر مرتبہ انہی الفاظ میں ترجمہ کرنے کے بجائے سیاق وسباق کے مطابق ترجمہ کرنے کی ضرورت ہے۔

(۲) ابنِ آدم: مترجمین کے لئے ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ ایک آیت کا ترجمہ کرنے سے پہلے وہ لازماً اس کے معنیٰ کی تلاش کریں۔ تاہم بدقسمتی ہے جب مترجمین نے تفسیریں، بائبل ڈکشنریاں اور انسائیکلوپیڈیا دیکھے تو اُنہیں پتا چلا کہ لفظ ابنِ آدم کے معانی کسی کو بھی واضح طور پر معلوم نہیں ہیں۔ روایتی طور پر مترجمین نے یونانی کا لفظی طور پر ترجمہ کیا ہے۔ لفظی ترجمے کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ بہت سی زبانوں میں "ابنِ آدم" کے کوئی معانی نہیں ہیں جبکہ دوسری زبانوں میں اِس کے معنیٰ صرف "ایک انسان" ہیں۔

جدید علما نے پُرانے عہدنامے کے کئی حصوں (خاص کر دانی ایل ۷: ۱۳-۱۴) اور یسوعؔ کے زمانے کی کئی غیر الہامی یہودی تحریروں کے محتاط مطالعے اور پہلی صدی عیسوی میں ارامی (یسوعؔ کی زبان) میں اِن الفاظ کے معانی پر بہت بحث کی ہے۔ اُس ساری بحث کا ابھی یہاں مفصل بیان کرنا مشکل ہے لیکن مختصراً یہ کہ اِس کے اکثر تین حل تجویز کیے جاتے ہیں:

(الف) یہ اپنے آپ کی طرف اشارہ کرنے کا ایک بالواسطہ طریقہ ہے اور اِس کا مطلب "میں" ہے۔

(ب) یہ سامی اندازِ گفتگو تھا جس میں کسی مخصوص انسان یا کسی کی بھی طرف اشارہ کیا جاتا تھا۔

(ج) یہ ایک آسمانی فرد کو ظاہر کرنے والا خطاب ہے جو دانی ایل ۷ باب کے مطابق زمانے کے آخر میں انسانوں کی عدالت کو آئے گا۔

بائبل کے علما کی بحث میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آیا یسوعؔ اور اناجیل کے مصنفین کے نزدیک لفظ "ابنِ آدم" کے ایک ہی معانی تھے۔ یعنی یہ ممکن ہے کہ یسوعؔ نے کبھی کبھار مندرجہ بالا معانی میں سے پہلے دو معانی استعمال کیے لیکن اناجیل کے مصنفین نے تیسرے معانی کی بات کی۔ اب یقیناً مترجمین کو اِن الفاظ کا ترجمہ ویسے ہی کرنا چاہئے جیسے انجیلی مصنفین سمجھانا چاہتے تھے۔ زیادہ تر مفسرین

اِس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ اِس سے قطعِ نظر کہ یسُوعؔ کا کیا مطلب تھا، انجیلی مصنفین نے "ابنِ آدم" کو ایسے آسمانی فرد کو بیان کرنے کے لئے استعمال کیا ہے جس کا تعلق عدالت کے ساتھ ہے۔ اناجیل میں "ابنِ آدم" ایک خطاب ہے۔ اس وجہ سے اگر ترجمے کی زبان میں قارئین یہ سوچیں کہ ان الفاظ کا مطلب صرف "ایک انسان" ہے جس کی کوئی خاص اہمیت نہیں تو یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ "وہ جسے ابنِ آدم کہا جاتا ہے۔"

مجہول قدوسیت (خُدا کا مجہول انداز میں ذِکر)

یسُوعؔ کی پیدائش سے پہلے کے زمانے میں یہودی لوگوں نے خُدا کا نام بالواسطہ طریقے سے لینا شروع کر دیا تھا۔ یسُوعؔ نے بھی خُدا کو پکارنے کے اِس بالواسطہ انداز کی پیروی کی۔ یونانی نئے عہدنامہ میں بولنے کا یہ انداز فعل معروف کی بجائے فعل مجہول میں پیش کیا گیا جس میں خُدا فاعل کے طور پر ہے۔ نئے عہدنامے کے جرمن عالم جوآکیم جیریمیاس (Joachim Jeremias) نے دعویٰ کیا کہ یسُوعؔ کی باتوں میں خُدا کی ذات کا فعل مجہول میں ذِکر تقریباً سو مرتبہ آیا ہے۔[1] متی ۵ باب کی مبارکبادیوں میں اس استعمال کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً "کہ وہ تسلی پائیں گے" (متی ۵:۴)، "کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے" (متی ۵:۵)، "کیونکہ اُن پر رحم کیا جائے گا" (متی ۵:۷)، "کیونکہ وہ خُدا کے بیٹے کہلائیں گے" (متی ۵:۹)[2] افعال "تسلی پائیں گے"، "رحم کیا جائے گا" اور "کہلائیں گے" یونانی میں مجہول صورت میں ہیں اور اِن افعال کے فاعل کو بیان نہیں کیا گیا۔ ایسی ہی دوسری مثالوں کے لئے دیکھئے متی ۷:۷، ۸؛ ۱۰:۲۶؛ ۲۳:۳۷۔

خُدا کو مخاطب کرنے کے اِس بالواسطہ انداز سے وہ لوگ جنہوں نے یسُوعؔ کو سُنا تھا۔ بخوبی واقف تھے۔ تاہم آج خُدا کے بارے میں بات کرنے کا یہ بالواسطہ طریقہ عام نہیں ہے اور پڑھنے

---

[1] New Testament Theology: The Proclamation of Jesus (نیویارک: سکر بنرز، ۱۹۷۱)، ص ۱۱۔

[2] (دیکھئے ڈبلیو۔ ڈی۔ ڈیویز اور ڈیل سی۔ ایلیسن The Gospel According to Saint Matthew Vol. 1 (ایڈنبرگ: ٹی اینڈ ٹی کلارک، ۱۹۸۸)، ص ۴۲۹-۴۶۹۔

اکثر غلط طور پر یہ سمجھنے الگ جاتے ہیں کہ یہ انسانوں کی بات ہو رہی ہے جو دوسروں کو تسلی دیتے اور
والے
انہیں خُدا کے بیٹے کہتے ہیں۔ اِسی وجہ سے آج بہت سے مترجمین ایسے حوالوں کے لفظی ترجمے کو بجا طور
پر نظر انداز کرتے ہوئے عمل کرنے والے کو واضح کرتے ہیں۔ GNB میں اِسی انداز کو اپنایا گیا ہے:
"خُدا انہیں ملے گا" (متی ۵:۵)، "خُدا اُن پر رحم کرے گا" (متی ۵:۷) اور "خُدا انہیں اپنے بیٹے کہے
گا" (متی ۵:۹)۔

چوتھی انجیل میں تجریدی فکر

یوحنا کی انجیل میں یسُوعؔ کی زندگی کے واقعات کو بیان کرنے کے لئے کئی مجرد اِسم استعمال کئے گئے ہیں۔ بائبل کے پُرانے طالب علم اِس یوحنائی طرزِ تحریر سے بخوبی واقف ہوں گے اور اُن کے لئے یہ انداز مشکل پیدا نہیں کرتا۔ لیکن جب عام قارئین سے پوچھا جائے کہ اِس کا کیا مطلب ہے کہ یسُوعؔ "فضل اور سچائی سے معمور" تھا تو وہ نہیں جانتے۔ یا یہ سوال کہ یسُوعؔ کی پرستش "رُوح میں" کرنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ اِنسانی رُوح کی بات ہو رہی ہے جیسے NRSV میں ترجمہ کیا گیا ہے یا خُدا کی رُوح کی بات ہو رہی ہے جیسا کہ GNB میں ترجمہ ہے؟

رابرٹ جی۔ بریٹچر (Robert G. Bratcher) نے لکھا ہے کہ "ترجمے میں دیانتداری کا پتا تب چلتا ہے جب قارئین ترجمہ کئے ہوئے متن کو بالکل ویسے ہی سمجھتے ہیں جیسے اصل قارئین سمجھتے تھے۔"[ل] اور پھر اِس سوال کو اُٹھاتا ہے کہ کیا یوحنا ۱:۱۴ جیسی آیات کے روایتی، زیادہ یا کم لفظی تراجم مقصود معانی صحیح پہنچا رہے ہیں؟ یوحنا ۱:۱۴ اور ۴:۲۳-۲۴ کے ترجمے پر غور کیجئے اور دیکھئے کہ کیا قارئین اُس بات کو سمجھ سکیں گے جو مصنف اِن نمایاں کئے گئے الفاظ کے استعمال سے چاہتا تھا؟

(۱) یوحنا ۱:۱۴ "اور کلام مُجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔"

(۲) یوحنا ۴:۲۳-۲۴ "مگر وہ وقت آتا ہے بلکہ اب ہی ہے کہ سچے پرستار باپ کی پرستش رُوح اور

ل "What Does 'glory' Mean In Relation to Jesus? Translating dox and doxazo in John", The Bible Translator 42 (October, 1991), 401

سچائی سے کریں کیونکہ باپ اپنے لئے ایسے ہی پرستار ڈھونڈتا ہے۔ خُدا رُوح ہے اور ضرور ہے کہ اُس کے پرستار رُوح اور سچائی سے پرستش کریں۔''

بریچر (Bratcher) یوحنا ۱۴:۱ کا مندرجہ ذیل حرکی مترادف ترجمہ تجویز کرتا ہے:

"And the logos became a human being and lived for a while among us; and we have seen his divine nature, full of constant love and faithfullness, the divine nature that he, as Son, has with the Father."

(اور کلمہ/کلام ایک اِنسان بن گیا اور تھوڑا عرصہ ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اُس کی مستقل محبت اور وفاداری سے معمور الٰہی فطرت دیکھی، وہ فطرت جو وہ بیٹے کے طور پر باپ کے ساتھ رکھتا ہے۔)

نئے عہدنامے میں اِس طرح کی آیات کا پُرمعانی انداز میں ترجمے کا یقیناً ایک خاص اور مشکل کام ہے۔

خطوط کے ترجمے میں درپیش خاص مشکلات

دوطرفہ گفتگو کا یک طرفہ پہلو

نئے عہدنامے کے کئی خطوط مصنف اور قارئین کے درمیان دوطرفہ گفتگو کی طرز پر ہیں۔ یقیناً پولس نے اپنے خطوط میں اُن باتوں کا جواب دیا ہے جو کلیساؤں کی طرف سے اُس تک لکھی ہوئی صورت میں یا زبانی پہنچیں۔ ان خطوط کے اصل قارئین نے اپنے مشترک تجربے کے طور پر پولس کے ساتھ معلومات کا تبادلہ کیا، سو اُس کے لئے ضروری نہیں تھا کہ وہ اُس معلومات کو اُن لوگوں کے لئے دہرائے جن کے لئے اُس نے خطوط لکھے۔ لیکن آج مترجمین کے لئے اُس معلومات کی کمی مشکل پیدا کر سکتی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں سے واضح ہے۔

(۱) فلپیوں ۴:۳ جب پولس ''اے سچے ہم خدمت'' لکھتا ہے تو فلپّی کے مسیحی جانتے تھے کہ پولس کس کی بات کر رہا ہے۔ الفاظ ''سچے ہم خدمت'' یونانی میں یا تو کسی مرد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں یا پھر کسی عورت کی طرف۔ آج ایک قاری کو یہ جاننے کے لئے سیاق وسباق کافی معلومات فراہم نہیں کرتا

کہ کیا پولس یہاں کسی مرد سے بات کر رہا تھا یا کسی عورت سے۔ تاہم وہ زبانیں جن میں اسم کی مذکر یا مونث حالتیں پائی جاتی ہیں جیسے ہسپانوی، تو مترجمین کو لازماً فیصلہ کرنا ہے کہ کیا پولس مرد کی بات کر رہا ہے یا عورت کی۔ پھر وہ زبانیں جن میں ضمیر حاضر واحد مذکر یا مونث کی صورت میں موجود ہے اُن میں اس آیت کا اسم ضمیر "تُو" (تجھ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ تُو اِن عورتوں کی مدد کر) لازماً مذکر یا مونث ہوگا۔

(۲) ۱-کرنتھیوں ۷: ۱۔ جب پولس نے کرنتھیوں کے نام پہلا خط لکھا تو وہ درحقیقت اُن کے ایک خط کا جواب دے رہا تھا۔ جو اُنہوں نے اُسے لکھا تھا۔ بعض اوقات یہ جاننا ناممکن ہے کہ کب پولس اُن کے خط میں سے اقتباس کر رہا ہے اور کب وہ اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہے۔ روایتی طور پر ۱-کرنتھیوں ۷: ۱ب کا ترجمہ پولس کے الفاظ کے طور پر کیا جاتا ہے کہ پولس کرنتھیوں کو یہ کہہ رہا ہے "مرد کے لئے اچھا ہے کہ عورت کو نہ چھوئے۔" تاہم، کئی موجودہ مفسرین اور مترجمین یہ سمجھتے ہیں کہ پولس یہاں اپنے نام کرنتھیوں کے خط میں سے اقتباس کر رہا ہے (اِسی طرح کا نکتہء نظر REB، NRSV، GECL، Semeur، NIV، BJ، اور BPK میں ہے) اور اِس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا:

"جو باتیں تم نے لکھی تھیں اُن کی بابت یہ ہے۔ تم کہتے ہو مرد کے لئے اچھا ہے کہ عورت کو نہ چھوئے۔"

مندرجہ بالا دو حوالوں کی طرح پولس کے خطوط میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں جنہیں اُن کے اصل قارئین بہتر طور پر سمجھ سکتے تھے مگر آج مترجمین کے لئے اُنہیں سمجھنا آسان نہیں۔ بدقسمتی سے کوئی آسان حل پیش بھی کیا جا سکتا۔ مترجمین کا اِس حقیقت سے آگاہ ہونا ضروری ہے کہ پولس کے خطوط کا تعلق جاری گفتگو اور بحث سے تھا؛ وہ کوئی مجرد، بے وقت الہیاتی مقالے نہیں تھے۔ نئے عہدنامے کے خطوط کے اِس پہلو سے آگاہ ہونے کی وجہ سے مترجمین اپنی کوئی تشریح قائم کرنے سے پہلے تفسیروں اور مختلف ترجموں کا مطالعہ کرنے کی ضرورت سے واقف ہو جائیں گے۔ مثلاً LPP میں ۱-کرنتھیوں ۷: ۱ پر نوٹ دیا گیا ہے: "غالباً یہ جملہ کرنتھیوں کی اُس رائے سے تعلق رکھتا ہے جو اُنہوں نے پیش کی تھی۔ اِس صورت میں پولس کا جواب آیت ۲ سے شروع ہوگا۔"

پولس کے خطوط میں ملخص انداز

اکثر پولس نے اپنے استدلال کا اظہار چند الفاظ میں کیا ہے جب اُس نے اپنے خطوط لکھے تو

جملوں اور پیراگرافوں کا تعلق یقیناً اُس پر واضح تھا، تاہم آج وہ ہمارے لئے اکثر واضح نہیں ہے، جس کی بناء پر مترجمین مشکل کا سامنا کرتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ اِس لئے مشکل کا باعث ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ پولُس کیا کہنا چاہتا تھا۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ جب ہم پولُس کے الفاظ کو سمجھ جاتے ہیں تو کیسے ہم آج کے قارئین کی مدد کریں کہ وہ اُنہیں سمجھ جائیں؟ رُومیوں اور کرنتھیوں کے نام پولُس کے خطوط میں سے مندرجہ ذیل دو مثالیں اِن مشکلات کو واضح کریں گی۔

(ا) رُومیوں ۱۴: ۱۰ الف اِس خط میں رُومیوں ۱۴: ۱-۱۵: ۱۳ کا حصہ ایک علیحدہ اکائی کو پیش کرتا ہے۔ اِس حصے میں پولُس کلیسیا کے اندر پائے جانے والے دو گروہوں کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل کی بناء پر مخاطب ہے۔ ایک گروہ کے افراد جنہیں پولُس "کمزور ایمان" والے کہتا ہے دوسرے گروہ کو مخصوص خوراک کھانے اور خاص دنوں کو مذہبی وجوہات کی بناء پر دوسرے دنوں سے افضل جاننے میں ناکامی پر تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ دوسرا گروہ جسے پولُس "زورآوروں" کہہ کر مخاطب کرتا ہے اور خود بھی اُس میں شامل ہے، کمزور ایمان والوں سے حقارت سے پیش آتا تھا۔ اِسی تناظر میں اُس نے رُومیوں ۱۴: ۱۰ لکھی۔

NIV میں اِس کا لفظی ترجمہ کیا گیا ہے:

"You, then why do you judge your brother? or why do you look down on your brother?"

(تُو پھر کیوں اپنے بھائی پر الزام لگاتا ہے؟ یا تُو کس لئے اپنے بھائی کو حقیر جانتا ہے؟)

ایسے ترجمے سے بہت سے قارئین یہ سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ پولُس ایک ہی شخص سے دو مختلف سوالات پوچھ رہا ہے جو اپنے بھائی پر الزام لگانے اور اُسے حقیر جاننے کا مرتکب ہوا ہے۔ لیکن رُومیوں ۱۴: ۱-۱۵: ۱۳ کے سیاق و سباق میں اِس آیت کا مطالعہ اِس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ پہلے پولُس ایسے فرد سے مخاطب ہے جو "کمزور ایمان" والا ہے:

"تُو پھر کیوں اپنے بھائی (جو مضبوط ایمان والا ہے) پر الزام لگاتا ہے؟"

اِس کے بعد پولُس دوسرا سوال اُس فرد سے پوچھتا ہے جو کمزور ایمان والا ہے:

"تُو کس لئے اپنے بھائی (جو کمزور ایمان والا ہے) کو حقیر جانتا ہے؟"

اِس کے بعد پولسؔ دوسرا سوال اُس فرد سے پوچھتا ہے جو مضبوط ایمان والا ہے:
"تُو کس لئے اپنے بھائی (جو کمزور ایمان والا ہے) کو حقیر جانتا ہے؟"
اِس کے بعد پولسؔ دوسرا سوال اُس فرد سے پوچھتا ہے جو مضبوط ایمان والا ہے:
"تُو کس لئے اپنے بھائی (جو کمزور ایمان والا ہے) کو حقیر جانتا ہے؟"
چونکہ پولسؔ نے یہاں اپنے خیالات کا اظہار اجمالی صورت میں کیا ہے اس لئے مترجمین کو ایسے الفاظ یہاں لکھنے کی ضرورت ہے جو لکھے ہوئے تو نہیں لیکن درست مفہوم پیش کرتے ہیں۔ REB میں اسم ضمیر "you" (تُو) کو دُہرا کر ایسا کیا گیا ہے:

"You, then, why do you pass judgement on your fellow-christian? And you, why do you look down on your fellow-christian?"

(تُو پھر کیوں اپنے ساتھی مسیحی پر الزام لگاتا ہے؟ اور تُو بھی کیوں اپنے ساتھی مسیحی کو حقیر سمجھتا ہے؟)

GNB میں اِس بات کو اَور بھی واضح طور پر پیش کیا گیا ہے کہ پولسؔ پہلے اُس سے مخاطب ہے جو ایمان میں کمزور ہے اور بعد میں اُس سے جو ایمان میں مضبوط ہے:

"You then, who eat only vegetables - why do you pass judgment on others? And you who eat any thing - why do you despise other believers?"

(تُو جو صرف سبزیاں کھاتا ہے کیوں دوسرے پر الزام لگاتا ہے؟ اور تُو جو ہر چیز کھاتا ہے، تُو کیوں دوسرے ایمانداروں کو حقارت سے دیکھتا ہے؟)

(۲) ۱-کرنتھیوں ۹:۱ الف: تقریباً تمام ترجموں میں اِس آیت کا لفظی ترجمہ کیا گیا ہے: "کیا میں آزاد نہیں؟ کیا میں رسول نہیں؟" اب اِن الفاظ کے کیا معانی ہیں؟ بہت سے قارئین یہ سوچتے ہیں کہ پولسؔ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ گناہ سے آزاد ہے کیونکہ رُومیوں ۶:۷ میں وہ گناہ سے بری ہونے کی بات کرتا ہے۔ تاہم یہ پہلی آیت ابواب ۸-۱۰ کے وسیع تناظر میں پڑھی جانی چاہئے جو اس خط میں ایک نمایاں علیحدہ حصہ ہے۔ NJB میں اِن تینوں ابواب کو "جھوٹے خُداؤں کو نذر کی جانے

والی خوراک" کا عنوان دیا گیا ہے۔

جب بُت پرست اپنے دیوتاؤں کو گوشت نذر کرتے تو کچھ گوشت اُن کے مذہبی رہنماؤں کو اور اُس فرد کو جو اُسے نذر کرتا تھا دیا جاتا تھا۔ باقی گوشت اُن کے مقدس کھانوں میں کھایا جاتا تھا یا پھر بازار میں بیچ دیا جاتا تھا۔ ابواب ۸-۱۰ میں پولس نے کرنتھس سے آنے والے ایک خط کا جواب دیا ہے جس میں پوچھا گیا تھا کہ کیا مسیحیوں کے لئے اُس گوشت کا کھانا درست ہے جو بُت پرست اپنے دیوتاؤں کو نذر کرتے ہیں۔ پولس یہ جواب دیتا ہے کہ مسیحی یہ گوشت اُس وقت تک کھانے میں آزاد ہیں جب تک کہ ایسا کرنے سے اُن مسیحیوں کو جو ایمان میں کمزور ہیں رُوحانی طور پر ٹھوکر نہ لگے۔ کچھ مسیحی بظاہر یہ دعویٰ کرتے تھے کہ اِس گوشت کو کھانا درست ہے چاہے ایسا کرنے سے کمزور ایمان والے کو ٹھوکر ہی کیوں نہ لگے (دیکھئے ۸:۹)۔

اِس سیاق وسباق میں پولس مضبوط والے کے سامنے پیروی کے طور پر اپنی مثال پیش کرتا ہے۔ وہ یہ بتاتا ہے کہ جب وہ کرنتھس میں تھا تو اُس کے پاس کئی کاموں کا اختیار تھا (۹:۳-۷، ۱۲الف) لیکن اُس نے اُن اختیاروں کو استعمال نہیں کیا۔ وہ واضح کرتا ہے کہ اگر وہ اُن میں اپنی خدمت کے معاوضے کا تقاضا کرتا تو کچھ لوگ اُس پر صرف امیر بننے کے لئے یسوع کی منادی کرنے کا الزام لگاتے (دیکھئے ۹:۱۲ ب)۔ سو پولس دوسروں کی خاطر اپنے اختیارات سے دستبردار ہوتا ہے۔ اب وہ کرنتھس کے مسیحیوں کو جو بتوں کو نذر کیا جانے والا گوشت کھاتے ہیں یہ کہہ رہا ہے کہ وہ اپنے اُس حق سے دستبردار ہو جائیں اگر اُس کا کھانا دوسرے مسیحیوں کے ایمان کے لئے نقصان دہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ اُنہیں یہ کہہ رہا ہے کہ گو وہ گوشت کھانے میں آزاد ہیں مگر وہ اُس کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اِس حق سے دستبردار ہو جائیں۔

GECL میں ۹:۱ الف کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"مجھے ایک مثال کے طور پر لو۔ کیا میں آزاد نہیں؟ کیا میں رسول نہیں؟"

اُن کی طرح جو اپنی آزادی پر اصرار کرتے تھے کہ اپنے حقوق کا دعویٰ کریں، پولس بیان کرتا ہے کہ وہ بھی اپنے اختیارات پر اصرار کرنے میں آزاد ہے لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن پولس کا یہ سب بیان کرنے کا انداز کافی اجمالی ہے: "کیا میں آزاد نہیں؟" مترجمین کو اِن الفاظ کو کچھ پھیلا کر یہ کہنا چاہئے "تم جو اپنے حقوق پر اصرار کرتے ہو مجھے ایک مثال کے طور پر لو۔ کیا میں آزاد نہیں کہ اپنے

اختیارات پر اصرار کروں؟"

پولس کے خطوط میں مشکل اصطلاحات

پولس کے خطوط میں خاص الفاظ اور اظہارات اکثر آتے ہیں۔ وہ الفاظ کے معانی اور ترجمے پر بہت زیادہ بحث کرتا ہے، اُن میں "راستباز" اور "مسیح میں" سے متعلقہ الفاظ اور اظہارات ہیں۔

(ا) راستبازی/راستباز ہونا/راستباز ٹھہرائے جانے کا عمل۔ رُومیوں ۱:۱۷ کا روایتی ترجمہ یوں کیا جاتا ہے:

"For in it the righteousness of God is revealed " (NRSV)

(اِس واسطے اُس میں خُدا کی راستبازی ظاہر ہوتی ہے)

ماضی کی صدیوں میں قارئین نے اکثر "خُدا کی راستبازی" کو ایسا سمجھا کہ وہ بنیادی طور پر خُدا کے اخلاقی کردار کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ تاہم، اِس صدی میں علما نے پہچان لیا ہے کہ گو پولس نے یونانی میں لکھا مگر اُس کا مخصوص یونانی الفاظ کا استعمال اُس کی یہودی میراث اور پُرانے عہدنامے کے یونانی میں ترجمے کے اُس کے مطالعے کی بناء پر ہے۔

پرانے عہدنامے میں خُدا کی راستبازی اکثر خُدا کے راست کام کرنے اور اپنے لوگوں کو واپس اپنے ساتھ ایک درست تعلق میں لانے کے عمل کی طرف اشارہ ہے۔ یسعیاہ ۵۴:۲۱؛ ۵۱:۵؛ زبور ۲۴:۵؛ ۳۱:۱؛ ۹۸:۲؛ ۱۴۳:۱۱ میں خُدا کی راستبازی نجات کے ایک مترادف کے طور پر بیان کی گئی ہے۔ پولس کے "خُدا کی راستبازی" کے استعمال کے اِس پس منظر کے علم نے GNB کے مترجمین کی راہنمائی کی کہ وہ رُومیوں ۱:۱۷ کا لفظی ترجمہ کرنے کے بجائے حرکی مترادف ترجمہ کریں:

"For the gospel reveals how God puts people right with himself."

(کیونکہ انجیل ظاہر کرتی ہے کہ خُدا کیسے لوگوں کو اپنے ساتھ راست ٹھہراتا ہے)

GBN نشاندہی کرتی ہے کہ "خُدا کی راستبازی" خُدا کا ایک عمل ہے۔ یعنی پولس اِس بارے میں زیادہ بات نہیں کرتا کہ خُدا لوگوں کو راست بناتا ہے بلکہ وہ اُن کے ساتھ اپنے تعلق کو بحال کر کے اُنہیں نجات دیتا ہے۔ LPD میں "خُدا کی راستبازی" کا لفظی ترجمہ کیا گیا ہے مگر ایک نوٹ میں اِس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ پولس کا کیا مطلب تھا: "پولس اِس اظہار سے خُدا کے سارے کام کی طرف اشارہ

کرتا ہے جو لوگوں کی نجات اور دنیا کی مخلصی کے لئے وقف ہے۔''

(۲) مسیح میں: یونانی الفاظ جن کا ترجمہ ''مسیح میں'' کیا گیا ہے، دنیا کی زیادہ تر زبانوں میں لفظی طور پر ترجمہ کرنے میں آسان ہیں۔ لفظی ترجمے کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ کئی قارئین کے لئے اِس کے کوئی معانی نہیں ہیں یا بہت کم معانی ہیں۔ کیسے کوئی ''مسیح میں'' ہوسکتا ہے؟ یوں لگتا ہے کہ پولس اِس بیان کو کشادگی سے استعمال کرتا ہے۔ تاہم اِس کے معانی کے بارے میں دو عمومی آراء پیش کی جاتی ہیں۔

(الف) الفاظ ''مسیح میں'' کا تعلق نجات سے ہے جو خُدا مہیا کرتا ہے اور جس کا تجربہ مسیحی مسیح کی موت اور جی اُٹھنے کی بدولت کرتے ہیں (دیکھئے رُومیوں ۳: ۲۴؛ ۱-کرنتھیوں ۱۵: ۲۲؛ رُومیوں ۱۲: ۵؛ گلتیوں ۳: ۲۶-۲۸)۔ GBN میں اکثر الفاظ ''مسیح میں'' کا ''مسیح میں یگانگت'' کے طور پر ترجمہ کیا گیا ہے۔ ایسا ترجمہ الٰہیاتی طور پر درست ہے اور اِسی طرح یہ آج قارئین کے لئے معنیٰ کو بھی واضح کرتا ہے۔

مُکاشفہ کے ترجمے میں درپیش خاص مشکلات

اگر کوئی مترجمین کی ٹیم سے جو نئے عہدنامے پر کام شروع کر رہی ہو یہ پوچھے کہ کس کتاب کا ترجمہ آپ کے لئے سب سے زیادہ مشکل ہوگا تو عموماً جواب یکساں ہوتا ہے کہ ''مُکاشفہ''۔ اور اگر اُنہی مترجمین سے اُن کے کام کے آخر میں یہ سوال کیا جائے کہ کون سی کتاب کا ترجمہ کرنا سب سے زیادہ آسان ہے تو تب بھی جواب عموماً یکساں ہوتا ہے کہ ''مُکاشفہ''۔

جیسا کہ اِس باب کے شروع میں بیان کیا گیا ہے، ایک فرد کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ چونکہ ایک آیت یا حوالہ سمجھنا مشکل ہے اِس لئے اُس کا ترجمہ کرنا بھی مشکل ہوگا۔ کئی مثالوں میں یہ صحیح ہے کہ جب ایک فرد پر واضح نہ ہو کہ آیت کا کیا مطلب ہے تو ترجمہ کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ مثلاً مُکاشفہ ۱۳: ۱۸ میں درج نمبر ۶۶۶ کے معنیٰ پر مفسرین کئی سالوں تک بحث کرتے رہے ہیں۔ بادشاہوں سے پوپ تک، اڈولف ہٹلر سے رونالڈ ریگن تک بہت سے لوگوں کو ۶۶۶ کے ساتھ منسلک کیا گیا۔ آج ہم نہیں جانتے کہ مصنف کے نزدیک یہ اگر کوئی خاص فرد تھا تو کون تھا۔ تاہم اِس حقیقت کا کہ مفسرین مکمل طور پر نہیں جانتے کہ ۶۶۶ کس کی بات کرتا ہے، ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اِس آیت کا ترجمہ کرنا مشکل ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ مُکاشفہ کی کتاب کے ترجمے میں مترجمین کو مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ایک مشکل جو تیسری صدی عیسوی کے وقت سے درپیش ہے یہ ہے کہ اِس کتاب کی یونانی بعض اوقات یونانی گرامر کے عمومی اصولوں کو مدنظر نہیں رکھتی۔ [1] کچھ علما سوچتے ہیں کہ یونانی گرامر کی غلطیوں کی وضاحت یہ تصور کرنے سے ہو جاتی ہے کہ مصنف عبرانی یا ارامی میں سوچتا تھا اور یونانی میں لکھ رہا تھا۔ اِس کی ایک مثال مُکاشفہ ۲۲:۱۶ الف ہے۔ KJV میں آیت ۱۶ کے پہلے حصے کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"I Jesus have sent mine angel to testify unto you these things in the churches."

(مجھ یسوع نے اپنا فرشتہ اِس لئے بھیجا کہ کلیسیاؤں میں تمہارے آگے اِن باتوں کی گواہی دے)

حرفِ جار جس کا ترجمہ "[کلیسیاؤں] میں" کیا گیا ہے وہ حرف جار نہیں جس کی کوئی ایک فرد توقع کر سکتا ہے۔ اگر مصنف اِس خاص حرفِ جار کو اُس طرح استعمال کر رہا تھا جیسے کہ اُس کا مترادف عبرانی حرفِ جار اکثر استعمال ہوتا تھا تو ایک فرد یہ ترجمہ کر سکتا تھا "تا کہ کلیسیاؤں کی خاطر گواہی دے۔" اسی حقیقت کو جدید ترجموں میں مدِنظر رکھا گیا ہے: "کلیسیاؤں کے لئے" (NRSV)، "کلیسیاؤں کی خاطر" (NJB)۔

اِس کتاب کے ترجمے میں ایک اَور مشکل یہ ہے کہ مصنف مُکاشفہ ۲۱:۱۸-۲۱ میں کئی مختلف قسم کے قیمتی پتھروں کا ذِکر کرتا ہے جنہیں اکثر ترجمے کی زبانوں میں کوئی نہیں جانتا۔ جب ترجمے کی زبان میں ان پتھروں کے لئے نام نہیں ہیں تو مترجمین کے لئے کئی ممکنہ حل موجود ہیں: (الف) مترجمین کہہ سکتے ہیں "قیمتی پتھر کہا جاتا تھا..." اور پھر پتھروں کا ذِکر کر دیں، (ب) وہ اُن ناواقف پتھروں کو اکٹھے ایک جگہ بیان کر کے کچھ یوں کہہ سکتے ہیں "اور دوسرے قیمتی جواہرات/ پتھر۔"

---

[1] ڈیوڈ ای۔ ایون، مُکاشفہ ۱-۵ (ڈبلیو بی سی ۵۲ اے؛ ڈیلس: ورڈ، ۱۹۹۷)، ص clx-ccvii۔

نتیجہ

نئے عہدنامے کا ترجمہ کرنے میں درپیش مشکلات دوسری قدیم تحریرات کے ترجمے میں درپیش مشکلات سے فرق نہیں ہیں۔ مترجمین کے پاس پائے جانے والے نسخوں کی بنیاد پر سب سے پہلے درست متن کا تعین کرنے کی ضرورت ہے۔ اُنہیں غیر معمولی اور نامعلوم الفاظ، اظہارات، روجوں اور گرامر کی بناوٹوں کے معانی کے ساتھ جدوجہد کرنی چاہیے۔

مترجمین کو متن اور اُس کی تشریح کے تعلق سے لازماً کئی فیصلے کرنے چاہئیں۔ اُنہیں اس بارے میں بھی مشکل فیصلے کرنے چاہئیں کہ کیسے ترجمے کی زبان میں واضح اور فطری زبان کا استعمال کرتے ہوئے درست معانی کا اظہار کیا جائے۔ نئے عہدنامے کے کئی اچھے ترجمے موجود ہیں لیکن بالکل کامل ترجمے نہیں ہیں۔ اور غالباً اُنہیں ایسا ہی ہونا چاہیے تھا تاکہ ہمارا ایمان اپنے خُداوند پر ہو نہ کہ اُس کتاب پر جو اُس کی گواہی دیتی ہیں۔

حصہ چہارم

باب ۱۵

علم السانیات اور ترجمہ

ایل۔ رونلڈ راس [1]

۱-تعارف

انسانی زبان کا مطالعہ جسے لسانیات کہا جاتا ہے، مترجمین کی تربیت کا ایک عرصے سے حصہ رہا ہے، خاص طور پر اُن کا جو بائبل کے ترجمے میں شامل رہے ہیں۔ بہت مرتبہ ہدفی زبان مترجمین کی مادری زبان نہ تھی بلکہ وہ غیر ملکی مشنری تھے لہٰذا اُن پر لازم تھا کہ اپنے ترجمے کا آغاز کرنے سے پہلے وہ اس معاشرے میں ہدفی زبان کا مطالعہ کرنے کے لئے کئی سال گزارتے۔ خاص طور پر اُنہیں بیانی لسانیات میں تربیت دی گئی تا کہ اُن کے زبان کے مطالعے میں اُن کی مدد ہو سکے۔

آج بہت زیادہ ترجمے مادری زبان بولنے والے مترجمین کر رہے ہیں نہ کہ مشنری مترجمین جنہیں سالوں غیر ضروری طور پر زبان اور قواعدِ زبان سیکھنے پڑتے ہیں۔ اِس تبدیلی نے اچھنبے میں ڈال دیا ہے کہ کیا لسانیات کے مطالعہ کی افادیت قائم ہے۔ یہ غالباً درست ہے کہ آج اُس لسانیاتی تربیت کی کم ضرورت ہے جو روایتی طور پر فراہم کی جاتی رہی ہے جس نے غیر ملکی ماہر لسانیات / مترجم کو تیار کیا کہ وہ ہدفی زبان کی ضخیم لغت اور استخراجی مواد اکٹھا کرے جو اُسے اُس کی صوتیات، صرف ونحو کو درست طور پر بیان کرنے کے قابل بنائے۔ تاہم، اِس باب کا مقصد یہ بتانا ہے کہ لسانیات کے پاس اب بھی مترجمین کو دینے کے لئے بہت کچھ ہے چاہے وہ ہدفی زبان کے مقامی بولنے والے ہوں یا نہ ہوں، اور یہ کہ شاید اس کی مخصوص ذیلی شاخیں، بہت زیادہ حد تک استعمال نہیں کی گئیں۔

مختلف ماہرین لسانیات زبان کو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں اور اس کا تعین بنیادی طور پر اُن کے پہلے سے قائم کئے گئے مفروضوں سے ہوتا ہے کہ زبان کیا ہے، لسانیاتی مواد کیسے سامنے آتا ہے اور اس کے کون سے پہلو سب سے زیادہ دلچسپ ہیں۔ نتیجے کے طور پر یہ اُن کی تحقیق کی نوعیت، اُن کے

---

۱ یہ مضمون بنیادی طور پر مالاگا، سپین میں 2000 یو بی ایس کی سہ سالہ ترجمے کی ورکشاپ کے عوامی اجتماع میں پیش کیا گیا۔

پوچھے جانے والے سوالات اور وہ نتائج جن پر وہ پہنچتے ہیں اُس کا تعین کرتی ہے۔ لسانیاتی سائنس کی بہت سی شاخیں ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر اِس باب میں کیا جائے گا۔ اِن میں سے کچھ کا تعلق زبان کے کئی اجزائے ترکیبی سے ہے: مثلاً صوتیات (لسانیاتی آوازوں کے نظام کا مطالعہ)، انسانی زبان کی بناوٹ کا مطالعہ)، نحو (جملوں کو بنانے کے لئے الفاظ کو اکٹھے جوڑنے کے مختلف صرف (الفاظ کی بناوٹ کا مطالعہ)، طریقوں کا مطالعہ) اور علم المعانی (معنیٰ کا مطالعہ چاہے وہ لفظ کی سطح پر ہو یا پھر مُستلفی بیان کی سطح پر ہو)۔ اِس حقیقت کا کہ زبانوں کے مختلف اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں کسی بھی طرح سے یہ پہلو نہیں نکلتا کہ یہ اجزائے ترکیبی خود مختار یا ایک دوسرے سے آزاد ہیں (تاہم کچھ ماہرین لسانیات دلائل پیش کرتے ہیں کہ نحو خود مختار ہے)۔

لسانیات کی دوسری شاخیں زبان کو مختلف تناظر سے دیکھتی ہیں۔ لسانیاتی علامتوں کا مطالعہ زبانوں کی مختلف بناوٹی یکسانیتوں کے مطابق درجہ بندی کرتا ہے۔ سماجی لسانیات کے ماہر معاشرے میں زبان کے استعمال میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ اُن انداز کا جن میں زبان بولنے والوں کے سماجی فرق اُن کی گفتگو میں ظاہر ہوتے ہیں اور لسانی تبدیلی کی سماجی وجوہات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ لسانی نفسیات کے ماہر مثال کے طور پر اُس انداز کا جس میں لوگ دی گئی معلومات کو جملوں میں منتقل کرتے ہیں، پہلی یا دوسری زبان سیکھنے کے لئے جس حکمت عملی کا استعمال کرتے ہیں یا بے ربط گفتگو کے اثرات جو دوروں یا جھٹکوں کا نتیجہ ہوں مطالعہ کرتے ہیں۔ لسانیات کی شاخ ''تداولیات'' [1] (pragamtics) کی تعریف بیان کرنا بہت مشکل ہے لیکن ایک جزوی تعریف کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اُس انداز کا مطالعہ کرتی ہے جس میں لوگ زبان کو حقیقی گفتگو میں استعمال کرتے ہیں اور جس میں گفتگو کے واقعے کا سارا سیاق وسباق معنیٰ اور بناوٹ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بیان کا تجزیہ رسمی لسانیات اور اس کے ساتھ ساتھ روایتی گرامر سے بھی فرق ہے کہ اِس میں خاص طور پر (اگرچہ لازمی نہیں ہے) زبان کے اُن حصوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو جملے سے بڑے ہوتے ہیں۔ اِس کے علاوہ کئی اَور ثانوی خصوصیات بھی ہیں۔

ایک معاملہ جو آج لسانیات کے میدان کو تقسیم کرتا ہے اور جو اُس انداز میں بنیادی اختلافات کو

---

[1] سٹیفن لیونسن، پریگمیٹکس (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۸۳) میں تداولیات کی تعریف کے لئے ۳۰ صفحات وقف کئے گئے ہیں۔

ظاہر کرتا ہے کہ جس سے مختلف علما زبان کا ادراک کرتے ہیں، لسانیاتی عالمگیریت بالمقابل لسانیاتی اضافیت ہے۔ عالمگیریت کے پیرو مانتے ہیں کہ تمام زبانیں بہت ملتی جلتی ہیں اور صرف سطحی طور پر ایک دوسرے سے فرق ہیں۔ ایک حالیہ اندازِ فکر[1] میں اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ بنیادی اصولوں کا ایک مجموعہ زبانوں کی مجموعی یکسانیت کو واضح کرتا ہے اور یہ جینیاتی طور پر نسل در نسل منتقل ہوتے ہیں۔ ایک بچے کو جو سب کچھ کرنا ہوتا ہے وہ زبان سے متعلقہ مخصوص پیرا میٹرز کو سیکھنا ہے جو لیورز کی طرح ہوتے ہیں جنھیں وہ اپنی زبان کے مخصوص تقاضوں کے مطابق اوپر نیچے کرتا ہے۔ یہ تصور کیا جاتا ہے کہ انسان میں لسانی بناوٹ جین کے ایک حصے کے طور پر حاصل ہوتی ہے اور تمام زبانوں میں ایک جیسی معنوی ساخت اور اساسی نحوی ساخت پائی جاتی ہے۔ یوں اس کا بظاہر یہ مفہوم لگتا ہے کہ جو کچھ ایک زبان میں کہا جا سکتا ہے وہ کسی دوسری میں بھی کہا جا سکتا ہے۔ زبان کے اِس انداز کا سب سے بڑا ترجمان نوم چومسکی رہا ہے۔

اضافیت کے حامی زبان کے تعلق سے بالکل مختلف نکتہ نظر رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ دلیل دیتے ہیں کہ جینیاتی طور پر زبان کا بہت کم حصہ منتقل ہوتا ہے اور یہ کہ انفرادی زبانیں ایک دوسرے سے اُس سے بھی زیادہ حد تک مختلف ہو سکتی ہیں جس کی عالمگیریت کا نکتہ نظر اجازت دیتا ہے۔ وہ یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ لغوی اور گرامر کے فرق کسی حد تک اُن انداز کو ظاہر کرتے ہیں جن میں ایک مخصوص زبان بولنے والے افراد اُس دُنیا کا جس میں وہ رہتے ہیں ادراک کرتے اور اُس کی درجہ بندی کرتے ہیں۔ اس نظریے کی کئی صورتیں ہیں جن میں سے مضبوط ترین یہ تصور کرتی ہیں کہ وہ زبان جو لوگ بولتے ہیں دراصل کسی حد تک اُس انداز کا تعین کرتی ہے جس میں وہ اپنی حقیقت دیکھتے ہیں۔ زبان اُن کھنچی ہوئی لائنوں کے مساوی ہے جس کے ذریعے بولنے والے دُنیا کو دیکھتے ہیں۔ یہ کھنچی ہوئی لائنیں اُنھیں اس بات کی اجازت دیتی ہیں کہ وہ اُس دُنیا کے مختلف پہلو دیکھ سکیں جبکہ کچھ کو اُن سے چھپاتی بھی ہے۔ آج بہت سے علما بیسویں صدی کے پہلے نصف کی جبریت کو قبول نہیں کریں گے، لیکن بہت سے یہ سوچتے ہیں کہ ایک زبان کم از کم اُس انداز پر اثر انداز ہوتی ہے جس سے اُس کے بولنے

---

[1] یہ اندازِ فکر تشکیل دینے والے قواعدِ زبان کی ایک قسم ہے جسے اصولوں اور پیرا میٹرز کے نام سے جانا جاتا ہے۔

والے دُنیا کو دیکھتے ہیں۔[1]

جو کچھ لسانیات کا حلقۂ عمل ترجمے کے ایک نظریہ کے لئے فراہم کرتا ہے اس باب میں اُس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہم دکھانا چاہیں گے کہ لسانیات ہماری مدد کر سکتی ہے کہ اُن پہلوؤں کی شناخت کریں جہاں اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ مترجم مشکلات کا سامنا کرے گا، اور یہ کچھ معاملوں میں اُن پہلوؤں کے اردگرد ہمیں حل بھی پیش کرتی ہے۔ تاہم، عالمگیریت بالمقابل اضافیت کی بحث کے تعلق سے جو انداز ہم اپناتے ہیں لازم ہے کہ وہ ہماری توقعات پر اثر انداز ہو۔ اگر عالمگیریت کی پیروی کرتے ہوئے ہم تصور کریں کہ زبانیں اساسی درجوں پر، بہت حد تک ایک سی ہوتی ہیں تو پھر ترجمے کے تعلق سے کوئی زیادہ دلچسپی کی بات کہنے کے لئے نہیں ہے۔[2] یہ مفروضہ بتاتا ہے کہ ترجمہ در حقیقت جیسا کام ہے اُس کی نسبت اِسے بہت زیادہ سیدھا سادہ ہونا چاہئے۔ اِس کے برعکس، اگر ہم تصور کریں کہ زبانیں اساسی طور پر مختلف ثقافتوں اور نکتہ ہائے نظر کو ظاہر کرنے کے لئے قطعاً مختلف ہو سکتی ہیں تو ہم ترجمے کی مشکلات کی بہت سی اقسام کو دریافت کرنے کے لئے ایک بہتر حالت میں ہوں گے۔ یہاں سے آگے ہم لسانیاتی اضافیت کی ایک معتدل قسم کو معقولیت پر مبنی تصور کریں گے۔

یہ واضح بھی ہے جیسا کہ پچھلے پیراگراف میں بتایا گیا ہے کہ عالمگیریت بالمقابل اضافیت کے مسئلے کے بارے میں جو انداز ہم اپناتے ہیں وہ خود ترجمے کے بارے میں ہمارے کئی بنیادی مفروضوں کا تعین کرے گا، مثلاً ہم کس حد تک معقول توقع کر سکتے ہیں کہ ایک ترجمہ قابل اعتبار ہو گا اور برابری کے معنوں میں کس حد تک حقیقت پر مبنی ہو گا۔ آج ترجمے کے کئی نظریہ کار یکسانیت کی مختلف اقسام اور درجوں کے

---

[1] بہت سے یہ بھی سوچتے ہیں کہ یہ اثر دو سمتوں کی جانب ہوتا ہے اور ثقافت بھی زبان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ لسانیاتی اضافیت کی ترقی کے بارے میں مزید جاننے کے لئے دیکھئے: جان لوسی، قواعد زبان کی درجہ بندیاں اور شناخت: لسانیاتی اضافیت کے مفروضے کا جائزہ (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۲) اور زبان کا تنوع اور فکر: لسانیاتی اضافیت کے مفروضے کی تشکیل نو (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۲)؛ پینی لی، دی وورف تھیوری کمپلیکس (ایمسٹرڈم: جان بنجمنز، ۱۹۹۶)؛ اور جان جے۔ گمپرز اور سٹیفن لیونسن (ایڈیٹرز)، لسانیاتی اضافیت پر دوبارہ سوچ بچار کرنا (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۶)۔ لسانیاتی نسبتیت کے برخلاف نکتہ نظر کے لئے لسانیاتی اضافیت پر دوبارہ سوچ بچار کرنا میں دیکھئے کا مضمون۔

[2] چومسکی (۱۹۸۸: ۱۸۰) نے خود کہا کہ یہ خلاف قیاس ہے کہ لسانیات کے پاس اُن لوگوں کے لئے کہنے کو بہت کچھ ہے جو ترجمے جیسے عملی کام میں مصروف ہیں۔ غالباً وہ تشکیلی لسانیات کی طرف اشارہ کر رہا تھا جس کا وہ اولین ترجمان رہا ہے۔

بارے میں بات کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔[1]

۲۔ لسانیاتی اضافیت (Linguistic Relativity)

مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کائنات کی بابت مختلف نکتہ ہائے نظر، لوگوں کے ساتھ پیش آنے کے مختلف انداز اور وہ چیزیں جو اُن کے اِردگرد کی دُنیا کی تشکیل کرتی ہیں اُن کی درجہ بندی کرنے کے مختلف نظام رکھتے ہیں۔ دُنیا کا ادراک کرنے کا ہمارا انداز اکثر ہمیں واحد منطقی اور فطری طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ اپنی حقیقت کی درجہ بندی کرنے کے لئے جو نظام دوسرے لوگ استعمال کرتے ہیں ہمیں شاید بالکل بھی وہ ایک معقول نظام معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اُن کی ثقافت کو سمجھنے کے لئے ہمارے پاس موقع ہو تو اُن کے نظام کا منطقی ورثہ اکثر اپنا آپ ہم پر ظاہر کر دے گا۔

اِس کی سادہ سی مثال یہ ہو سکتی ہے کہ فرض کیا جائے انگریزی بولنے والا ایک فرد بنام پیٹر ہسپانوی زبان سیکھ رہا ہے۔ پیٹر کے پاس اصطلاح "Brother-in-law" ہے جس کا اطلاق اُس کی بہن کے شوہر (بہنوئی)، اُس کی بیوی کے بھائی (سالا) اور اُس کی بیوی کی بہن کے شوہر (ہم زلف) پر ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ اُس نے کبھی بھی شعوری طور پر اِن تین مختلف رشتوں کے درمیان فرق نہیں برتا۔ وہ سب کے سب محض اُس کے "Brother-in-law" ہیں۔ لیکن ہسپانوی اُس کی راہنمائی کرے گی کہ وہ ایک ایسا امتیاز کرے جو اُس نے پہلے کبھی نہیں کیا، کیونکہ ہسپانوی میں اِن افراد کی ایسے درجہ بندی نہیں کی گئی کہ جیسے وہ سب پیٹر کے ساتھ یکساں تعلق رکھتے ہیں۔ پہلے دو پیٹر کے ''کُنیادو'' (cunado) ہوں گے لیکن تیسرا اُس کا ''کن کُنیادو'' (concunado) یا ''کن کُونو'' (concuno) ہوگا (جس کا انحصار بولی پر ہے)۔ اِس فرق کی کیا بنیاد ہے؟ یوں لگتا ہے کہ یہ تعلق کا درجہ ہے۔ اِسے بیان کرنے کے لئے جتنے الفاظ کی ضرورت ہے اُن کی تعداد سے بڑے سادہ طور پر یہ فرق دیکھا جا سکتا ہے۔

(ا) الف- "sister's husband" [۲] brother-in-law/ کُنیادو

ب- "wife's brother" [۲] brother-in-law/ کُنیادو

---

[1] مثلاً دیکھئے، اینڈریو چیسٹر مین، متقابل تفاعلی تجزیہ (ایمسٹرڈم: جان بنجمن، ۱۹۹۸)

ج- "wife's sister's brother" [۳] brother-in-law/ کن گنیادو
انگریزی اصطلاح کے معنٰی کی حد وسیع تر ہے۔ انگریزی میں پیٹر (۱) ج کے فرد کو اپنا "brother-in-law" کہہ کر پکارے گا کیونکہ وہ پیٹر کی سالی سے شادی شدہ ہے۔ ہسپانوی حد بندیوں کو محدود کرتی ہے اِس لئے مزید مخصوص ہے۔ کسی اور زبان میں تمام تینوں تعلقات کے لئے یوں زیادہ سے زیادہ خصوص حاصل کرتے ہوئے مختلف اصطلاحات ہو سکتی ہیں۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ کیسے تین مختلف ثقافتیں ایک ہی حقیقت کا فرق طریقے سے ادراک اور درجہ بندی کر سکتی ہیں۔ اگر ایک فرد سے کہا جائے کہ انگریزی سے ہسپانوی میں اِس طرح کے فقرے کا ترجمہ کرے جیسے "Peter's brother-in-law brought roses"، تو جب تک اِسے سیاق و سباق میں واضح نہ کیا جائے یہ جاننے کا کوئی طریقہ نہ ہوگا کہ کیا "cunado" لکھا جائے یا "concunado"۔ یوں ایک طرح سے ایک فرد کو ضرورت سے زیادہ ترجمہ کرنا پڑے گا کہ ترجمہ اصل کی جگہ مزید (مخصوص) معلومات فراہم کرے۔ اِس کے برعکس اگر ترجمہ ہسپانوی سے انگریزی میں کیا جا رہا ہو اور ہسپانوی فقرے میں لفظ "concunado" پایا جائے تو ایک فرد کو کم ترجمہ کرنا پڑے گا کیونکہ "brother-in-law" کم مخصوص ہے اور اِس وجہ سے اِس میں کم معلومات پائی جاتی ہیں۔

ایک زیادہ قابلِ ذکر مثال اُن مختلف طریقوں میں مل سکتی ہے جن میں لوگوں کا مکان کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ تمام زبانوں میں بنیادی سمتوں پر مبنی حتمی مکانی آگہی پائی جاتی ہے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام زبانوں میں شمال، مشرق، مغرب اور جنوب کے مماثل الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اکثر مشرق سورج کے طلوع ہونے کی جگہ اور مغرب سورج کے غروب ہونے کی جگہ ہے، اور شمال اور جنوب کا مقامی جغرافیہ سے تعین کیا جاتا ہے (دریا کے پانی کے بہاؤ کے مخالف سمت، پانی کے بہاؤ کی سمت، بلندی کی طرف، ڈھلوان کی طرف، پہاڑوں کی طرف، سمندر کی طرف وغیرہ)۔ یہ مکانی آگہی حتمی ہے کیونکہ اِسے قائم کیا گیا ہے۔ مقامی جغرافیہ میں بنیادی سمتوں کا تعین اکثر اُلجھے ہوئے ترجمے کے مسائل کی وجہ ہوتا ہے۔ گیریفونا لوگ زیادہ تر ہونڈوراس کے کیریبین ساحل کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ اُن کی زبان میں شمال کو ''سمندر کی جانب'' اور جنوب کو ''پہاڑوں کی جانب'' کہا جاتا ہے۔ جب ایک گیریفونا گاؤں میں روزمرہ زندگی سے متعلقہ معاملات کے اظہار کے لئے اِس کا

استعمال کیا جاتا ہے تو یہ کافی ہے۔ لیکن جب زبان قدیم اسرائیل میں آنے جانے کے بیان کے لئے استعمال ہوتی ہے تو پھر مسائل اُبھرتے ہیں۔ اسرائیل میں ''سمندر کی جانب'' مغرب ہوگا اور ''پہاڑوں کی جانب'' شمال ہوگا۔ یقیناً یہ ایک خوشگوار اتفاق ہوگا کہ اگر ایسی ہدفی زبان میں مقامی بنائی گئی بنیادی سمتیں ماخذ متن کے جغرافیہ کو بالکل صحیح بیان کریں۔

زیادہ تر زبانیں (یقیناً سب نہیں) نسبتی مکانی آگہی رکھتی ہیں۔ انگریزی اور دوسری یورپین زبانیں اِن میں شامل ہیں۔ نسبتی مکانی آگہی خاص طور پر بولنے والے کے جسم سے وابستہ ہوتی ہے اور اُس وقت تبدیل ہوتی ہے جب بولنے والا اپنی جگہ تبدیل کرتا ہے۔ اِس کا اظہار اصطلاحات دائیں، بائیں، پیچھے، آگے سے ہوتا ہے۔ لازم نہیں ہے کہ یہ بولنے والے کے جسم سے ہی وابستہ ہو۔ اِس کا اظہار دوسرے لوگوں اور چیزوں سے بھی ہوسکتا ہے۔ جب ہم کسی دوسرے فرد کے آمنے سامنے بات کرتے ہیں تو ہماری بائیں طرف اُس کی بائیں طرف کی اُلٹ ہوگی، لیکن شمال دونوں کے لئے یکساں ہے اور اِس سے فرق نہیں پڑتا کہ ہمارا رُخ کس سمت کی طرف ہے۔

وہ زبانیں جن میں نسبتی مکانی آگہی کی کمی ہوتی ہے، اُن میں تمام علاقوں کا اظہار بنیادی سمتوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ بولنے والوں کو ہر وقت تقریباً درست رُخ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، اور یقیناً یہ دکھایا گیا ہے کہ عملی طور پر یہ ایک معاملہ ہے۔[1] محققین نے ایسی ثقافتوں کے افراد کو ناشناس کرنے کی بے سود کوششیں کی ہیں لیکن اُنہیں روایتی یورپی ثقافتوں کو ناشناس کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ ایک فرد حیرت کا شکار ہوجاتا ہے کہ جب وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ ''چھری اور چمچ پلیٹ کی دائیں طرف رکھ دو اور کانٹا بائیں طرف رکھ دو'' تو وہ کس طرح بچوں کو ٹیبل ترتیب دینے کا ایک معمولی سا کام سکھا سکتا ہے۔

اگر ایک فرد ایسی زبان سے ترجمہ کرتا ہے جو دونوں طرح کی مکانی آگہی رکھتی ہے، اور اُس کا ترجمہ ایک ایسی زبان میں کرتا ہے جو صرف حتمی مکانی آگہی رکھتی ہے تو واضح طور پر زبانوں میں ایسے فرق کے ترجمے کے لئے سنجیدہ مضمرات ہوتے ہیں۔ ایسی صورتحال کا سامنا تب کرنا پڑتا ہے جب بائبل کا ترجمہ ایک ایسی زبانوں میں کیا جائے جیسے زلتالی (Tzeltal) زبان جو جنوبی میکسیکو میں بولی جانے

---

[1] دیکھئے، ایرک پیڈرسن اور دوسرے، ''معنوی علم الانواع اور مکانی تشکیل تصور''، لینگویج ۷۴ (۳، ۱۹۹۸)۔

والی ایک مایان زبان ہے۔ بائبل مقدس میں بہت سے ایسے حوالہ جات پائے جاتے ہیں جہاں سمتوں کی نشاندہی نسبتی مکانی آگہی کے مطابق کی گئی ہے، جن میں سے سب سے زیادہ پیچیدہ حزقی ایل ۱:۱۰ میں حزقی ایل کی رویا کا بیان ہے۔

"اُن کے چہروں کی مشابہت یوں تھی کہ اُن چاروں کا ایک ایک چہرہ اِنسان کا (سامنے)۔ ایک ایک شیر ببر کا اُن کی دہنی طرف اور اُن چاروں کا ایک ایک چہرہ سانڈ کا بائیں طرف اور اُن چاروں کا ایک ایک چہرہ (پیچھے) عقاب کا تھا۔"

زتالی (Tzeltal) زبان میں دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے کے لئے الفاظ نہیں ہیں، سو مختلف چہروں کی سمت کا تعین کرنا ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔ اِس زبان میں واحد ذرائع حتمی مکانی آگہی کے نظام میں پائے جاتے ہیں۔ سو ہم اُس میں ایک حل ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے۔ ایک فرد اِس طرح کی آزمائش میں پڑ سکتا ہے کہ اِس طرح کی کوئی بات کہے "اُن چاروں کا ایک ایک چہرہ اِنسان کا شمال کی طرف، ایک ایک شیر ببر کا مشرق کی طرف اور اُن چاروں کا ایک ایک چہرہ سانڈ کا مغرب کی طرف اور اُن چاروں کا ایک ایک چہرہ عقاب کا جنوب کی طرف تھا۔" لیکن متن میں ہمیں یہ معلومات نہیں دی گئی۔ سو ہمیں سمتوں کے تعلق سے اختیاری آراء کا چناؤ کرنا پڑے گا۔ اور ایک شخص یہاں تک پوچھ سکتا ہے کہ کیا یہ واقعی سمجھ بوجھ کی بات ہے کہ ایک خواب میں اصلی سمتوں کے بارے میں بات کی جائے۔ اِس طرح کے معاملے میں غالباً ایک مترجم کا بہترین چناؤ یہ ہوگا کہ وہ تخفیفی ترجمہ کرے اور کچھ یوں لکھے:

"ہر ایک جاندار کے چار مختلف چہرے تھے: اپنے سر کی ایک طرف اُن کا اِنسان کا چہرہ تھا اور دوسری طرف ایک شیر کا چہرہ تھا، ایک اَور طرف ایک سانڈ کا چہرہ تھا اور آخری طرف اُن کا عقاب کا چہرہ تھا۔"

واضح طور پر ترجمہ ماخذ متن کو مکمل طور پر ظاہر نہیں کرتا۔ لیکن اگر کبھی ایسا ہو تو ایسا شاذونادر ہی ہوتا ہے۔ مترجم جسے ماخذ اور ہدفی ثقافتوں کے بارے میں آگہی دی جاتی ہے اور دو زبانوں کے مابین بناوٹ اور وسائل کے فرق کا علم ہوتا ہے، یہ اُس کا کام ہے کہ وہ ترجمے کو ماخذ متن[1] کے جتنا زیادہ موافق بنا سکتا ہے اُسے بنائے۔

---

[1] مترجمین عموماً جس متن کا ترجمہ کر رہے ہوں اُسے "ماخذ متن" کہہ کر پکارتے ہیں۔

۳- بین الثقافتی علم المعانی (Cross-cultural semantics)

بہت سے لوگ تصور کر لیتے ہیں کہ مختلف زبانیں لازمی طور پر محض الفاظ کی مختلف فہرستیں ہیں اور ایک زبان کے الفاظ کے مماثل الفاظ دیگر زبانوں میں بھی ہوتے ہیں۔ حال ہی میں ریٹائرڈ ہونے والی ایک خاتون کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو اپنے فارغ وقت کو بائبل کے ترجمے میں معاونت کر کے استعمال کرنا چاہتی تھی۔ اُس نے کچھ مشنریوں سے رابطہ کیا جو اِس طرح کے کام سے وابستہ تھے اور اُنہیں کہا کہ وہ اُس زبان کی جس میں وہ کام کر رہے تھے اُسے ایک ڈکشنری بھیجیں تاکہ وہ فوری ترجمہ شروع کر سکے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ زبانوں میں تقریباً کبھی بھی مماثل معانی کے ساتھ مترادف نہیں ہوتے۔ بہت سے ماہرین لسانیات اِس سے اتفاق کریں گے کہ مختلف زبانوں کے تعلق سے یہ سچ ہے۔ زبانوں کے لئے سوائے تکنیکی اصطلاحات کے جیسے کمپیوٹر، سٹیتھوسکوپ، پنسلین اور پیس میکر وغیرہ،[۱] یہ غیر معمولی ہے کہ وہ بالکل ہو بہو یکساں معنیٰ رکھنے والے الفاظ رکھیں۔ جتنا زیادہ دو ثقافتوں اور اُن کی متعلقہ تصوراتی بناوٹوں میں فاصلہ ہوتا ہے، اُتنا ہی زیادہ اُن کے علم المعانی کی بناوٹوں کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ ویئرزبیکا غالباً وہ ماہر لسانیات ہے جس نے زیادہ تر وقت بین الثقافتی علم المعانی کے فرق کے مطالعے کے لئے وقف کیا۔ وہ یہ مانتی ہے کہ چونکہ ایک زبان کی لغت اُس ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہے، اِس لئے اُس کی لغت کا مطالعہ کرنے سے اُس کے لوگوں کے بارے میں بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔ چومسکی کے برعکس،[۲] جو یہ مانتا ہے کہ علم المعانی کی بناوٹ ایک اِنسان کی جینیات کا حصہ ہے اِس لئے بین السانیاتی بناوٹ لازمی طور پر یکساں ہوتی ہے، ویئرزبیکا یقین رکھتی ہے کہ ذخیرہ الفاظ میں پائے جانے والے بین السانیاتی اور بین الثقافتی فرق بہت زیادہ ہیں۔[۳] اُس کا یہ کہنا ہے کہ انتہائی سادہ عالمگیر تصورات (بنیادی علم المعانی) تقریباً ۶۰ سے زیادہ نہیں ہیں جنہیں مختلف زبانوں کے بولنے والے

۱۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ دُنیا کی ۶۰۰۰ سے زائد زبانوں میں سے زیادہ تر میں اِس طرح کے الفاظ نہیں ہیں کیونکہ یہ ثقافت سے بالا تکنیکی اصطلاحات ہیں جن سے زیادہ تر لوگ ناواقف ہیں۔

۲۔ نوم چومسکی، ''زبان نفسیاتی پس منظر میں''، صوفیا لنگوِسٹکا (ٹوکیو) ۲۲ (۱۹۸۷): ۱-۷۳۔

۳۔ اینا ویئرزبیکا، علم المعانی، ثقافت اور شناخت: ثقافت سے متعلقہ صورتوں میں عالمگیر انسانی تصورات (آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۲)، ۱۹۰۔

زبان کے مخصوص انداز میں یکجا کرتے ہیں تاکہ زیادہ پیچیدہ تصورات کو تشکیل دے سکیں جو معمول کے لسانیاتی رابطے کے لئے درکار ہوتے ہیں۔ جتنا سادہ ایک تصور ہوتا ہے اُتنا زیادہ اِس بات کا امکان ہوتا ہے کہ وہ پھیلے گا اور اِس کے برعکس ایک تصور جتنا پیچیدہ ہوتا ہے اُتنا ہی زیادہ اِس بات کا امکان ہوتا ہے کہ وہ زبان تک مخصوص ہوگا۔[1]

ویئرزبیکا یقین رکھتی ہے کہ گو مختلف زبانوں کے الفاظ سے مراد مختلف چیزیں ہوتی ہیں، اس لئے وہ براہ راست (ہو بہو) منتقل کئے جانے کے قابل نہیں ہوتے، تاہم ایک زبان کا کوئی بھی قابل اظہار معنیٰ کسی دوسری زبان میں اُس ذریعے سے واضح کیا جاسکتا ہے جسے وہ ایک فطری علم المعانی پر مبنی لغت معروف (Natural Semantic Metalanguage "NSM") کا نام دیتی ہے جس میں اُس نے صرف اُن الفاظ کو استعمال کرنے کی کوشش کی جو اُس کے مشہور بنیادی علم المعانی کے مجموعے سے تعلق رکھتے تھے۔ ہم اِسے یوں بھی بیان کرسکتے ہیں کہ گو عام طور پر الفاظ دوسرے الفاظ سے بالکل اُنہی معنیٰ کے ساتھ ترجمہ نہیں کئے جاسکتے، لیکن دوسری زبان میں اُن کی اُس کے "NSM" کے ذریعے وضاحت کی جاسکتی ہے۔ یہاں اُس کے "NSM" کی ایک مثال دی جارہی ہے جس کا اطلاق انگریزی کے لفظ "apathy" (بے حسی، سردمہری) پر کیا گیا ہے:[2] (ویئرزبیکا ۱۹۹۲:۱۸۸)

"apathy" (بے حسی، سردمہری)

ایک فرد یہ نہیں سوچ سکتا:

اگر مَیں کہوں: 'مجھے یہ چاہیے'، تو ایسا ہی ہوگا

اگر مَیں کہوں: 'مجھے یہ نہیں چاہیے'، تو ایسا نہیں ہوگا

مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے

---

[1] انتہائی سادہ تصورات میں جنھیں ویئرزبیکا بنیادی علم المعانی کے طور پر اچھے امیدوار گردانتی ہے یہ شامل ہیں: میں، تم، کوئی ایک، لوگ / شخص، کوئی چیز / چیز، سوچنا، جاننا، چاہنا، محسوس کرنا، کہنا، لفظ، کرنا، واقع ہونا، حرکت کرنا، یہاں ہے، زندہ، مرنا، یہ، ویسا ہی، دوسرا، ایک، دو، کچھ، کئی / بہت، اچھا، برا، بڑا، چھوٹا، کب / وقت، اب، پہلے، بعد میں، ایک لمبا وقت، ایک چھوٹا وقت، کچھ وقت کے لئے، کہاں / جگہ، یہاں، اوپر، نیچے، دور، نزدیک، طرف، اندر، کیونکہ، اگر، سکنا، بہت، مزید، قسم، حصہ، مانند (کلف گوڈرڈ، معانی کا تجزیہ: ایک عملی تعارف [آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس،]۱۹۹۸، ۵۸)۔

[2] ویئرزبیکا، علم المعانی، ثقافت اور شناخت، ۱۸۸۔

اس وجہ سے ج کام نہیں کرنا چاہتا

ج بہت زیادہ محسوس نہیں کر سکتا

ج بہت زیادہ کام نہیں کرتا

(میرا خیال ہے کہ یہ برا رویہ ہے)

یقیناً ویئرز بیکا نے الفاظ کے مابین پیچیدہ معنوی اختلافات میں چند انتہائی دلچسپ بصیرتیں کی ہیں، اور مصنف نے NSM کو ترجمہ کرنے والی ٹیموں کی مدد کرنے میں کارآمد پایا ہے کہ ماخذ زبان میں پیچیدہ الفاظ کے معنیٰ کو سمجھ سکیں اور کوشش کی ہے کہ اُنہیں اِس قابل بنائے کہ وہ اُسے اپنی زبان میں الفاظ کے درست معنیٰ کی وضاحت کرنے کے لئے استعمال کریں۔ لیکن ویئرز بیکا کا NSM اور اُس کا تجویز کردہ بنیادی معنوی مجموعہ متنازعہ ہیں۔ وہ اصطلاحات جنہیں ویئرز بیکا اپنے NSM کے ذریعے واضح کرتی ہے اِنسانی خصوصیات، رویے، اخلاقی تصورات، ہیجانات اور استخراجی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک شخص سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیسے اُس کی بنیادی معنویت ثقافت سے متعلقہ تصورات، جیسے "Venetian Blinds" (وینسی پردہ)، فائل کیبنٹ، مُلٹھی وغیرہ، کی وضاحت کے لئے ترتیب دی جا سکتی تھی۔ اگر سیٹ کے تمام اراکین واقعی عالمگیر تصورات ہوں تو یہ اب بھی باقی دیکھی جا سکتی ہے۔

اُس کا ایک تجویز کردہ معنوی حصہ ''شخص/فرد'' ہے۔ ہر انسانی معاشرہ تعریف کی رو سے افراد سے مل کر تشکیل پاتا ہے، سو اشخاص عالمگیر انسانی تجربہ ہونا چاہئے۔ لیکن اِس طرح کا معاملہ جو بدیہی طور پر متفق ہونے کے قابل ہو اِس کے اپنے مسائل ہیں۔ ٹام پینی (شخصی ابلاغیات) نے نشاندہی کی ہے کہ ''پاناری'' (Panare) زبان میں شخص کا لفظ نہیں پایا جاتا جو کہ نسلیت کے لئے بلا نشان ہے۔ اصطلاح "e'napa" کا مطلب جنگلی جانوروں کی ضد میں ''شخص'' ہے۔ باقی تمام سیاق و سباق میں یہ پاناری شخص یا کسی دوسرے مقامی فرد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جبکہ "Tato" یورپی حسب نسب رکھنے والے فرد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جب ہمسائے کے مقامی گروہوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی بات کی جاتی ہے تو وہ اُس خاص گروہ کا نام استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ''شخص'' کے لئے کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے جس میں تمام اِنسانیت کا مفہوم پایا جاتا ہو، اور اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ''شخص'' کا عمومی تصور عالمگیر نہیں ہے اور نہ ہی یہ اتنا سادہ ہے جتنا ویئرز بیکا نے سمجھا ہے۔

لیکن اُس کی بنیادی معنویت کی فہرست کے ساتھ چاہے کوئی بھی مشکلات ہوں، ویئرز بیکا نے مختلف زبانوں کے معنوی ڈھانچوں کے درمیان مماثلت کی بہت بڑی کمی کے متعلق ہماری آگہی بہت کچھ کیا ہے۔ اور یہ ترجمے کے لئے کوئی چھوٹی مشکل نہیں ہے۔ حتیٰ کہ "دوست" جیسا بظاہر نظر آنے والا عالمگیر تصور مختلف زبانوں اور ثقافتوں میں یہاں تک کہ جو نزدیک ترین بھی ہیں ایک ہی معنی نہیں رکھتا۔ تاہم، مترجم سکون سے ترجمہ کرتے ہیں کہ جیسے ہم سب دوست کو ایک ہی طرح سمجھتے ہیں۔ اور جب یہ ماخذ متن اور ہدفی متن کے قارئین کے مطابق نہیں ہوتا تو ترجمہ گمراہ کن ہوتا ہے۔

۴۔ علم الانواع / علامتوں کا علم (Typology)

تمام زبانیں کئی مختلف طرح سے ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ مثلاً کوئی بھی زبان ایسی نہیں جس میں حروفِ علت یا حروف صحیح نہیں ہوتے۔ سب زبانیں حروف علت اور حروف صحیح کو اکٹھا کرتی ہیں تا کہ لسانیاتی بناوٹ کے بڑے سلسلے تشکیل دیئے جا سکیں جیسے الفاظ، اگرچہ لفظ کا عام تصور بیان کرنا مشکل ہے۔ تمام زبانیں کم از کم تین صیغوں میں امتیاز اور دو یا زیادہ فاعلی زمانوں میں فرق کرتی نظر آتی ہیں اور سب میں جملوں کی طرح کی بناوٹ پائی جاتی ہے۔[1] سب میں بظاہر ضمائر، ایک واقعے میں حصہ لینے والے مختلف افراد (مثلاً فاعل اور مفعول) کی شناخت اور کسی بات کی نفی کرنے کے طریقے پائے جاتے ہیں۔ اور یوں یہ فہرست کافی طویل بن سکتی ہے۔[2] لیکن بہت سے ایسے طریقے ہیں جن میں زبانیں ایک دوسرے سے فرق ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں، اور اِن میں سے کوئی ایک تقابلے کے لئے پیمانہ بن سکتا ہے۔ علامتوں کا علم بناوٹی یکسانیتوں کی بنیاد پر زبانوں کو گروہوں یا قسموں میں اکٹھا کرتا ہے۔ زبانیں علامتوں کے ذریعے اُن انداز میں واضح ہو سکتی ہیں جو ملکیت کا اظہار کرتے ہیں چاہے وہ گرامر کی حالت کی نشاندہی کریں یا نہ کریں، اور یہ واضح کرتی ہیں کہ کیسے اُن کی گرامر بنیادی معنوی کرداروں میں تمیز کرتی ہے جیسے agent اور patient اور بتاتی ہیں کہ گرامر کی رو سے اُن کی جنس کیا ہے۔ اب یہ دیکھا جائے گا کہ یہ مترجمین کی ضرورت ہے کہ وہ ماخذ اور ہدفی زبانوں کے درمیان علامتوں کے فرق

---

[1] تاہم کئی زبانیں ایک پیچیدہ لفظ کے ذریعے اُس چیز کا اظہار کر سکتی ہیں جسے دوسری زبانیں ایک جملے میں ظاہر کرتی ہیں۔

[2] زبان کے پہلو جو لفظی طور پر تمام زبانوں میں مشترک ہوتے ہیں حتمی عالمگیر پہلو کہلاتے ہیں۔

سے بہت زیادہ واقفیت رکھیں۔

۴.۱ الفاظ کی ترتیب پر مبنی علم الانواع/علامتوں کا علم

آج کل علامتوں کے ماہرین زبان کے تمام پہلوؤں میں دلچسپی رکھتے ہیں لیکن شروع میں وہ صرف اُس بنیادی ترتیب کے بارے میں فکر مند تھے جس میں ایک جملے کے بڑے اجزائے ترکیبی پائے جاتے ہیں۔ اِن بڑے اجزائے ترکیبی کو فاعل، مفعول اور فعل کے نام سے جانا جاتا ہے اور یہاں پر اس سے آگے اِنہیں SOV کہہ کر مخاطب کیا جائے گا۔ اِس بنیادی ترتیب سے مراد وہ ترتیب ہے جس میں وہ سادہ، بغیر سیاق وسباق کے انداز کے اعتبار سے غیر جانبدار جملے ہوتے ہیں، مثلاً:

[2] The dog chased the cat.(کتے نے بلی کا پیچھا کیا)

S V O

اِس انتہائی سادہ غیر جانبدار جملے سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انگریزی میں بنیادی اجزائے ترکیبی کی ترتیب SVO ہے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ انگریزی میں پائے جانے والی یہ واحد ترتیب ہے۔ جب جملہ ایک بڑے سیاق وسباق میں کی گئی گفتگو[1] ہوتی ہے تو تمام طرح کی وجوہات ہوسکتی ہیں کہ کیوں ایک بولنے والا اِس ترتیب کو بدلنا چاہے گا، لیکن ایسا کرنے سے وہ عملی معنٰی کا اضافہ کرتا ہے جو بنیادی ترتیب میں سے مفقود ہوتا ہے۔ لسانی اسلوب میں اجزائے ترکیب کی بنیادی ترتیب کو بلانشان ترتیب (unmarked order) کہا جاتا ہے۔ جب ایک بولنے والا کسی خاص نتیجے کو حاصل کرنے کے لئے بلانشان ترتیب کو بدلنے کا فیصلہ کرتا ہے تو اُس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک نشان یافتہ ترتیب (marked order) کو استعمال کر رہا ہے۔ انگریزی میں اجزائے ترکیبی کی ترتیب میں تبدیلی کرنے کے حوالے سے گو اتنی آزادی نہیں ہے جیسی کچھ دوسری زبانوں میں ہے، لیکن پھر بھی اس کی کچھ مثالیں موجود ہیں جیسے:

---

[1] کی گئی گفتگو (عموماً) ایسے جملے ہوتے ہیں جو حقیقی دُنیا کے سیاق وسباق میں ابلاغ کے حقیقی اعمال کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں، اور ایسے جملوں کے برعکس ہوتے ہیں جو مثال کے طور پر ایک لسانیاتی جماعت میں تشکیل دیے جاتے اور تختہ سیاہ پر لکھے جاتے ہیں۔

[۳]

الف۔ I love pizza (اجزائے ترکیبی کی بنیادی ترتیب)

S V O

ب۔ Pizza I love (توجہ کا مرکز "پزا" ہے)

O S V

اِن دونوں جملوں کا ایک ہی مطلب ہے لیکن یہ تبادل پذیر نہیں ہیں۔ مثال ۳[الف] ایک ایسے نوجوان کی پکار ہو سکتی ہے جو بھوکا ہے اور اپنے لئے کالی مرچ اور مشروم سے بھرے ہوئے پزا کا ایک ٹکڑا کاٹ رہا ہے۔ جبکہ مثال ۳[ب] اُس سیاق وسباق میں زیادہ فطری طور پر کہی جا سکتی ہے، جس میں پزا مرکزِ نگاہ ہے جیسے کہ مثال ۴ میں ہے:

[۴]

الف۔ جان، کیا تمہیں کرم کلے کا اچار پسند ہے؟

ب۔ نہیں

الف۔ کیا آپ کو ٹونا مچھلی کی بنی ہوئی ڈش پسند ہے؟

ب۔ معذرت خواہ ہوں۔

الف۔ پزا کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ب۔ پزا مجھے پسند ہے۔

ہم نے بیان کیا ہے کہ انگریزی بلانشان اجزائے ترکیبی کی SVO ترتیب رکھتی ہے۔ یہ کہنا انتہائی اہم ہے کیونکہ اِس سے پتا چلتا ہے کہ کچھ دوسری زبانوں میں لازماً مختلف بلانشان ترتیبیں پائی جاتی ہیں۔ درحقیقت پانچ مختلف امکانات موجود ہیں جن میں سے دو ہی عام ہیں: VSO اور SOV۔[۱] حال ہی میں کچھ ماہرینِ لسانیات نے رائے دی ہے کہ اِن اجزا کی ترتیب میں جو چیز زیادہ اہمیت رکھتی ہے وہ فعل اور اُس کے مفعول کی ترتیب ہے اور یہ کہ فاعل کی جگہ نسبتاً غیر اہم ہوتی ہے۔ سو اِس سے آگے ہم اِس حقیقت کو مدِنظر رکھیں گے اور صرف VO اور OV زبان کہہ کر مخاطب کریں گے۔

---

[۱] باقی تین امکانات VOS، OVS اور OSV ہیں، اور غالباً فاعل کو مفعول سے پہلے رکھنے کے ایک فطری انسانی رجحان کی وجہ سے اتنے عام نہیں ہیں۔

اجزا کی ترتیب کا ترجمے کے ساتھ کیا لینا دینا ہے؟ اگر مختلف زبانیں واضح طور پر مختلف بنیادی یا بے نشان اجزا کی ترتیب رکھتی ہیں تو لازماً اُن کی مختلف نشان یافتہ ترتیب بھی ہوگی۔ اور ایک زبان کی بے نشان ترتیب کسی دوسری زبان میں نشان یافتہ ترتیب ہو سکتی ہے۔ مزید برآں مختلف نشان یافتہ ترتیبیں مختلف قسم کے کام کرتی ہیں۔ اِس سب کا مطلب یہ ہوا کہ مترجمین کو ہمیشہ لازماً ذہن میں رکھنا ہے کہ ماخذ زبان اور ہدفی زبان دونوں میں ترتیب کونسی ہے، تا کہ وہ ماخذ متن کی بے نشان بناوٹوں کو بے نشان ترتیبوں کے ساتھ اور نشان یافتہ بناوٹوں کو نشان یافتہ ترتیبوں کے ساتھ ہدفی متن میں ترجمہ کر سکیں۔

بائبل کے ترجمے میں مقامی لوگ اکثر انتہائی شہرت یافتہ تجارت کی زبانوں جیسے انگریزی، فرانسیسی اور ہسپانوی سے انتہائی کم معروف زبانوں میں ترجمہ کر رہے ہیں جن کی صدیوں تک غالب نوآبادیاتی ثقافت کے ذریعے اہمیت گھٹ گئی ہے۔ مترجمین کو ہمیشہ ہدفی زبان میں ماخذ زبان کی مداخلت کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، لیکن اگر مترجم یقین رکھتا ہو (اگرچہ ایسا لاشعوری ہی کیوں نہ ہو) کہ ماخذ زبان کسی نہ کسی طرح اُس کی زبان سے برتر ہے تو ماخذ زبان کی مداخلت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

آیئے ایک فرضی مترجم کی مثال لیں جو ہسپانوی زبان سے ایکواڈور (Ecuador) کی زبان کیچوا (Quichua) میں ترجمہ کر رہا ہے۔ کیچوا ایک OV زبان ہے یعنی جس میں فعل مفعول کے بعد آتا ہے۔ مثال ۵[الف] ایک بے نشان کیچوا جملے کی اچھی مثال ہے۔ ہسپانوی انگریزی کی طرح ایک VO زبان ہے، گو کہ اِس میں بہت زیادہ نحوی ساخت کی لچک پائی جاتی ہے۔ ۵[ب] ایک بے نشان ہسپانوی جملے کی ایک خصوصی مثال ہے۔

[۵]

الف- Paicunapaj maistruta rijsini [1]

اُن کے　　اُستاد (کو)　　میں جانتا ہوں

ب- Conozco a su maestro. [2]

میں جانتا ہوں　　اُنکے　　اُستاد (کو)

کچوا زبان کچھ خاص حالات میں VO ترتیب کی اجازت بھی دیتی ہے، گوکہ یہ نشان یافتہ بناوٹیں ہیں۔لیکن چونکہ دونوں زبانوں میں ایک ہی ترتیب پائی جاتی ہے، اِس لئے اگر ہمارا فرضی مترجم چوکنا نہ ہو تو وہ کچوا زبان میں ہسپانوی کے عناصر کی ترتیب غلط طور پر پیش کرنے کی طرف جا سکتا ہے۔ اکثر مترجمین جملہ بہ جملہ ترجمہ کرنے کا رجحان رکھتے ہیں، اور چونکہ کچوا زبان میں VO ترتیب گرامر کے قواعد کے خلاف نہیں ہے (صرف یہ نشان یافتہ ہے)، اِس لئے اُس کے جملے علیحدہ علیحدہ اُسے بہتر لگ سکتے ہیں۔لیکن نتیجہ ایک عجیب سے ترجمے کی صورت میں نکلے گا جس میں متن میں ربط کا فقدان ہوتا ہے اور بہت سے جملے خاص احساسات کو دوسرے تک پہنچاتے ہوئے سیاق وسباق میں غیر مناسب معلوم ہوتے ہیں۔تاہم اگر مترجمین ماخذ اور ہدفی زبانوں کے درمیان اس علامتی فرق سے بخوبی آگاہ ہوں تو ایسے مسائل سے فوراً بچا جا سکتا ہے۔

اجزا کی ترتیب کے علامتی مطالعے سے آگہی صرف اِس وجہ سے اہم نہیں ہے کہ یہ مترجمین کی مدد کرتی ہے کہ ہدفی زبان میں ماخذ زبان کی تقلید کرنے کے گڑھے سے بچ سکیں۔ گرین برگ نے دریافت کیا کہ عالمگیر مضمرات ہیں۔ [3] عالمگیر مضمرات کو لفظی طور پر عالمگیر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اُن کی ایک صورت ہے کہ اگر ایک زبان کی دی گئی بناوٹی خصوصیت X ہے تو تب اُس کی ایک اور

---

[1] یہاں ہم کچوا اور ہسپانوی اشکالیات کی تفصیل کو نظر انداز کرتے ہیں، کیونکہ جس چیز کا ہمارے حالیہ مقاصد کے ساتھ تعلق ہے وہ سادہ طور پر فعل اور مفعول کی نسبتی ترتیب ہے۔

[2] یہ نشاندہی کی جانی چاہئے کہ ہسپانوی ضمیر اضافی su بہت زیادہ مبہم ہے، اور اس کا مطلب تم (واحد) تم (جمع) اُس کا، اُس کی، اُن کے ہو سکتا ہے۔ اِس مثال میں ہم نے ۵ [الف] کی کچوا زبان کی مثال کے ساتھ یکسانیت کی خاطر معنیٰ اُن کے کا چناؤ کیا ہے۔

[3] جوزف گرین برگ، زبان کے عالمگیر مضمرات میں "پُر معنیٰ عناصر کی ترتیب کے حوالے سے قوائد زبان کے کچھ عالمگیر پہلو" (دوسرا ایڈیشن: ایڈیٹر جے۔ گرین برگ؛ کیمبرج: ایم آئی ٹی پریس)، ۷۳-۱۱۳۔

بناوٹی خوبی Y ہوگی۔ ایک زبان کے بے نشان اجزا کی ترتیب کو جاننے سے بہت سی دوسری چیزوں کے بارے میں بھی اندازہ لگانا ممکن ہے۔ مثلاً اگر ایک زبان VO ایک بے نشان ترتیب کے طور پر رکھتی ہے تو ہم یقیناً پر وثوق ہو سکتے ہیں کہ اُس کے اسموں اور اُن کے اندر تبدیلی کرنے والے اسمِ صفت کی انتہائی فطری ترتیب اسم + اسمِ صفت ہوگی۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ ہسپانوی ایک VO زبان ہے اور جیسا کہ متوقع ہے اِس میں عموماً اسمِ صفت فعل کے بعد آتا ہے۔[1]

[۶] un nino mimado

ایک بچہ بگڑا ہوا

تاہم ہسپانوی کئی حالات میں تبدیلی کرنے والے لفظ کو اجازت دیتی ہے کہ وہ اسم سے پہلے آئے۔

[۷]

الف- (بے نشان ترتیب) Las ovejas blancas

بھیڑیں سفید

ب- (نشان یافتہ ترتیب) Las blancas ovejas

سفید بھیڑیں

۷[الف] میں بولنے والا اُن بھیڑوں کی بات کر رہا ہے جو خاص طور پر سفید ہیں یعنی کالی کے برعکس ہیں۔ جبکہ مثال ۷[ب] میں بولنے والا صرف حقیقت بیان کر رہا ہے کہ بھیڑیں سفید ہیں، لیکن اِس حقیقت کو، ایک ہی گلے میں جہاں کسی اَور رنگ کی بھیڑیں شامل ہیں، سفید بھیڑوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال نہیں کر رہا۔ انگریزی میں ایسی تمیز "intonation" (تلحین) کے استعمال سے کی جاتی ہے۔

---

[1] دلچسپ امر یہ ہے، گو کہ انگریزی بھی ایک VO زبان ہے، لیکن اسمِ صفت جس اِسم کو تبدیل کرتا ہے تقریباً ہمیشہ اُس سے پہلے آتا ہے، غالباً اِس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدائی انگریزی میں فعل آخر میں آتا تھا، جیسا اِن اظہارات میں دیکھا جا سکتا ہے: "With this ring I thee wed" (میں اِس چھلے سے تجھے بیاہتا ہوں) اور "In God we trust" (خدا پر ہم بھروسا کرتے ہیں) جن میں فعل آخر میں آتا ہے۔

[۸] The WHITE sheep

الف- The w hite sheep

ب- چونکہ اِس طرح کی مثالوں میں انگریزی اور ہسپانوی زبانیں ایک ہی تفریق کرنے کے لئے مختلف ذرائع استعمال کرتی ہیں (ہسپانوی میں الفاظ کی ترتیب کا انداز اور انگریزی میں "intonation" [لحن])، مترجمین کو اِس تفریق سے بہت زیادہ آگاہ ہونے کی ضرورت ہے تاکہ ماخذ متن کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور ہدفی زبان میں اُسے درستی سے منتقل کرسکیں۔

۴.۲ گرامر کا علامتی علم

مختلف زبانوں کی گرامر اپنے بولنے والوں کو رابطہ کی مختلف ممکنات پیش کرتی ہیں۔ وہ اُس لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں جن میں وہ چیزوں کو بیان کرسکتی ہیں یا جن میں اُنہیں لازمی طور پر اظہار کرنا چاہئے۔ ایسی تفاوت اکثر مترجم کو اُس وقت رنجیدہ کردیتی ہے جب ماخذ اور ہدفی زبانوں کی گرامر جو کچھ ممکن ہوسکتا ہے یا جس کا لازماً اظہار ہونا چاہئے اُس پر متفق نہیں ہوتی۔

۴.۲.۱ فعل مجہول

کئی زبانوں (غالباً زیادہ تر) میں فعل معروف اور فعل مجہول کے درمیان فعل کی تبدیلی پائی جاتی ہے۔[۱] عموماً فعل معروف کو بے نشان صورت تصور کیا جاتا ہے۔[۲] فعل معروف میں جملے کا فاعل عامل بھی ہوتا ہے، جبکہ جملے کا مفعول معمول ہوتا ہے۔[۳]

---

[۱] کچھ زبانوں میں دیگر اقسام بھی پائی جاتی ہیں، جیسے وسطی، مخالف مجہول اور معکوس۔

[۲] کچھ زبانوں میں فعل مجہول بے نشان صورت بن گیا ہے۔

[۳] فاعل اور مفعول جیسی اصطلاحات نحوی درجے ہیں اور اِنہیں گرامر کے تعلقات کہا جاتا ہے۔ اُن کی ایک فعل کے ساتھ اپنے تعلق کے لحاظ سے تعریف کی جاتی ہے۔ اصطلاحات عامل اور مفعول بہ اور اس سے ملتی جلتی دوسری اصطلاحات معنوی درجہ بندیاں ہیں اور ان کا تعلق حقیقی زندگی کے کسی واقعے کی صورتحال سے ہے۔ اِسی وجہ سے یہ ہمیشہ ویسے ہی رہتے ہیں، حتیٰ کہ اُس وقت بھی جب ہم باقی تمام جملے کی بناوٹ تبدیل کردیتے ہیں۔

[۹] The pitcher threw the ball.

مفعول بہ   عامل

فعل مجہول میں مفعول بہ جملے میں فاعل کی جگہ پر چلا جاتا ہے اور عامل یا تو ایک غیر فائلی شریک کار کی جگہ پر چلا جاتا ہے (عموماً ربطیہ فقرے کی شکل میں جو حرف جار 'سے' بنایا جاتا ہے) یا مکمل طور پر حذف کردیا جاتا ہے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فعل مجہول کی معروف صورت لازماً عام طور پر ایک متعدی جملہ (جس میں فاعل اور مفعول دونوں ہوں) ہونی چاہئے۔ زیادہ تر زبانوں میں مجہول نشان یافتہ ہوتا ہے کیونکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ایک مفعول بہ جملے کے فاعل کے طور پر کام کرے۔

[۱۰] The ball w as throw n (by the pitcher).

مفعول بہ   عامل

یہ بنیادی طور پر انگریزی کی صورتحال کو بیان کرتا ہے۔ لیکن اور بھی بہت کچھ ہے۔ مثلاً یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انگریزی میں فعل مجہول میں فعل کی کسی صورت کی موجودگی اور اُس کے ساتھ ساتھ فعل کی ماضی صفت درکار ہوتی ہے۔ یہاں دی گئی مثالوں میں معروف جملہ میں 'threw' (پھینکی) استعمال ہوا ہے جبکہ مجہول جملے میں 'w as throw n' (پھینکی گئی) استعمال ہوا ہے۔ یہ وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے انگریزی فعل مجہول کی نشاندہی کرتی ہے۔

انگریزی اور بہت سی دوسری زبانوں میں کچھ فعل ایک ایسی بناوٹ کی اجازت دیتے ہیں جسے ''مفعولی حالت کی تبدیلی'' کہا جاتا ہے، جس میں ایک غیر فاعلی شریک کار (انگریزی کے معاملے میں ایسا وصول کنندہ جو اکثر ربطی فقرے کی صورت میں ہوتا ہے) براہ راست مفعول کی جگہ لینے آجاتا ہے۔ وہ فعل جو اِس کی اجازت دیتے ہیں سہ گرفتی فعل (trivalent verbs) ہوتے ہیں[۱] جیسے 'give' (دینا)، 'present' (پیش کرنا) اور 'lend' (مستعار دینا)۔

---

[۱] سہ گرفتی فعل (triv alent v erbs) وہ افعال ہیں جن کے لئے تین شریک کار ضروری ہوتے ہیں۔ مثلاً دینا میں ایک دینے والا، کچھ جو دیا جائے اور وصول کرنے والے کا مفہوم سامنے آتا ہے۔

[۱۱]

الف۔ Mitch gave the bagpipes to Larry. (مفعولی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں)

ب۔ Mitch gave Larry the bagpipes. (مفعولی تبدیلی)

مثال ۱۱[ب] میں دو مفعول موجود ہیں (Larry اور bagpipe [مشکی باجہ]) اور مجہول جملے میں دونوں میں سے کوئی ایک فاعل کی جگہ پر جاسکتا ہے اور اِسے [۱۲] الف اور ب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

[۱۲]

الف۔ The bagpipes were given to Larry (by Mitch).

ب۔ Larry was given the bagpipes (by Mitch).

وہ زبانیں جو مفعولی تبدیلی کی اجازت نہیں دیتیں، وصول کنندہ 'Larry' کو مفعول کی جگہ پر تبدیل نہیں کرسکتیں جیسا کہ ۱۲[ب] میں کیا گیا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ وہ ایک مجہول جملہ نہیں بنا سکتیں جس میں 'Larry' ایک مجہول فاعل کے طور پر ہو۔ سو اِس طرح کی زبانوں میں جملہ ۱۲[ب] بہت حد تک ترجمے کے قابل نہیں ہوتا۔ اور اِس کے نتائج کا ادراک کرنے کے لئے ہمیں پہلے لازماً سمجھنا ہے کہ صرف فعل مجہول ہی فعل معروف کا ایک اختیاری متبادل نہیں ہے بلکہ یہ اپنے خاص تداولاتی افعال رکھتا ہے جو اِسے فعل معروف کے ساتھ نا قابل تبادل پذیر بنا دیتے ہیں۔ ایک جملے کا اصل فاعل عمل کے عامل کے طور پر جانا جاتا ہے اور اِس سارے بیان کا حالیہ موضوع ہے۔ ایک مفعول کے عموماً مجہول بنانے کے عمل کے ذریعے فاعل کی جگہ پر لائے جانے کی ایک وجہ یہ ظاہر کرنا ہوتی ہے کہ دی گئی مثال میں بولنے والا عامل کو نہیں بلکہ کسی اَور حصہ لینے والے کو موضوع [۱] کے طور پر دیکھنا چاہتا ہے۔ ایک ایسی صورتحال جس میں ماخذ متن کا مصنف وصول کنندہ کو جملے کا موضوع بنانا چاہتا ہے اور ماخذ متن مفعولی تبدیلی کی اجازت دیتا ہے، ایسا مجہول بنانے کے عمل کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ تاہم اگر ہدفی زبان مفعولی تبدیلی کی اجازت نہیں دیتی تو پھر مترجم کو اِس بات کی ضرورت پڑے گی کہ وصول کنندہ کو اپنے جملے کا موضوع بنانے کے لئے دوسرے ذرائع کی تلاش کرے جیسے مجہول "was given" (دیا

---

[۱] جبکہ فاعل اور مفعول نحوی درجہ بندیاں ہیں اور عامل اور مفعول بہ معنوی درجہ بندیاں ہیں، موضوع ایک تداولاتی درجہ ہے، اور بیان میں اسم کے کردار سے تعلق رکھتا ہے۔

گیا) سے فعل کو تبدیل کرتے ہوئے ایک معروف صورت "receive" (وصول کرنا) دینا۔ اس کی ایک مثال ہسپانوی زبان کی ہے جو مفعولی تبدیلی کی اجازت نہیں دیتی، سو ہسپانوی زبان میں ترجمہ کرنے کا ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے:

[۱۳] Larry recibio la gaita de Mitch

Larry received the bagpipes from Mitch.

انگریزی اور ہسپانوی دونوں میں ہم وصول کنندہ کو موضوع بنانے اور عامل کا درجہ کم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں، لیکن ایسا ہم نے گرامر کے بہت مختلف ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے کیا ہے۔ انگریزی میں ہم نے مفعولی نوعیت کے تبدیل کئے گئے نحوی ساخت کے مفعول (اور معنوی وصول کنندہ) کو فاعل کی جگہ پر لانے کے لئے فعل مجہول کو استعمال کیا ہے، جبکہ ہسپانوی میں ہم نے فعل معروف کو برقرار رکھا ہے اور فعل کو اُس سے بدل دیا ہے جس کے لئے ایک وصول کنندہ بطور فاعل درکار ہوتا ہے۔

فعل مجہول سے سامنے آنے والے ترجمے کے ایک اور دلچسپ مسئلے کا تعلق اِس حقیقت کے ساتھ ہے کہ بہت سی ایشیائی زبانوں جیسے چینی، جاپانی، تھائی، کمبوڈین اور لاؤسی زبانوں میں ایک مجہول جملے کے فاعل کو ایک ناموافق واقعے کے ایک نشانے اور ہدف کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔[۱] سو ایک فرد توقع کر سکتا ہے کہ اِن معنوں کے ساتھ مجہول جملہ سُنے "Sam was hit by a car" (سیم کو ایک کار کے ذریعے ضرب لگی) لیکن ایسا جملہ سُننے کی توقع نہیں کر سکتا کہ "Sam was rescued by the life guard" (سیم لائف گارڈ کے ذریعے بچایا گیا)۔ یونانی نئے عہدنامے میں بے شمار مجہول ہیں جن میں سے بہت سے غیر فاعلی مضامین فاعل کے طور پر برقرار رکھنے یا متعارف کروانے کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔[۲] لیکن یونانی خاص طور پر یہ ظاہر کرنے کے لئے مجہول استعمال نہیں کرتی کہ مجہولی فاعل کسی ناموافق واقعے کا شکار ہو گیا ہے۔ لوقا ۳:۲۱ اِس کی ایک اچھی مثال ہے۔

---

۱ ایس۔ ویلس، "ناموافق مجہول"، (یہ مضمون ۱۹۷۸ میں بوسٹن میں لنگوسٹک سوسائٹی آف امریکا کی میٹنگ میں پڑھا گیا)، رابرٹ ای۔ لونگ ایکر نے اِس کا اقتباس کیا، بیان کی گرامر (دوسرا ایڈیشن: لندن: پلینیم، ۱۹۹۶)۔

۲ رونلڈ راس، "لوقا کی انجیل کی یونانی میں فعل مجہول کا تداولاتی عمل" (یہ مضمون مریڈا، یوکاٹان میں یو بی ایس کی سہ سالہ ترجمہ کی ورکشاپ میں پڑھا گیا)۔

[۱۳]

When all the PEOPLE WERE BEING BAPTIZED, JESUS WAS BAPTIZED too.

And as he was pray ing, HEAVEN WAS OPENED (NIV).

(جب سب لوگ بپتسمہ پا رہے تھے یسُوعؔ نے بھی بپتسمہ پایا اور جب وہ دُعا کر رہا تھا آسمان کھل گیا)

اِس آیت میں تین مجہولی بناوٹیں پائی جاتی ہیں جو سب نئے مضمون متعارف کرواتی ہیں اور اُن میں سے کوئی بھی یہ ظاہر نہیں کرتی کہ مجہولی فاعل (لوگ، یسُوعؔ اور آسمان) کسی تباہ کن واقعے کا شکار ہوئے ہیں۔

اوپر بیان کی گئی ایشیائی زبانوں میں سے کسی ایک میں اِس حوالے کا ترجمہ متعلقہ مجہولی بناوٹوں کے ساتھ کرنا یا تو غلط ہوگا یا پھر ظاہر کرے گا کہ بپتسمہ ایک خوفناک تجربہ ہے۔ اِس سے بچنے کے لئے کوئی اور نشان یافتہ نحوی بناوٹ ملنی ضروری ہے جو غیر فاعلی شریک کاروں کو اجازت دیتی ہو کہ عملیتی طور پر بطور مضامین ظاہر ہوں۔

۴.۲.۲ تذکیر و تانیث / جنس[۱]

بلحاظ گرامر زبانیں جنس کے اظہار کی وجہ سے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ کئی زبانوں (جیسے کچوا زبان) میں الفاظ کی جنس نہیں پائی جاتی۔ لیکن بہت سی دوسری زبانوں میں کسی نہ کسی طرح سے جنس کا اظہار پایا جاتا ہے۔ تذکیر و تانیث اسم کی درجہ بندی کا نظام ہے جو ایک زبان کی گرامر میں جنس پر اتفاق رائے سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اگر ایک زبان میں جنس پائی جاتی ہے تو اُس میں کم از کم دو جنس ہونی چاہئیں لیکن یہ بیس سے زیادہ بھی ہوسکتی ہیں۔ دُنیا کی زبانوں میں جنس کے تعلق سے ایک بڑا تنوع پایا جاتا ہے اور اسموں کو ایک مخصوص جنس دینے کا طریقہ کار بہت زیادہ مختلف ہے۔

انگریزی میں تین جنسیں پائی جاتی ہیں: مذکر، مونث اور مخنث (جنس مشترک)۔ مذکر اسم زانسانوں

---

[۱] تذکیر و تانیث کے بارے میں ہمارا زیادہ تر بیان پر مبنی ہے: گریول کابٹ، تذکیر و تانیث (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۱)۔ گیریفونا میں ترجمے کی مشکلات کا بیان مصنف کے اُس تجربے کا نتیجہ ہے جو اُسے گیریفونا کے ترجمے کے دس سالہ کام کے دوران ہوا۔ بائبل کے ترجمے میں زبان کی تذکیر و تانیث کے معاملے نے حال میں اہم بحث کو جنم دیا ہے، اور یہ علت سے زیادہ جذبات سے متعلقہ ہوتا ہے۔ اِس موضوع کا یہاں پر ذکر نہیں کیا جائے گا کیونکہ اِس پر ڈونلڈ اے کارسن کی کتاب میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، مشمولہ زبان پر بحث: حقیقت پسندی کے لئے دلیل (گرینڈ ریپڈز: بیکر، ۱۹۹۸)۔

کی طرف اشارہ کرتے ہیں، مونث اسم مادہ انسانوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جبکہ بے جنس اسم باقی ہر چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کچھ برتر غیر انسانی جانداروں میں تمیزِ جنس کی بنا پر کی جاتی ہے، خاص طور پر اگر وہ پالتو جانور ہوں یا پالتو بنائے گئے ہوں۔ تاہم اِس میں ایک اچھا خاصا تغیر بھی پایا جاتا ہے۔ یوں انگریزی میں جنس کے تعین کا نظام بڑے پیمانے پر الفاظ کے معنی یا علم المعانی پر مبنی ہے۔ یہ ضمیر سے متعلقہ نظام بھی ہے کہ اِس میں لسانیاتی صورتیں جو جنس پر متفق ہوتی ہیں ضمیر واحد غائب متکلم، حالت اضافی اور معکوسی ضمائر ہیں، [1] جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

[۱۵]

الف- The man took off his socks. ("his" متفق ہے "man" کے ساتھ)

ب- She is the lady who stole my watch. ("she" متفق ہے "lady" کے ساتھ)

ج- First the dog growled at me and then it bit me on the foot. M ("it" متفق ہے "dog" کے ساتھ)

ہم نے دیکھا کہ انگریزی الفاظ میں زیرِ غور فرد یا چیز کی جنس کے تعین کا انحصار بنیادی طور پر جنس (یا بے جنسیت) پر ہوتا ہے جو ایک عمومی امتیاز ہے۔ لیکن بین السانیاتی طور پر جنس کے تعین کے لئے بہت سے اَور معیار بھی ہیں۔ کچھ زبانوں میں جنس کا تعین زندہ ہونے کی حالت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے: جانداروں کے وجود کے لئے ایک جنس اور غیر جانداروں کے وجود کے لئے دوسری جنس۔ [2] جبکہ کچھ زبانوں میں انسانی اور غیر انسانی بنیاد پر ایسا کیا جاتا ہے۔ اور بہت سی زبانیں ایسی ہیں جن میں اسموں کی ثقافت سے متعلقہ درجہ بندیاں استعمال کی جاتی ہیں۔ مثلاً گیریفونا زبان (اراواک، ہونڈوراس) میں تمام شہر مذکر ہیں جبکہ عمارتوں اور کپڑوں سے متعلقہ چیزیں مونث ہیں۔ لیکن بہت سے استثنا بھی ہیں اور درجہ بندیوں کی تعداد اتنی بڑی نہیں لگتی کہ سارے اسم اُس میں شامل ہو سکیں۔ [3] اسموں پر کوئی ایسا

---

1 گریول کاربٹ، مذکیر وتانیث (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۱)۔

2 کاربٹ، مذکیر وتانیث۔

3 تاہم، اسم کے درجوں کی قطعی نوعیت کا تعین کرنا اکثر مشکل ہوتا ہے، کیونکہ مختلف ثقافتیں دُنیا کو تصوراتی طور پر مختلف طرح

نشان نہیں جو جنس کو ظاہر کرتا ہو، لیکن اسمِ صفت جنس کا ایک نشان رکھتے ہیں اور وہ اسم جنہیں وہ تبدیل کرتے ہیں اُن کی جنس کے ساتھ اُن کا متفق ہونا ضروری ہے۔

ترجمے میں کئی مختلف طرح سے جنس کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب ماخذ زبان میں ایک لفظ ایک جنس سے متعلق ہوتا ہے اور ہدفی زبان میں دوسری سے متعلق ہوتا ہے تو یہ حقیقت عموماً کسی مشکل کا باعث نہیں ہوتی، لیکن کچھ ایسی مثالیں ہیں جہاں یہ باعث مشکل ہوتی ہے۔ مثلاً امثال ۴: ۳-۹ میں حکمت کو ہمارے سامنے ایک عورت کی صورت میں جو کہ تقریباً ایک محبّ ہے بیان کیا گیا ہے۔ یہ عبرانی زبان میں تقریباً فطری ہے کیونکہ عبرانی میں حکمت کا لفظ مونث ہے۔ مصنفؔ ہمیں بتاتا ہے کہ جب وہ اپنے باپ کے گھر میں ایک لڑکا ہی تھا اُس کے باپ نے حکمت کے بارے میں بات کرتے ہوئے اُسے بتایا کہ اُس سے محبت رکھے... اُس کی قدر کرے... اُس سے لپٹ جائے۔ اور اگر وہ ایسا کرے گا تو وہ اُس کی حفاظت کرے گی... اُس کی نگہبان ہوگی... اُسے عزت بخشے گی۔ گیریفونا ترجمے پر کام کرتے ہوئے ہمیں اِس حوالے کے ساتھ مشکل پیش آئی کیونکہ اُس زبان میں حکمت (lichu aau) مذکر ہے اور اِس کا مطلب ہے کہ تمام تبدیلی لے کر آنے والے اسمِ صفت اور تمام ضمائر جو حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہیں لازماً مذکر ہونے چاہئیں۔ اِس لئے گیریفونا میں متن یوں پڑھا جائے گا "اُس سے محبت رکھ... اُس کی تعظیم کرے... اُس سے لپٹا رہے... وہ تیری حفاظت کرے گا..."

اِسی طرح کی ایک اَور ملتی جلتی مثال نوحہ کی کتاب میں ملتی ہے۔ یہاں یروشلیم کو مونث استعاروں کے تسلسل میں پیش کیا گیا ہے جسے لیکاف اور جانسن استعاراتی موضوع قرار دیتے ہیں[1] اُسے ایک بیوہ، شہروں میں ملکہ، صیون کی بیٹی اور یہوداہ کی کنواری بیٹی کہا گیا ہے۔ وہ رات کو روتی ہے، اُس کے آنسو دریا کی طرح بہتے ہیں اور اُس کے چاہنے والوں میں کوئی نہیں جو اُسے تسلی دے۔ شروع سے آخر تک یروشلیم ایک خاتون ہے۔ تاہم متن کا یہ پہلو گیریفونا ترجمہ میں پیدا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اِس زبان

سے تقسیم کرتی ہیں۔ اس لئے وہ درجہ بندی جو ایک مایان انڈین کے نزدیک بہت معقول لگتی ہے، ممکن ہے کہ ایک سکاٹ لینڈ کے رہنے والے کے نزدیک بالکل بھی درجہ بندی نہ ہو۔ (دیکھئے، جارج لیکاف، عورتیں، آگ اور خطرناک چیزیں: درجہ بندیاں ذہن کے بارے میں کیا ظاہر کرتی ہیں [شکاگو: یونیورسٹی آف شکاگو پریس،] ۱۹۸۷)۔

[1] جارج لیکاف اور مارک جانسن، استعارے جن سے ہمیں واسطہ پڑتا ہے (شکاگو: یونیورسٹی آف شکاگو پریس، ۱۹۸۰)۔

میں اُس کی چاہنے والیاں شامل ہیں۔ایسی مطابقت پذیری نا قابل تردید طور پر نہ صرف عبرانی متن بلکہ تمام شہر نذر کر ہیں۔ یروشلیم تمام شہروں کا بادشاہ بن جاتا ہے اور اُس کو تسلی نہ دے سکنے والوں اُن تراجم کے ماحولی مزاج کو بھی بدل دیتی ہے جو ہمیں عزیز ہیں۔تاہم اِس سب کے باوجود کوئی اَور عمدہ حل نہیں ملا۔اور یہ ایسی ہم آہنگی ہے جسے بادلِ نخواستہ اپنایا گیا ہے کہ مختلف زبانوں کے بے لچک قواعدِ زبان کو جگہ دی جاسکے، جو ترجمے کو مشکل اور ناکامل کام بنا دیتے ہیں۔

گیریفونا زبان مترجمین کے لئے ایک اَور مشکل کا باعث بنتی ہے جو غالباً اِس زبان کے تعلق سے بے مثل ہے اور اِس کی وجہ اِس کی انوکھی تاریخ ہے۔ یہ جنس کو رسمی طور نہیں بلکہ ایک نرالے طریقے سے پیش کرتی ہے۔ گیریفونا زبان زبانوں کے مائیپورین خاندان کے ذیلی گروہ اراواک کی رکن ہے[1] اور مشرقی کیریبین کے جزیرے سینٹ وینسنٹ پر اراواک انڈینز کی بولی جانے والی زبان سے مشتق ہے۔ اِس جزیرے پر جب جارحیت پسند کاریب انڈینز نے حملہ کیا تو اُن کے مردوں کو قتل کرنے کے بعد اُن کی عورتوں کو اپنی بیویوں کے طور پر لے لیا۔ نتیجے کے طور پر وجود میں آنے والا معاشرے میں ابتدائی طور پر دو زبانیں بولی جاتی تھیں جہاں عورتیں اراواک زبان بولتی تھیں اور مرد کاریب زبان بولتے تھے۔لیکن مرد اپنی زبان کو قائم رکھنے میں ناکام ہو گئے اور بظاہر عورتوں سے گفتگو کی سہولت کی خاطر ایک کاریب مخلوط زبان ترتیب دی گئی، گو کہ کچھ حد تک زبان مخلوط ہوئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مردوں اور عورتوں کے مختلف ذخیرہ الفاظ سامنے آئے۔ کچھ عرصے بعد جنوبی افریقہ سے آنے والے غلاموں کا ایک جہاز سینٹ وینسنٹ کے ساحل کے پاس ڈوب گیا اور زیادہ تر افریقی بچ کر ساحل پر پہنچ گئے اور انڈینز کے ساتھ ساتھ پر سکون طور پر رہنے میں اور بالآخر اُن کی اراواکی زبان کو جو کاریب زبان کے ساتھ خلط ملط ہو چکی تھی سیکھنے میں کامیاب ہو گئے۔[2] یہ وہ زبان ہے جو اَب گیریفونا کے نام سے جانی جاتی ہے اور زبان کے بولنے والے مرد کاریب زبان کے ایسے بہت سے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو صرف

---

1. اصطلاحات خاندان اور ذیلی گروہ کا یہاں لائل کیمبل کی طرح استعمال کیا گیا ہے، لائل کیمبل، امریکن انڈین لینگویجز: مقامی امریکا کی تاریخی لسانیات (آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۷)۔
2. بعد ازاں گیریفونا بولنے والے افریقیوں کو برطانویوں نے غلامی کرنے کے انکار پر ہنڈوراس جلاوطن کر دیا، اور اُن کی اکثریت آج بھی ہنڈوراس کے کیریبین ساحل کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔

اب بھی اِس میں مستعمل ہیں گو کہ اُن کی عورتیں بھی اُنہیں سمجھتی ہیں۔ اِس کی ایک مثال ضمیر واحد متکلم اور ضمیر مخاطب ہے۔

	مردوں کی زبان	عورتوں کی زبان
ضمیر متکلم	au (میں)	nuguya (میں)
ضمیر مخاطب	amuru (تو/تم)	buguya (تو/تم)

زیادہ تر ترجمے کے دوران اِس فرق کی وجہ سے کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ جہاں کہیں متن میں بولنے والے کو مرد سمجھا گیا گفتگو کی مردانہ صورت استعمال کی گئی اور جہاں کوئی عورت بول رہی تھی تو گفتگو کی زنانہ صورت استعمال کی گئی۔ یہ سچ ہے کہ ترجمے کی ٹیم کی خواتین اراکین نے کئی موقعوں پر گفتگو کی مردانہ صورتوں کے استعمال پر اعتراض کیا جہاں ایک کتاب کے مصنف (اور بیان کرنے والے) کے بارے میں پتا نہ تھا لیکن مرد مترجمین نے مردانہ گفتگو کی صورتوں کا چناؤ کیا۔ مزامیر کی کتاب کے ترجمے کے دوران انتہائی اہم اختلاف سامنے آیا جس کی وجہ اُس کی انتہائی گیان دھیان والی نوعیت ہے اور پھر یہ کہ ساری کتاب میں زبور نویس خدا کو مخاطب کرتا ہے۔ مرد مترجمین نے اندازے سے گفتگو کی مردانہ صورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے خدا کو مخاطب کرنے کے لئے "amuru" (تُو) اور زبور نویس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے "au" (میں) استعمال کیا باوجود کہ گیریفونا بولنے والی عورتیں کسی کو مخاطب کرنے کے لئے کبھی بھی اِن کا استعمال نہیں کرتیں۔ عورتوں نے اختلاف کیا کہ اگر خدا اور زبور نویس کو ہمیشہ یوں مخاطب کیا جائے گا کہ پڑھنے والے صرف مرد ہیں تو وہ عورتیں ہوتے ہوئے کبھی بھی مزامیر کو پر معنی طور پر نہیں پڑھ سکتیں۔ جبکہ مردوں نے اِس کے برعکس بحث کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ اگر پڑھنے والے کو صرف ایک عورت تصور کیا جائے گا تو وہ مزامیر کے ترجمے کو آرام سے نہیں پڑھ سکیں گے۔

ابتدائی طور پر اِس پیچیدگی سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ تاہم زبان کے جاری رہنے والے ارتقا میں ایک حل مل گیا۔ مردانہ گفتگو کے زنانہ گفتگو میں ضم ہو جانے کا بہت زیادہ جھکاؤ ہے اور چند باقی رہ

جانے والی مردانہ صورتیں رفتہ رفتہ ختم ہو رہی ہیں۔ مزید برآں، مرد بچے اپنی ماؤں سے زنانہ گفتگو سیکھتے ہیں اور صرف اُس وقت مردانہ گفتگو کی صورتوں کی طرف جاتے ہیں جب بلوغت کو پہنچتے ہیں تا کہ نظر آنے والے زنانہ پن سے بچ سکیں۔ تاہم وہ ساری زندگی اپنے والدین کو مخاطب کرتے ہوئے گفتگو کی زنانہ صورت "buguya" (تُو / تم) استعمال کرتے ہیں۔ سو عورتوں نے دو دلائل پیش کئے: پہلا یہ کہ زبان کی عمومی ترقی نے زنانہ صورتوں کے استعمال کو تقویت بخشی ہے۔ دوسرا یہ کہ مردانہ صورتیں عورتوں کے لئے تو غیر مانوس ہیں مگر مردوں کے لئے غیر مانوس نہیں ہیں کیونکہ مرد اُنہیں اپنے بچپن کے شروع کے دنوں میں مستقل استعمال کرتے ہیں اور اپنے والدین کو مخاطب کرتے ہوئے بلوغت میں بھی اُنہیں استعمال کرتے رہتے ہیں۔ یوں زنانہ ضمائر کی صورتیں غالب آئیں اور مزامیر کی ساری کتاب میں استعمال کی گئیں، گو کہ باقی ترجمے میں مردانہ صورتیں ہی حتمی صورتوں کے طور پر موجود ہیں۔

۵- معاشرتی لسانیات

معاشرتی لسانیات کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ یہ سماجی سیاق و سباق میں انسانی زبان کے استعمال کے مطالعے کا نام ہے۔ معاشرتی لسانیات ہماری مدد کر سکتی ہے کہ بولنے والوں کی ان کے معاشرے سے نسبت واضح کریں، مختلف اندراجوں اور بولیوں میں سے اُلجھاؤ کو دور کریں، اُس کثیر السانی دُنیا کے بارے میں بہتر سمجھ حاصل کریں جس میں بائبلی زمانے کی ثقافتیں ایک ساتھ قائم تھیں، مشمولہ زبان کے مشکل مسائل کو حل کریں اور افراد کے مابین باہمی تعلقات کی نوعیت اور سماجی اشارات بہتر طور پر منعکس کرنے کے لئے زبان کو استعمال کریں۔ چونکہ ترجمے کے لئے سماجی لسانیات کے اطلاق کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اِس لئے ہم اِس کی اہمیت کی صرف ایک مثال پر غور کریں گے۔

سماجی اشارات شخصی (سماجی) تعلقات کو قواعد زبان کی شکل دینے کا نام ہے جو گفتگو میں حصہ لینے والوں حتیٰ کہ ایک بولنے والے اور اُس فرد کے درمیان جو گفتگو کے واقعے میں موجود نہیں ہے لیکن جس کے بارے میں بات ہو رہی ہے کے درمیان حاصل ہوتی ہے۔ یہ انتہائی اہم پہلو دُنیا کے بہت سے علاقوں میں بائبل کے مترجمین کی جانب سے اکثر نظر انداز ہوا ہے کیونکہ بائبلی زبانوں میں گرامر کے واضح نشان نہیں ہیں۔ بہت سی زبانوں جیسے ہسپانوی، پرتگالی، جرمن اور فرانسیسی میں ''بناوٹی'' اور

"شناسا" صورتوں میں واضح طور پر دو طرح کی تقسیم پائی جاتی ہے۔[1] براؤن اور گل مین نے اپنے معنی خیز مضمون "قوت و یکجہتی کے ضمائر" میں اِن دونوں صورتوں کو بالترتیب V اور T (فرانسیسی کے الفاظ vous اور tu سے ماخوذ) کے استعمال سے ظاہر کیا ہے۔[2] V صورت سماجی فاصلے کو اور T صورت سماجی نزدیکی کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوئی ہے۔

ہسپانوی کی طرح کی زبانوں میں گفتگو کرنے والوں کے درمیان تمام جوڑوں کے تعلقات ایک مناسب VV یا TT تعلق کے طور پر لازماً بیان کرنا چاہئیں یا پھر اگر گفتگو میں حصہ لینے والے غیر مساوی سماجی رتبے کے ہوں تو متبادل صورت میں اُنہیں غیر متناسب یا غیر ہم آہنگ VT تعلق کے طور پر بیان کرنا چاہئے۔ کوئی غیر جانبدارانہ راستہ نہیں ہے۔ یہ گرامر کی ایک ناگزیر حقیقت ہے۔ تاہم حیران کن طور پر کامن لینگویج ورشن کی اشاعت سے پہلے بائبل کے کسی بھی ہسپانوی ترجمے نے اِس سماجی لسانیاتی حقیقت کا ادراک نہیں کیا تھا، اور تمام صیغہ متکلم اور مخاطب تعلقات کو بطور تناسب کے ساتھ TT پیش کیا گیا، یوں غلط تاثر دیا ہے کہ بائبلی متن میں ہر ایک مکالمہ جو پایا جاتا ہے اُن اشخاص کے درمیان واقع ہوتا ہے جو یا تو سماجی طور پر برابر ہیں یا پھر باہمی یکجہتی کو بہت بڑی حد تک محسوس کرتے ہیں۔[3] ایسی

---

[1] یہ ضرورت سے زیادہ تسہیل کرنا ہے، کیونکہ کئی سماجی قوتیں یہاں کارفرما ہیں۔ بہت سی زبانوں میں "بناوٹی" صورتیں اُن اشخاص کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں جنہیں سماجی طور پر برتر یا زیادہ طاقتور سمجھا جاتا ہے، جبکہ "شناسا" صورتیں سماجی کمتری یا طاقت کی عدم موجودگی کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوئی ہیں، اور یقیناً ایسے زیادہ تر نظام اِسی طرح شروع ہوئے ہیں۔ تاہم جس طرح براؤن اور گل مین (۱۹۶۰) نے نشاندہی کی ہے، ایسے نظام دوسرے نظاموں میں نمو پانے کا رجحان رکھتے ہیں جن میں محور طاقت / طاقت کی عدم موجودگی نہیں بلکہ یکجہتی / عدم یکجہتی ہوتی ہے۔ اور اکثر دونوں محور تبدیلی کے طویل وقت کے دوران آمنے سامنے ہوتے ہیں۔ اِس باب میں تصوری اصطلاحات "بناوٹی" اور "شناسا" اُن تمام معانی کا احاطہ کرنے کے لئے استعمال ہوئی ہیں جن کا یہ اظہار کر سکتی ہیں۔

[2] راجر براؤن اور گل مین، "طاقت اور یکجہتی کے اسم ضمیر" اِن سٹائل اِن لینگویج (ایڈیٹر ٹی۔ اے۔ سیبیوک: کیمبرج، ماس: ایم آئی ٹی پریس، ۱۹۶۰)، ۲۵۳-۲۷۶۔

[3] رونلڈ راس، "ٹوڈیز سپینش ورشن میں افراد کے درمیان باہمی تعلقات کی نشاندہی"، دی بائبل ٹرانسلیٹر ۴۴ (۲، ۱۹۹۳): ۲۱۷-۲۳۱۔ فرانسیسی میں بائبل کا کوئی ایسا ترجمہ نہیں جس میں ایسی تمیز کی گئی ہے، گو کہ ضمیر مخاطب کا استعمال ہسپانوی جیسا ہے۔ مزید جاننے کے لئے دیکھئے:

Rene Peter-Contesse, "Les formes de politesse et leur traduction en francais," Cahiers de traduction biblique 16 (1991): 9-19.

مشق متن میں بہت بڑے بگاڑ کو متعارف کرواتی ہے۔[1]

ایک سماجی لسانیاتی تناظر سے ترجمہ کرنا براہ راست مترجم کے کندھوں پر بے شمار بائبلی تعلقات کے درست طور پر جائزہ لینے کی ذمہ داری کو رکھ دیتا ہے۔ اکثر سیاق وسباق کے واضح اشارے موجود ہوتے ہیں۔ جب ابرہام اپنے خادم سے بات کر رہا ہے تو یقینی طور پر مالک / خادم کا ایک غیر متناسب تعلق موجود ہے جس کے لئے گرامر کے اظہار کی ضرورت ہے۔ لیکن اِس سے کم واضح مثالوں میں تمام متن میں ایک عالمانہ رائے سب تعلقات کو سادہ طور پر برابر کر دینے سے بہتر ہے۔

کچھ زبانیں مترجمین کے لئے اِس بھی زیادہ پیش کرتی ہیں۔ مثلاً ہڈسن کینیا میں بولی جانے والی ایک زبان ''میجکینڈا'' (Mijikenda) کی کیفیت بیان کرتا ہے۔[2] میجکینڈا زبان بہت سی مغربی زبانوں کی طرح T کے لئے ایک واحد ضمیر اور V کے لئے جمع کا ضمیر استعمال کرتی ہے۔ تاہم مغربی زبانوں کے برعکس ضمیر کے انتخاب کا تعین اُن متعلقہ نسلوں سے ہوتا ہے جن سے بولنے والا اور مخاطب تعلق رکھتے ہیں۔ اگر مخاطب اُس نسل سے تعلق رکھتا ہے جس سے بولنے والے کے والدین تعلق رکھتے ہیں تو پھر بولنے والا V استعمال کرنے کے لئے زیر بار ہوتا ہے۔ صرف یہی حقیقت اِس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ طاقت ایک عامل ہے۔ لیکن بولنے والا اُس وقت بھی V استعمال کرنے کے لئے زیر بار ہوتا ہے جب وہ اُن افراد سے گفتگو کر رہا ہو جو اُس کی یا اُس کے بچوں کی نسل سے تعلق رکھتے ہوں اور T اور V کا استعمال ہمیشہ معکوسی ہوتا ہے جبکہ طاقت کے مبنی نظاموں میں غیر معکوسیت ایک معیار ہے۔ اُس وقت کیا ہوتا ہے جب نسلی فاصلہ ایک نسل سے زیادہ بڑھ جاتا ہے؟ بولنے والے اپنے دادا دادی کی نسل کے مخاطبین کے ساتھ T اور اپنے پڑدادا کی نسل کے ساتھ V استعمال کرتے ہیں۔ میجکینڈا معاشرے ایک دوسرے میں اتنے امتیازی طور پر پیوست ہیں کہ لوگ اِس بات سے آگاہ ہیں کہ

---

[1] جنوب مشرقی ایشیا کی کچھ زبانوں میں سماجی اظہار کچھ زیادہ پیچیدہ ہے، جس میں لغت کے اعتبار سے حقیقی تبدیلیاں اور نسبتی معیار کے کئی درجے شامل ہیں۔ مزید جاننے کے لئے دیکھئے، ہاورڈ ہیٹن، ''ضمائر کا ترجمہ''، دی بائبل ٹرانسلیٹر ۲۴ (۱۹۷۳): ۲۲۲-۲۳۴ اور ''تھائی پروناؤن ریوزیٹڈ''، دی بائبل ٹرانسلیٹر ۳۰ (۱۹۷۹): ۴۱۵-۴۱۹۔

[2] جان میک گونی، ''کیا وہ ایک بیوی ہے یا ایک ماں؟ میجکینڈا میں سماجی ترتیب، عزت اور خطاب'' ،لینگویج اِن سوسائٹی ۲۲ (۱۹۹۳): ۱۹-۳۹، جس کا ذکر رچرڈ نے کیا۔ رچرڈ اے۔ ہڈسن، سماجی لسانیات (دوسرا ایڈیشن؛ کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۶)، ۱۲۴۔

دوسرے کیسے چیزوں کی نسلی نوعیت سے موافقت اختیار کرتے ہیں۔

یقیناً بائبلی متن بہت سے بائبلی کرداروں کے بارے میں ٹھوس نسلی معلومات فراہم کرتا ہے۔ لیکن بہت سی ایسی مثالیں بھی ہیں جہاں قاری کو دو گفتگو کرنے والوں کی متعلقہ نسلوں کے بارے میں کوئی معلومات نہیں دی گئیں۔ مثلاً یسوعؑ اور نیکدیمس سے متعلقہ پشتیں کونسی تھیں؟ یوں لگتا ہے کہ نیکدیمس بوڑھا تھا، یہودی معاشرے میں اُس کا رتبہ دیا گیا ہے لیکن کیا وہ ایک نسل بڑا تھا یا دو نسلیں؟ ایسی معلومات بائبلی زبانوں میں قواعد زبان کے تحت بیان نہیں کی گئی، تاہم اِس کا جاننا بہت ضروری ہے تاکہ مناسب اسم ضمیر کا استعمال کیا جا سکے۔

۲۔ تداولیات (Pragmatics)

۲.۱ باہمی تعاون کا اصول

کئی دہائیوں پہلے لسانی فلسفی اور ماہرین علم المعانی اس بات کے شعور تک پہنچے کہ ایک جملے کے لفظی معنیٰ اکثر و بیشتر متعلقہ ادائیگی کے اُن معنیٰ کے برخلاف تھے جن کا اظہار فطری زبان میں اور حقیقی خبر رساں سیاق و سباق میں ہوا تھا۔ بالالفاظ دیگر، ہم اکثر دوسروں کو وہ باتیں بتا رہے ہوتے ہیں جو ہم حقیقت میں نہیں کہتے، اور چیزوں کو ویسے سمجھتے ہیں جو حقیقت میں ہم نہیں سنتے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ انگریز فلسفی پال گرائس نے اِس مسئلے کا حل پیش کیا۔ اُس نے نشاندہی کی کہ فطری زبان کا بہت زیادہ معنیٰ زعیت میں استنباطی تھا،[1] اور مسئلہ فطری زبانوں کے معنوی اور نحوی قواعد میں نہیں ہے بلکہ ''گفتگو کے اصول و قواعد'' میں ہے۔[2]

گرائس کے نکتہ نظر کا اہم ترین بنیادی نکتہ بلاشبہ اُس کا مشہور باہمی تعاون کا اصول (CP) ہے جو بنیادی طور پر ایک فرد کے گفتگو میں حصے کو اُس مقام اتصال پر جہاں یہ واقع ہوتا ہے اتنا موزوں بنانے پر مشتمل ہے جتنا ممکن ہو۔ وہ تعاون کو چار عمومی درجوں میں بیان کرتا ہے جن میں ایک یا ایک سے زیادہ مسلمہ اصول ظاہر ہوتے ہیں۔[3]

---

[1] پال ایچ۔ گرائس، نحوی ساخت اور علم المعانی میں ''منطق اور گفتگو''۔ والیم ۳: گفتگو کے اعمال (ایڈیٹرز پیٹر کول اور جیری ایل۔ مارگن: نیویارک: اکیڈمک پریس، ۱۹۷۵)۵۸-۴۱۔

[2] رالف فیسلڈ، زبان کی سماجی لسانیات (آکسفورڈ: بلیک ویل، ۱۹۹۰)۔

[3] مطابقت کا نظریہ بحث کرتا ہے کہ گرائس کے تمام اصول ایک میں ضم کیے جا سکتے ہیں: متعلق رہیں۔

۱- مقدار

الف-اپنے حصے کے کام کو اُتنا معلوماتی بنائیں جتنا درکار ہے (تبادلہ کے حالیہ مقاصد کے لئے)۔

ب-جتنا درکار ہے اپنے حصے کے کام کو اُس سے زیادہ معلوماتی نہ بنائیں۔

۲- معیار

الف-وہ بات مت کہیں جسے آپ غلط یا جھوٹ سمجھتے ہیں۔

ب-وہ بات مت کہیں جس کے لئے آپ کے پاس موزوں ثبوت کی کمی ہے۔

۳- تعلق (متعلق رہیں)

۴- انداز

الف-اظہار میں دھندلے پن سے بچیں۔

ب-ابہام سے بچیں۔

ج-جامع رہیں (غیر ضروری طوالت سے بچیں)۔

د-ترتیب کا خیال رکھیں۔

گرائس بیان کرتا ہے کہ پانچ ایسے طریقے موجود ہیں جن میں ایک بولنے والا اِن اصولوں کی طرف ردِعمل ظاہر کرسکتا ہے۔[1] پہلا، یقیناً اِن پر عمل کرنا ہے۔ دوسرا طریقہ اِن کی خلاف ورزی کرنا ہے جیسے ایک فرد اُس وقت کرتا ہے جب دیدہ دانستہ جھوٹ بولتا ہے۔ تیسرا، بولنے والا کسی اصول سے گریز کرسکتا ہے۔ ایسا عموماً ہوتا نہیں لیکن ہوسکتا ہے، مثلاً کسی کے پاس گفتگو کے واقعے کے لئے درکار معلومات ہے لیکن وہ زیرِبار کیا گیا ہے کہ اُسے افشا نہ کرے جیسے کہ جب ایک شخص کہتا ہے ''میرے ہونٹ سلے ہوئے ہیں۔'' چوتھا امکان کسی اصول سے ٹکراؤ کا ہے کہ جب ایک اصول کی پیروی کرنا دوسرے کی خلاف ورزی لگتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اِس اصول پر تو عمل کرنے کے قابل نہیں ہوتا کہ ''اتنی

---

[1] فیسلڈ کی پانچ طریقوں کے بارے میں وضاحت جو ایک بولنے والا گرائس کے اصولوں کی جانب دکھا سکتا ہے، وہ گرائس کے اصولوں سے بہت زیادہ حد تک پڑھنے والے کے موافق ہے۔ اِس لئے میں نے یہاں بہت حد تک فیسلڈ کی پیروی کی ہے۔ دیکھئے، فیسلڈ، زبان کی سماجی لسانیات، ۱۳۰۔

معلومات بتائیں جتنی درکار ہے'' مگر اِس اصول کو نہیں توڑتا کہ '' جو کچھ آپ کہیں اُس کے لئے آپ کے پاس موزوں ثبوت ہونا چاہیے''۔ اصولوں سے برتاؤ کا سب سے دلچسپ انداز اُن میں سے ایک کا تمسخر اڑانا ہے۔ جب بولنے والا کسی اصول کا تمسخر اڑاتا ہے تو وہ اُس پر عمل نہیں کرتا لیکن اِس کے باوجود یہ الزام نہیں لگ سکتا کہ اُس نے اُسے توڑا ہے کیونکہ انحراف قطعی طور پر اتنا یقینی ہوتا ہے کہ بولنے والا جانتا ہے کہ وہ اُس اصول کی پیروی نہیں کر رہا اور جانتا ہے کہ گفتگو میں شریک ہر کوئی اِسے جانتا بھی ہے۔

یہ ہمیں مکالماتی ماخوذیت (conversational implicature) کے تصور کی طرف لے کر جاتا ہے۔ مکالماتی ماخوذیت بولنے والے کے لئے اِس بات کو ممکن بناتی ہے کہ جو کچھ درحقیقت کہا گیا ہے اُس سے زیادہ سُننے والے تک پہنچائے۔ آیئے ہم گرائس کی مثالوں میں سے ایک پر غور کریں:

[۱۶] A بظاہر ایک حرکت نہ کرنے والی کار کے پاس کھڑا ہے اور B اُس کے پاس آتا ہے اور مندرجہ ذیل تبادلہ واقع ہوتا ہے:

A: میرا پیٹرول ختم ہو گیا ہے۔

B: کونے پر ایک گیراج ہے۔

لفظی طور پر دیکھا جائے تو B کا ردِعمل غیر متعلقہ ہے۔ وہ سادہ طور پر A کو بتاتا ہے کہ ایک خاص قسم کا کاروبار کونے کے نزدیک واقع ہے اگرچہ A نے اُس کے بارے میں نہیں پوچھا۔ تاہم A تصور کرے گا کہ B کا جواب کسی حد تک متعلقہ ہے اور یہ کہ وہ یقیناً تعاون کر رہا ہے۔ لیکن B کے جواب کے متعلقہ ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ یہ یقین کرے کہ گیراج کھلا ہوگا اور غالباً بیچنے کے لئے پیٹرول بھی ہوگا۔[۱] اب سمجھے جانے والا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ A ایک چھوٹا فاصلہ چلنے اور کونے پر واقع گیراج سے پیٹرول خریدنے سے اِس مسئلے کو حل کر سکتا تھا۔

[۱۷] A اور B ڈنر کے لئے باہر جا رہے ہیں اور فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اُنہیں کہاں جانا چاہیے جب مندرجہ ذیل تبادلہ واقع ہوتا ہے:

A: کیا ہم چائنیز فوڈ کے لئے جائیں گے؟

B: میرا بلڈ پریشر زیادہ ہے۔

---

[۱] دیکھئے ہڈسن، زبان کی سماجی لسانیات۔

لفظی طور پر لیں تو B کا ردعمل A کے سوال کا جواب نہیں لگتا۔ A نے ہاں یا نہ کی توقع کے ساتھ سوال کیا ہے کہ وہ کہاں کھانے کے لئے جائیں گے، اور B اپنی صحت کے بارے میں کچھ معلومات دینے سے جواب دیتا ہے۔ تاہم A معمول کے مطابق تصور کرے گا کہ B تعاون کر رہا ہے اور وہ کوئی ایک راہ ڈھونڈے گا کہ سمجھ سکے کہ B نے کیا کہا ہے۔ دونوں اس بات کو جانتے ہیں کہ چائینیز فوڈ میں عموماً سوڈیم کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اور بلند فشار خون رکھنے والے افراد کو سوڈیم سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اب ماخوذ معنی یہ ہیں کہ B محسوس کرتا ہے کہ اُسے چائینیز فوڈ نہیں کھانی چاہئے؛ یعنی اُس کا اپنی صحت کے بارے میں یہ بیان سوال کا ایک منفی جواب تشکیل دیتا ہے۔

آج یہ سمجھا جاتا ہے کہ گفتگو کا تبادلہ خیال بڑی حد تک اُس سے زیادہ استنباطی ہے جتنا اِس کے بارے میں چند دھائیوں پہلے سوچا جاتا تھا۔ لیکن استخراجی صلاحیت جو معنی کی سمجھ کو ممکن بناتی ہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ ایک خاص گفتگو کے واقعے میں حصہ لینے والے بہت زیادہ مفروضے ایک دوسرے کو بتائیں۔ مثال [۱۷] کی گفتگو میں دونوں حصہ لینے والوں کی لازماً اِس مفروضے سے آگاہی ہونی چاہئے کہ چائینیز فوڈ میں سوڈیم کی مقدار زیادہ پائی جاتی ہے اور یہ کہ سوڈیم بلند فشارِ خون رکھنے والے لوگوں کے لئے برا ہے تاکہ ماخوذیت قائم کی جائے اور درست نتیجہ نکالیں۔ اور اِس بات کا بہت زیادہ امکان ہے کہ ثقافتی طور پر مختلف شریک کاروں کے مجموعوں کے مابین ایک ہی جیسا تبادلہ مکمل طور پر مختلف سمجھے جانے والے مفاہیم پیدا کرے گا۔[1]

اب ہم گرائس کے اصولوں کے بین السانیاتی اطلاق پر غور کریں گے۔ آیئے پہلے سے فرض کریں کہ ایک متن کے اصل قارئین مصنف کے ساتھ جو آخر کار اُن کے لئے لکھ رہا تھا کئی مفروضوں پر یکساں آگاہی رکھتے ہیں۔ مصنف پیغام کو اپنے سامعین کے لئے ہم آہنگ بناتا ہے اور اُن اقسام کے متنوں سے واقف ہے جو وہ سمجھنے کے قابل ہوں گے۔ تاہم ماخذ متن کے ایک ترجمے کے قارئین مختلف کشتی کے سوار ہیں۔ وہ اصل مصنف کے مفروضوں سے کم یا زیادہ آگاہی رکھیں گے اور اس کا انحصار اِس بات پر ہوگا کہ وہ ماخذ متن سے ثقافتی، دُنیاوی اور لسانیاتی طور پر کتنی دور ہیں۔ اور جس حد تک وہ مصنف کے مفروضوں کے ساتھ آگاہی نہیں رکھتے، اتنا زیادہ وہ اُس کے معانی درستی سے سمجھنے کے قابل نہ ہوں

---

[1] روت کیمپسن، علم المعانی کی پیش قیاسی اور حد بندی (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۷۵)۔

گے۔ ایسی صورتحال مترجم کے لئے کچھ بے ضرر مداخلت کو ضروری بنا دے گی کہ وہ پیغام وصول کرنے والے قاری کی مدد کرے تا کہ وہ نا قابل پہنچ مفہوم کو سمجھ سکے۔

ایک دلچسپ سوال یہ ہے کہ کیا گرائس کے اصول خود عالمگیر ہیں اور کس حد تک ہیں۔ کیا باہمی تعاون کا یہ اصول سماجی مکالمے کی تمام ثقافتوں میں راہنمائی کرتا ہے؟ یقیناً کچھ علما سوچتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ الینور آکس کینان [1] بحث کرتی ہے کہ مالاگاسی بولنے والے (مڈغاسکر کے رہنے والے) اس اصول کی پیروی نہیں کرتے کہ ''اپنے حصے کے کام کو اُتنا معلوماتی بنائیں جتنا درکار ہے''۔ اُس نے نشاندہی کی کہ:

گرائس کے نزدیک ''اُتنا معلوماتی ہونا جتنا درکار ہے'' کا مطلب ہے ''اتنا معلوماتی جتنا دوسرے شخص کی ضرورتوں کے مطابق درکار ہے۔'' آخرکار اپنے گفتگو کرنے والے ساتھی کی معلوماتی ضروریات کو پورا کرنا ہی ایک فرد کو ''تعاون کرنے والا'' بناتا ہے۔ لیکن مالاگاسی بولنے والے مستقل طور پر غیر معلوماتی ہیں۔ آکس کینان نے اِس کی چند وجوہات بیان کی ہیں۔ مالاگاسی معاشرے میں ایک فرد کی زندگی دوسرے افراد کے سامنے کھلی کتاب کی مانند ہوتی ہے۔ اُن کی ایک مشترک تاریخ ہے، ہر روز ایک سے کام کرتے ہیں، وہی سرگرمیاں روزانہ سرانجام دیتے ہیں، یکساں جگہوں پر جاتے ہیں، اور عمومی طور پر اپنے ہمسایوں کی جانچ پڑتال کرنے والی متجسس نگاہوں کے سامنے اپنی زندگیاں بسر کرتے ہیں۔ ''نئی معلومات'' جس کا علم فوراً نہیں ہوتا یہ اُس کے حصول کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ آیئے ایک اور مثال دیکھیں:

[۱۸] A کی B کے ساتھ گلی میں ملاقات ہوتی ہے اور مندرجہ ذیل تبادلہ واقع ہوتا ہے:

A: تمہاری والدہ کہاں ہیں؟

B: وہ یا تو گھر پر ہیں یا پھر مارکیٹ میں ہیں۔

بہت سے مغرب کے رہنے والے سمجھیں گے کہ B معلومات افزائی کے اصول کی پیروی نہ کرنے

---

[1] الینور آکس کینان، ''گفتگو کے معنوں کی عالمگیریت''، سٹڈیز اِن لینگوئج ویری ایشن (ایڈیٹرز، رالف فیسلڈ اور راجر شوے؛ جارج ٹاؤن: جارج ٹاؤن یونیورسٹی پریس، ۱۹۷۷ء)۔

سے ایک سمجھے جانے والا مفہوم سامنے لا رہا ہے: B نہیں جانتا کہ اُس کی والدہ کہاں ہے۔ تاہم آکس کینان کا ماننا ہے کہ مالا گاسی ثقافت میں ایسی کوئی بھی ماخوذیت تصور نہیں کی جا سکتی'' کیونکہ یہ توقع کہ بولنے والے معلوماتی ضروریات کی تسکین کریں گے ایک بنیادی معیار نہیں ہے۔''[1] یوں آکس کینان رائے دیتی ہے کہ اصول ''معلوماتی ہوں'' مالا گاسی معاشرے میں غیر موثر ہے۔

آکس کینان کہتی ہے کہ مالا گاسی بولنے والوں کی معلومات افزائی نہ ہونے کی ایک اَور وجہ ئی معلومات کی سچائی کی طرف سپردگی کے لئے اُن کی غیر آمادگی ہے۔ وہ ممکنہ خوفناک نتائج کی وجہ سے ''پہنچائی گئی معلومات کے لئے ذمہ دار ٹھہرایا جانا نہیں چاہتے'' کہ کہیں وہ معلومات غلط ثابت نہ ہو جائیں۔ یقیناً اگر یہ معاملہ ہے کہ مالا گاسی بولنے والے اِس لئے معلومات کو روک لیتے ہیں کیونکہ وہ واقعتاً خوف رکھتے ہیں کہ یہ غلط ثابت ہو سکتی ہیں، تو یہ اِس بات کا اشارہ نہیں ہے کہ ''معلوماتی ہوں'' بے تاثیر ہے اور اِس کے اور ''وہ بات مت کہیں جس کے لئے آپ کے پاس موزوں ثبوت کی کمی ہے'' کے درمیان ایک تصادم ہوگا۔

اگر یہ سچ ہے کہ مثال [۱۸] میں B کا ردِعمل مالا گاسی بولنے والوں تک سمجھے جانے والا مفہوم منتقل نہیں کرتا کہ B اپنی ماں کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے، تو تب یہ اِس دعوے کو تقویت فراہم کرے گا کہ ایک دیا جانے والا تبادلہ مختلف ثقافتوں کے شریک کاروں کے لئے مختلف ماخوذیت پیدا کر سکتا ہے۔

ویئرزبیکا ایک اَور ماہرِ لسانیات ہے جو گرائس کے اصولوں کی عالمگیریت کے ساتھ متفق نہیں ہے اور اِس بارے میں بحث کرتی ہے کہ وہ ایک اہانت آمیزانہ انگلستانی نکتہ نظر پر مبنی ہیں جو بتاتا ہے کہ سماجی گفتگو میں کیا معیاری ہے۔[2] میں یقین رکھتا ہوں کہ اِس حصے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ تاہم کیا اِس کا یہ نتیجہ نکالنا چاہئے کہ مختلف ثقافتوں اور زبانوں کے لوگ اصولوں کے مختلف مجموعوں کے ساتھ گفتگو کے مہذب ہونے پر نظر رکھتے ہیں، یقیناً اِس کے واضح طور پر ترجمے کے لئے مضمرات ہوں گے۔ مثلاً متی ۲۶: ۶۳، ۶۴ میں جب یسوؔع کو صدر عدالت میں پیش کیا گیا تو سردار کاہن تقاضا کرتا ہے کہ

---

[1] آکس کینان، ''گفتگو کے معنوں کی عالمگیریت''، ۲۵۸۔

[2] اینا ویئرزبیکا، بین الثقافتی تداولیات: انسانی تعامل کا علم المعانی (برلن: Mouton de Gruy ter، ۱۹۹۱)۔

بتوع قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ خدا کا بیٹا مسیح ہے۔اور یسوعؑ کا جواب سادہ سا یہ ہے کہ "Su eipas" (تُو نے کہہ دیا)۔اگر اِسے لفظی طور پر لیا جائے تو یہ جواب پوچھی گئی تمام معلومات فراہم کرتا دکھائی نہیں دیتا۔اب اگر اُس کے نکتہ نظر کو لیں تو اُس کی روشنی میں یسوعؑ تعاون کرنے والا نہیں لگتا،اور بلاشبہ اِسی حقیقت نے NIV کے مترجمین کو جواب یوں پھیلانے پر مجبور کر دیا "Yes, it is as you say" (ہاں ایسا ہی ہے جیسا تُو کہتا ہے)، جو اِسے زیادہ اثباتی بناتا ہے۔لیکن یہ گفتگو کے عمل کے ضابطوں اور علت عملیوں کا ایک معاملہ ہو سکتا ہے۔(دیکھیے ۲.۶)

۲.۶ گفتگو کے اعمال

تداولیات کے ماہرین کی بڑی دلچسپیوں میں سے ایک گفتگو کے اعمال کا تجزیہ رہی ہے۔لسانی فلسفیوں آسٹن اور سرل نے نشاندہی کی کہ جب ہم بولنے کے لئے زبان کا سہارا لیتے ہیں تو صرف الفاظ ادائیگی نہیں کرتے بلکہ ہم کوئی عمل بھی کرتے ہیں۔انگریزی میں کچھ کام جو ہم کرتے ہیں یہ ہیں: وعدہ کرنا، دھمکانا، درخواست کرنا، متنبہ کرنا، حکم دینا، منت کرنا، توثیق کرنا، انکار کرنا، رائے دینا، شکایت کرنا، اعتراف کرنا، اقرار کرنا، وضاحت کرنا، تبصرہ کرنا، معذرت کرنا، تنقید کرنا، شرط پیش کرنا، مشورہ دینا، بیان کرنا، دعوت دینا، سرزنش کرنا۔انگریزی میں اِس طرح کے سینکڑوں فعل ہیں جو گفتگو کے مختلف اعمال کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوئے ہیں، اور مختلف ماہرین لسانیات نے اِن کی مختلف انداز میں درجہ بندی کی ہے۔مثلاً فریزر گفتگو کے عمل کی مندرجہ ذیل صنف بندی تجویز کرتا ہے:[1]

[۱۹]

الف۔ منوانے کے عمل: الزام لگانا، وکالت کرنا، توثیق کرنا، دعویٰ کرنا، رائے دینا، تسلیم کرنا، نتیجہ نکالنا وغیرہ۔

ب۔ تجزیہ کرنے کے عمل: جانچنا، اندازہ لگانا، تصدیق کرنا، کردار بیان کرنا، اندازہ لگانا، شمار کرنا، عدالت کرنا وغیرہ۔

ج۔ بولنے والے کے رویے کو ظاہر کرنے والے عمل: قبول کرنا، آفرین کہنا، نصیحت کرنا، متفق ہونا، معذرت کرنا، الزام لگانا وغیرہ۔

---

[1] بروس فریزر، نحوی ساخت اور علم المعانی میں "محدود کیے گئے اقوال"۔ والیم ۳: گفتگو کے اعمال (ایڈیٹرز پیٹر کول اور جیری ایل۔ مارگن: نیو یارک: اکیڈمک پریس، ۱۹۷۵)۔

د۔ مقرر کرنے والے عمل: تخفیف کرنا، کردار بیان کرنا، چننا، درجہ بندی کرنا، بیان کرنا، تعریف کرنا، نامزد کرنا وغیرہ۔

ہ۔ درخواست کرنے کے عمل: گزارش کرنا، پوچھنا، منت کرنا، التجا کرنا، تاکید کرنا، استدعا کرنا، حکم دینا، درخواست کرنا، اصرار کرنا وغیرہ۔

و۔ رائے دینے کے عمل: سرزنش کرنا، مشورہ دینا، وکالت کرنا، انتباہ کرنا، صلاح دینا، نصیحت کرنا، تجویز کرنا وغیرہ۔

ز۔ اختیار چلانے کے عمل: ختم کرنا، منسوخ کرنا، قبول کرنا، اپنانا، توثیق کرنا، برکت دینا، الزام لگانا وغیرہ۔

ح۔ سوچنے کے عمل: قبول کرنا، تصور کرنا، تسلی دینا، حوالے کرنا، مخصوص کرنا، وعدہ کرنا، اختیار کرنا، قسم کھانا وغیرہ۔

مخصوص گفتگو کے عمل کی اقسام یا اُن کی تعداد کے بارے میں کبھی بھی اتفاق رائے نہیں رہا، اور یوں انتہائی کم امکان لگتا ہے کہ شاید ہی کبھی کوئی ایسی چیز سامنے آئے جو عالمگیر بھی ہو اور ایک قابل قبول طریقے سے کم تعداد میں اقسام بھی رکھتی ہو۔[1] یہ واضح ہے کہ گفتگو کے اعمال کی تعداد اور اقسام میں ایک زبردست تنوع پایا جاتا ہے جو بین السانیاتی طور پر واقع ہوتے ہیں۔ انگریزی افراط سے ایک بڑا مجموعہ رکھتی ہے جبکہ مایان زبانیں بہت کم سے گزارہ کرتی دکھائی دیتی ہیں (کہنا، بتانا، پوچھنا)۔[2] کاچکل زبان میں ایسے افعال نہیں دکھائی دیتے جو دھمکانا، متنبہ کرنا، اقرار کرنا سے ملتے جلتے ہوں۔ یقیناً گفتگو کے اعمال کے ناموں کی کمی سے لازم نہیں ہے کہ یہ مطلب نکلے کہ ایک زبان اُن گفتگو کے اعمال کو عمل میں نہیں لا سکتی۔ مثلاً کاچکل زبان بولنے والے دوسروں کو آنے والے خطرے کے بارے میں متنبہ کر سکتے ہیں باوجود کہ اُن کے پاس متنبہ کرنے کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے۔ لیکن ایسا تصور کرنا انتہائی معقول معلوم ہوتا ہے کہ ایک زبان اُن گفتگو کے اعمال کے لئے نام رکھتی ہوگی جو ثقافتی طور پر

---

[1] دیکھئے، کلف گوڈرڈ، علم المعانی کا تجزیہ، ایک عملی تعارف، ۱۴۳۔

[2] تاہم ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مایان زبانیں سادہ طور پر مختلف گفتگو کے عمل کے افعال رکھتی ہیں۔ مثلاً، مارگریٹ ڈِک مین (شخصی ابلاغ) کے مطابق جاکالٹیک زبان (Jakaltek) ایک گفتگو کے عمل کا فعل رکھتی ہے جو "دریا کے پاس آہستہ بات کرنے" کا مفہوم رکھتا ہے۔

۱؎ گمپرز کہتا ہے کہ "تمام معاشروں کے افراد رابطے کے مخصوص معمولوں کو پہچانتے ہیں جنہیں وہ ممتاز، مکمل حصوں کے طور پر دیکھتے ہیں، جو گفتگو کی دوسری اقسام سے مختلف ہوتے ہیں۔"۲؎ اور وہ مزید کہتا ہے "یہ اکائیاں اکثر خاص نام رکھتی ہیں۔" ہائمز سمجھتا ہے کہ "گفتگو کے اعمال کی پکڑ کے لئے ایک اچھی نسلی جغرافیائی تکنیک... اُن الفاظ کے ذریعے سے ہے جو انہیں واضح کرتے ہیں۔"۳؎

ویرزبیکا کے نزدیک، گفتگو کے اعمال سادہ طور پر مختصر گفتگو کی اقسام ہیں اور اُن کے نام (سوال، متنبہ، دھمکانا) لوک صف بندیوں کے اصول ہیں جو مخصوص زبان اور ثقافت سے تعلق رکھتے ہیں۔ غالباً کوئی بھی اصطباغ، گناہ سے چھٹکارا اور شادی کی تجویز دینے والے گفتگو کے اعمال کی زبان سے متعلقہ نوعیت پر بحث نہیں کرے گا۔ تاہم ویرزبیکا اِس بات کی قائل ہے کہ وعدہ کرنا، حکم دینا اور متنبہ کرنا جیسے بظاہر نظر آنے والے عالمگیر گفتگو کے عمل کم طور پر زبان سے متعلقہ نہیں ہیں۔ مثلاً کا کچکل زبان میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے جو وعدہ سے ملتا جلتا ہو۔ وعدہ کے ترجمے کے لئے جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ وہی ہے جو وہ پیشکش کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اس میں وعدہ کی نسبت کم درجے کی سپردگی پائی جاتی ہے۔

ویرزبیکا نشاندہی کرتی ہے کہ گفتگو کے عمل کی اقسام دو طریقوں بیرونی یا اندرونی میں سے ایک میں بیان کی جاتی ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ جب اِن کا مطالعہ بیرونی انداز سے کیا جاتا ہے تو محققین اِس طرح کے معاملات پر بحث کرتے ہیں "یا کوتی زبان میں برکتیں اور لعنتیں۔" جب اُن کا مطالعہ اندرونی انداز سے کیا جاتا ہے تو ہمیں کونا زبان ۴؎ میں "namakke" (نامکے) اور "sunmakke" (سُن مکے) سے ملتے جلتے موضوعات ملتے ہیں۔۵؎ یعنی ایک دی گئی ثقافت کی گفتگو کی اقسام اُن کی اپنی

۱؎ ویرزبیکا، بین الثقافتی تداولیات، ۱۵۰۔

۲؎ جان گمپرز اور ڈل ہائمز (ایڈیٹرز)، سماجی لسانیات میں سمتیں (نیویارک: ہالٹ، رینہارڈ اور ونسٹن، ۱۹۷۲)، ۱۷، جس کا ذکر ویرزبیکا نے بین الثقافتی تداولیات میں کیا۔

۳؎ ڈل ہائمز، "بولنے کا نسلی جغرافیہ"، بشریات اور انسانی رویہ (ایڈیٹرز، ٹی۔ گلیڈون اور ڈبلیو۔ سی۔ سٹرٹ ایوانٹ: واشنگٹن، ڈی۔ سی۔: انتھروپولاجیکل سوسائٹی آف واشنگٹن، ۱۹۶۲)، ۱۱۰۔

۴؎ جوئیل شرضر، بولنے کے کونا انداز: نسلی جغرافیہ کا تناظر (آسٹن: یونیورسٹی آف ٹیکساس پریس، ۱۹۸۳)، ۹۸۔

۵؎ یہ اصطلاحات رسمی کونا کے مخصوص اقسام کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو صرف اُن کے مذہبی راہنما گروہی ملاقاتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اِن میں سے کون سی اصطلاح استعمال ہو گی اُس کا انحصار اِس بات پر ہے کہ کیا ایک مذہبی راہنما موجود ہے یا زیادہ۔

اصطلاحات میں دیکھی جاتی ہیں۔ پہلے بتائے گئے طریقے کی کمزوری یہ ہے کہ یہ ایک زبان کی لوک صنف بندی کو دوسری میں لاگو کرتی ہے۔ الفاظ جیسے کہ "judging" (عدالت کرنا)، "acclaiming" (آفرین کہنا) اور "apologizing" (معذرت کرنا) انگریزی کے گفتگو کے عمل کی لوک صنف بندیوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور گفتگو کے عمل کے افعال کی صنف بندیاں ثقافت سے مخصوص ہوتی ہیں۔ سو ایک دوسری ثقافت کے گفتگو کے اعمال کا تجزیہ کرنے کے لئے اِنہیں استعمال کرنا دوسری ثقافت کے گفتگو کے اعمال پر انگریزی کے گفتگو کے اعمال کے ایک پیمانے کے ذریعے نگاہ کرنا ہے۔ دوسرے طریقے میں خامی یہ ہے کہ اصطلاحات "namakke" (نا مکّے) اور "sunmakke" (سُن مکّے) باہر والوں کے لئے زیادہ قابل رسائی نہیں ہیں۔

ایک دلچسپ مشق لاؤ اور نداز گریگ لیکسیکن[1] میں ابلاغ کے حلقہ اثر کے ذریعے دیکھنا ہے (سیکشن ۳۳)۔ اندراج کی ایک حیرت انگیز تعداد یونانی گفتگو کے عمل کے افعال ہیں جن کے کوئی ایک مفردی انگریزی مترادف نہیں ہیں اور اِس لئے لازماً اِن کی وضاحت کی جانی چاہئے۔ مثلاً فعل "paradidomi" (پیراڈیڈومی) کا مطلب ہے ''روایتی تربیت منتقل کرنا جو اکثر ایک لمبے عرصے پر محیط ہوتی ہے۔'' اِس کی جو انگریزی وضاحت کی جاتی ہے وہ سادہ طور پر اصطلاحات "to instruct, to teach" (ہدایت کرنا، سکھانا) ہیں جن میں واضح طور پر ''روایتی'' اور ''ایک لمبے عرصے پر محیط'' کے پہلوؤں کی کمی پائی جاتی ہے۔ فعل "sophronidzo" (سوفرونِڈزو) کا مطلب ''کسی کو عقلمندانہ اور بنے کے انداز میں برتاؤ کرنا سکھانا'' ہے جس کی وضاحت سکھانا اور تربیت کرنا ہے۔ فعل "entrepho" (اینٹریفو) کا مطلب ''عملی علم کے کسی حصے میں مہارت کے مقصد کے ساتھ ہدایت اور تربیت فراہم کرنا ہے۔'' اور اِس کی تجویز کردہ وضاحتیں پچھلی مثال کی طرح ہدایت کرنا اور سکھانا ہیں۔ تینوں افعال کی وضاحت سکھانا کی گئی ہے۔ اگر ہم تینوں کا ترجمہ سکھانا کرتے ہیں تو یقیناً ہم اُن کے معنیٰ کے ایک بڑے حصے سے محروم ہو رہے ہوتے ہیں اور اِس کے ساتھ ساتھ اِس حقیقت کو نظر انداز بھی کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ مختلف افعال ہیں۔ اگر ہم اِن وضاحتوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں اور اُن کا ترجمہ بالترتیب ہدایت کرنا، سکھانا اور تربیت کرنا کریں، تو تب بھی ہم اِن کے پورے معنیٰ کو گرفت میں لینے

---

[1] جوہینز پی لاؤ اور یوجین اے۔ نِدا، گریگ۔ انگلش لیکسیکن (نیویارک: یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز، ۱۹۸۸)۔

کے نزدیک نہیں ہیں۔ اب جو کچھ ہم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ ترجمے میں اُن میں تمیز کرنا۔

یونانی فعل "kauchaomai" (کاوَخاہومائے) پولس کا ایک پسندیدہ لفظ ہے اور اِسے انگریزی میں "boast" (فخر) سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ لیکن بہت سے سیاق و سباق میں یہ دبا ہوا لگتا ہے۔ حقیقت میں اِس کا کیا مطلب ہے "شریعت پر فخر" یا "اپنی امید پر فخر" یا "اُن باتوں پر فخر کرنا جو بری کمزوری سے متعلق ہیں"؟ بہت سے مترجمین نے سادہ طور پر یہ تصور کیا کہ اِس یونانی کے گفتگو کے عمل کرنے والے فعل کا مطلب وہی ہے جو انگریزی کے فعل "boast" (فخر) کا ہے، سو اِس طرح سے اُنہوں نے اِس کا ترجمہ کیا ہے۔ تاہم "boast" (فخر) کے برعکس "kauchaomai" (کاوَخاہومائے) ہمیشہ خود پر مرکوز نہیں ہوتا اور ضروری نہیں ہے کہ کرنے کے لئے ایک منفی چیز ہو۔ اِس لئے تسلسل کے ساتھ اِس کا ترجمہ "boast" (فخر) کرنا متن کے معنٰی کو بگاڑ دیتا ہے۔ جارج ڈیوس جو مضمون "پولس کی تحریرات میں فخر کرنا" کا مصنف ہے، یہ کہتا ہے کہ "kauchaomai" (کاوَخاہومائے) اکثر توکل کے موضوع کے ساتھ منسلک ہے اور رائے دیتا ہے کہ رُومیوں ۵:۲ میں ہم اِس کا ترجمہ "take confidence in" "پر بھروسا کریں" (شخصی رابطہ) کرتے ہیں۔ یہ مفہوم "boast" (فخر) سے بہت مختلف ہے اور ایک گفتگو کے عمل کا اشارہ واضح نہیں ہے۔ ڈیوڈ بائیر (شخصی رابطہ) نشاندہی کرتا ہے کہ ہفتادی ترجمے میں یہ فعل اور اِس کے اسم سے متعلق ماخوذات اکثر و بیشتر پرستش اور خوشی کرنے سے متعلقہ عبرانی الفاظ کا ترجمہ کرنے کے لئے استعمال ہوئے ہیں، گو کہ بظاہر کلاسیکی یونانی میں اُن کے یہ معنٰی نہیں تھے۔ کچھ مترجمین نے درحقیقت اِسے کچھ حوالوں میں ایسے ہی ترجمہ کیا ہے۔[1]

"kauchaomai" (کاوَخاہومائے) کا جو بھی مطلب ہے، یہ واضح ہے کہ انگریزی میں مترادف گفتگو کے عمل کا فعل نہیں ہے۔

مختلف زبانوں کے بولنے والے مختلف گفتگو کے عمل ادا کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی وہ اُن حکمت عملیوں میں بھی مختلف ہوتے ہیں جو وہ اُسی طرح کے گفتگو کے عمل بنانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

---

[1] دیکھئے، زبور ۵۵:۱۱ (rejoice: CEV; exult :NRSV) اور زبور ۸۹:۱۷ (exult :NRSV; exult: CEV (be happy۔

انگریزی میں صیغہ امر موجود ہیں اور اِس لئے براہ راست یہ کہنے کا امکان موجود ہے کہ '' کھڑکی کھول دو۔'' تاہم روایتی اینگلوسیکسن انگریزی بولنے والے زیادہ تر صورتحال میں صیغہ امر استعمال کرنے میں رغبت نہیں رکھتے، بلکہ اِس کے برعکس ایسی حکمت عملی کو ترجیح دیتے ہیں جو کم براہ راست ہو۔ چناؤ کے لئے بالواسطہ گفتگو کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے جیسے: '' کیا آپ کھڑکی کھول سکتے ہیں؟'' '' کیا آپ کھڑکی کھول سکیں گے؟'' '' آپ کھڑکی کھولتے ہوئے برا تو نہیں مانیں گے؟'' '' یہاں کچھ گرمی ہے، کیا آپ ایسا نہیں سوچتے؟'' ویئرزبیکا نشاندہی کرتی ہے کہ گو انگریزی اور پولش دونوں میں یہ کہنا ممکن ہے '' کیا آپ مجھے نمک دے سکتے ہیں؟''

لیکن یہ صرف انگریزی ہی میں گزارش سمجھی جائے گی۔[1] ایک پولش جو انگریزی سیکھ رہا ہوا سے اِس جملے کے تجویز کردہ معنٰی اور یہ حقیقت کہ یہ ایک بالواسطہ درخواست کا اظہار کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے، دونوں باتیں سیکھنے کی ضرورت ہے۔ پولش لوگ گزارش کرنے کے لئے سوالات استعمال نہیں کرتے اور جب انگریزی بولنے والے ایسا کرتے ہیں تو وہ پولش لوگوں کے نزدیک احمقانہ دکھائی دیتے ہیں۔

پولش سادہ صیغہ امر استعمال کرنے کا زیادہ رجحان رکھتے ہیں، اِس لئے انگریزی بولنے والوں کو مبہم جو اور ناقابل برداشت معلوم ہوتے ہیں۔ تاہم انگریزی بولنے والے ایک دوسرے کو احمقانہ نہیں لگتے بلکہ وہ شائستہ لگتے ہیں، اور پولش بولنے والے ایک دوسرے کے لئے مبہم جو نہیں ہوتے بلکہ محض مناسب طور پر وثوق سے بات کرنے والے لگتے ہیں۔

ایک موثر مترجم یقیناً ایسی دو زبانوں کے مابین ترجمہ کرتے ہوئے اِس حقیقت کو ذہن میں رکھے گا۔ اگر ایک پولش متن کے انگریزی ترجمے میں پولش لوگ مبہم جو اور ناقابل برداشت دکھائی دیں تو ایسا ترجمہ ناقص ہوگا۔ اِسی طرح ایک انگریزی متن کا پولش ترجمہ ناقص ہوگا اگر عمومی گفتگو احمقانہ لگے۔ یونانی اور انگریزی گفتگو کے عمل کی حکمت عملیوں میں یہ وہ غیر یکسانیت ہو سکتی تھیں جس کی وجہ سے صدر عدالت کی طرف یسوعؑ کا ردعمل (۱.٦ میں مذکور) ہمیں عجیب طور پر مائل بہ گریز لگتا ہے اور اِس کے باوجود اُس کی عدالت کرنے والوں کی طرف سے اِسے بظاہر ایک توثیق سمجھا گیا۔ مترجمین کو نہ صرف بنیادی گفتگو کے عمل کے نظریے کے بارے میں بلکہ ہدفی زبان کے مقابلے میں ماخذ زبان کے

---

[1] بین الثقافتی تداولیات۔

منصوبوں میں گفتگو کے اعمال اور ضابطوں کے بارے میں بھی تربیت حاصل کرنی چاہئے اور یہ شناخت کرنے کے لئے سکھائے جانے چاہئیں۔[1]

۷۔ علم ہجا/ املاؤں پر وسیع تجاوز/ انحراف

وہ مقامی زبانیں جن میں مضبوط ادبی روایت کی کمی ہوتی ہے اُن میں ترجمے کے منصوبوں میں اکثر و بیشتر اس مسئلے کے ساتھ سامنا کرنا پڑتا ہے کہ زبان کیسے لکھی جائے۔ امریکی سرزمینوں پر پائے جانے والے منصوبے ہمیشہ رومن حروف تہجی استعمال کرتے ہیں، اِس لئے حروف تہجی کا چناؤ مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن جب یہ چناؤ کیا جا چکا ہے تب بھی کئی امکانی املائی اور ہجائی مسائل اپنی جگہ پر موجود ہیں۔

حروف تہجی اور علم ہجا کی اصطلاحات کے درمیان امتیاز کرنا اکثر غیر واضح ہوتا ہے۔ ایک زبان کو املائی طور پر پیش کرنے کے لئے حروف تہجی علامتوں کا ایک مخصوص مجموعہ ہوتا ہے۔ مثلاً رومن حروف تہجی جو انگریزی اور دوسری مغربی یورپی زبانوں کے لکھنے کے لئے استعمال ہوئے ہیں، واضح طور پر سلافی حروف تہجی (Cyrillic alphabet) سے جو کئی سلاوی زبانوں (Slavic languages) جیسے روسی زبان لکھنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں فرق ہیں، اور اِسی طرح یونانی حروف تہجی اور خاص طور پر عبرانی حروف تہجی سے بھی فرق ہیں۔ علم ہجا کا تعلق ایک مخصوص زبان میں آوازوں کو ظاہر کرنے کے لئے علامتوں کو دیئے گئے روایتی استعمال سے ہے، اور یہی وہ مقام ہے جہاں زیادہ تر مسائل سر اُٹھاتے ہیں۔

ایک اختلاف جو اکثر سامنے آتا ہے علم ہجا میں ظاہر ہونے کے لئے صوتی تفصیل کا درجہ ہے۔ آیئے p کی مثال لیں جیسے کہ وہ انگریزی میں استعمال ہوتا ہے۔ زیادہ تر انگریزی بولنے والے یہ سوچتے ہیں کہ ایک p جو p ہے وہ p ہے۔ تاہم درحقیقت سے سچ نہیں ہے۔ جب p ایک لفظ کے شروع میں آتا ہے جیسے "pot" تو اِسے خاص طور پر ہلکی سی ہوا پُھلا کر جسے ہواکشی کہتے ہیں بولا جاتا ہے۔ اگر آپ کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اپنے منہ کے سامنے تھام کر رکھیں اور "pot" بولیں تو آپ کاغذ کو ہلتا ہوا دیکھیں

---

[1] سیدھے پن کے ساتھ گفتگو جس کے ساتھ ایک گزارش تشکیل دی جانے کے لئے سماجی ثقافتی وجوہات کے گہرے مطالعے کے لئے دیکھئے، پینیلوپ براؤن اور سٹیفن لیونسن، شائستگی، زبان کے اظہار میں کچھ عالمگیر اظہار (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۸۷)۔ اُن کے مطالعے کے بائبل کے ترجمے میں درپیش کسی مشکل پر اطلاق کے لئے دیکھئے، تمتھی ولٹ، "معیزر' اینڈ' کرائسٹ اِن پال'، 'دا بائبل ٹرانسلیٹر ۷ ۴ (۱۹۹۶): ۲۳۲-۲۳۰۔

گے۔تاہم اگر p شروع میں نہیں ہے بلکہ اُس سے پہلے s ہے جیسے لفظ "spot" میں ہے تو کاغذ بہت کم ہلے گا کیونکہ s کے بعد p ہوا پھلا کر نہیں بولا جاتا۔ لفظ کے آخر میں آنے کی صورت میں جیسے "top" ہے p ہوا پھلا کر بھی بولا جاسکتا ہے اور نہیں بھی۔[1] اگر ہم p کے تلفظ میں اِن اختلافات کو دکھانا چاہیں تو ہم ہوا کو پھلا کر بولنے کا اظہار بالا نوشت h کے ذریعے کریں گے۔تب ہم "pot" کو "phot" اور "spot" کو محض "spot" لکھیں گے، جبکہ "top" کو "top" (جب ہوا کو پھلا کر بولنا نہ تصور کیا جائے) یا پھر "toph" لکھیں گے، جبکہ "top" کو "top" (جب ہوا کو پھلا کر بولنا نہ تصور کیا جائے) یا پھر "toph" لکھیں گے۔ایسے کرنے سے ہم اِن تین الفاظ کے تلفظ کو زیادہ درستی سے ظاہر کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔لیکن ہم اپنے علم ہجا کو پیچیدہ بنانے کی قیمت بھی چکاتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے انگریزی میں p مختلف سیاق وسباق میں مختلف طرح سے بولا جاتا ہے۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انگریزی میں ایک سے زیادہ p موجود ہیں۔اِس کا صرف یہ مطلب ہے کہ جب انگریزی p کئی دوسری آوازوں یا لفظ کی حدوں کے ساتھ تعلق میں آتا ہے تو یہ سیاق وسباق اُس انداز پر جس طرح یہ بولا جاتا ہے اثر ڈالتا ہے۔ جب ہم جان بوجھ کر p کو اُس وقت ہوا پھلا کر ادا کریں جب ایسا نہیں کرنا چاہئے یا جب اِسے ہوا پھلا کر ادا کرنا چاہئے تو اِس کو نظر انداز کر دیں، تو یہ معنٰی کو تبدیل نہیں کرتا۔درحقیقت کئی غیر مقامی انگریزی بولنے والے ایسا ہی کرتے ہیں اور اِس کا تعلق اُس حقیقت کے ساتھ ہوتا ہے جو اُن کے غیر ملکی لہجے کو ترتیب دیتی ہے۔یہ سب صوتیات کے ماہرین کے لئے دلچسپی کا باعث ہے، لیکن ایسی معلومات ایک عام انسان کے لئے جو انگریزی پڑھنے کی کوشش کرتا ہے کسی عملی استعمال کا باعث نہیں ہے۔سو علم ہجا میں اِسے شامل کرنے کے لئے کوئی جواز نہیں ہے۔[2]

یہ انگریزی p اپنی مجرد حالت میں جہاں اِس کے سیاقی متغیرات پر غور نہ کیا جائے، ایک ایسی مثال ہے جسے ماہر لسانیات صوتیہ کہتے ہیں۔یہ کہا جاسکتا ہے کہ صوتیے ایک زبان کی آوازیں ہوتی ہیں جہاں بولنے والے اِن سے واقف ہوتے ہیں۔اِس مثال میں صرف دو سیاقی تغیرات (p اور ph) "allophones"

---

[1] جو کچھ p کے بارے میں کہا گیا ہے اُس کا اطلاق آخر میں آنے والے t اور k پر بھی ہوتا ہے۔

[2] یقیناً ماہرین صوتیات کو درست طور پر تلفظ ریکارڈ کرنے کے مقصد کے تحت اور تجزیے کے لئے اکثر بالکل درست املا استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ایسی املائیں کافی پیچیدہ بن سکتی ہیں۔

(وہ صدائے کلام جن میں اُسی آواز کا متبادل موجود ہو) کہلاتے ہیں۔ اِس مرحلے پر ان تکنیکی اصطلاحات کو متعارف کروانا اچھا ہے کیونکہ یہ بالکل بجا ہیں اور آواز سے کم الجھانے والی ہیں۔

کچھ زبانوں میں p اور ph دو ممتاز صوتیوں کے طور پر پائے جاتے ہیں۔ اِس کا مطلب ہے کہ اگر دیا گیا لفظ عموماً ایک قسم کے p کے ساتھ بولا جاتا ہے (یا لکھا جاتا ہے) اور کوئی فرد اسے دوسری قسم کے ساتھ بولتا ہے (یا لکھتا ہے) تو اِس کا مطلب یا تو کچھ مختلف ہوگا یا پھر اس کا مطلب بالکل کچھ بھی نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر تھائی زبان میں p اور ph دونوں موجود ہیں اور سیاق وسباق کا اس سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ یہ دو مختلف صوتیات ہیں، سو تھائی زبان میں یہ لازم ہوگا کہ اِس حقیقت کو علم ہجا میں ظاہر کیا جائے۔ مثلاً

[۲۰] تھائی [1]

paa کا مطلب ہے ''جنگل''

phaa کا مطلب ہے ''علیحدہ کرنا''

سو عموماً یہ کہا جاسکتا ہے کہ عملی علم ہجا کو صوتیات کی فہرست کے ہر رُکن کو تو ظاہر کرنا چاہئے، لیکن غالباً کسی بھی سیاقی تغیر یا اُن صدائے کلام کو جن میں اُسی آواز کا متبادل موجود ہو ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔ ایسے علم ہجا یا املاؤں کو صوتیات پر مبنی علم ہجا یا املائیں کہا جاتا ہے اور یہ عموماً قارئین کو وہ تمام معلومات دیتی ہیں جن کی اُنہیں اپنی زبانیں پڑھنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے، لیکن جتنی اُنہیں ضرورت ہوتی ہے اُس سے زیادہ معلومات نہیں دیتیں۔

اچھی املاؤں کی دوسری خصوصیات بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً ہر صوتیے اور حرف ترسیمہ کے درمیان انفرادی تعلق ہونا چاہئے۔ انگریزی میں جس کی ہجا/املا مشہور طور پر کئی طرح سے ادھوری ہے، کئی مثالیں موجود ہیں جہاں ایک صوتیہ کئی حروف رکھتا ہے۔ مثلاً ch، c، q اور k سب صوتیے k کو ظاہر کرسکتے ہیں جیسے کہ character، qadi، carat اور Kaiser۔ اِس کے برعکس بہت سی ایسی مثالیں بھی ہیں جن میں ایک واحد حرف کئی صوتیوں کو ظاہر کرسکتا ہے۔ s اور c دونوں s کی طرح آواز دے سکتے

---

[1] ہیز لیڈ فوجڈ، صوتیات پر ایک کورس (نیویارک: ہارکورٹ بریس جووانووچ، ۱۹۷۵)، جس کا ذکر مائیکل کینسٹووز، تعمیری گرامر میں علم الاصوات (کیمبرج، ماس: بلیک ویل، ۱۹۹۴)۔

ہیں جیسا کہ "celery" (اجوائن) اور "selenium" (ایک غیر دھاتی عنصر) میں ہے۔ ph اور f دونوں f کی آواز لگ سکتے ہیں، مثلاً "philosophy" (فلسفہ) اور "filigree" (زردوزی)۔ اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ہیں، یہاں تک ہم نے ابھی حروفِ علت کا ذکر بھی نہیں کیا۔

کچھ زبانوں میں جتنی حروف تہجی کی علامتیں ہوتی ہیں اُس سے زیادہ صوتیات ہوتی ہیں اور یہ خاص الفاظ کے اوپر، نیچے یا بعد میں ممیزی نشانات/حرکات وسکنات کے استعمال کو لازمی بناتا ہے۔ ایک نسخے کے ٹائپ کرنے کے نکتہ نظر سے یہ ہمیشہ سے مشکل رہی ہے گوکہ اب کمپیوٹرز کے استعمال نے ä á à ä å ā اور اِن جیسی اور بہت سی دوسری حرکات سکنات کو ہمارے سپرد کردینے سے بہت سی رکاوٹوں کو ختم کردیا ہے۔ تاہم ممیزی نشانات/حرکات وسکنات احتیاط سے لگانی چاہئیں کیونکہ یہ املا کو پیچیدہ بنادیتے ہیں اور قاری کے لئے مشکل پیدا کرسکتے ہیں۔ گوئٹے مالا کی مایان زبانوں (دیکھئے نیچے) کو لکھنے کے لئے استعمال ہونے والی دونوں مقابلے کی املاؤں میں واحد b صوتیے کو بطور 'b ظاہر کیا گیا ہے۔ b کے بعد آنے والی حذفی علامت ایک حرکت کا نشان ہے جو اشارہ کرتی ہے کہ مایان b دربندشی (implosive) ہے۔ تاہم یہ نشان قطعاً غیر ضروری ہے کیونکہ مایا زبان میں صرف ایک b ہے جو دربندشی ہے، اِس لئے کوئی ضرورت نہیں کہ اِسے کسی دوسرے b سے حرکت کے ذریعے ممتاز کیا جائے۔ نہ صرف یہ حرکت غیر ضروری ہے بلکہ یہ b کے اوپر یا نیچے آنے کی بہ نسبت بعد میں آنے سے ترجمے کی طوالت میں اضافہ کرتی ہے۔

کچھ زبانوں کی کوئی قائم شدہ املا نہیں ہے یا پھر اُن کی املاؤں نے لوگوں میں حقیقتاً جڑ نہیں پکڑی، اور اِس کی وجہ شاید بڑے پیمانے پر جہالت یا مختلف زبانوں میں لکھے جانے والے مواد کی کمی ہے۔ اگر ایک مترجم یا ترجمہ کا مشیر کسی ایسی زبان پر کام کر رہا ہے تو املا کی بہتری کے لئے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ایسی بہتری مستقبل میں تبدیلی لانے کے امکان کو ختم کرسکتی ہے اور جو پہلے سے نہیں جانتے کہ کیسے پڑھا جائے اُن کے لئے سیکھنے کو آسان بھی بناسکتی ہے۔

املا کو بہتر بنانا ایک مکمل معروضی اور تکنیکی کام ہونا چاہئے، لیکن اکثر ایسا نہیں ہوتا۔ اگر زبان کے کچھ پہلو ایک گروہ کے جذبات کو املاؤں کی خالص رواجی رسمی نوعیت کے باوجود اُن سے زیادہ واضح کرتے ہیں تو اُن کی تعداد بہت کم ہے۔ کئی دفعہ ایک سے زیادہ املائیں موجود ہوتی ہیں اور ایک ترجمے

میں فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ اِن میں سے کون سی استعمال کرنی ہے۔ ایسے فیصلوں کے لئے
کے منصوبے
استعمال کیے جانے والے طریقہ کار کا متعلقہ املاؤں کی متعلقہ خوبیوں اور خامیوں سے شاذ و نادر ہی کچھ
زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ بلکہ ایسے فیصلے سیاست اور نظریے کی ولدل میں کیچڑ بن جانے کی طرف رجحان
رکھتے ہیں۔

گوئٹے مالا میں بہت سال پہلے مشنریوں نے مایان زبانوں کے لئے ایک املا بنائی جو بہت زیادہ حد تک ہسپانوی املا پر مبنی تھی۔ استدلال بلاشبہ یہ تھا کہ جب مقامی لوگ پہلے ہی ہسپانوی پڑھ سکتے تھے تو املائی مشابہتیں اُن کی مدد کریں گی کہ اِس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی زبانیں بھی پڑھ سکیں۔ یا پھر اس کے برعکس اگر وہ ہسپانوی نہیں جانتے تھے تو مماثل املائیں اُن کے سیکھنے میں مدد فراہم کر سکتی تھیں کہ کم از کم اُسے پڑھ ہی سکیں۔ اِس روایتی املا کو استعمال کرتے ہوئے ملک کی کئی مایان زبانوں میں نئے عہد نامہ کا ترجمہ ہوا۔ گو کہ ہسپانوی کے ہجوں کا نظام انگریزی سے بہت بہتر ہے لیکن پھر بھی کاملیت سے بہت دور ہے۔ بہت سی ایسی مثالیں ہیں جہاں ایک صوتیے کے کئی حروف ہیں اور ایک حرف کئی صوتیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، اِس کے ساتھ ساتھ ایک واحد صوتیے (k) کے لئے دو حروف (qu) کا غیر ضروری استعمال، اور ایسی بہت سی خامیاں مایان املا میں اپنائی گئیں۔

جب شمالی امریکہ کے ماہرین لسانیات بہت زیادہ حد تک مایان گروہ کی زبانوں میں دلچسپی لینے لگے تو بہت سوں نے گوئٹے مالا آنا جانا شروع کر دیا یا پھر تحقیق کے لئے لمبے عرصے تک وہاں قیام کیا۔ اُنہوں نے گرامر کا مطالعہ کیا اور مقامی لوگوں کو سکھایا کہ کیسے وہ اپنی لغات اکھٹی کریں اور لکھیں۔ تربیت یافتہ ماہرین لسانیات ہوتے ہوئے اُنہوں نے فطری طور پر ایک ضرورت محسوس کی کہ زیادہ موثر املا کے ساتھ سامنے آئیں اور یہی اُنہوں نے کیا، گو کہ اِس کے چند پہلو عملی استعمال کے لئے بہت زیادہ تکنیکی نوعیت کے تھے جیسے کہ حلقی بندش کو ظاہر کرنے کے لئے عددسات کا استعمال۔

جب مایان لوگ صدیوں کے مسلسل جبر اور اپنی زبان کی تحقیر سے باہر آنا شروع ہوئے تو اُنہوں نے مایان زبانوں اور ادب کی ترقی کی ترویج اور نگرانی کے لئے مایان اکیڈمی قائم کی۔ دوسرے بہت سے کاموں کے علاوہ، اُنہوں نے اصلاح شدہ املا کا ایک نئی شکل دیا ہوا ورژن (مثلاً حلقی بندش کے لئے عددسات کی جگہ حذفی علامت کا استعمال) اپنایا، اور اُسے مایان کانگریس سے منظور کروانے اور حکومت

کی طرف سے دفتری بنانے میں کامیاب ہوئے۔ تاہم مایان اکیڈمی کا ایک اَور لائحہ عمل بھی تھا۔ اُس کے راہنماؤں نے روایتی مذہب کو بحال کرنے اور اپنے معاشرے کو تمام یورپین (یعنی ہسپانوی) اور شمالی امریکا کے اثر سے صاف کرنے کا مقصد سامنے رکھا۔ واضح طور پر یہ کئی ہزار مایان مسیحیوں کے لئے انتہائی سخت حملہ آور الفاظ تھے، جن کا کوئی ارادہ نہیں تھا کہ مایان اکیڈمی کو خوش کرنے کے لئے اپنے ایمان کو چھوڑ دیں اور یوں ایک دراڑ پیدا ہوئی۔

جیسے ہی اُن گروہوں کے لئے جو پہلے ہی نیا عہد نامہ رکھتے تھے پُرانے عہد نامہ کے ترجمے پر کام شروع ہوا تو یہ مسئلہ سامنے آیا کہ کون سی املا استعمال کی جائے۔ زیادہ تر مشنریوں اور مقامی مسیحیوں کے ذہنوں میں کوئی سوال نہ تھا۔ اصلاح شدہ املا کو اپنانا خدا کے خلاف اکیڈمی کے ساتھ کھڑے ہونے کے مترادف تھا۔ اکیڈمی کے نکتہ نظر سے مایان لوگوں کے لئے روایتی املا کو استعمال کرنا جاری رکھنا غیر ملکی مشنریوں کے مخالف اثر کے سامنے جھکے رہنا تھا۔ یقیناً ایسی صورتحال میں یہ ناممکن ہوگیا کہ دونوں املاؤں کے فوائد پر بامقصد بحث کی جاتی۔ سارا معاملہ سیاست کی نذر ہوگیا تھا اور واحد کام جو اہم دکھائی دے رہا تھا وہ درست طرف ہونا تھا۔

یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز کا ایک طریق عمل ہے کہ وہ صرف باضابطہ دفتری املا میں شائع کرتی ہے۔ تاہم اِس طرح کی صورتحال میں قوت کے بل پر کوئی نفاذ بے معنٰی ہے۔ ترجمہ کی ٹیم اور مسیحی لوگوں کی طرف سے رد کی گئی املا میں ایک شائع شدہ ترجمہ ناکامی کا مستحق ہوتا۔ یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز (UBS) کے ایک ترجمے کے مشیر کے طور پر جسے "UBS" کی پالیسی لاگو کرنے پر مقرر کیا گیا تھا، مصنف نے ایک دھیمے انداز میں متواتر سمجھانے کا چناؤ کیا۔ کچھ مثالوں میں یہ طریقہ نتیجہ خیز ثابت ہوا لیکن کچھ میں نہیں ہوا۔ ایک مثال کلیسیائی راہنماؤں کے ایک خصوصی اجتماع کی ہے جس میں دونوں املاؤں کے موافق و مخالف دلائل سننے اور اُن پر بحث کرنے کے بعد کثرت رائے سے اصلاح شدہ املا کو اپنانے کا فیصلہ کیا گیا باوجود کہ ترجمے کی ٹیم نے سختی سے متفق الرائے ہو کر اُس کی مخالفت کی۔[1] ایک اَور ترجمے کے

---

[1] اصلاح شدہ املا اپنی خوبیوں کی بنا پر کامیاب نہیں ہوئی تھی بلکہ اِس لئے کہ کلیسیائی راہنما اِس بارے میں قائل تھے کہ انہیں پولس کی مسیحیوں کے لئے اپنی حکومتوں کی فرمانبرداری کرنے کی تعلیمات کی پیروی کرنی چاہئے۔ اِس مثال میں حکومت تھی جس نے اصلاح شدہ املا کو باضابطہ دفتری بنایا تھا۔

منصوبے میں پہلے ہی اصلاح شدہ اِملا کو اپنانے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا، جس کے نتیجے میں کئی مشنریوں نے انچارج مترجم کو لبرل ہونے کا طعنہ دیا۔

اصلاح شدہ اِملا کو اپنانے کے خلاف دلائل میں سے ایک دلیل جو اکثر پیش کی جاتی ہے یہ ہے کہ یہ املا اکیڈمی کی طرف سے صرف اِس لئے باضابطہ دفتری بنایا گیا ہے کہ لوگوں کے لئے اُن ترجموں کا جو روایتی ہجائی نظام میں ہوئے ہیں پڑھنا زیادہ مشکل بنادیا جائے[1] تاہم یہ دلیل اپنے ہی وزن تلے دم توڑتی نظر آتی ہے۔ اگر الزام درحقیقت سچ ہے، تو اکیڈمی کو اُس کے اپنے کھیل میں شکست دینے کا طریقہ اکیڈمی کی اپنی املا میں ترجمہ کرنا ہوگا۔ ایک اَور دلیل یہ رہی کہ اصلاح شدہ اِملا پڑھنی اتنی مشکل ہے کہ بہت سے مقامی لوگ پڑھنا ترک کردیں گے۔ لیکن درحقیقت نئے قاری کے لئے یہ آسان تر ہونی چاہیے کیونکہ یہ اندرونی طور پر زیادہ مطابقت کی حامل ہے۔ یقیناً زیادہ تر لوگوں کا روایتی ہجائی نظام سے مانوس ہونا ثابت کرتا ہے کہ صرف چند دن کی مشق کے بعد وہ نئی اِملا بہت کم یا کسی مشکل کے بغیر پڑھ سکتے ہیں۔ ایکواڈور میں ہونے والے ایک ترجمے میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں نے مختلف متناقض املاؤں کا دفاع کیا اور اُن میں سے کوئی ہار ماننے کو تیار نہ تھا۔ نتیجے کے طور پر کاتھولک ایڈیشن میں دونوں اِملائیں پائی جاتی ہیں، ایک اُن کتابوں میں جو روایتی پروٹسٹنٹ فہرست مسلمہ کی کتب ہیں (جو پروٹسٹنٹز نے ترجمہ کی تھیں) اور دوسری غیر مسلمہ کتب میں (جن کے مترجم کیتھولک تھے)۔

۸-نتائج

جب ماخذ زبان مترجم کی مادری زبان ہو تو یقیناً ترجمے کے ہنر میں ماہرین لسانیات کا کردار مختلف ہوتا ہے، لیکن اس باب میں ہم نے دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اِس کا کردار کم نہیں ہے۔ اگر جگہ کی کمی مانع نہ آتی تو ہم لسانیاتی سائنس کی کئی اَور شاخوں کو دیکھ سکتے تھے جیسے گفتگو کا تجزیہ، گفتگو کی تداولیات اور معلومات کی بناوٹ۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہم نے قاری کو اُن زندگیوں کی ایک جھلک پیش کی ہے جو براہِ راست بائبل کے ترجمے کے کام میں مشغول ہیں، اور اُن روایتی مسائل کا بھی ذِکر کیا ہے جن کا وہ سامنا کرتے ہیں اور کیسے وہ حل کئے جاتے ہیں، اور کبھی نہیں بھی ہوتے۔ ایک ترجمہ ہمیشہ اصل متن سے

---

[1] دو زبانوں پر مبنی تعلیمی پروگرام اصلاح شدہ املا استعمال کرتے ہیں، سو نئی نسلیں اب روایتی املا نہیں سیکھ رہیں۔

استفادہ کرتا ہے لیکن کبھی بھی بالکل وہاں نہیں پہنچتا۔ یہ مترجم کا کام ہے کہ وہ تصوراتی اور لسانیاتی اختلافات کی دلدل میں سے اپنا راستہ بنائے، سخت فیصلے کرے اور اُسے اکثر باہم مخصوص مشابہتوں میں سے اِس کوشش میں چناؤ کرنا ہوتا ہے کہ ترجمے کو اصل متن کے جتنا نزدیک لے جاسکتا ہے لے جائے۔

باب نمبر۱۶

تفاعلی (یا حرکی) مترادف ترجمہ

ایڈیسیو سانچیز سیٹینا

ترجمہ کے لئے نقشہ نما

تعارف

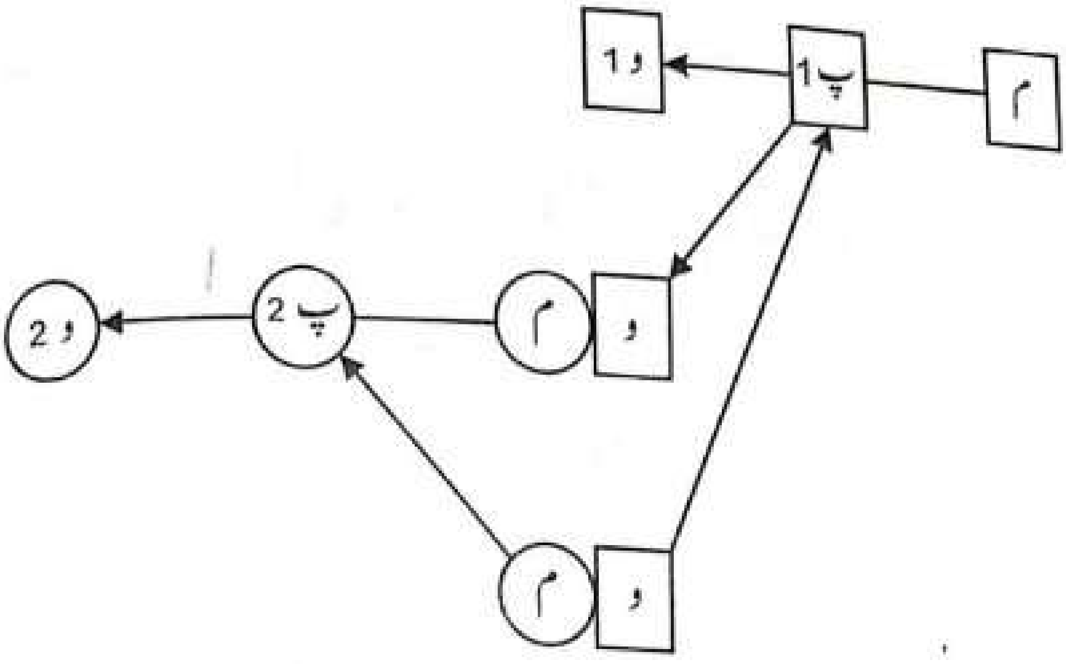
بائبل مُقدس کا ترجمہ مطالعہ کے اُس وسیع میدان کا حصہ مانا جاتا ہے جسے ابلاغ کی سائنسز کہا جاتا ہے۔ اِس بات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے کہ بائبل کے ترجمے میں کیا کچھ شامل ہے ہمیں انسانی ابلاغ کے بارے میں کچھ سمجھنے کی ضرورت ہے۔

م ← پ ← و

ماخذ ← پیغام ← وصول کنندہ

اگر ''م'' اور ''و'' کا مشترکہ تاریخی اور ثقافتی پس منظر ہو تو معاملہ زیادہ پیچیدہ نہیں ہے۔ پیغام کی ترسیل میں مترجم کو ضرورت پڑے گی کہ ایسے عوامل پر غور کرے: کن حالات میں پیغام وجود میں آیا؟ کون سے اصول اِس بات کو یقینی بنانے کے لئے استعمال کرنے چاہئیں کہ پیغام کا مطلب درست طور پر ڈھونڈ نکالا گیا ہے؟ جو گفتگو میں شریک تھے اُن کے درمیان کس قسم کا رابطہ پایا جاتا ہے، یعنی کیا رابطہ بلاواسطہ ہے یا بالواسطہ؟

تاہم اگر ''م'' اور ''و'' مختلف ثقافتی، تاریخی اور جغرافیائی پس منظر سے تعلق رکھتے ہوں تو پھر ابلاغ کا عمل اتنا سادہ نہیں ہے۔ ترسیل/ابلاغ کے کم از کم دو اور درجے دکھانے کے لئے اُوپر مذکور خاکے کی وضاحت کی ضرورت پڑے گی:



پہلے درجے پر ہمارے پاس ماخذ ہے یعنی وہ شخص جو پیغام کو وجود میں لاتا ہے، اور پھر پیغام ہے جو اصل وصول کنندہ کی جانب ہوتا ہے۔ دوسرے درجے پر مترجم جو وصول کنندہ اور ماخذ دونوں ہے، و1 کے طور پر اپنی استعداد کے مطابق پیغام وصول کرتا ہے اور مختلف تاریخی اور ثقافتی حالات میں ایک نیا پیغام (پ2) سامنے لاتا ہے جو پھر حتمی وصول کنندہ کی جانب ہوتا ہے۔ تیسرے درجے میں ماہر شامل ہے، جس کی وصول کنندہ کے طور پر پ1 تک پہنچ ہے، اور اپنی کاوش کے ذریعے پ2 پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔[1]

یہ معاملہ اُس وقت اور پیچیدہ بن جاتا ہے اگر ہم سمجھیں کہ مقامی زبانوں کے زیادہ تر ترجموں کے معاملے میں مترجم عبرانی، یونانی یا ارامی نہیں جانتے۔ وہ عموماً اُن تمام انگریزی متون کے ساتھ کام کرتے ہیں جو اُن کی پہنچ میں ہوتے ہیں۔ ایسے معاملوں میں مترجم کا ماخذ پ1 نہیں بلکہ پ2 ہوتا ہے۔

جو کچھ لسانیات کی سائنس ہمیں رسمی مترادفیت پر مبنی ترجمے اور حرکی یا تفاعلی مترادفیت پر مبنی ترجمے کے بارے میں سکھاتی ہے اُس کا یہاں ہم ذکر ضرور کریں گے۔

بنیادی طور پر دو طرح کے ترجمے ہوتے ہیں۔ (۱) لفظی ترجمہ جو کہ رسمی مترادفیت پر مبنی ہوتا ہے، اور (۲) بامحاورہ ترجمہ جو کہ حرکی یا تفاعلی مترادفیت پر مبنی ہوتا ہے۔ انتہائی لفظی تراجم سے لے کر وہ تراجم جو بہت زیادہ آزاد ہوتے ہیں کے درمیان ممکنات کا ایک وسیع حصہ موجود ہے۔

اگر یہ تصور کیا جائے کہ ترجمے کی ایک قسم دوسری سے بہتر ہے تو یہ کہنا سمجھ میں نہیں آتا۔ جس قسم

---

[1] ای۔ اے۔ نِدا اور سی۔ آر۔ ٹیبر، دی تھیوری اینڈ پریکٹس آف ٹرانسلیشن (لیڈن: ای جے برل، ۱۹۶۹)، ۲۲-۲۳۔

متن پر کام کیا جا رہا ہو اُس کو مدنظر رکھتے ہوئے مترجم کو اُس تکنیک کا چناؤ کرنا چاہئے جو حوالے کے اصل معنیٰ کو بہتر طور پر ظاہر کرتی ہے۔ اِس ضمن میں جتنا زیادہ ممکن ہو سکے دیانتداری کے ساتھ اصل معنیٰ پہنچانا مقصد ہوتا ہے، اور یہ مقصد اِس بات کا تعین کرتا ہے کہ کس قسم کا ترجمہ درکار ہے۔ اسم معرفہ کے معنیٰ عموماً سادہ طور پر نقل حرفی کے ذریعے منتقل کئے جا سکتے ہیں۔ دوسری مثالوں میں اصل معاملے میں مصنف کے بیان کئے جانے والا منشا کی منتقلی کے لئے سارے فقرے کی نقل حرفی کی ضرورت پڑے گی، مثلاً مرقس ۵:۴۱ میں تلیتا قومی۔ تاہم بائبل مُقدّس میں ایسی مثالیں بہت کم ہیں۔ اِس اصول کا دوسرے حوالوں پر اطلاق تباہ کن ہوگا:

اگر کوئی فرد لگے دیندار نہ ہو لگام دی ہوئی زبان اُس کی بلکہ دھوکا دینے والا دل اپنے، یہ باطل دینداری ہے۔
دینداری خالص اور بے عیب خدا اور باپ کے سامنے یہ ہے خبر لیں یتیموں اور بیواؤں کی مصیبت میں اُن کی
بیداغ اپنے آپ کو رکھیں دُنیا سے (یعقوب ۱:۲۶-۲۷)۔

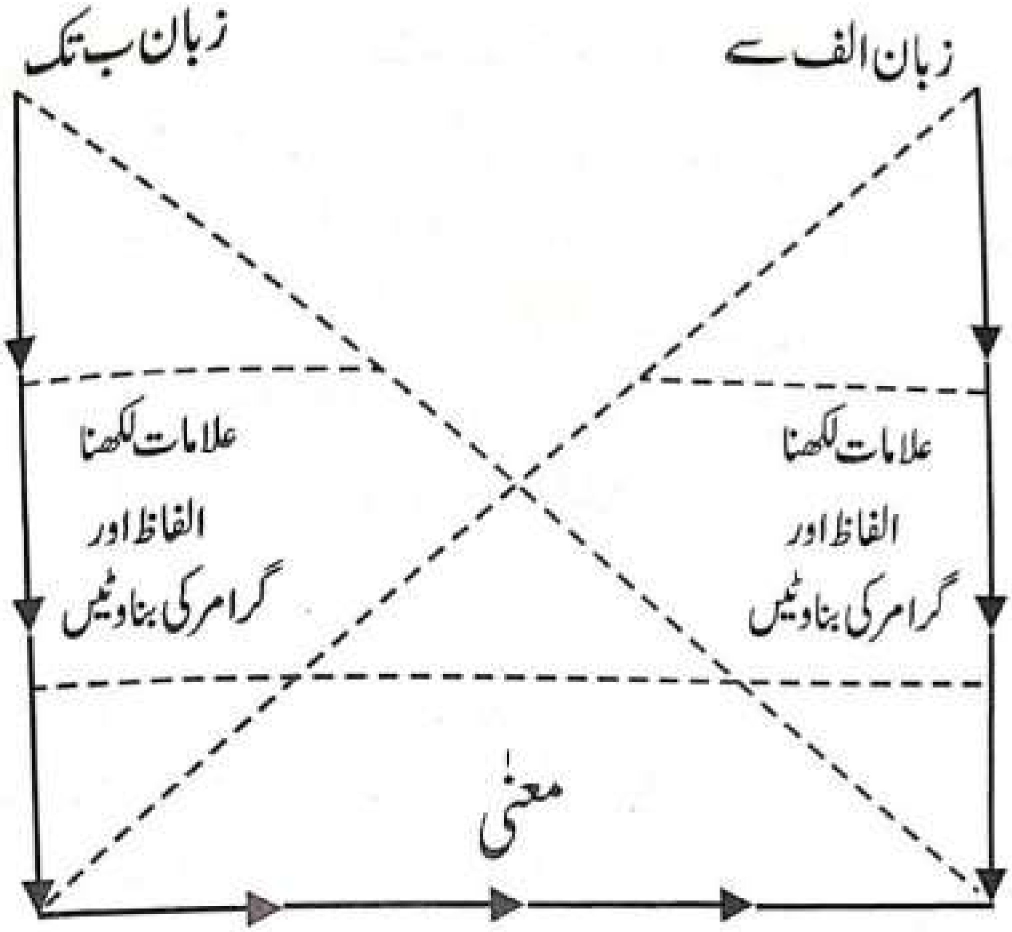
کچھ جملے اور بناوٹیں ایسی ہوتی ہیں جو ترجمے میں بہت کم تبدیل ہوتی ہیں۔ KJV کے بہت سے حوالوں میں ایسا ہی ہے (مثلاً زبور ۲۳:۱)۔ لیکن بہت سی مثالیں ایسی ہیں جن میں ہدفی زبان میں معنیٰ کو پیدا کرنے کے لئے مکمل ترجمے کی مشق بشمول نحوی تبدیلیوں اور جذباتی ادبی بناوٹوں کے درکار ہوتی ہے۔ اِس وجہ سے مترجم کو دیانتداری سے مندرجہ ذیل اصولوں کا اطلاق کرنا چاہئے۔

معنیٰ کا ترجمہ کریں، نہ کہ محض صورتوں اور الفاظ کا

ترجمے میں معنیٰ انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ لہٰذا مترجم کے پاس ماخذ زبان اور ہدفی زبان دونوں کا مکمل علم ہونا چاہئے۔ ایک متن کا پیغام ہیئت اور مواد کے درمیان فطری تعلق سے سامنے آتا ہے۔ زبان میں تین درجے پائے جاتے ہیں جن کے بارے میں سوچا جانا چاہئے:

اصل متن سے دیانتدار رہیں

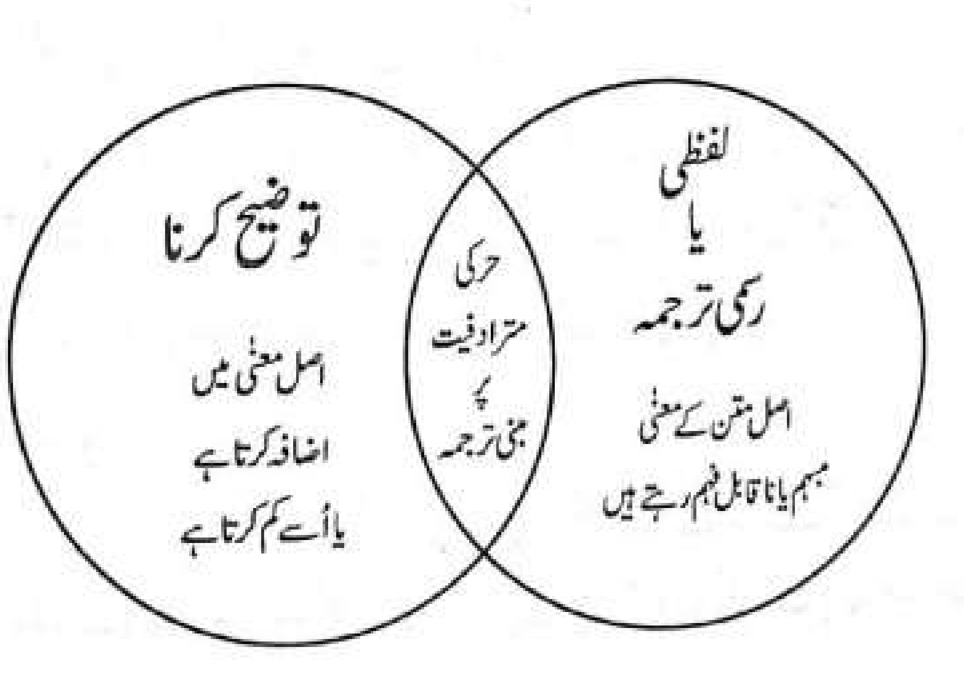
مترجم کو محتاط ہونا چاہئے تا کہ پیغام کو کسی بھی طرح سے بگڑنے سے بچائے۔ متن کے معنیٰ ایک ایسے ترجمے کے ذریعے، جو بہت زیادہ لفظی ہو یا پھر جو بہت زیادہ آزاد ہو، بگڑ سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل



شکل اس کی وضاحت کرنے میں ہماری مدد کرے گی:

سمجھیں کہ کب تفاعلی یا حرکی ترجمہ استعمال کرنا ہے

یہ دو اشکال بائبل کے ترجمے میں تفاعلی یا حرکی مترادفیت کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔



۱- تفاعلی مترادفیت اُس وقت استعمال کرنی چاہئے جب ایک رسمی ترجمہ قابلِ سمجھ نہ ہو:

عاموس ۴: ۶

KJV: And I also have given you cleanness of teeth in all your cities...

"اور میں نے تمہیں بھی دی ہے تمہارے سب شہروں میں دانتوں کی صفائی..."

TEV: I was the one who brought famine to all your cities,

"میں تھا وہ جس نے تمہارے تمام شہروں میں قحط بھیجا"

۱-پطرس ۱: ۱۳

KJV: Wherefore gird up the loins of your mind.

"اِس واسطے اپنی عقل کی کمر باندھ کر... رکھو"

TEV: So then, have your minds ready for action.

"اِس واسطے اپنے ذہن عمل کے لئے تیار رکھو"

۲- تفاعلی مترادفیت اُس وقت استعمال کرنی چاہئے جب ایک رسمی ترجمہ مبہم ہو:

۱-تیمتھیس ۵: ۳

KJV: Honor widows that are widows indeed.

"اُن بیواؤں کی جو واقعی بیوہ ہیں عزت کر"

TEV: Show respect for widows who really are all alone.

اُن بیواؤں کی عزت کر جو واقعی اکیلی ہیں"

۳- تفاعلی مترادفیت اُس وقت استعمال کرنی چاہئے جب ایک رسمی ترجمہ الجھانے والا ہو:

رومیوں ۱۲: ۲۰

KJV: Therefore if thine enemy hunger, feed him; if he thirst, give him drink: for in so doing thou shalt heap coals of fire on his head.

''بلکہ اگر تیرا دُشمن بھوکا ہو تو اُس کو کھانا کھلا۔ اگر پیاسا ہو تو اُسے پانی پلا کیونکہ ایسا کرنے سے تُو اُس کے سر پر
آگ کے انگاروں کا ڈھیر لگائے گا۔''

TEV: "If your enemy is hungry, feed him; if he is thirsty, give you will make him burn with him a drink; for by doing this shame."

''اگر تیرا دُشمن بھوکا ہو تو اُس کو کھانا کھلا۔ اگر وہ پیاسا ہو تو اُسے پانی پلا کیونکہ ایسا کرنے سے تُو اُس میں
شرمندگی کی آگ لگا دے گا۔''

عاموس ۱:۳ [۱]

KJV: For three transgression...and for four...

''تین بلکہ چار گناہوں کے سبب سے''

TEV: The people...have sinned again and again,

''لوگوں نے... بار بار گناہ کیا''

۱-سموئیل ۲۴:۳

KJV: And he came to the sheepcotes by the way, where was a cave; and Saul went in to cover his feet...

''اور وہ راستہ میں بھیڑ سالوں کے پاس پہنچا جہاں ایک غار تھا اور ساؤل اُس غار میں اپنے پاؤں ڈھانپنے
داخل ہوا...''

---

[۱] وہ قاری جو بائبل سے واقف نہیں اُس کے ذہن میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ خدا اپنی سزاؤں میں بہت سخت ہے۔ خدا کیوں اتنی سختی سے لوگوں کو صرف تین یا چار گناہوں کی وجہ سے سزا دے؟ اعداد کو لفظی طور پر نہیں لینا بلکہ اِس انداز سے یہ دیکھنا ہے کہ حد عبور کر لی گئی ہے۔ درجہ وار عددی بیانات (x, x, + 1) پرانے عہد نامے میں عام ہیں (مثلاً امثال ۶:۱۶-۱۹؛ ۳۰:۱۵-۱۶، ۱۸-۱۹، ۲۱-۳۱؛ ایوب ۵:۱۹)۔

TEV: He came to a cave close to some sheep pens by the rod and went in to relieve himself.

"اور وہ راستہ میں بھیڑ سالوں کے پاس پہنچا جہاں ایک غار تھا اور ساؤل اُس غار میں فراغت کرنے گھسا..."

۴۔ تفاعلی مترادفیت اُس وقت استعمال کرنی چاہئے جب ایک رسمی ترجمہ پیچیدہ یا غیر واضح ہو:

۲۔کرنتھیوں ۳:۱۰

KJV: For even that which was made glorious had no glory in this respect, by reason of the glory that excelleth.

"بلکہ اِس صورت میں وہ جلال والا اِس بے انتہا جلال کے سبب سے بے جلال ٹھہرا۔"

TEV: We may say that because of the far brighter glory now the glory that was so bright in the past is gone.

"ہم کہہ سکتے ہیں کہ اب بے انتہا جلال کے سبب سے وہ جلال جو ماضی میں بہت زیادہ تھا ختم ہو گیا ہے۔"

۵- تفاعلی مترادفیت اُس وقت استعمال کرنی چاہئے جب ایک رسمی ترجمہ ہدفی زبان میں فطری نہ لگے:

متی ۵:۲

KJV: And he opened his mouth, and taught them, saying,

"اور وہ اپنی زبان کھولکر اُن کو یوں تعلیم دینے لگا۔"

TEV: ...and he began to teach them:

"...اور اُس نے اُنہیں تعلیم دینا شروع کیا"

لوقا ۱۵:۱۸

KJV: I will arise and go to my father,

"مَیں جاگ اُٹھونگا اور اپنے باپ کے پاس جاؤں گا"

TEV: I will get up and go to my father

"مَیں اُٹھونگا اور اپنے باپ کے پاس جاؤنگا"

لوقا ۱۵:۲۲

KJV: put a ring on his hands,

"اُس کے ہاتھ میں انگوٹھی پہناؤ"

TEV: Put a ring on his finger

"اُس کی انگلی میں انگوٹھی پہناؤ"

مزید دیکھئے آیت ۲۴

_"this son of mine":TEV;"this my son":KJV

ایک حوالے کے معنٰی وسیع متنی اکائی سے اخذ کریں

ترجمے میں متن کی چھوٹی اکائیاں وسیع اکائیوں کے ماتحت ہوتی ہیں، جو کہ پیغام کو دوسروں تک پہنچاتی ہیں۔ اس وجہ سے تشریح بہت اہم ہے۔ ترجمے میں اکثر بہت سے ایسے حصے ہوتے ہیں جن میں پیغام منتقل نہیں ہوا ہوتا، اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مترجم نے موضوع کی مجموعی بناوٹ یا فطری روانی پر کافی توجہ نہیں دی ہوتی۔

کچھ مترجم لغوی معاملات میں اُلجھ جاتے ہیں; مثلاً یوناہ ۱:۲ کا ایک ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"Go to the great city of Nineveh, and give them this announcement from the Lord: 'I am going to destroy you, for your wickedness rises before me; it smells to highest heaven'" (LB).

"بڑے شہر نینوہ کو جا، اور اُنھیں خداوند کی طرف سے یہ اعلان پہنچا: مَیں تمھیں تباہ کرنے کو ہوں، کیونکہ تمہاری شرارت میرے حضور پہنچی; اُس کی بُو اوپر آسمان تک پہنچی ہے۔"

تاہم یوناہ کی مکمل کتاب، خاص کر آخر کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ خدا نینوہ کو تباہ کرنا نہیں چاہتا

تھا بلکہ بچانا چاہتا تھا۔ ایک اَور ترجمے میں اِسے یوں بیان کیا گیا ہے:

"Get up and go to the great city of Nineveh. Tell them they are in grave danger!"

''اُٹھ اور بڑے شہر نینوہ کو جا۔ اُنہیں بتا کہ وہ بہت بڑے خطرے میں ہیں۔''

ٹوڈیز انگلش ورژن (TEV) میں بھی اِسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے:

"Go to Nineveh, that great city, and speak out against it; I am aware how wicked its people are."

''اِس بڑے شہر نینوہ کو جا، اور اُسکے خلاف منادی کر: مَیں اِس سے واقف ہوں کہ اُس کے لوگ کتنے شریر ہیں۔''

زبور ۱۰۰ کے ترجمے کی صورت میں، مترجم کو نہ صرف ذخیرہ الفاظ اور جملے کی بناوٹ پر بلکہ شاعری کے بیان کی بناوٹ پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اِس میں ہمارے لئے ایک نمونہ موجود ہے جو کہ فعل حال میں صیغہ امر کے سات افعال پر مبنی ہے۔ مزید برآں، مترجم کو نہ صرف تعداد پر بلکہ صیغہ امر کے اِن افعال کی ہم مرکزی بناوٹ پر بھی غور کرنا چاہئے۔ پہلے دو اور آخری دو صیغہ امر کے ترجمہ کو پڑھنے والے یا سننے والے کو لازماً بتانا چاہئے کہ وہ ستائش کے اظہارات ہیں۔ تیسرے اور پانچویں صیغہ امر کو لازماً یہ حقیقت ظاہر کرنی چاہئے کہ عبرانی میں بھی وہی فعل استعمال ہوا ہے۔ علاوہ ازیں، ترجمے کو لازماً ظاہر کرنا چاہئے کہ ستائش کی اِس ہم مرکزی بناوٹ میں مرکزی عنصر خدا کا علم ہے۔ اِس زبور میں تمام ستائش اِس صیغہ امر کے فعل پر مرکوز ہے۔ (دوسرے حوالہ جات جن میں مکمل بیان خاص طور پر اہم ہے یہ ہیں: (استثنا ۵: ۶-۱۱ [خروج ۲۰: ۱-۱۷ کے موازنے کے ساتھ]; زبور ۱۲۷، ۱۲۸; اور استثنا ۶: ۴-۹)۔

کچھ الفاظ خاص مشکل پیدا کرتے ہیں اور صرف مجموعی سیاق وسباق کی روشنی میں سمجھے جا سکتے ہیں۔ اِس کی ایک مثال عبرانی کا لفظ ''نفش'' ہے۔ کنگ جیمز ورژن میں یہ تقریباً مسلسل بطور "soul" ترجمہ کیا گیا ہے۔ تاہم، بائبلی علم البشریات کا حالیہ مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ اِس لفظ کے معنی اُس لغوی سیاق وسباق سے اخذ کرنے چاہئیں جس میں یہ واقع ہوتا ہے۔ KJV میں زبور ۴۲: ۱ کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"As the hart panteth after the water brooks, so panteth my soul after thee, O God."

''جیسے ہرنی پانی کے نالوں کو ترستی ہے، ویسے ہی میری روح اے خدا تیرے لئے ترستی ہے۔''

ایک اور حرکی ترجمہ ٹوڈیز انگلش ورژن میں اِسے یوں پیش کیا گیا ہے:

"As a deer longs for a stream of cool water, so I long for you, O God."

''جیسے ہرنی ٹھنڈے پانی کی ندی کے لئے ترستی ہے، ویسے ہی اے خدا مَیں تیرے لئے ترستا ہوں۔''

اِس مثال میں ''نفش'' کا ترجمہ ایک شخص ''مَیں'' کے طور پر کیا گیا ہے۔ یسعیاہ ۵:۱۴میں اس کا ترجمہ مختلف طرح سے کیا گیا ہے۔ اِس کا عبرانی سے لفظی ترجمہ کچھ یوں ہوگا: ''پس پاتال اپنا نفش بڑھاتا ہے۔'' KJVمیں ''نفش'' کو "herself" (اپنی) کے طور پر ترجمہ کیا گیا ہے جبکہ NIVمیں "appetite" (خواہش) کیا گیا ہے۔ زبور ۱۰۵:۱۸میں اگر آیت کی عبرانی متوازی بناوٹ کو مدنظر رکھا جائے تو ''نفش'' کا سب سے بہتر ترجمہ "neck" (گردن) ہوگا؛ LBمیں اِس آیت کو یوں پیش کیا گیا ہے:

There in prison they hurd his feet with fetters and placed his neck in an iron collar."

''وہاں قید میں اُنہوں نے اُس کے پاؤں کو بیڑیوں سے دُکھ دیا اور اُس کی گردن کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑا۔''

تاہم KJVاور NASمیں لفظ کو یوں سمجھا گیا ہے کہ یہ ''شخص'' کی طرف اشارہ کرتا ہے:

"he was laid in iron" (KJV)

''وہ لوہے میں جکڑا تھا''

"He himself was laid in irons" (NAS)

''وہ خود لوہے کی زنجیروں میں جکڑا تھا''

اِس مثال میں LB عبرانی کے زیادہ قریب ہے۔ خروج ۲۳:۹ میں ''نفش''، جسے KJVمیں

"heart" (دِل) کے طور پر ترجمہ کیا گیا ہے، کا دراصل مطلب "ذہن کی کیفیت" یا "زندگی کا تجربہ" ہے۔ ٹوڈیز انگلش ورژن (TEV) میں اِسے یوں بیان کیا گیا ہے:

"Do not ill-treat a foreigner; you know how it feels to be a foreigner, because you were foreigners in Egypt."

"پردیسی کے ساتھ بُرا سلوک نہ کرنا کیونکہ تم جانتے ہو پردیسی ہو کر کیسا محسوس ہوتا ہے اِسلئے کہ تم خود بھی مصر میں پردیسی تھے۔"

LB میں اِس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"Do not oppress foreigners; you know what it likes to be a foreigner; remember your own experience in the land of Egypt."

"پردیسیوں پر ظلم نہ کرنا کیونکہ تم جانتے ہو پردیسی ہو کر کیسا لگتا ہے؛ ملکِ مصر میں اپنے تجربے کو یاد کرو۔"

پیدائش ۹:۵ میں مذکور "نفش" NAS,RSV,NIV اور KJV میں "life" (جان) کے طور پر ترجمہ کیا گیا ہے۔ پیدائش ۲۳:۸ میں مذکور یہ لفظ NIV اور RSV میں "will" (مرضی، "اگر تمہاری مرضی ہو) ترجمہ کیا گیا ہے۔ جبکہ احبار ۲۸:۱۹ میں مذکور یہ لفظ KJV,RSV,NIV اور NAS میں "dead" (مُردوں) ترجمہ کیا گیا ہے۔ اِسی طرح مندرجہ ذیل الفاظ کا مطالعہ بھی کرنے کی ضرورت ہے: بِصار (بدن، گوشت، شخص)، روآخ (دم، ہوا، روح)، خسد (شفقت، رحم، وفاداری)، ایمیتھ (سچ، سچا، مضبوط، یقیناً)۔

سماجی سیاق وسباق کو مدِنظر رکھیں

سماجی لسانیات کی سائنس لسانیاتی نادر پن کی خاص تفصیلات کو سمجھنے میں ہماری مدد کر سکتی ہے، مثلاً کیسے زبان مخصوص تاریخی، سماجی اور ثقافتی تناظر میں استعمال ہوتی ہے۔ ترجمے کے قارئین یا سامعین کی خاص عمر، تعلیم کا معیار، سماجی رُتبہ، ثقافتی تناظر، اور یقیناً ترجمے کے استعمال (کلیسیائی عبادت، بشارت، گیان دھیان) کو ذہن میں رکھتے ہوئے لازماً ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔

ٹوڈیز انگلش ورژن (TEV) کے نام سے جانا جانے والا ترجمہ اِس لئے کیا گیا تا کہ صحائف کو

روزمرہ کی زبان میں، جسے ایک عام قاری سمجھ سکتا ہے، پہنچایا جا سکے۔ مترجمین نے کلیسیائی زبان سے گریز کیا اور اُن لوگوں تک رسائی کی کوشش کی جنہوں نے ابتدائی سکول سے آگے تعلیم حاصل نہ کی تھی۔ ایک درمیانی راستہ ڈھونڈا گیا۔ غرض مذہبی، تکنیکی، عالمانہ زبان اور ساتھ ہی ساتھ عامیانہ ناشائستہ زبان سے بھی گریز کیا گیا۔ TEV کو ایک ''عمومی زبان کے ترجمہ'' کے طور پر بیان کیا جا سکتا ہے کیونکہ اِس میں ایسی زبان استعمال کی گئی ہے ''جو ایک پروفیسر اور خاکروب، بڑے بزنس مین اور مالی، صاحبِ مجلس اور ویٹر دونوں میں مشترک ہے۔''[1] علاقائیت پر مبنی زبان سے بھی احتراز برتا گیا۔ عمومی زبان کے ترجموں کے لئے بائبل سوسائٹیز نے کئی زبانوں میں مالی تعاون کیا ہے، مثلاً ہسپانوی زبان (Dios Habla Hoy، تیسرا ایڈیشن، ۱۹۹۴)، فرانسیسی زبان (La Bible en francais courant، ۱۹۹۷)، اطالوی زبان (Parola del Signore: La Bibbia. Traduzione Interconfessionale In Lingua Corrente، ۱۹۸۵)، اور جرمن زبان (Die Bibel in heutigem Deutsch: Die Gute Nachricht des Altenund Neuen Testaments، ترمیم شدہ ایڈیشن، ۱۹۹۷)۔

واضح اور مضمر معلومات کو دیکھیں

الفاظ اور بناوٹوں کے علاوہ، ترجمہ کا تعلق بنیادی طور پر معنٰی کے ساتھ ہوتا ہے: لہٰذا اصل متن میں پائی جانے والی واضح اور مضمر دونوں طرح کی معلومات کے بارے میں سوچ بچار کرنی چاہئے۔ مضمر معلومات دو طرح کی ہوتی ہے: (۱) جو کہ تحریر ذخیرہ الفاظ اور گرامر کی بناوٹوں کے ذریعے خود فراہم کرتی ہے؛ (۲) جو کہ تحریر سے پرے اُس صورتحال سے حاصل ہوتی ہے جو کسی دستاویز کے لکھے جانے کی وجہ ہوتی ہے، یعنی مصنف اور قارئین دونوں کے حالات اور اِس کے ساتھ اُن دونوں کے مابین تعلق۔

پہلی قسم میں، مضمر معلومات پیراگراف کے اندر یا اُس سے متصل دوسرے پیراگرافوں (فوری سیاق وسباق) میں ملتی ہے۔ یہ تحریر کے دوسرے حصوں (وسیع سیاق وسباق) میں بھی مل سکتی ہے۔

دوسری قسم میں، مضمر معلومات مصنف اور اُس کے قارئین کے ثقافتی تناظر میں ملتی ہے۔

---

[1] یوجین اے۔ نیڈا اور ولیم ڈی۔ رائبرن: گُڈ نیوز بائبل کو کیسے استعمال کریں (واکو: ورڈ بکس، ۱۹۷۷)، ۱۱۔

اندرونی سیاق وسباق کے ذریعے ملنے والی معلومات

پہلی قسم میں، مترجم کو مضمر معلومات کو بہتر طور پر سمجھنے اور اُسے ترجمے میں واضح طور پر بیان کرنے کے قابل ہونے کے لئے ماخذ زبان اور ہدفی زبان دونوں کے لسانیاتی پہلوؤں سے آگاہی حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ یہ بہت ضروری ہونا چاہئے۔ وہ مواد جس میں مضمر معلومات پائی جاتی ہیں اُس کی کئی اقسام ہیں۔

الف۔ حذف عبارت (Ellipsis): یہ عموماً اندرونی طور پر حذف کئے جانے کی نشاندہی کرتا ہے۔ کچھ مثالوں میں ایک یا اُس سے زائد الفاظ حذف کر دیئے جاتے ہیں جن کی گرامر کی رو سے تو ضرورت ہوتی ہے لیکن وہ جملے کے معنیٰ کے لئے ضروری نہیں ہوتے۔ اس قسم کی صورتحال کا سامنا خاص طور پر تب کرنا پڑتا ہے جب ضمائر شخصی اُن افراد کو مخاطب کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہوتا ہے۔

ایک لفظی ترجمہ جس میں واضح اور مضمر معلومات کے درمیان تعلق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا فاعل اور مبہم عمل کے درمیان تعلق کو نظرانداز کر دیتا ہے۔ مثلاً، KJV میں مرقس ۱:۹-۱۰ کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"And it came to pass in those days, that Jesus came from Nazareth of Galilee, and was baptized of John in Jordan. And straightway coming up out of the water, he saw the heavens opened..."

''اور اُن دنوں ایسا ہُوا کہ یسوع نے گلیل کے ناصرۃ سے آ کر یردن میں یوحنا سے بپتسمہ لیا اور جب وہ پانی سے نکل کر اوپر آیا تو فی الفور اُس نے آسمان کو پھٹتے دیکھا۔''

کون پانی سے نکل کر باہر آیا اور اُس نے آسمان کو پھٹتے دیکھا؟ TEV اِس حوالے کی وضاحت یوں کرتی ہے:

"Not long afterwards Jesus came from Nazareth in the province of Galilee, and was baptized by John in the Jordan. As soon as

Jesus came up out of the water, he saw heaven opening..."

''اِس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ یسوع صوبہ گلیل کے ناصرۃ سے آیا اور یردن میں یوحنا سے بپتسمہ لیا۔ اور جیسے ہی یسوع پانی سے نکل کر اوپر آیا اُس نے آسمان کو پھٹتے دیکھا...''

اِسی طرح کی ایک اَور مثال پیدایش ۱۴:۱۹-۲۰ کی ہے۔

حذفِ عبارت کی ایک اَور قسم اُس وقت واقع ہوتی ہے جب بیان یا متن کسی ایسی چیز کو تصور کرتا ہے جو گفتگو کے سیاق و سباق میں موجود ہوتی ہے۔ مثلاً رومیوں ۲۱:۱۴ کا ایک لفظی ترجمہ یوں ہے:

It is good neither to eat flesh, nor to drink wine, nor any thing whereby thy brother stumbleth, or is offended, or is made weak."(KJV)

''یہ اچھا ہے کہ تُو نہ گوشت کھائے۔ نہ مے پئے۔ نہ اَور کچھ ایسا کرے جسکے سبب سے تیرا بھائی ٹھوکر کھائے یا رنجیدہ ہو یا کمزور ہو۔''

اِس حوالے کے مجموعی سیاق و سباق (قب آیات ۵-۱۳) سے عیاں ہے کہ اظہار "nor any thing" (نہ اَور کچھ) کھانے پینے سے ہٹ کر دوسرے کاموں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اب مبہم پن سے بچنے کے لئے ترجمے میں معنی واضح طور پر بیان کئے جا سکتے ہیں جس کی ایک مثال TEV میں اِس آیت کا کیا جانے والا ترجمہ ہے:

"The right thing to do is to keep from eating meat, drinking wine, or doing anything else that will make your brother fall."

''یہ درست کام ہے کہ تُو گوشت کھانے، مے پینے اور کسی ایسے کام کو کرنے سے جس سے تیرا بھائی ٹھوکر کھائے بچ۔''

ب۔ گرامر میں حذف کئے جانے کی کئی اَور اقسام بھی ہیں جو ایک پہلو کے دوسرے پہلو پر زور دیئے جانے میں مصنف کی دلچسپی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایسی مثالوں میں زور واضح پہلو پر ہوتا ہے۔ مثلاً، پیدایش ۲۰:۴ کا عبرانی سے لفظی ترجمہ کچھ یوں ہوگا:

''اور عدہ کے یابل پیدا ہوا۔ وہ اُن کا باپ تھا جو رہتے ہیں خیموں میں، جانور۔'' یہاں مفعول

''جانور'' کو واضح کرنے کے لئے ایک دوسرا فعل درکار ہے۔ NIV میں اِس حوالہ کا ترجمہ فعل کو واضح طور پر بیان کرتا ہے:

"Adah gave birth to Jabal; he was the father of those who live in tents and raise livestock."

''اور عدہ کے یابل پیدا ہوا۔ وہ اُن کا باپ تھا جو خیموں میں رہتے اور جانور پالتے ہیں۔''

ج۔ کچھ طرزِ اظہار میں، جیسے کہ خطیبانہ سوال ہے، جواب ہمیشہ اِس مفروضے کی بنا پر مضمر ہوتا ہے کہ قاری یا سامع خود بخود اِسے مہیا کرے گا جہاں ابلاغ کے اِس عجوبہ کا مجموعی سیاق وسباق دیا جاتا ہے۔ ترجمے کے دوران کچھ جگہوں پر مضمر جواب کو واضح طور پر بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آیئے گلتیوں ۳:۵ کی مثال دیکھیں۔ KJV میں اِس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"He therefore that ministereth to you the Spirit, and worketh miracles among you, doeth he it by the works of the law, or by the hearing of faith?"

''پس جو تمہیں روح بخشتا ہے اور تم میں معجزے ظاہر کرتا ہے کیا وہ شریعت کے اعمال سے ایسا کرتا ہے یا ایمان کے پیغام سے؟''

دوسری طرف TLB اَور زیادہ واضح ہے:

"...does God give you the power of the Holy Spirit and work miracles among you as a result of your trying to obey the Jewish law? No, of course not. It is when you believe in Christ and fully trust him."

''کیا خدا نے تمہیں اِس لئے روح القدس کی قوت بخشی اور تو معجزے کرتا ہے کہ تم یہودی شریعت کی فرمانبرداری کرنے کی کوشش کرتے ہو؟ نہیں، یقیناً نہیں۔ ایسا اُس وقت ہوتا ہے جب تم مسیح پر ایمان لاتے ہو اور اُس پر مکمل بھروسا کرتے ہو۔''

بیرونی سیاق وسباق کے ذریعے ملنے والی معلومات

چونکہ مضمر معلومات ہمیشہ تاریخی اور ثقافتی سیاق وسباق رکھتی ہے، اِس لئے ضروری ہے کہ ہر صورتحال کا تجزیہ کیا جائے اور فیصلہ کیا جائے کہ کیا معلومات ترجمہ میں واضح طور پر مہیا کرنے کی ضرورت ہے یا حواشی میں دی جائے۔ مترجم کو مختلف عناصر پر غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

مثلاً، کس قسم کے قارئین کے لئے ترجمہ کیا جا رہا ہے؟ بچوں اور نئے قارئین کے لئے بائبل کا ترجمہ کرنے میں کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں واضح معلومات متعارف کروائی جاسکتی ہے جو کہ اصل متن میں مضمر ہو۔ مثلاً لوقا ۲: ۱-۲ کا ایک مناسب لفظی ترجمہ یوں ہوگا:

"Now it came to pass in those days, there went out a decree from Caesar Augustus, that all the world should be enrolled. This was the first enrolment made when Quirinius was governor of Syria." (ASV)

''اُن دنوں میں ایسا ہوا کہ قیصر اَوگوستُس کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں۔ یہ پہلی اسم نویسی سُوریہ کے حاکم کورِنیُس کے عہد میں ہوئی۔''

اِس ترجمے میں اِس بات کی ضرورت ہے کہ قاری کو جغرافیہ اور تاریخ کی کچھ آگہی دی جائے تاکہ وہ معلومات مہیا کی جاسکیں جو مضمر ہے۔ TEV میں اِس حوالہ کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"At that time Emperor Augustus ordered a census to be taken throughout the Roman Empire. When this first census took place, Quirinius was the governor of Syria."

''اُن دنوں میں قیصر بادشاہ نے یہ حکم جاری کیا کہ ساری رومی سلطنت میں مردم شماری ہو۔ جب یہ پہلی مردم شماری ہوئی کورِنیُس سوریہ کا حاکم تھا۔''

کچھ مطالعاتی بائبلوں میں یہ مضمر معلومات متن میں واضح نہیں کی جاتیں جیسے کہ TEV میں ہے، بلکہ اِس کی وضاحت حواشی میں کی جاتی ہے۔ اگر ہدفی زبان یا مقصود قارئین کی ثقافت یہ ضروری بنا دے کہ متن کے کچھ ثقافتی حصے کی وضاحت کی جائے تو معلومات واضح طور پر بیان کی جانی چاہئے۔ مثلاً

لوقا ۱۸: ۹-۱۴ کے کچھ تراجم میں آیت ۱۳ کے الفاظ "beat his breast" (چھاتی پیٹ پیٹ کر) کے ساتھ فقرہ "in sorrow" (غم میں) کا اضافہ کیا ہے تا کہ حلیمی کا اظہار کیا جا سکے۔ CEV میں آیت کے شروع میں اِن الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے: "He was sorry for what he had done" (جو کچھ اُس نے کیا تھا وہ اُس پر نادِم تھا)۔ ایسا اس لئے کیا گیا کیونکہ کچھ افریقی ثقافتوں میں چھاتی کو پیٹنا فخر اور دوسروں پر قوت کا نشان ہے۔ اِسی طرح متی ۵: ۱ کی مثال میں CEV Study Bible میں جسے The Learning Bible کہا جاتا ہے ایک نوٹ لکھا ہے جو بیان کرتا ہے کہ "قدیم دنیا میں اُستاد بشمول یہودی اُستاد اُس وقت بیٹھ جاتے تھے جب تعلیم دیتے تھے۔" پیدائش ۳۱: ۵۱-۵۴ کو سمجھنے کے لئے ہمیں یہ لازماً ذہن میں رکھنا چاہئے کہ یعقوب اور لابن صرف اس لئے نیچے نہیں بیٹھے تھے کہ وہ بھوکے تھے جو کہ متن سے سمجھ آتا ہے، بلکہ اس لئے بھی کہ یہ واقعہ علامتوں سے بھرا ہوا ہے جو اُس وقت تک سمجھی نہیں جا سکتیں جب تک کہ قاری تاریخی اور ثقافتی پس منظر سے واقف نہ ہو اور اِس حقیقت سے آگاہ نہ ہو کہ کھانا کھانے کے لئے بیٹھ جانا ایک رسم کا حصہ ہے جہاں ایک عہد کیا جاتا اور اُس پر مہر ثبت کی جاتی تھی۔

ایک ترجمہ قارئین کی طرف سے سمجھا جانا اور قبول کیا جانا چاہئے

مترجم کو یہ بات یقینی بنانے میں محتاط ہونا چاہئے کہ ترجمہ کیا جانے والے متن سمجھا بھی جائے اور قبول بھی کیا جائے۔ تفاعلی مترادفیت پر مبنی ایک ترجمہ قارئین کی طرف سے رد کیا جا سکتا ہے کہ اگر وہ لسانیاتی معاملات پر انداز کی خرابی تک توجہ مرکوز رکھے۔ بائبل کے کچھ مشہور مانے گئے تراجم فہم و ادراک کے حوالے سے بہت اچھے ہو سکتے ہیں، لیکن وہ ادبی انداز کے نکتہ نظر سے بہت کمزور ہیں۔ ایک قابل اعتماد ترجمہ نہ صرف قابل سمجھ ہونا چاہئے بلکہ ساتھ ہی ساتھ خوبصورت بھی ہونا چاہئے۔

ہمیں لازماً احساس کرنا چاہئے کہ جہاں مذہبی تحریر کی بات ہوتی ہے وہاں لوگ اُس متن کی طرف زیادہ کھنچے جاتے ہیں جو جمالیاتی طور پر زیادہ اطمینان بخش ہو بہ نسبت اُس کے کہ جو صرف سمجھنا آسان ہو۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ بائبل مُقدّس کے قارئین اور سامعین ذہنوں کے ساتھ ساتھ احساسات بھی رکھتے ہیں۔ اُن کے پاس ایک دماغ ہے جس کے دو حصے ہیں، جن میں سے ہر ایک پیغامات کو

مختلف طرح سے ذخیرہ کرتا اور اُسے سامنے لے کر آتا ہے۔ یہ خدا کی طرف سے ایک برکت ہے کہ اصل
زبانوں میں بائبل خوبصورت نثر اور شاعری میں لکھی گئی ہے جس میں وعظ، گیت، واقعات، تعلیمات اور
امثال شامل ہیں۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اصل نسخے اُس زبان میں لکھے گئے جو اُس زمانے میں
''عام لوگ'' بولتے اور سمجھتے تھے۔

متن کی صورت اور معنیٰ

مختلف صورتوں کے ذریعے ایک معنیٰ کا اظہار کرنا

کیس ایف ڈی بلوآ

دوسری زبان سیکھنے والے لوگ اِس حقیقت سے آگاہ ہو جاتے ہیں کہ ہر زبان معانی کے اظہار کے لئے اپنے منفرد انداز رکھتی ہے، جو ایک طرح سے زبان کو یکتا بناتی ہے۔ اِس میں بامحاورہ اظہارات شامل ہیں۔ ایک انگریز بے تحاشا بارش کے لئے کہے گا "'rain 'cats and dogs"، جبکہ ایک ہسپانوی بولنے والا "'rain 'a cantaros" (گھڑوں میں بارش) کہے گا۔ معانی ایک سے ہیں لیکن معنیٰ کے بیان کے لئے صورت کافی حد تک مختلف ہے۔

اِس لحاظ سے کئی زبانوں میں مترادف آداب وتسلیمات کا موازنہ کرنا انتہائی دلکش ہے۔ انگریزی اور ہسپانوی میں آپ کسی کو یہ کہنے سے آداب وسلام کہہ سکتے ہیں کہ "How are you?" (آپ کیسے ہیں؟)۔ مشرقی افریقہ میں سواحلی بولنے والا اپنے دوست کو یہ پوچھنے سے سلام کرے گا ''تمہارے پاس کیا خبر ہے؟'' جبکہ تنزانیہ میں نیاگیوسا قبیلہ کا فرد دیکھے گا کہ کیا ''اُس کا دوست سویا ہوا ہے۔'' انگریزی میں زیادہ رسمی انداز میں آپ کسی کو یوں سلام کر سکتے ہیں "How do you do?"، لیکن جب اِس کا ہسپانوی میں لفظی ترجمہ کیا جائے تو بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ سواحلی مترادف ''تمہارے پاس کیا خبر ہے؟'' کا ایک لفظی ترجمہ انگریزی میں غیر فطری معلوم ہوگا۔ اب ہم مختلف صورتوں کی بات کر رہے ہیں جو ایک ہی عمل ہے کہ: ایک دوسرے کو آداب وسلام کہنا۔

عموماً ہم کہہ سکتے ہیں کہ نزدیکی زبانیں لسانیاتی اور ثقافتی تناظر کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متعلقہ ہوتی ہیں، جب صورتیں اور اظہارات یکساں معنیٰ کی نشاندہی کرتے ہیں تو اُن کے مماثل ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ زیادہ واضح طور پر اس کا مطلب یہ ہے کہ ہسپانوی اور سواحلی زبان کی نسبت ہسپانوی اور اٹالین زبان کی نزدیکی متعلقہ صورتیں اور اظہارات استعمال کرنے کے زیادہ

امکانات ہیں۔ بالکل اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عبرانی اور ہسپانوی زبان کی نسبت عبرانی اور سواحلی زبان کے اظہارات میں ایک بڑی یکسانیت پائی جاتی ہے۔

صورت اور معنٰی

گذشتہ سطور کا مقصد یہ بتانا تھا کہ جب ہم زبانوں کا موازنہ کرتے ہیں تو ہمیں صورت اور معنٰی کے دو درجوں کے درمیان تمیز کرنی ہے۔ ہر زبان کا معانی کے اظہار کا اپنا طریقہ ہے اور جب ہم ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرتے ہیں تو ہمیں اس حقیقت کو قبول کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ماخذ زبان جس سے ہم ترجمہ کرتے ہیں اور ہدفی زبان جس میں ہم ترجمہ کرتے ہیں دونوں کو سنجیدگی کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔ اگر ہم بہت زیادہ لفظی ترجمہ کریں تو ہم ماخذ زبان میں صورتوں اور اظہارات پر بہت زیادہ توجہ مرکوز رکھتے ہیں اور ممکن ہے کہ ہدفی زبان کے ساتھ مناسب انصاف نہ کریں۔

اس لئے ہمیں صورت اور معنٰی کے درمیان ایک فرق تو روا رکھنا ہے لیکن انہیں بالکل جدا نہیں کرنا۔ لسانیاتی صورتیں نہ صرف معانی اور پیغامات پر مشتمل ہوتی ہیں بلکہ کسی حد تک وہ صورتوں کے ذریعے ظاہر کئے جانے والے معانی کا سبب بھی ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر صورتیں، اظہارات اور بناوٹیں معنٰی کے پہلوؤں کو اپنے اندر رکھے ہوسکتی ہیں۔ اِس کا اطلاق نہ صرف اظہارات کے اندر الفاظ کے درجے پر ہوتا ہے بلکہ کسی حد تک آوازوں یا آواز کے مختلف امتزاجوں پر ہوتا ہے جو کسی بیان اور ادبی اصناف کے بڑے حصے ہوتے ہیں۔ یہ واضح ہے کہ ہم ''معنٰی'' کے تصور کو معمول سے ہٹ کر وسیع پیمانے پر استعمال کرتے ہیں۔ الفاظ کے ذریعے ہم اُن کے معانی کے ساتھ اشیاء، واقعات، مقدار/خاصیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو علم المعانی کی انتہائی اہم درجہ بندیوں میں سے کچھ کا ذکر کرنا ہے۔ ہم فعلی زمانوں، مذکر اور مونث لاحقوں وغیرہ کو بھی معنٰی کے پہلو تفویض کرتے ہیں۔ تاہم ہمیں معنٰی کے دوسرے پہلوؤں میں بھی تمیز کرنے کی ضرورت ہے جو ابلاغ بشمول ترجمہ میں ایک اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ کچھ زبانوں میں آوازیں یا آوازوں کے مختلف امتزاج معنٰی کے حامل ہوسکتے ہیں۔ اسے صوتی علامتیت کہا جاتا ہے۔ مثلاً ڈچ زبان میں وہ الفاظ جو عموماً مصمتہ "sl" سے شروع ہوتے ہیں اکثر منفی معنٰی یا مفہوم رکھتے ہیں۔

بلند مرتبہ زبان کے درجے پر اِس بات کا تعین کرنا اَور زیادہ مشکل بن جاتا ہے کہ معنٰی کے کون سے عناصر کو بیانیہ بناوٹوں اور اصناف کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ بامحاورہ کہاوتی اظہارات کی مثال میں جیسے ''سر پر انگاروں کا ڈھیر لگائے گا'' (امثال ۲۵: ۲۲؛ رومیوں ۱۲: ۲۰) ہمارا واسطہ ایسے معانی کے ساتھ ہے جو الفاظ یا فقروں کے امتزاج سے براہ راست حاصل نہیں کئے جاسکتے۔ ایسے اظہارات یا فقروں نے خود اپنے معانی کو واضح کیا ہے۔ اِس لئے ترجمہ میں ایسے اظہارات کو دیکھنا اہم ہے جو کام کے لحاظ سے مترادف ہوں۔ مندرجہ بالا سطور میں مُقتبس بائبلی بیان کا مطلب ہے ''کسی کو شرم دِلانا۔'' اِس کا ہسپانوی میں بامحاورہ مترادف "sonrojarlo a uno" (کسی کے چہرے کو سُرخ کردینا) ہو سکتا ہے۔ یہ عیاں ہے کہ جہاں لوگ گہری رنگت کے حامل ہوتے ہیں وہاں ایسا بیان نہ تو جانا جاسکتا ہے اور نہ ہی قابلِ فہم ہوگا۔ ایک بیانیہ حصہ میں مخصوص کلیدی الفاظ کا استعمال مصنف کا شعوری انتخاب ہوسکتا ہے تاکہ ایک مربوط متن کو سامنے لے کر آئے۔ یہ مظہر معنٰی اور پیغام میں جو کچھ مصنف پہنچانا چاہتا ہے معاون ثابت ہوتا ہے۔

اناجیل میں تمثیل کی ادبی صنف اکثر خیالی تصویر کے ذریعے خدا کی بادشاہی کے بارے میں کسی سچائی کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ وہ موازنہ جس پر تمثیل مبنی ہوتی ہے بادشاہی کے معنٰی کی درست سمجھ میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ درحقیقت ایک پوری کتاب کی ادبی صنف کے بارے میں سمجھ اُس کے معنٰی / پیغام کی تشریح پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔ اِس کی ایک مثال ''غزل الغزلات'' کی کتاب ہے جو یہودی اور مسیحی روایت کے مطابق ایک مجازیہ بیان کے طور پر سمجھی جاتی ہے۔ اِس قسم کی وضاحت کے مطابق ایک مرد اور عورت کے درمیان جسمانی تعلق خدا اور اُس کے لوگوں کے درمیان گہرے روحانی تعلق کی علامت ہے۔ مجازیہ بیان سے ہٹ کر کی جانے والی تشریح سے کتاب کا پیغام بنیادی طور پر جنسی محبت کی اہمیت پر مرکوز رہے گا۔

ماخذ زبان اور ترجمہ میں بیانیہ حصہ کا انداز معنٰی / پیغام کی درست فہم کے لئے بھی معاون ہوسکتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکا میں کسی نے مشہور فقرہ "The Living Bible" (زندہ بائبل) پڑھنے کے بعد تبصرہ کیا: ''یہ خوبصورت اور مسحور کن عبارت ہے، لیکن یہ ایک صحافی کی زبان کی طرح لگتی ہے اور جو کچھ ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں میں اُس پر یقین نہیں رکھتا۔'' ایسی صورتحال میں ہم پیغام اِس خاص

شخص تک مناسب طور پر پہنچائے جاسکنے کی توقع نہیں کر سکتے۔ جدید بائبل کے ترجمے میں بہت زیادہ غیر رسمی انداز اُن لوگوں میں منفی ردعمل کا باعث ہوسکتا ہے جو اپنے پرانے، قابل بھروسا ترجمہ کے ساتھ بڑے ہوئے ہیں اور اُنہیں ایک جدید صورت میں پیغام کو لینے اور قبول کرنے میں مشکل ہوتی ہے۔

ایک عبارت کے معنٰی کے تمام پہلوؤں کا ترجمہ میں اظہار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ناممکن ہے اور بہت زیادہ ضروری بھی نہیں ہے۔ جدید تراجم میں تعارف، نوٹس اور دیگر امدادی پہلوؤں کا استعمال لوگوں کی مدد کرسکتا ہے کہ وہ متن کو اُس کے سیاق وسباق میں بہتر طور پر سمجھ سکیں اور یہ سمجھ اُس آگہی سے زیادہ ہوتی ہے جو ایک سادہ ترجمہ سے حاصل ہوتی ہے۔

اب نتیجہ کے طور پر ہم نے دیکھا کہ ترجمہ کے جدید نظریے اِس سارے عمل کو ابلاغ کے تناظر میں بیان کرتے ہیں۔ ایک ہی پیغام اکثر مختلف صورتوں کے ذریعے بیان کرنا پڑتا ہے۔ ترجیح معنٰی یا پیغام کی درست سمجھ کو دی جانی چاہئے۔ مترجمین کو تفاعلی مترادفیت دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ صرف اِسی سے ماخذ اور وصول کنندہ زبان اور ثقافت دونوں کے ساتھ انصاف ہوسکتا ہے۔

ثقافت کو اُس انداز کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے جس میں لوگوں کا ایک مخصوص گروہ اپنے ماحول کی حقیقت کے تعلق سے اپنی شناخت کا تجربہ کرتا ہے۔ نہ صرف مذہب، سماجی ڈھانچہ اور آرٹ بلکہ زبان بھی ایک قبیلہ یا قوم کی ثقافت کا حصہ ہوتی ہے۔ ایک فرد گویا یہ کہہ سکتا ہے کہ زبان ایک گروہ کی ثقافت کو منعکس کرتی ہے۔

جو کچھ ایک گروہ کی ثقافت میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے وہ زبان میں بھی نمایاں طور پر واضح ہوتا ہے۔ کینیا میں ماسای لوگوں کے لئے کسی فرد کی مویشیوں کی ملکیت اُس فرد کے قبیلہ کے اندر سماجی رتبہ کا تعین کرتی ہے۔ مویشی قبائلی زندگی کی بہبود اور استحکام کو ترویج دیتے ہیں۔ شادی کی صورت میں دُلہے کے خاندان کی طرف سے دُلہن کے خاندان کی طرف مویشیوں کی ملکیت کی منتقلی، جسے شادی کی قیمت کے طور پر جانا جاتا ہے، قبائلی وجود کے استحکام کو مضبوط کرتی ہے۔ اِس لئے ماسای زبان مویشی اور چوپائی زندگی کے پہلوؤں سے متعلقہ الفاظ اور اظہارات سے بھری ہے۔ اِس میں ''گائے'' کے لئے کثیر تعداد میں الفاظ موجود ہیں، جس کا انحصار اُس کی جسمانی نشوونما کے درجے، سینگوں کی ساخت اور لمبائی، جلد کے رنگ اور نمونے پر ہے۔ اِس ثقافتی حقیقت کے تناظر سے ماسای زبان غالباً انگریزی سے

زیادہ وسعت کی حامل ہے: انگریزی میں ایسا امتیاز غالباً مختلف الفاظ کے ذریعے تو حاصل نہیں کیا جاسکتا، لیکن اکثر ایک بیانیہ فقرے کے ذریعے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک اُن الفاظ اور تصورات کی بات ہے جو جدید ٹیکنالوجی سے وابستہ ہیں تو ایک فرد اِس کے برعکس بحث کرسکتا ہے۔ بہت سی مثالوں میں ماسای میں اپنی سہولت کی غرض سے بیانیہ فقروں کی ضرورت پڑے گی جبکہ انگریزی کئی نئے الفاظ کا استعمال کرسکتی ہے جو لاطینی سے لئے جانے والے جدید الفاظ ہیں۔

لسانیاتی اور ثقافتی تناظر سے، ''غریب'' اور ''امیر'' جیسے تصورات تخصیصی زبانوں میں مکمل طور پر ناکافی ہیں۔ ہر زبان ایسے الفاظ اور تصورات کے لئے جو ثقافت میں نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں اپنے ایماپر الفاظ اور اظہارات رکھتی ہے۔

تشبیہاتی اظہارات اور مستعار الفاظ کے ذریعے ایک زبان اپنے آپ کو نئے حالات اور ثقافتی تبدیلی کے مطابق کرسکتی ہے۔ مثلاً جہاں جنوبی امریکا کی ایک انڈین زبان میں ایک ہوائی جہاز کو'' ہوائی کشتی'' کہا جاتا تھا، وہیں ایک مشرقی افریقی زبان نے انگریزی سے ایک مستعار لفظ استعمال کیا۔ جو بھی صورتحال ہو، '' ہوائی جہاز'' کا تصور ہمیشہ ہی ترجمے کے قابل ہے۔

مجازی زبان میں، وہ ثقافت جس کی زبان حصہ ہوتی ہے، وہ بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ مثلاً جب لوقا ۱۳: ۳۲ میں ہیرودیس بادشاہ کو'' لومڑی'' کہا گیا ہے، تو ایک مغربی فرد کے لئے مجازی معنٰی '' مکار'' ہوسکتا ہے۔ دوسری ثقافتوں میں ہوسکتا ہے کہ یہ تعلق مکمل طور پر مختلف ہو۔ یونانی استعمال میں '' لومڑی'' کے معنٰی کا ضمنی عنصر غالباً'' مکار'' کی نسبت '' مہلک'' کے طور پر بیان کیا جانا چاہئے۔ یہ مثال اُن بہت سی مثالوں میں سے ایک ہے جو اِس حقیقت کو بیان کرنے کے لئے استعمال کی جاسکتی ہیں۔

مجازی زبان

مجازی زبان صورت۔ معنٰی سے متعلقہ مسائل کا ایک انتہائی دلچسپ حصہ ہے۔ روزمرہ زبان میں ہمیں تشبیہاتی استعمال ملتا ہے۔ یہ مترجم کے لئے سنجیدہ مشکلات کا باعث ہوتا ہے کیونکہ اکثر مجازی اظہارات کا لفظی ترجمہ نہیں کیا جاسکتا۔ مجازی زبان جہاں ایک طرف نئے تجربات کا اظہار کرنے میں

استعمال ہوتی ہے جیسے انڈین زبان میں "ہوائی کشتی"، تو دوسری طرف پیغام / معنیٰ جو منتقل کیا جاتا ہے اُس کے اثر میں اضافہ کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ ادبی زبان کی ایک خصوصیت خاص طور پر نثر اور نظم دونوں میں مجازی اظہارات کا بہت زیادہ تناسب ہونا ہے۔

اوپر بیان کی گئی مثال میں ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح معنیٰ کا ایک اضافی عنصر، جس کا انحصار ثقافتی سیاق وسباق پر ہے اور جس میں موازنہ کی شراکت کی جاتی ہے، واضح بن جاتا ہے اور ایک موازنہ کی بنیاد ٹھہرتا ہے۔ تشبیہ اور استعارے تمام زبانوں میں پائے جاتے ہیں۔ اِس مضمون میں ہم مجازی زبان کی تین اقسام پر غور کریں گے: (الف) تشبیہ اور استعارہ، (ب) مجاز مرسل اور (ج) بامحاورہ اظہارات۔

(الف) تشبیہ اور استعارہ

بائبل تشبیہ اور استعاروں سے بھری ہوئی ہے۔ یوحنا ۱۴:۶ میں یسوع کی تصویر کشی "راہ اور حق اور زندگی" کے طور پر کی گئی ہے۔ اِس انجیل میں وہ "دروازہ" کے طور پر بھی بیان کیا گیا ہے (یوحنا ۱۰:۷)۔ اُس کے شاگردوں کو "زمین کے نمک" اور "دنیا کا نور" کہا گیا ہے (متی ۵: ۱۳-۱۴)، جبکہ وہ جو "راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں" اُنہیں مبارک کہا گیا ہے (متی ۵:۶)۔ کچھ مثالوں میں موازنہ کی بنیاد کی واضح طور پر نشاندہی کی گئی ہوتی ہے۔ دوسری مثالوں میں الٰہیاتی یا اعتقادی غور وفکر کسی مشہور حوالے جیسے "یہ میرا بدن ہے" (متی ۲۶:۲۶) کی تشریح میں ایک کردار ادا کر سکتا ہے۔ اب مسئلہ یہاں پر یہ ہے کہ کیا ہمیں فقرے کی تشریح مجازی طور پر کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔

جب بھی موازنہ کی نشاندہی کرنے والے الفاظ "جیسے، گویا" موجود نہ ہوں تو ایک تشبیہ استعارہ بن جاتی ہے۔ کچھ زبانوں میں استعاروں کو پیغام پہنچانے کی خاطر تشبیہ کے طور پر لیا جانا چاہئے۔ "میں زندگی کی روٹی ہوں" (یوحنا ۶: ۳۵-۴۸) کا ترجمہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے "میں اُس خوراک کی مانند ہوں جو زندگی بخشتی ہے۔" متی ۵:۶ کی مبارکبادی کچھ زبانوں میں یوں بیان کی گئی ہے: "جو خدا چاہتا ہے اُسے کرنے کی خواہش جن کی اِس حد تک مضبوط ہے جیسے بھوک اور پیاس وہ مبارک ہیں۔"

اُن لوگوں کے لئے مخصوص موازنے بامعنیٰ ہونا مشکل ہوتا ہے جو ایک مختلف زمانے یا ثقافتی

صورتحال میں رہتے ہیں۔ ایک اظہار کے معنیٰ کے ساتھ انصاف کرنے کے لئے یہ ضروری ہوسکتا ہے کہ استعارے کو ختم کر دیا جائے، جہاں استعارے کو ایک غیر استعاراتی اظہار کے حق میں ترک کر دینا ایک حل ہوتا ہے۔ ڈچ کامن لینگویج ٹرانسلیشن میں بیان ''خداوند ہی میری میراث اور میرے پیالے کا حصہ ہے'' (زبور ۱۶: ۵) کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے ''تُو خداوند ہی میرا سب کچھ ہے۔'' یہ وہ پہلو ہے جہاں مترجم کو بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہئے۔ مجازی زبان کی بہت زیادہ تخفیف کا نتیجہ ''بے اثر'' زبان کے استعمال کی صورت میں نکل سکتا ہے۔

کچھ خاص مثالوں میں موازنہ کی بنیاد کی وضاحت کرنے کی کوشش کرنا مددگار ہوسکتا ہے۔ متبادل صورت میں، یہ ضروری ہوسکتا ہے کہ ترجمے کی زبان میں مختلف تشبیہات کا چناؤ کیا جائے۔ یہاں پر ایک اور آگہی بھی ضروری ہے: ہمیں اُن جدید تصورات کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے جو بائبل کے ثقافتی سیاق وسباق کے مطابق نہیں ہیں۔ "The Living Bible" میں ایسی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں جسے ہم ثقافتوں کو مدغم کرنے کے طور پر بیان کرسکتے ہیں۔ اِس توضیعی ترجمے میں زبور ۲: ۲ میں قومیں ایک "summit conference" (سربراہوں کی کانفرنس) میں اکٹھی ہوئی ہیں، اور زبور ۱۱۹: ۱۰۵ میں لکھا ہے "Your words are a flashlight to light the path" (تیرے الفاظ راہ کو روشن کرنے کے لئے ایک ٹارچ ہیں)۔ غلط زمانی پر مشتمل ایسی زبان کی ہمیں اجازت نہیں۔

(ب) مجاز مرسل

مجاز مرسل موازنہ کی نسبت وابستگی پر مبنی ہوتا ہے۔ اکثر اِس میں کوئی واضح موازنہ شامل نہیں ہوتا۔ مثلاً مکاشفہ ۱: ۱۸ میں لفظ ''کنجیاں'' کا استعمال ''اختیار، قدرت'' کے لئے کنایہ کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ بیان ''جو پیالہ میں پینے کو ہوں'' (متی ۲۰: ۲۲) کا تعلق مسیح کے دُکھوں کے ساتھ ہے اور وہ بھی اسی قسم سے تعلق رکھتا ہے۔ اِس کا اطلاق نئے عہدنامہ کے بیان ''آنے والے غضب'' (متی ۳: ۷) پر بھی ہوتا ہے جہاں ''غضب'' کا مفہوم ''عدالت'' ہے۔

اکثر بائبل میں ایک مجاز مرسل کا کام ''ایک مکمل چیز کے لئے ایک حصے'' کی نشاندہی کرنا ہوتا ہے۔ عبرانی عہدِ عتیق میں لفظ ''جان'' اکثر ''مکمل شخص'' کے معنیٰ کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ ''میری

جان'' اکثر'' میں'' کے لئے ایک مترادف ہے۔ اِس کی ایک اَور مشہور مثال یسعیاہ ۵۲:۷ میں پائی جاتی ہے، '' اُسکے پاؤں پہاڑوں پر کیا ہی خوشنما ہیں جو خوشخبری لاتا ہے اور سلامتی کی منادی کرتا ہے۔''

ہم مجاز مرسل کی مثالوں میں وہاں بھی دیکھ سکتے ہیں جہاں اِس کے بالکل اُلٹ ہو یعنی'' ایک حصے کے لئے ایک مکمل چیز'' کی نشاندہی۔ یوحنا ۱۲:۱۹ کا زیادہ لفظی ترجمہ کچھ یوں بیان کرے گا'' جہان اُس کا پیرو ہو چلا'' جہاں '' جہان'' کا مطلب '' تقریباً ہر کوئی'' ہے۔ جب پولس تیمتھیس کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ '' پانی ہی نہ پیا کر بلکہ ... ذرا سی مے بھی'' (۱۔ تیمتھیس ۵:۲۳) تو اُس کا مطلب ہے کہ'' صرف پانی ہی نہ پیا کر...'' اِس قسم کی صنعتِ بیانی کو کبھی کبھار مبالغہ آمیزی کہا جاتا ہے۔

تمام زبانیں اِس قسم کی مجازی زبان کے استعمال کو ابلاغ کے عمل میں پیغام کے کسی حصے کو بغیر کھوئے اور اُلجھائے اختیار کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ کبھی کبھار متبادل مجازی اظہارات کی شناخت کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ ایسی مثالوں میں مترجم مجبور ہو سکتا ہے کہ ادراکی معنٰی کا اظہار زیادہ براہ راست کرے۔

(ج) بامحاورہ اظہارات

ایک بامحاورہ اظہار کی ایسے بیان کے طور پر وضاحت کی جا سکتی ہے کہ جس کے معنٰی اظہار پر مشتمل الفاظ کے مجموعے سے اخذ نہیں کئے جا سکتے۔ ایسے کچھ اظہارات غیر معیاری یا بازاری زبان پر مشتمل ہوتے ہیں۔ انگریزی میں "to die" (مر جانا) کے لئے "to kick the bucket" کا بے ادب اور ناشائستہ اظہار پایا جاتا ہے۔

اعلیٰ درجے کی زبان میں بھی ہمیں بامحاورہ اظہارات ملتے ہیں۔ پولس مسیحیوں کی اپنے خط میں حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کے '' سر پر آگ کے انگاروں کا ڈھیر'' لگائیں۔ اب یہ یقیناً ایذا پہنچانے کی بات نہیں ہو رہی جیسا کہ اُن لوگوں نے رائے دی جنہوں نے ایک خاص افریقی زبان میں بائبل کا لفظی ترجمہ پڑھا تھا۔

یقیناً یہ سچ ہے کہ اکثر معانی ایک سے زائد طریقوں سے بیان کئے جا سکتے ہیں۔ اِس سب کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ کون سے گروہ تک بات پہنچانی مقصود ہے۔ بہت سی زبانیں زبانی درجوں میں یوں امتیاز کرتی ہیں جیسے متروک، تکنیکی، ادبی، غیر معیاری یا بازاری۔ وہ زبان جو مختلف پس منظر رکھنے

والے افراد میں مشترک ہوتی ہے اُسے اکثر "مشترک زبان" کہا جاتا ہے۔ یہ وہ عمومی درجہ ہے جسے عام طور پر جدید ترجمہ کے طریقے میں استعمال کیا جاتا ہے اور اکثر اِسے حرکی یا تفاعلی مترادفیت کہا جاتا ہے۔
دنیا کی کئی بڑی زبانوں میں دو یا اُس سے زیادہ جدید تراجم موجود ہیں، جن کا مقصد مختلف لوگوں کے گروہوں تک اپنی بات پہنچانی ہے۔ زبان کے مشہور ترجموں کی نسبت جدید ادبی ترجمے کلیسیائی عبادت میں اکثر زیادہ قابل قبول ہوتے ہیں۔

صورت اور مشمولات کے مابین توازن

خلاصہ کے طور پر ہم اپنے ترجمہ کی صورتحال میں صورت اور معنٰی کے مسائل سے کیسے نبٹ سکتے ہیں؟ سب سے پہلے ہمیں یہ ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمیں ماخذ زبان اور ہدفی زبان دونوں سے انصاف کرنا ہے۔ دونوں کو سنجیدگی سے لیا جانا چاہئے۔ دونوں کی اپنی خصوصیات اور محدودیت ہے اور دونوں زبان بولنے والوں کی ثقافت کی حقیقت اور زندگی کی حالت کو ظاہر کرتی ہیں۔
اگر توجہ کا مرکز بہت زیادہ حد تک ماخذ زبان میں صورتوں اور اظہارات پر ہوگا تو نتیجہ کے طور پر ترجمہ ایک لفظی ترجمہ ہوگا، جسے بڑا ہدفی گروہ غیر طبعی یا ناقابل فہم سمجھے گا۔ دوسری طرف ہدفی زبان پر بہت زیادہ توجہ مرکوز کرنے کا نتیجہ بہت زیادہ توضیح یا ایسے متن کی صورت میں نکل سکتا ہے جس میں اصل متن کے اثر اور خوبصورتی کی کمی ہو۔
نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں ہمیشہ ہدفی گروہ پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے صورت اور معنٰی کے درمیان ذمہ دارانہ توازن کو دیکھنا ہوگا۔ مخلص پن ایک ایسی اصطلاح ہے جسے بہت سے لوگ ترجمے کے کام کے تعلق سے درست طور پر استعمال کرنا پسند کرتے ہیں اور اِس کا اطلاق اصل متن اور سیاق وسباق اور وہ ہدفی گروہ جس کے لئے ترجمہ کیا جا رہا ہو دونوں پر ہونا چاہئے۔ تاہم مترجم کے ذہن میں تناؤ آتا رہے گا کیونکہ آسان جوابات اور حل اکثر درست نہیں ہوتے۔

باب ۱۸

انگریزی تراجم

راجر ایل۔ اومانسن

بائبل کے ترجمے اور اُس میں شمالی امریکا کے حصے کے اپنے مطالعہ میں آرلنسکی اور بریچر بیان کرتے ہیں کہ بائبل کے ترجمے کے چار ادوار ہیں۔[۱] پہلا دور ۲۰۰ قبل مسیح سے چوتھی صدی عیسوی تک تھا۔ یہ دور بنیادی طور پر یہودی تھا اور یہ یونانی اور ارامی تراجم پر مشتمل تھا۔ دوسرا بڑا دور چوتھی صدی عیسوی سے تقریباً ۱۵۰۰ عیسوی تک تھا اور بنیادی طور مسیحی (کیتھولک) دور تھا۔ تیسرا دور ۱۵۰۰ عیسوی سے تقریباً ۱۹۶۰ء تک تھا اور زیادہ تر پروٹسٹنٹ تھا۔ چوتھا دور ۱۹۶۰ء سے اب تک کا ہے۔ یہ چوتھا دور وہ وقت ہے جس میں یہودی، کیتھولک اور پروٹسٹنٹ معاشرے خالص فرقہ وارانہ تشریح اور لفظی تراجم سے دور ہوئے ہیں۔ (مثلاً ۱۵۶۰ء کی جنیوا بائبل بہت زیادہ حد تک ترجمے اور نوٹس میں کیلون کی نظریے سے متاثر ہے۔) جہاں تک انگریزی میں بائبل کے تراجم کی بات ہے، ہمیں بنیادی طور پر تیسرے اور چوتھے ادوار کا جائزہ لینا چاہئے۔

انگریزی میں بائبل کی تاریخ کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ بہترین کتابیں موجود ہیں جو انگریزی تراجم کی تاریخ پر بحث کرتی ہیں اور جو مختلف تراجم کی مضبوطیوں اور کمزوریوں کا جائزہ لیتی ہیں۔ چونکہ یہ معلومات آسانی سے دستیاب ہے اِس لئے میں یہاں تفصیل نہیں دہراؤں گا۔ بلکہ یہ مختصر کتابیاتی مضمون انگریزی کے تراجم کا ایک جائزہ پیش کرے گا اور مزید جامع مطالعہ کے لئے ذرائع کی نشاندہی کرے گا۔

انگریزی کے تراجم کی تاریخ کئی مختلف انداز سے تقسیم کی جاسکتی ہے۔ حال ہی میں جان سٹیونز کرز نے اِس تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے: (۱) چھپائی سے پہلے انگریزی بائبل، (۲) انگریزی میں

---

[۱] ہیری ایم۔ آرلنسکی اور رابرٹ جی۔ بریچر، آ ہسٹری آف بائبل ٹرانسلیشن اینڈ دا نارتھ امریکن کانٹریبوشن (اٹلانٹا: سکالرز پریس، ۱۹۹۱)۔

چھپی ہوئی ابتدائی بائبلیں اور (۳) جدید دور[1] میں نے اس تاریخ کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے:
(۱) ابتدائی ترین انگریزی کے تراجم، (۲) KJV سے پہلے، (۳) KJV ترجمہ اور (۴) جدید تراجم۔

(۱) ابتدائی ترین انگریزی کے تراجم

پوری بائبل کے وکلف ترجمے (جو لاطینی ولگاتا سے کیا گیا) سے پہلے چودھویں صدی عیسوی کے اواخر میں، پوری بائبل کا کوئی بھی مکمل انگریزی ترجمہ موجود نہیں تھا۔ صرف بائبل کے حصے، خاص طور پر زبور کی کتاب اور اناجیل ترجمہ ہوئے تھے یا وضاحتی ترجمے کے ساتھ موجود تھے۔ نویں صدی عیسوی میں الفریڈ دا گریٹ نے بائبل کے حصوں کا قدیم انگریزی میں ترجمہ کیا اور اُس سے اگلی صدی میں ایبٹ ایلفریک نے کیا۔ چودھویں صدی عیسوی تک زبور کی کتاب اور نئے عہد نامہ کے حصے وسطی زمانے کی انگریزی میں ترجمہ ہو چکے تھے۔

انگریزی تاریخ اور تراجم کے اِس دور کی اصل تاریخ جاننے کے لئے دیکھئے کرٹ اینشیئنٹ ٹیکسٹز الائیو ٹوڈے میں پہلے تین ابواب دی انگلش بائبل بیفور پرنٹنگ)۔ مزید دیکھئے: دا کیمبرج ہسٹری آف دا بائبل، جلد ۲ (مولّف جی۔ ڈبلیو۔ ایچ۔ لیمپ؛ کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۹) میں جیفری شیپرڈ، "انگلش ورژنز آف دا سکرپچر بیفور وکلف"، صفحہ نمبر ۳۶۲-۳۸۷۔ اور اِسی جلد میں دیکھئے ہنری ہارگریوز "دا وکلف ورژنز"، صفحہ نمبر ۳۸۷-۴۱۵۔ جیک لیوس کا حال میں کیا جانے والے ایک مختصر جائزہ "ورژنز، انگلش (وکلفز)"، اے۔ بی۔ ڈی۔ جلد ۶، صفحہ نمبر ۸۳۰، ضروری معلومات فراہم کرتا ہے۔ بنسن بارک کی "وائنڈ از دا واٹرز: دا سٹوری آف دی انگلش بائبل اینڈ دا ریویلیشن اِٹ انسپائرڈ (نیویارک: سائمن اینڈ شُوسٹر، ۲۰۰۱) کا باب اوّل جس کا عنوان "مارننگ سٹار" ہے، وکلف کے بطور فرد، اُس کے ترجمے اور تاریخی سیاق و سباق کے بارے میں مفید تناظر فراہم کرتا ہے۔

(۲) KJV سے پہلے

بائبل کا وکلف ترجمہ ایک ترجمے کا ترجمہ تھا، جبکہ سولہویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی میں

---

[1] اینشیئنٹ ٹیکسٹز الائیو ٹوڈے: دا سٹوری آف دی انگلش بائبل (نیویارک: امریکن بائبل سوسائٹی، ۱۹۹۹)۔

(۱۵۲۶-۱۵۳۴) ولیم ٹنڈیل کا ترجمہ براہ راست اصل عبرانی اور یونانی زبان سے کیا گیا تھا۔ اُس کا ترجمہ بعد کے تمام باضابطہ ورژنز کی بنیاد بن گیا۔ ٹنڈیل کی زندگی کے بہترین مطالعے کے لئے دیکھئے ڈیوڈ ڈینیئل، ولیم ٹنڈیل: اے بائیوگرافی (نیوہیون، کان: ییل یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۴)۔

ٹنڈیل کے ترجے اور اُس کے بعد تراجم جیسے کورڈیل بائبل (۱۵۳۵)، میتھیوز بائبل (۱۵۳۷)، دا گریٹ بائبل (۱۵۳۹)، دا جنیوا بائبل (۱۵۶۰)، دا بشپز بائبل (۱۵۶۸)، اور راس-ڈاؤاے بائبل (۱۵۸۲-۱۶۱۰) کی تاریخ واضح طور پر کئی کتابوں اور مضامین میں بیان کی گئی ہے۔ حال ہی میں ایک مسحور کن بیان بنسن بابرک کا وائنڈ از دا واٹرز ہے (اوپر دیکھئے)۔ مزید دیکھئے دی کیمبرج ہسٹری آف دا بائبل، جلد سوم (مولف، ایس۔ ایل۔ گرین سلیڈ؛ کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۳) میں ایس۔ ایل۔ گرین سلیڈ، ''انگلش ورژنز آف دا بائبل، ۱۵۲۵-۱۶۱۱'' صفحہ نمبر ۱۴۱-۷۴۔ امختصر مگر معلوماتی جائزوں کے لئے دیکھئے جیک پی۔ لیوس، '' ورژنز، انگلش (آتھورائزڈ)''، اے۔ بی۔ ڈی۔ جلد ۶، صفحہ نمبر ۸۳۰-۸۳۲ اور'' اے ڈکشنری آف ببلیکل انٹرپریٹیشن'' (مولف آر۔ جے۔ کوگنز اور جے۔ ایل۔ ہولڈن؛ فیلاڈلفیا: ٹرینیٹی پریس انٹرنیشنل، ۱۹۹۰) میں جی۔ لائڈ جونز، ''ٹرانسلیشنز (ٹو دا کے جے وی)'' صفحہ نمبر ۷۰۴-۷۰۷۔

(۳) KJV ترجمہ

تقریباً ۲۵۰ سال تک انگریزی بولنے والی دنیا میں بائبل کنگ جیمز ورژن تھا۔ حتیٰ کہ آج بھی یہ اُن انگریزی کے ترجموں میں سے ایک ہے جسے بہت سے لوگ ترجیح دیتے ہیں۔ حال ہی میں چھپنے والی دو کتابیں KJV کی تاریخ اور اثر کے بارے میں نہایت ہی اعلیٰ طریقے سے راہنمائی کرتی ہیں: (۱) بنسن بابرک، کا وائنڈ از دا واٹرز (دیکھئے سابقہ دو پیراگراف)، اور (۲) ایلیسٹر ای۔ میک گراتھ، اِن دا بیگیننگ: دا سٹوری آف دا کنگ جیمز بائبل اینڈ ہاؤ اِٹ چینجڈ اے نیشن، اے لینگوئج، اینڈ اے کلچر (نیویارک: ڈبل ڈے، ۲۰۰۱)۔ یہ جاننے کے لئے کہ KJV کے مترجمین نے اپنے کام کو کیسے سمجھا، دیکھئے ایرال ایف۔ رہوڈز اور لیانا لوپیس، دا ٹرانسلیٹر ٹو دا ریڈر: دی اوریجنل پریفس ٹو دا کنگ جیمز ورژن آف ۱۶۱۱ ریوزیٹڈ (نیویارک: امریکن بائبل سوسائٹی، ۱۹۹۷)، جس میں KJV کے اصل پیش

لفظ کی ہو بہو نقل، وسیع نوٹس کے ساتھ متن کی نقل اور پیش لفظ کا جدید انگریزی میں ترجمہ شامل ہے۔
KJV کی مختصر تاریخ اور بعد کی امریکی نظرثانیوں (ASV، RSV، NASB اور NKJB) کے لئے دیکھئے جیک لوئس کا مضمون "ورژنز، انگلش"، اے۔ بی۔ ڈی۔ جلد ۶، صفحہ نمبر ۸۳۲-۸۳۶۔ مزید دیکھئے دی کیمبرج ہسٹری آف دا بائبل، جلد سوم (مولف، ایس۔ ایل۔ گرین سلیڈ؛ کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۳) میں لوتھرائے۔ ویگل، "انگلش ورژنز سنس ۱۶۱۱" صفحہ نمبر ۳۶۱-۳۸۲۔

(۴) جدید تراجم

بیسویں صدی کے آغاز میں انگریزی میں نئے عہدنامہ اور اُس کے ساتھ ساتھ پوری بائبل کے کئی نجی ترجمہ سامنے آئے۔ اُن سب کا ذِکر تو یہاں نہیں کیا جا سکتا، لیکن چند ایک کا ذِکر تو ہو سکتا ہے۔ ٹونٹیتھ سنچری نیوٹیسٹامنٹ، جس کا ترجمہ تقریباً ۳۵ مرد و خواتین پر مشتمل ایک کمیٹی نے ۱۴ سال کے عرصے میں کیا، ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۴ء کے حصوں میں شائع ہوا۔ روایتی انگریزی ترجموں سے ہٹ کر یہ ترجمہ پیراگراف شکل میں، حاشیہ میں ابواب اور آیات کے نمبرز کے ساتھ تھا اور اِس میں عبرانی شاعری شعری صورت میں شائع ہوئی۔[1]

آر۔ ایف۔ ویمتھ کا دی نیوٹیسٹامنٹ اِن ماڈرن سپیچ ۱۹۰۳ء، ۱۹۰۴ء اور ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا۔ اگلے تیس سال میں نظرثانی اور ازسرِنو چھپائی جاری رہی۔ جیمز موفیٹ کا دا ہسٹوریکل نیوٹیسٹامنٹ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۲۴ء میں پرانا عہدنامہ سامنے آیا اور پوری بائبل کی نظرثانی شدہ اور مکمل اشاعت ۱۹۳۵ء میں سامنے آئی۔

ایڈگر جے۔ گڈسپیڈ نے جو یونیورسٹی آف شکاگو میں ایک پروفیسر تھا نئے عہدنامہ کا ایک ترجمہ کیا جو ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا۔ گڈسپیڈ کے نزدیک کم از کم تین ایسے عوامل تھے جن کی وجہ سے نئے ترجمہ کی ضرورت تھی: (۱) قدیم یونانی نسخہ جات کی حالیہ دریافتوں کا مطلب تھا کہ علما اصل نئے عہدنامہ کی تحریرات کے بہت نزدیک ایک یونانی متن سامنے لا سکتے تھے؛ (۲) نئے عہدنامہ کے وقتوں سے تعلق رکھنے والے روزمرہ کی یونانی میں پپائرس کے نسخوں کی حالیہ دریافتوں کا نتیجہ نئے عہدنامہ کی

---

[1] موڈی پریس نے ۱۹۶۱ء میں ایک نئی اشاعت جاری کی۔

لغت نویسی میں پیش قدمی کی صورت میں نکلا؛ اور (۳) نئی آگہی کہ نئے عہد نامہ کی تحریرات اپنے وقت کی عام مقامی یونانی زبان میں لکھی گئی تھیں اِس منطقی نتیجے کی طرف لے گرگئی کہ ترجمے بھی عام مقامی روزمرہ کی انگریزی میں ہونے چاہئیں نہ کہ KJV اور اُس کی نظرثانیوں کے لسانیاتی انداز میں ہونے چاہئیں۔ پرانا عہد نامہ جو پوئس سمتھ کی ادارت میں علما کے ایک گروہ نے ترجمہ کیا ۱۹۳۱ء میں نئے عہد نامہ کے ساتھ شائع ہوا اور دا بائبل این امریکن ٹرانسلیشن کہلایا۔ گڈ سپیڈ نے اپاکرفا کا ترجمہ ۱۹۳۸ء میں کیا اور اگلے سال اپاکرفا کے ساتھ پوری بائبل کی اشاعت شائع ہوئی۔ بیسویں صدی کے اوائل کے ابتدائی ترین تراجم کی طرح گڈ سپیڈ کے ترجمے میں جدید پیراگراف کا انداز استعمال کیا گیا اور حاشیے میں ابواب اور آیت کے نمبرز دیئے گئے۔ اِس ترجمے کے ایک مختصر خلاصہ کے لئے اور اُن افراد نے جنھوں نے KJV کی روایت کو ترجیح دی اُن کے منفی ابتدائی ردعمل کے لئے دیکھیے جیمز آئی۔ کک، ایڈگر جانسن گڈ سپیڈ: آرٹیکولیٹ سکالر (شکاگو، کیلف: سکالرز پریس، ۱۹۸۱) کی کتاب کا تیسرا باب۔

جے۔ بی۔ فلپس کا لیٹرز ٹو ینگ چرچز ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا اور پورا نیا عہد نامہ ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ پہلے کے انگریزی کے تراجم کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو یہ پُراثر ترجمہ حقیقتاً جدید انگریزی میں تھا جیسا کہ عنوان دا نیو ٹیسٹامنٹ اِن ماڈرن انگلش دعویٰ کرتا ہے۔

جدید انگریزی کا استعمال کرنے والے اِن کے اور کئی دوسرے تراجم کے سامنے آنے کے باوجود KJV کی روایت جاری رہی اور ۱۹۴۶ء میں ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورژن کا نیا عہد نامہ شائع ہوا اور ۱۹۵۲ء میں RSV بائبل شائع ہوئی۔ RSV کی بعد ازاں نظرثانی ہوئی ۱۹۸۹ء میں نیو ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورژن شائع ہوا۔

بروس ایم۔ میٹزگر اِن دونوں تراجم کے اداراتی بورڈ پر تھا۔ اُس کی کتاب ریمینیسنسز آف این ایکٹو جنیرین (دیکھیے فٹ نوٹ 4) اِن تراجم کی تاریخ، ترجمہ کی کمیٹیوں کا بنایا جانا اور کام کے اُن کے طریقہ کار اور اِن تراجم سے متعلقہ کئی دلچسپ واقعات کا ایک معلوماتی جائزہ پیش کرتی ہے۔ اِس کا باب ۷ (صفحات ۷۶-۸۸) RSV پر بحث کرتا ہے اور باب ۸ (صفحات ۸۹-۱۰۲) NRSV پر بحث کرتا ہے۔

۱۹۵۲ء میں RSV اور ۱۹۹۰ء NRSV کی اشاعت کے درمیان بائبل کے ۲۷ اور انگریزی

تراجم اور نئے عہد نامہ کی مزید ۲۶ تراجم سامنے آئے۔[1] پیٹر جے۔تھیوسن کی کتاب اِن ڈسکارڈنس ودد اسکرپچرز: امریکن پروٹسٹنٹ بیٹلز اوور ٹرانسلیٹنگ دا بائبل[2] انتہائی مفید ترین کتاب ہے امریکی مذہبی اور ثقافتی پس منظر کو سمجھنے کے لئے جس میں کئی نئے تراجم سامنے آئے، جن میں سے خاص توجہ RSVاور NIV کو دی گئی ہے۔

آج کی صورتحال

یہ کہا جا سکتا ہے کہ انگریزی میں حرکی (یا تفاعلی) مترادفیت پر مبنی تراجم موجود رہیں گے۔آج کے قارئین کے لئے یہ بھول جانا آسان ہے کہ یہ صورتحال ایسی نہیں تھی۔جنگ عظیم دوئم سے پہلے انگریزی کے تقریباً تمام قارئین KJV استعمال کرتے تھے یا غالباً انگلینڈ میں دی ریوائزڈ ورژن اور امریکا میں امریکن سٹینڈرڈ ورژن استعمال کرتے تھے۔رومن کیتھولک ڈاؤاے ورژن استعمال کرتے ہیں۔کچھ جدید تراجم مکمل طور پر لفظی تراجم اور حرکی مترادفیت پر مبنی تراجم کے درمیان آتے ہیں۔کچھ دوسروں کی نسبت زیادہ لفظی ہیں، لیکن زیادہ تر اِن انتہاؤں کے درمیان پائے جاتے ہیں۔حتیٰ کہ NRSV کے لئے، جو KJV کی روایت میں بنیادی طور پر ایک لفظی ترجمہ ہے، مترجمین نے اس اصول کی پیروی کی ہے: ''جتنا ممکن ہو اُتنا لفظی ہو، جتنا ضروری ہو اُتنا آزاد ہو۔''[3]

جدید دور میں کچھ اور بھی مختلف ہے۔ابتدائی ادوار میں قارئین عموماً وہ ترجمہ استعمال کرتے تھے جو یا تو پروٹسٹنٹ تھا (KJV) یا رومن کیتھولک تھا (ڈاؤاے-راس)۔لیکن آج جیسے برٹش بائبلی عالم سی۔ ایس۔راڈ کا کہنا ہے، ہمارے پاس معتدل پسند ایونجیلیکل تراجم (NIV)، علمی تراجم (RSV، NRSV) اور مشہور زبان پر مشتمل تراجم (CEV،TEV) ہیں۔[4]

ایک ترجمے کا چُناؤ کرنے میں دوسری باتوں پر غور کرنے کی نسبت فرقہ وارانہ حدیں کم اہم معلوم ہوتی ہیں۔ماضی کے سالوں کی نسبت کسی ترجمہ کی کمیٹی کی بناوٹ میں بھی فرقہ وارانہ حدیں بہت کم اہم ہیں۔مثلاً

---

[1] بروس ایم۔میٹزگر، ریمینیسنسز آف این اے کٹو جنیرین (پی باڈی، میساچوسیٹس: ہینڈرکسن پبلشرز، ۱۹۹۷)، صفحہ نمبر ۱۰۲۔

[2] (آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۹)۔

[3] ''ٹو دا ریڈر'' کے پیش لفظ میں سے۔

[4] جان جے۔بلیخ، پچوزنگ اے بائبل ٹرانسلیشن (کالج ول، منیسوٹا: دالٹرجیکل پریس، ۲۰۰۰)، صفحہ نمبر ۲۴۔

NRSV کی کمیٹی بین الاقوامی اور بین الاعتقادی تھی جس میں پروٹسٹنٹ، رومن کیتھولک، ایک جدید انگریزی امریکی یہودی عالم اور ایک یونانی آرتھوڈاکس عالم شامل تھے۔[1]

جدید انگریزی کے تراجم کا ایک اور پہلو مشمولیت پر مبنی زبان کی ضرورت کو پہچاننا ہے۔[2] بائبلی ترجمے کے اِس پہلو کے بارے میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے،[3] لیکن ایک مثال اِس حقیقت کو واضح کر دے گی۔ اپنے خطوط میں اکثر پولُس رسول نے یونانی اسم ''اڈلفوئے'' استعمال کیا ہے جس کا روایتی طور پر ترجمہ ''بھائیوں'' کیا گیا تھا۔ لیکن محتاط تفسیر بالمتن نے دکھایا کہ مفہوم اکثر ''بھائیوں اور بہنوں'' ہے۔ اُس دور کے غیر بائبلی متون سے بھی عیاں ہے کہ دوسرے مصنفین نے بھی ''اڈلفوئے'' کو

---

[1] جیسا کہ توقع کی جاتی ہے، NRSV میں وہ تمام کتابیں شامل ہیں جنہیں پروٹسٹنٹ، رومن کیتھولک اور مشرقی آرتھوڈاکس کلیسیائیں مستند مانتی ہیں۔

[2] NRSV، REB اور NLT جو RSV، NEB اور LB کی نظرثانی شدہ صورتیں ہیں، مشمولیت پر مبنی زبان کی ضرورت کے لئے حساس ہیں۔ اِسی طرح TEV کا دوسرا ایڈیشن جو ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا اور CEV ہیں۔ دیکھئے، بروس ایم۔ میٹزگر، رابرٹ سی۔ ڈینٹن اور والٹر ہیریلسن، دی میکنگ آف دا نیو ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورژن آف دا بائبل (گرینڈ ریپڈز: اَرڈمینز، ۱۹۹۱)، صفحات ۷۳-۸۴ اور بارکلے ایم۔ نیومین، سی۔ ایس۔ ہوسر، ای۔ ایف۔ رہوڈز اور ڈی۔ جی۔ برک، کرئیٹنگ اینڈ کرافٹنگ دا کونٹمپرری انگلش ورژن (نیو یارک: امریکن بائبل سوسائٹی، ۱۹۹۶)، صفحات ۵۶-۶۳۔ مشمولیت پر مبنی زبان پر مشتمل NIV کے ایڈیشنز انگلینڈ میں ۱۹۹۵ء اور ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئے۔ جب یونائیٹڈ سٹیٹس میں NIV کے مشمولیت پر مبنی زبان پر مشتمل ایڈیشن شائع کرنے کے منصوبے بنائے گئے تو قدامت پسند ایونجیلیکلز نے اِس حد تک سخت احتجاج کیا کہ ایسا ایڈیشن یونائیٹڈ سٹیٹس میں کبھی بھی نہیں چھپا۔ اِس ''بحران'' پر مختصر جاننے کے لئے دیکھئے باب ۱، ڈی۔ اے۔ کارسن، دی اِنکلوسیو لینگوئج ڈیبیٹ: آ پلی فار ریئل اِزم (گرینڈ ریپڈز: بیکر بکس، ۱۹۹۸)۔ اِسی موضوع پر مزید دیکھئے، ''ڈو انکلوسیو۔لینگوئج بائبلز ڈسٹارٹ سکرپچر؟'' کرسچینٹی ٹوڈے (اکتوبر ۲۷، ۱۹۹۷)، صفحات ۲۶-۳۴، ۳۶-۳۹؛ وین گروڈم بحث کرتا ہے کہ ایسے تراجم معنی کو بگاڑ دیتے ہیں، اور گرانٹ آسبرن بحث کرتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتے۔

[3] دیکھئے ڈی۔ اے۔ کارسن، دی اِنکلوسیو لینگوئج ڈیبیٹ: آ پلی فار ریئل اِزم، اور مارک ایل۔ سٹراس، ڈسٹارٹنگ سکرپچر؟ دا چیلنج آف بائبل ٹرانسلیشن اینڈ جینڈر ایکیوریسی (ڈاؤنرز گرو، III: اِنٹرورسٹی، ۱۹۹۸)۔ آرتسکی اور برینجر، اے ہسٹری آف بائبل ٹرانسلیشن اینڈ دا نارتھ امریکن کانٹریبیوشن، میں باب ۷، ''میل اور یونیفائیڈ لینگوئج اور بیجینیڈ بائی بائبل ٹرانسلیٹرز'' ایسے مسائل کے بارے میں مزید اختصار کے بیان کرتا ہے۔

مردوخواتین کے وسیع پیمانے پر استعمال کیا ہے۔ تاہم، جدید انگریزی میں الفاظ جیسے ''بھائیوں'' اور ''آدمیوں'' کا استعمال اکثر جنس پر مبنی معلوم ہوتا ہے، یعنی یہ صرف مردوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ کیسے اِس آگہی نے جدید تراجم پر اثر ڈالا ہے، ایک فرد کو فلپیوں ۱:۱۲-۱۴ جیسے حوالوں کے تراجم کا صرف موازنہ کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً، نیچے دیئے گئے RSV اور NRSV کے تراجم کا موازنہ کریں جس میں کچھ الفاظ کو میں نے خودتر چھا دکھایا ہے:

12. I want you to know, brethren, that what has happened to me has really served to advance the gospel, 13. so that it has become known throughout the whole praetorian guard and to all the rest that my imprisonment is for Christ; 14. and most of the brethren have been made confident in the Lord because of my imprisonment, and are much more bold to speak the word of God without fear. (RSV)

''اے بھائیو! میں چاہتا ہوں تم جان لو کہ جو مجھ پر گذرا وہ خوشخبری کی ترقی ہی کا باعث ہوا۔ یہاں تک کہ قیصری سپاہیوں کی ساری پلٹن اور باقی سب لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ میں مسیح کے واسطے قید ہوں۔ اور جو خداوند میں بھائی ہیں اُن میں سے اکثر میرے قید ہونے کے سبب سے دلیر ہو کر بےخوف خدا کا کلام سُنانے کی زیادہ جرأت کرتے ہیں۔''

12. I want you to know, beloved, that what has happened to me has actually helped to spread the gospel, 13. so that it has become known throughout the whole imperial guard and to everyone else that my imprisonment is for Christ; 14. and most of the brothers and sisters, having been made confident in the Lord by my imprisonment, dare to speak the word with greater boldness and without fear. (NRSV)

''اے عزیزو! میں چاہتا ہوں تم جان لو کہ جو مجھ پر گزرا وہ دراصل خوشخبری کی ترقی ہی کا باعث ہوا۔ یہاں تک کہ شاہی سپاہیوں کی ساری پلٹن اور باقی سب لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ میں مسیح کے واسطے قید ہوں۔ اور جو خداوند میں بھائی اور بہن ہیں اُن میں سے اکثر میرے قید ہونے کے سبب سے دلیر ہو کر بے خوف خدا کا کلام سُنانے کی زیادہ جراُت کرتے ہیں۔''

انگریزی تراجم کے اِس مختصر جائزے کا اختتام کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ انٹرنٹ کے اوپر بائبل کے ترجمے کی حالیہ ترین کاوش The NET Bible (نیو انگلش ٹرانسلیشن) جامع نوٹس کے ساتھ ایک مکمل طور پر نیا ترجمہ ہے۔ یہ منصوبہ ۱۹۹۵ء میں شروع ہوا۔ چونکہ یہ ایک الیکٹرونک متن ہے، اِس لئے متن اور نوٹس مسلسل بہتر اور نئے ہوتے جا رہے ہیں۔ نئے عہدنامہ کی ایک مطبوعہ اشاعت جس میں ۱۶،۱۳۰ نوٹس تھے ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی; اِس مطبوعہ اشاعت کا پیش لفظ اور تعارف اِس منصوبہ کا پس منظر اور دیگر ضروری معلومات فراہم کرتا ہے۔ الیکٹرانک متن www.netbible.com پر مل سکتا ہے۔

اُن قارئین کے لئے جو جدید انگریزی تراجم کے بارے میں مزید جاننا چاہتے ہیں، ارنسٹ ایس۔ فیرک کا مختصر مضمون ''ورژنز انگلش (امریکن)، اینکر بائبل ڈکشنری، جلد ششم، صفحات ۸۳۴-۸۳۸، اِس دور کا ایک اچھا جائزہ پیش کرتا ہے۔ کیتھ کرِم کا، **IDB** کی ضمنی جلد (نیشوِلے: ابینگڈن، ۱۹۷۶) میں ''ورژنز، انگلش''، صفحات ۹۳۳-۹۳۸، بھی مفید ہے۔

دا بائبل اِن انگلش ٹرانسلیشن: این اسنشیئل گائیڈ[1] میں، شیلے اور نیش ہم عصر تراجم پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جنہیں اُنہوں نے ''فعلی'' (لفظی) تراجم اور ''حرکی اور توضیحی تراجم'' میں تقسیم کیا ہے۔ مزید دیکھئے:

جیک پی۔ لوئس، دی انگلش بائبل فرام کے جے وی ٹو این آئی وی۔ اے ہسٹری اینڈ ایویلیوایشن (دوسری اشاعت: گرینڈ ریپڈز: بیکر، 1991)؛

لائڈ آر۔ بیلے، ایڈیٹر، داورڈ آف گاڈ۔ آ گائیڈ ٹو انگلش ورژنز آف دا بائبل (اٹلانٹا: جان ناکس، ۱۹۸۲)؛

---

[1] سٹیون ایم۔ شیلے اور رابرٹ این۔ ناش، جونیئر، دا بائبل اِن انگلش ٹرانسلیشن: این اسنشیئل گائیڈ (نیش وِلے: ابینگڈن، ۱۹۹۷)۔

ایس۔ٹو بواورڈبلیو۔ایف۔ پیچ،سومینی ورژنز؟ٹوئنٹیتھ سنچری انگلش ورژنز آف دا بائبل (نظرثانی شدہ اور بڑی اشاعت؛گرینڈ ریپڈز: زونڈروّن، ۱۹۸۳)۔

بِسل ہارگرویز کی کتاب، اے ٹرانسلیٹر زفریڈم: ماڈرن انگلش بائبلز اینڈ دیئر لینگوئج (شیفلڈ: جے ایس اوٹی پریس، ۱۹۹۳) جدید تراجم میں بامحاوراتی زبان اور ہم عصر انداز کے استعمال کے ایک متوازن مطالعے کے لئے قابلِ قدر ہے۔

عبرانی صحائف کے انگریزی میں یہودی تراجم اور تراجم کا تاریخی پس منظر کا مفصل بیان ہمیں دا بائبل اینڈ بائبلز اِن امریکا (اٹلانٹا: سکالرز پریس، ۱۹۸۸) میں جاتھن ڈی۔ سرنا اور ناحوم ایم۔سرنا کے مضمون ''جیولیش بائبل سکالرشپ اینڈ ٹرانسلیشنز اِن دی یونائیٹڈ سٹیٹس''، صفحات ۸۳-۱۱۶، میں ملتا ہے۔

اِسی جلد میں جیرلڈ پی۔فوگرٹی نے انگریزی میں رومن کیتھولک تراجم کا جائزہ پیش کیا ہے، دیکھئے ''امریکن کیتھولک ٹرانسلیشنز آف دا بائبل''، صفحات ۱۱۷-۱۴۳۔مزید دیکھئے، ریمنڈ ایف۔ کولنز، ''ورژنز، کیتھولک''، اینکر بائبل ڈکشنری، جلد ششم، صفحات ۸۱۳-۸۱۶۔

وہ قارئین جو مخصوص تراجم کی تفصیلات جاننے کے خواہشمند ہیں مندرجہ ذیل علمی کاموں سے استفادہ کر سکتے ہیں:

CEV: دیکھئے بارکلے ایم۔ نیومین، سی۔ ایس۔ ہوسر، ای۔ ایف۔ رہوڈز اور ڈی۔ جی۔ برک، کریئیٹنگ اینڈ کرافٹنگ دا کونٹمپرری انگلش ورژن (نیویارک: امریکن بائبل سوسائٹی، ۱۹۹۶)۔

NEB اور REB: دیکھئے جیفری ہنٹ، اباؤٹ دا نیو انگلش بائبل (آکسفورڈ/ کیمبرج، ۱۹۷۰) اور راجر کول مین، نیو لائٹ اینڈ ٹرتھ: دا میکنگ آف دا ریوائزڈ انگلش بائبل (آکسفورڈ/ کیمبرج، ۱۹۸۹)۔

NIV: دیکھئے کینتھ ایل۔ بارکر، ایڈیٹر، دا این آئی وی: دا میکنگ آف اے کنٹمپرری ٹرانسلیشن (گرینڈ ریپڈز: زونڈروّن، ۱۹۸۶)۔

RSV اور NRSV: دیکھئے لوتھر اے۔ ویگل، این انٹروڈکشن ٹو دا ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورژن آف دا نیو ٹیسٹامنٹ (نیویارک: دی انٹرنیشنل کونسل آف ریلیجس ایجوکیشن، ۱۹۵۲) اور این انٹروڈکشن ٹو دا ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورژن آف دا نیو ٹیسٹامنٹ (۱۹۴۶) اور بروس ایم۔ میٹزگر، رابرٹ سی۔ ڈینٹن، اور

والٹر ہیرلسن، دامیکنگ آف دا نیو ریوائز ڈ سٹینڈرڈ ورژن آف دا بائبل (گرینڈ ریپڈز: ارڈمینز، ۱۹۹۱)۔
TEV: دیکھئے یوجین اے۔ نِدا، گڈ نیوز فار ایوری وَن: ہاؤ ٹو یوز دا گڈ نیوز بائبل (ٹوڈیز انگلش ورژن) (واکو، ٹیکسس: ورڈ بکس، ۱۹۷۷)۔ کئی اور معلوماتی مطالعے جو انگریزی تراجم کے کچھ یا سارے دور کا جائزہ لیتے ہیں ذیل میں دیئے گئے ہیں:

بریچر، رابرٹ جی۔ ''ٹرانسلیشنز (انگلش لینگوئج)''صفحات ۷۵۸-۷۶۳، دیکھئے بروس ایم۔ میٹزگر اور مائیکل ڈی۔ کوگن، ایڈیٹرز، دی آکسفورڈ کمپینئن ٹو دا بائبل، آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۳۔

بریچر، رابرٹ جی۔ ''دی انگلش بائبل''صفحات ۲۸۸-۲۹۳، دیکھئے ہارپر کولنز بائبل ڈکشنری، نظر ثانی شدہ اشاعت، سان فرانسسکو: ہارپر، ۱۹۹۶۔

بروس، ایف۔ ایف۔ ہسٹری آف دا بائبل اِن انگلش، جلد سوئم: نیویارک: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۷۸۔

ڈینکر، فریڈرک ڈبلیو۔ ملٹی پرپز ٹولز فار بائبل اسٹڈی، نظر ثانی شدہ اور وسیع کی گئی اشاعت؛ مینیا پولس: فورٹریس، ۱۹۹۳، صفحات ۱۷۷-۱۹۵۔

کرز، جان سٹیونز، اینشینٹ ٹیکسٹ الائیو ٹوڈے: دا سٹوری آف دی انگلش بائبل، نیویارک: امریکن بائبل سوسائٹی، ۱۹۹۹۔ یہ کتاب کئی تصاویر، خاکوں اور چھوٹے مضامین کے ساتھ آسان مطالعے کے انداز میں لکھی گئی ہے۔

آرلنسکی، ہیری ایم اور رابرٹ جی۔ بریچر، آ ہسٹری آف بائبل ٹرانسلیشن اینڈ دا نارتھ امریکن کانٹریبوشن اٹلانٹا: سکالرز پریس، ۱۹۹۱)۔

پرکنز، فیمی، ''ٹرانسلیشن آف دا بائبل اِن ٹو انگلش''، صفحات ۴۶۶-۴۷۱، دیکھئے مائیکل ڈی۔ کوگن، دا نیو آکسفورڈ اینوٹیٹڈ بائبل وِد دا اپاکرِفل/ڈیوٹروکینانیکل بکس (این آر ایس وی)، جلد سوئم، نیویارک: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۱۔

پورٹر، سٹینلے ای۔ ''ماڈرن ٹرانسلیشنز''، صفحات ۱۴۳-۱۶۱، دیکھئے دی آکسفورڈ اِلسٹریٹڈ ہسٹری آف دا بائبل، ایڈیٹر جان راجرسن، آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۱۔

ویگل، لوتھراے۔ دی انگلش نیو ٹیسٹامنٹ: فرام ٹنڈیل ٹو دا ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورژن، نیویارک: ابینگڈن-کوکسبری پریس، ۱۹۴۹۔
ویگل، لوتھراے اور بروس ایم۔ میٹزگر، ''انگلش ورژنز آف دا بائبل''، صفحات ۴۰۰-۴۰۶، دا نیو آکسفورڈ اینوٹیٹڈ بائبل وِد دی اپاکرِفل /ڈیوٹرو کینانیکل بکس (این آر ایس وی)، ایڈیٹرز بروس ایم۔ میٹزگر اور رانلڈ ای۔ مرفی، نیویارک: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۱۔

حصہ پنجم

باب نمبر ۱۹

بائبل سوسائٹی کے ماہرین کے کئے گئے انگریزی بائبل کے اوّلین تراجم

ڈیوڈ برک

دا گڈ نیوز بائبل: اِن ٹوڈیز انگلش ورژن

(۱۹۶۶ء۔ نیا عہد نامہ؛ ۱۹۷۶ء۔ بائبل، پروٹسٹنٹ اشاعت؛ ۱۹۷۹ء۔ بائبل،
ڈیوٹروکینین / اپاکریفا کے ساتھ بین الاعتقادی اشاعت؛
۱۹۹۲ء۔ نظرِ ثانی شدہ اشاعت، دوسری اشاعت)

گڈ نیوز بائبل: اِن ٹوڈیز انگلش ورژن (TEV/GNB) کا نیا عہد نامہ (NT) پہلی مرتبہ ۱۵ ستمبر ۱۹۶۶ء کو نیویارک میں امریکن بائبل سوسائٹی (ABS) نے شائع کیا جس کا نام گڈ نیوز فار ماڈرن مین تھا۔ اے بی ایس کی طرف سے یہ اشاعت اُس کی کلامِ مُقدس کی اشاعت اور پھیلاؤ کے ایک سو پچاسویں سال کے موقع پر ایک تاریخی واقعہ تھی۔ اُس کی ساری تاریخ میں درحقیقت یہ پہلا وقت تھا کہ بائبل کے کم از کم ایک مکمل عہد نامہ کا ایک تازہ انگریزی ترجمہ اُس کے اپنے ترجمہ کے شعبہ کے سٹاف نے تیار کیا تھا۔[1] رابرٹ جی۔ بریچر نے ترجمہ کا کام اڑھائی سالوں کی سخت محنت کے بعد مکمل کیا، جو اُس وقت اے بی ایس کے ترجمہ کے شعبے میں ریسرچ ایسوسی ایٹ تھا۔

ولیم وِنڈرلے، ولیم سملیے، ہیرلڈ فہڈرو، اور دوسروں کے ساتھ بریچر لسانی ماہرین کے اُس اصل گروہ میں سے ایک تھا جنہیں یوجین اے۔ ندا (جو اُس وقت اے بی ایس ترجموں کا ڈائریکٹر تھا) نے بھرتی کیا تھا۔

اُنہیں اِس لئے اکٹھا کیا گیا تاکہ بائبلی ترجمہ کے کام کو تمام دُنیا میں مہارت اور اثر کے نئے

---

[1] رابرٹ جی۔ بریچر، ''گڈ نیوز فار ماڈرن مین''، بی بی ٹی ۱۷ (۱۹۶۶): ۱۸۔۱۵۰؛ ۱۷۳ (۱۹۶۷): ۳۷۔

اور درکار درجے تک لایا جائے۔ اُن کا مقصد بیسویں صدی کے وسط میں بائبل کے ترجمے کے کام میں اُن تمام اہم نئی معلومات کو متعلقہ بنانا تھا جو اُس وقت لسانیات، بیان کی بناوٹ، ترجمے کے طریقوں، ثقافتی علم البشریات، ابلاغ / سامعین کے مطالعوں اور اِس طرح کی چیزوں کے ذریعے سامنے آ رہی تھیں۔ مزید برآں، اُنہیں مترجمین کی مقامی ٹیموں میں کلیدی تبدیلیوں، مقامی اور علاقائی ترجیحی ترتیب، مقامی منصوبوں کی مالی مدد کے لئے یو بی ایس کے ایک شراکتی نظام، اور انتہائی تربیت یافتہ، متحرک ترجمے کے مشیروں کی راہنمائی کے ساتھ بین الاقوامی طور پر یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز ترجمہ کا پروگرام مرتب کرنا تھا۔

۱۹۶۰ء کی دھائی تک اے بی ایس کے صحائف کی اشاعت کی طویل تاریخ میں اُور زیادہ مطابقت کے حامل اور روایتی انگریزی ورژنز KJV(AV)، ARV، اور RSV سامنے آئے۔ ۱۹۶۰ء کی دھائی نے ترجمے کے اصول اور طریقوں[۱] کی نئی سمجھ کی جدید تحقیق اور تجرباتی اطلاق کے بارے میں بہت حیرت انگیز بوقلمونی کی گواہی دی[۲] جو نڈا اور ترجمے کے ماہرین کے اُس کے ابتدائی گروہ کے باعث (جنہوں نے جلد ہی سامنے آنے والے یو بی ایس بین الاقوامی ترجمے کے نیٹ ورک کا بنیادی اسٹاف بن جانا تھا) سامنے آئی۔ اے بی ایس اپنی پندھوریں دھائی میں تخلیقی ابلاغیات اور میڈیا کے ایک پہل کار کے سادہ طور پر اپنی ابتدائی بنیاد کی طرف لوٹ رہی تھی، کیونکہ پہلے ہی ۱۸۲۰ء کی دھائی کے وسط سے اُس وقت کی اشاعتی دُنیا کو اہم اشاعتی پیش رفت کی طرف لے کر گئی جیسے بھاپ کی طاقت سے چلنے والے پریس، حروف پر مشتمل پلیٹس، کاغذ بنانے کا فورڈرنیئر طریقہ اور چھری لگا کر کتابیں تقسیم کرنے کا طریقہ۔[۳]

---

۱ سٹیون ایم۔ شیلے اور رابرٹ این۔ ناش جونیئر، دا بائبل ان انگلش ٹرانسلیشن: این اسنشیئل گائیڈ (نیشولے: ایبگڈن، ۱۹۹۷)، ۸۲-۸۸۔

۲ کریگٹن لیسی، دا ورڈ کیرینگ جائنٹ (ساؤتھ پیساڈینا، کیلیفورنیا: ولیم کیری لائبریری، ۱۹۷۷)، ۲۵۱-۲۵۸۔

۳ ڈیوڈ پی۔ نارڈ، ''دی ایونجیلیکل اوریجنز آف ماس میڈیا اِن امریکا، ۱۸۱۵-۳۵''، جرنلزم مونوگرافز ۸۸، کولمبیا ساؤتھ کیرولینا: ایسوسی ایشن فار ایجوکیشن اِن جرنلزم اینڈ ماس کمیونیکیشن ایٹ دا یونیورسٹی آف ساؤتھ کیرولینا، مئی ۱۹۸۴۔

TEV/GNB کی جڑیں

۱۹۶۰ء کی دھائی میں یونائیٹڈ اسٹیٹس میں جو ثمر آوری سامنے آئی وہ اُس تجرباتی کام کا براہ راست نتیجہ تھی جس کا بیج لاطینی امریکا میں ندا کے گروہ نے ۱۹۵۰ء کی دھائی میں ''بویا اور کاٹا۔'' وہاں بڑے پیمانے پر یہ بات سامنے آئی کہ لفظی، لفظ بہ لفظ ترجمے غیر واضح ثابت ہو رہے تھے۔ اُنہوں نے اپنے مذہبی گروہوں میں اکثر غلط فہمیاں پیدا کیں۔ لسانیات، ابلاغ اور ترجمے کے بارے میں مطالعے کی طریقوں کی نئی آگہی اِس بات کو واضح بنا رہی تھی کہ حاضرین پر مشتمل عوامل اس بات کے لئے ازحد ضروری ہیں کہ ایک ترجمہ کتنی اچھی طرح سے خدا کے کلام کو دوسروں تک پہنچانے کا اپنا مقصد حاصل کرتا ہے۔ باالفاظ دیگر، یہ واضح بنتا جا رہا تھا کہ جتنا بائبل کی قدیم زبانوں کا علم اہم تھا اُتنا زیادہ وصول کنندہ زبان کا مکمل علم بھی اہم تھا۔ ہر جدید زبان ایک بہت مشکل ''لسانیاتی نقشہ'' پیش کرتی ہے اور بائبلی زبانوں سے ایک بہت بڑے ثقافتی فاصلے پر ہوتی ہے۔ لاطینی امریکا کے منصوبے ظاہر کر رہے تھے کہ قدیم زبان کے متون سے ایک جدید زبان کے گفتگو کے عمومی انداز میں معنٰی کی منتقلی میں ''درستی'' اور ''وفاداری'' میں ترجمہ کا ایک ایسا طریقہ شامل ہونا چاہئے جو لفظ بہ لفظ مطابقت کے حامل ترجموں کی نسبت زیادہ موثر ہو۔

اِن بائبلی تراجم کے پہل کاروں ''نے دریافت کیا کہ ایک دوسری زبان میں لفظی، روایتی تراجم نے اکثر غلط فہمی پیدا کی۔ زبانیں نہ صرف آوازوں، گرامر کی بناوٹوں اور پیچیدگی میں فرق ہوتی ہیں بلکہ ثقافتی فرق، سماجی روایات اور سوچ کے انداز بہت زیادہ حد تک ابلاغ کو بگاڑ سکتے ہیں۔'' [۱]

جب ندا کے ابتدائی گروہ نے لاطینی امریکا میں ترجمے کے منصوبے شروع کئے، تو اُنہوں نے ترجمے کے ادارے بھی قائم کئے اور بائبلی زبانوں میں اور مشترک زبان [۲] کے ترجمے کے طریقے میں مقامی زبان بولنے والوں کے لئے سیمینارز کئے۔

---

[۱] لیسی، داورڈ کیرینگ جائنٹ، ۲۵۹۔

[۲] یوجین اے۔ ندا، ''بائبل ٹرانسلیٹنگ اِن ٹوڈیز ورلڈ''، دا بائبل از فار آل (ایڈیٹر جاش رہیمر؛ لندن: کولنز، ۱۹۷۳)، ۵۸۔ ندا کے الفاظ میں ''مشترک زبان'' کا ترجمہ وہ ہوتا ہے جو متراکب زبان کا استعمال کرتا ہے۔

اُنہوں نے ''مترجمین کے لئے مدد'' تشکیل دی اور شائع کی اور مترجمین کے کام کی جانچ، راہنمائی اور جائزہ کے لئے مشقیں مہیا کیں۔[1] بے شک، یہ ایک وسیع پیمانے پر موثر عمومی زبان کی ہسپانوی بائبل کی تیاری کے دوران تجرباتی کام تھا کہ جس میں وہ تخم دیکھا جا سکتا ہے جو TEV/GNB بننے کو تھا۔

TEV/GNB کی تشکیل

لاطینی امریکا میں ۱۹۵۰ء کی دھائی کے اواخر میں عام ہسپانوی زبان میں صحائف کے حصوں کے تجرباتی ترجمہ کے تعلق سے بڑی کامیابیاں موجود ہیں۔ اُس کی روشنی میں ندا نے اے بی ایس کو تحریک دی کہ یو ایس اے میں پڑھنے والوں (لیکن اُس کے ساتھ دُنیا کے دوسرے علاقوں کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے جہاں انگریزی استعمال کی جاتی ہے) کے لئے مقابلتاً عمومی انگریزی زبان کے منصوبے پر کام شروع کرنے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچا جائے۔ یہ ابلاغیات میں جدت کے لئے ابتدائی جذبہ تھا کہ جس کی بدولت اے بی ایس نے ۱۹۶۲ء میں وہ فیصلہ لیا جو تاریخی ثابت ہوا۔ وہ فیصلہ ایسے منصوبے کے آغاز کا تھا جو رابرٹ جی۔ بریچر کی راہنمائی میں مرقس کی انجیل کے تجرباتی کام سے شروع ہوا۔ مرقس کی انجیل کے تجرباتی نمونے ''دا رائٹ ٹائم'' [2] کی طرف مختلف جائزہ کاروں اور حاضرین کا

جس میں'' پروفیسر اور مالی ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔'' انگریزی کے لئے اِس کا اشارہ ''انگریزی زبان کے اُس حصے کی طرف ہے جو ہر شعبہ زندگی کے لوگوں اور ہر درجہ تعلیم سے جو انگریزی پڑھتے یا لکھتے ہیں سے سمجھا جا سکتا ہے'' (سکئی کو بو اور ڈبلیو۔ ایف۔ سپیچ، سو مینی ورژنز؟ ٹونٹیتھ سنچری انگلش ورژنز آف دا بائبل (ریوائزڈ اور انلارجڈ ایڈیشن: گرینڈ ریپڈز: زونڈروان، ۱۹۸۳، ۱۷۵)۔ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ایک مشترک زبان کا ترجمہ اُس کے ذخیرہ الفاظ پر کسی بے قاعدہ حدود کو قائم نہیں کرتا، تاہم قاری / سامع تک براہ راست اور واضح بات پہنچانے کے لئے پیچیدہ یا بولنے کے لئے مشکل الفاظ نظر انداز کئے جائیں گے۔ یہ طریقہ بائبل کو نئے قارئین کے لئے کم مشکل بنانے اور پڑھنے کے لئے آسان کرنے کی کوشش کرتا ہے، خاص طور پر اُن کے لئے جنہوں نے بہت کم رسمی تعلیم حاصل کی ہوتی ہے یا وہ جو روایتی مذہبی اصطلاحات اور بولنے کے انداز سے بہت حد تک غیر شناسا ہوتے ہیں۔ یہ ہمیشہ انتہا درجے کے رجحانات کو بھی نظر انداز کرنے کی کوشش کرتی ہے؛ کہ ایک طرف تو عام زبان ہو اور دوسری طرف کتابی اور دقیق قسم کی زبان ہو۔

[1] لیسی، داورڈ کیرینگ جائنٹ، ۶۶-۲۶۵۔

[2] کوبو اور سپیچ، سو مینی ورژنز؟، ۱۷۱۔

ردِعمل بہت زیادہ حد تک پُر جوش تھا۔ سو، کئی ممکنہ ''آسان بنائے گئے'' انگریزی تراجم کا جائزہ لینے کے بعد جو اے بی ایس کے جائزے کے لئے تجویز کیے گئے، اے بی ایس کی ایڈوائزری کونسل نے "Good News" کے انداز کے ترجمے کے آغاز کے لئے پسندیدگی کا اظہار کیا۔[1] اے بی ایس بورڈ کے مینیجرز نے کام کے آغاز کی اجازت دی اور ڈاکٹر بریچر کو اے بی ایس سٹاف کی مدد سے جتنی جلدی ممکن ہو سکتا TEV/GNB کے تمام نئے عہدنامہ کے مکمل کرنے کا کام سونپا گیا۔ نئے عہدنامہ کے متن پر کام ۱۹۶۵ء میں مکمل ہوا اور وہ ''علما کی آراء اور جن افراد نے اُسے استعمال کیا اُن کے مشوروں کو سامنے رکھتے ہوئے نظرِ ثانی کے امکان کے ساتھ مشروط طور پر'' منظور کیا گیا۔[2]

۱۵ ستمبر ۱۹۶۶ء کو اشاعت پر TEV / GNB نئے عہدنامہ کی اوّلین اشاعت میں فرہنگ بھی تھی۔ اپنے مقصود قارئین کے لئے اِسے بجا طور پر "Word List" (الفاظ کی فہرست) کا نام دیا گیا۔ یہ نئے عہدنامہ کے متن کے ساتھ تکنیکی اصطلاحات کی وضاحت کے لئے منسلک تھی، جیسے فریسی یا سبت جن کا حقیقت میں ترجمہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اِس کے ساتھ ساتھ اِس میں کئی اَور غیر شناسا نام اور اصطلاحات بھی دی گئیں۔ اِس نئے عہدنامہ میں سوئس آرٹسٹ اینی ولوٹن کے بنائے ہوئے انتہائی سادہ لیکن پُراثر تصاویری خاکے بھی شامل تھے۔ اور کاغذی جلد والی اشاعت کے سرورق پر مختلف اخباروں کی سرورق کی ایک اکٹھی جھلک دیکھی جا سکتی تھی جو اِس بات کا پیغام دیتی تھی کہ یہ نیا عہدنامہ پڑھنا اُتنا آسان ہوگا جتنا روزانہ کا ایک اخبار پڑھنا۔ اِس ابتدائی اشاعت کی جلد ۲۵ سینٹس میں فروخت ہوئی۔ تین سالوں کے اندر اندر، اِس نئے عہدنامہ کی ایک کروڑ بیس لاکھ جلدیں فروخت ہوئیں، اور اِس نے یونائیٹڈ سٹیٹس میں کاغذی جلد والی کتابوں کی فروخت کے پچھلے ریکارڈز کو توڑ دیا۔[3]

جب TEV/GNB کے بائبل کے ایڈیشن ۱۹۷۶ء (عام ایڈیشن، پرانے عہدنامہ + نیا عہدنامہ) اور ۱۹۷۹ء (بین الاقوامی ایڈیشن، ڈیوٹرو کینن /اپاکریفا کے ساتھ) میں شائع ہوئے، یو ایس

---

[1] لیسی، داورڈ کیرینگ جائنٹ، ۲۶۱۔

[2] ایضاً۔

[3] تقریباً تین دھائیوں کے اِس کے عرصے کے دوران، TEV/GNB بائبل اور نئے عہدنامہ کے لئے بین الاقوامی تقسیم کی کُل تعداد ۱۲۵ ملین سے زیادہ ہے۔

کیتھولک حکام (بوسٹن کے رچرڈ کارڈینل کوشنگ کے نام پر) کی طرف سے طباعت کی اجازت دے دی گئی۔ یوں یو ایس اے میں کیتھولک لوگوں کے طرف سے اِس ترجمہ کے وسیع پیمانے پر پُرجوش استعمال کے لئے دروازہ کُھل گیا۔[1] یو ایس اے اور بیرون ملک TEV نئے عہدنامہ کی شاندار کامیابی کے بعد،[2] اے بی ایس کی قیادت نے TEV/GNB کے لئے پرانے عہدنامہ کے متن کے ترجمہ کے منصوبہ کا انتظام کرنے کے لئے کوئی وقت ضائع نہ کیا (جس میں آخری مرحلے میں امریکی کیتھولکس کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈیوٹروکینن شامل کیا گیا)۔ ایک بار پھر یہ منصوبہ مجموعی طور پر رابرٹ بریچر کی قیادت میں تھا۔ ستمبر ۱۹۶۷ء میں پرانے عہدنامہ کے متن پر کام اُس وقت شروع ہوا جب بریچر نے ترجمہ کی ایک کمیٹی تشکیل دی جو چھ تجربہ کار ترجمہ کے ماہرین پر مشتمل تھی جس کی قیادت وہ خود کر رہا تھا۔ چھ رُکنی ترجمہ کی ٹیم اپنے پیشہ ورانہ تجربہ کی وجہ سے چُنی گئی، جو نہ صرف بائبلی زبانوں میں اُنہیں حاصل تھا بلکہ لسانیات میں اور دُنیا کے مختلف علاقوں میں کئی جدید زبانوں میں بائبلی ترجمہ میں بھی اُنہیں حاصل تھا۔ اُن میں یہ افراد شامل تھے: راجر اے۔ بُلرڈ، کیتھ آر۔ کرم، ہربرٹ جی۔ گریتھر، بارکلے ایم۔ نیومین، ہیبر ایف۔ پی کاک، اور جان اے۔ تھامپسن۔[3]

ٹیم کے کام کے لئے جو طریقہ کار اپنایا گیا وہ ایک محتاط اور پیچیدہ جائزہ پر مشتمل تھا۔ ٹیم کے سب افراد نے نہ صرف دیئے گئے متون کے حصوں کے ابتدائی مسودے، بلکہ حاشیے کے نوٹس بھی تیار کئے جنہوں نے متن کی وضاحت اور ترجمہ کرنے کے دوران متن سے متعلقہ کئے جانے کئی فیصلوں کے

---

[1] کیرل سٹوحلمیولر، "پروبنگو اِن ٹو دا مسٹری آف دا فیکسٹ"، دا بائبل ٹوڈے ۵۸ (۲/۱۹۷۲): ۶۵۷۔

[2] ۱۹۷۶ء تک، جب TEV/GNB کا پہلا بائبل ایڈیشن شائع ہوا، نئے عہدنامہ ۵۲ ملین سے بھی زیادہ تعداد میں فروخت ہوا۔ TEV/GNB کے لئے مزید مددگار راہنما دیکھئے: یوجین اے۔ ندا، گڈ نیوز فار ایوری وَن (واکو: ٹیکس: ورڈ، ۱۹۷۷)، ۱۱۵۔

[3] رابرٹ جی۔ بریچر اور TEV ٹیم کے دوسرے ارکان کی زندگی کے بارے میں وسیع بیان اس کتاب میں دیے گئے ہیں: ندا، گڈ نیوز فار ایوری وَن، ۴۶-۵۰۔ ۱۹۷۱ء میں ٹیم میں برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کے ایک برطانوی مشیر، بر۔ ٹمور الیف۔ پرائس کا اضافہ کیا گیا، تا کہ TEV/GNB کے برطانوی ایڈیشن کے لئے درکار ہم آہنگی مہیا کرنے کے لئے زیادہ قابلیت سے بیک وقت ہونے والا عمل شروع کیا جائے۔

بارے میں استدلال فراہم کیا۔ پھر تنقید کی غرض سے مسودے اور نوٹس دوسروں کو دکھائے گئے۔ ایک مرتبہ جب ترجمے کے متن کے اصل مسودے کو تنقیدوں کی روشنی میں دیکھا گیا، تو اِس ترجمہ کا پھر سے جائزہ لیا گیا اور سطر بہ سطر اِس کی نظرِ ثانی کی گئی۔ جائزہ کے اگلے مرحلے میں ایک گروپ میں اس کا باآوازِ بلند پڑھا جانا شامل تھا تاکہ یہ پتا لگایا جاسکے کہ متن کیسا سنائی دیتا ہے (یعنی یہ کہ کیا یہ سُننے والے کے لئے واضح ہے)۔ اور پھر اِس مرحلے سے جو سمعی غور وفکر اُبھر کر سامنے آیا اُس کو مدِنظر رکھتے ہوئے مزید اصلاح کی گئی۔ اِس مرحلے تک صرف جائزے کے لئے متن کا مسودہ تقریباً ۲۰۰ مختلف عالمانہ ضابطوں اور خاص فرقوں کے نکتہ ہائے نظر کی نمائندگی کرنے والے جائزہ کاروں کی ایک بہت بڑی تعداد تک پہنچانے کے لئے تیار تھا، جسے آخر میں اے بی ایس بورڈ آف مینیجرز کی ترجمہ کی کمیٹی اور خود بورڈ تک حتمی منظوری کے لئے پیش کرنا تھا۔[1]

جب متن منظور ہو گیا تو تب TEV/GNB نئے عہد نامہ کے ساتھ پرانے عہد نامہ کے کئی حصے سامنے لائے گئے:

داسامز فار ماڈرن مین	۱۹۷۰ء
جوب فار ماڈرن مین	۱۹۷۱ء
وزڈم فار ماڈرن مین (واعظ اور امثال)	۱۹۷۲ء
دامین ہوسیڈ نو (یوناہ)	۱۹۷۳ء
جسٹس ناؤ (ہوسیع، عاموس اور میکاہ)	۱۹۷۴ء
لٹ مائی پیپل گو (خروج)	۱۹۷۵ء

بائبل کا مکمل ایڈیشن گڈ نیوز بائبل: اِن ٹوڈیز انگلش ورژن کے TEV/GNB کا پروٹسٹنٹ بائبل کا مکمل ایڈیشن نام سے ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۶۶ء میں TEV/GNB نئے عہد نامہ کی ابتدائی اشاعت اور ۱۹۷۶ء میں بائبل کے ایڈیشن (پرانا عہد نامہ + نیا عہد نامہ) کی پہلی اشاعت کے درمیان TEV/GNB نئے عہد نامہ کا متن پر تین بار نظرِ ثانی کی گئی:

---

[1] کوبو اور پیچ، سو مینی ورژنز؟، ۱۷۹۔

دوسرا ایڈیشن　　اکتوبر ۱۹۶۷ء (ابتدائی جائزے کے نتیجے میں سامنے آنے والی آرا اور مشوروں کی روشنی میں متن میں ہم آہنگی پیدا کی گئی جو خاص طرز کی اور متنی تھی، جس کا مقصد واضح پن اور متن سے دیانتداری بڑھانا تھا)۔

تیسرا ایڈیشن　　۱۹۷۱ء (اس کا مقصد بھی نفاست وشائستگی کو اَور بڑھانا تھا)۔

چوتھا ایڈیشن　　۱۹۷۶ء (ابتدائی بائبل ایڈیشن میں نئے عہدنامہ کا متن)۔

نئے عہدنامہ کے چوتھے ایڈیشن میں متن کے تعلق سے بڑی تطبیق کی گئی تھی۔ TEV/GNB نئے عہدنامہ کے پہلے تین ایڈیشنز یو بی ایس گریگ نیو ٹیسٹامنٹ (UBSGNT) کے پہلے (۱۹۶۶ء) اور دوسرے (۱۹۶۸ء) ایڈیشنز پر مبنی تھے۔ لیکن TEV/GNB نئے عہدنامہ کا چوتھا ایڈیشن عالمانہ تطبیق کو ظاہر کرنے کے لئے مرتب کیا گیا جو یو بی ایس جی این ٹی (۱۹۷۵ء) کے تیسرے ایڈیشن میں کی گئی تھی۔ سو یو بی ایس جی این ٹی کا یہ تیسرا ایڈیشن ہے جو ۱۹۷۶ء میں TEV/GNB بائبل میں GNB/TEV نئے عہدنامہ (چوتھے ایڈیشن) کے لئے بنیادی متن ہے۔

کئی لحاظ سے TEV/GNB نئے عہدنامہ کا چوتھا ایڈیشن ایک قابل ذکر پیش رفت ہے۔ یہ اس چوتھے ایڈیشن میں تھا کہ سب سے پہلے متنی نوٹس صفحے پر حواشی کے طور پر متعارف کروائے گئے۔ پہلے دو ایڈیشنز میں اِس سوچ کو سامنے رکھتے ہوئے حواشی نہیں تھے کہ ہدفی قارئین عمومی طور پر نوٹس کو نظر انداز کرتے ہیں۔ لیکن تیسرے ایڈیشن میں مدیر اِس تنقید پر ردِعمل ظاہر کر رہے تھے کہ ایک ترجمہ کو کم از کم جہاں متن میں مشکلات کا تعلق ہے کسی حد تک کچھ وضاحت دینی چاہئے، کہ کیسے وہ بنیادی متن کی سمجھ رکھتا ہے (اور ساتھ ہی ساتھ متنی تائید وحمایت کرنے والے دیگر امکانات کو پہچانتا ہے)۔ ایسا کرنے کے لئے تیسرے ایڈیشن نے ایک چار صفحات کا ضمیمہ ''دوسری قرأتیں اور استعمال'' متعارف کروایا؛ یعنی کہ یونانی نسخوں اور قدیم ورژنز میں مختلف قابل ذکر قرأتیں اور ساتھ ہی ساتھ جہاں مناسب ہو ممکنہ ترجمہ کے متبادل۔ TEV/GNB نئے عہدنامہ کے تیسرے ایڈیشن میں وہ حوالے جنہیں قدیم ترین اور بہترین یونانی نسخوں کی حمایت حاصل نہیں ہے، اُنہیں TEV/GNB نئے عہدنامہ کے متن کے اندر بریکٹس کے اندر رکھنے سے ظاہر کیا گیا ہے۔ لیکن چوتھے ایڈیشن میں ایسے تمام حصے حواشی میں اِس عمومی

تعارف کے ساتھ دیئے گئے کہ "کچھ نسخوں میں لکھا ہے کہ ..."[1] جہاں کہیں TEV/GNB نئے عہدنامہ نے اُن نسخوں کی قراٰتوں کی پیروی کی ہے جو اُن سے مختلف ہیں جنہیں یو بی ایس جی این ٹی کے تیسرے ایڈیشن کے مدیروں نے ترجیح دی ہے (مثلاً، اعمال ۷: ۴۶)، تو اِسے چوتھے ایڈیشن میں حواشی کے اندر ایک فٹ نوٹ کے ذریعے ظاہر کیا گیا جس کا آغاز یوں ہوتا ہے "کچھ نسخوں میں لکھا ہے کہ..."

TEV/GNB نئے عہدنامہ کے چوتھے ایڈیشن میں قارئین کے ردِعمل کی روشنی میں اَور زیادہ روایتی اصطلاحات کی طرف جانے کی کچھ چھوٹی تطبیق بھی کی گئی۔ اپنے ۱۹۶۶ء کے ابتدائی ایڈیشن سے TEV/GNB نئے عہدنامہ کے انتہائی ممتاز پہلوؤں میں سے ایک اِس کے قاری کی سمجھ کی خاطر وہاں غیر روایتی الفاظ یا فقروں کا استعمال تھا جہاں انگریزی میں روایتی بائبلی اصطلاحات بہت زیادہ مجرد تھیں اور قاری کے سمجھنے کے لئے مشکل تھیں۔ مثلاً رومیوں ۳: ۱۹ ذیلی آیات میں "be put right with God" (خدا کے ساتھ راست ٹھہرنا) جس کا عموماً ترجمہ "justification" (راستباز ٹھہرنا) کیا جاتا ہے یونانی مجرد جامد لفظ کی فاعلی حالت کو ایک انگریزی فقرے میں لے کر آتا ہے جو قارئین کے لئے واضح اور فطری ہے (متی ۵: ۴۶ میں "publican" کی جگہ "tax collectors" (محصول لینے والے)؛ پرانے عہدنامہ میں استثنا ۲۳: ۱۹ میں "usury" کی جگہ "interest" (سود)، اور ایوب ۲: ۸ میں "potsherd" (ٹھیکرا) کی جگہ "a piece of broken pottery" (مٹی کے ٹوٹے ہوئے برتن کا ایک ٹکڑا) کے استعمال کو بھی دیکھئے۔ پہلے ایڈیشن سے TEV/GNB نئے عہدنامہ نے یونانی لفظ کی انگریزی میں روایتی نقل حرفی "سینا گوگ" (عبادت خانہ) کی جگہ "meeting house" (اکٹھے ملنے کی جگہ) اِس سمجھ کے ساتھ استعمال کیا کہ جدید قاری کے لئے یونانی اصطلاح کے تفاعلی معنیٰ کا اظہار اَور زیادہ واضح طور پر "meeting house" کے استعمال سے ہوتا ہے۔ تاہم چوتھے ایڈیشن میں "meeting house" کی جگہ "سینا گوگ" متعارف کروایا گیا (جہاں الفاظ کی فہرست میں اِس کا معنیٰ دیا گیا)۔

---

[1] دیکھئے مثلاً، TEV/GNB نئے عہدنامے کے تیسرے اور چوتھے ایڈیشن کے درمیان مرقس ۷: ۱۶ یا اعمال ۸: ۳۷۔

نئے عہدنامہ کے چوتھے ایڈیشن (۱۹۷۶ء) میں ہونے والی ترجمہ کی دو قابل ذکر اور اہم پیش رفتوں نے پہلے ہی اُن معاملات کی طرف نشاندہی کی جو ۱۹۸۰ء کی دھائی کے وسط تک اور ۱۹۹۰ء کی دھائی میں ہونے والے بائبلی تراجم کے لئے تنقیدی بنتے تھے:

(۱) پہلا جنس کو نظر انداز کرنے والی زبان کے استعمال کے معاملے کو حل کرنا تھا۔ یہاں مسئلہ ہے کہ گرامر کی جنس کی حقیقت بائبلی زبانوں اور انگریزی میں بھی پہلے ہی قائم ہے۔ جہاں تراجم باقاعدہ طور پر موافق بنائے گئے ہیں اِس کا نتیجہ بہت زیادہ حد تک مذکر زبان کی صورت میں نکلتا ہے جو کچھ قارئین اور سامعین کو پیغام سے خارج شدہ ہونے کا احساس دیتی ہے۔

(۲) دوسرا معاملہ جدید قارئین کے لئے امکان تھا کہ وہ نئے عہدنامہ کے مختلف متون سے غلط طور پر یہودی مخالف معانی لیتے ہوئے اُن کا اطلاق آج کریں۔ چونکہ جدید قارئین خاص طور پر پہلی صدی عیسوی کے یہودیہ کی حقیقتوں کے ساتھ بہت کم تعلق رکھتے ہیں جنہیں اُس وقت کے لوگ عام سمجھتے تھے، اِس لئے نئے عہدنامہ کے متن کے بارے میں ایسے غلط اندازے اکثر ہوتے ہیں۔

یوحنا ۱۱: ۵۳ کا حوالہ وضاحت کرتا ہے کہ کیسے TEV / GNB نئے عہدنامہ مؤخر الذکر معاملہ کے ساتھ پیش آیا۔ یوحنا اور اعمال میں لفظ ''یہودیوں'' کے بار بار استعمال کا نتیجہ ہوسکتا ہے کہ کچھ قارئین یہ اخذ کریں کہ کسی نہ کسی طرح تمام یہودی یا پھر تمام یہودیہ کے رہنے والے یسوع کو قتل کرنے کا مشورہ کرنے لگے۔ یونانی متن کے مطابق جملہ ''یہودی اُسی روز سے اُسے قتل کرنے کا مشورہ کرنے لگے'' TEV/GNB نئے عہدنامہ میں زیادہ حقیقت پسندانہ انداز میں ترجمہ کیا گیا ہے، "From that day on the Jewish authorities made plans to kill Jesus" (اُسی روز سے یہودی اربابِ اختیار نے یسوع کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے)۔

پہلے معاملہ کے تعلق سے، بہت سے حوالوں میں جہاں مردوں کی خاص بات نہیں ہو رہی اور جنس کا حوالہ گرامر کی رو سے ہے، وہاں TEV/GNB نئے عہدنامہ میں "man" (آدمی) یا "men" (آدمیوں) کی جگہ "person" (شخص)، "people" (لوگ)، "someone" (کوئی شخص)، "anyone" (کوئی ایک) وغیرہ کا ترجمہ میں چناؤ کیا گیا ہے (گو کہ لفظ "mankind" (بنی نوع انسان) کے لئے برقرار رکھا گیا ہے)۔ یقیناً یہ واضح طور پر اُس انداز کا اظہار کرتا ہوا ایک پہل

کرنے والا قدم تھا، جس کی طرف امریکی انگریزی کا استعمال بڑھنے کا آغاز کرنے کو تھا، لیکن یہ صرف ایک قدم تھا۔[1]

TEV/GNB بائبل کے ۱۹۹۲ء کے دوسرے ایڈیشن (جس میں TEV/GNB نئے عہد نامہ کا پانچواں ایڈیشن شامل ہے) کے دو بڑے مقاصد میں سے ایک یہ تھا کہ TEV/GNB کے متن کو غیر اخراجی زبان کے تعلق سے بولی جانے والی امریکی انگریزی کے استعمال کے معیاروں کے ساتھ ہم آہنگ رکھا جائے۔[2] ایک مشترک بین الاقوامی عمل میں (۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۲ء تک) انگریزی زبان کے

---

[1] ایچ۔جی۔ے، ''گڈ نیوز فار آل پیپل ایوری ویز''، انٹر پریٹیشن ۳۰ (۴/۱۹۷۸)، ۱۹۰ء، نے حال ہی میں شائع ہونے والی TEV/GNB بائبل کے اپنے ۱۹۷۸ء کے جائزہ میں نوٹ کیا کہ زبور ۷۳ کے عبرانی متن میں لفظ "man" (آدمی) اصل میں تین مرتبہ آیا ہے اور TEV ترجمہ میں یہ سترہ مرتبہ آیا ہے۔ ے کے نزدیک اس سے سادہ طور پر یہ پتا چلتا ہے کہ مترجمین کے لئے اب بھی یہ کیسا فطری معلوم ہوتا ہے کہ عبرانی میں گرامری مذکر جنس کی صورتیں جو جدید انگریزی قارئین کے لئے متجاوز ہیں جو عموماً گرامری جنس کے استعمال کے بارے میں سوچنے کے عادی نہیں، بائبلی متون کی تذکیر، اُس دنیا کو جس کی وہ ترجمانی کرتے ہیں، اور مقصود سامعین جن تک وہ پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اُن کے لئے اُس کی اہمیت اِس انداز میں نہ صرف ظاہر کریں بلکہ اُور زیادہ وسیع کریں۔

[2] یہ ایڈیشن اُس دائرہ کار اور عمل کو بیان کرتا ہے جس کے ذریعے وہ ''حوالے جن میں انگریزی کا انداز جنس کے تعلق سے غیر ضروری طور پر اخراجی اور inattentiv e رہا ہے'' (صفحہ iii) اُن کی ایک وسیع مشاورتی اور بین الاقوامی اداراتی عمل کے ذریعے نظر ثانی کی گئی جسے اے بی ایس کے ترجمے کے شعبے کے اسٹاف نے جو TEV/GNB متن کے محافظ ہے سنبھالا۔

مکمل TEV بائبل کی اشاعت کے بعد ڈیڑھ دھائی میں، بائبل کے بہت سے قارئین اخراجی زبان کے منفی اثرات کی جانب حساس ہو گئے؛ یعنی اُن انداز کی طرف جن میں مذکر جنس کی جانب قدیم زبانوں اور انگریزی کے خود بخود قائم کئے گئے لسانیاتی تعصبات کچھ بائبلی قارئین کو اِس احساس کی طرف لے کر گئے کہ وہ کلام کے الفاظ کی طرف سے مخاطب کئے جانے سے خارج ہیں۔ یہ فکر ۱۹۸۰ء کی دھائی میں زیادہ تر بڑے انگریزی کے تراجم کی نظر ثانی کی طرف لے کر گئی، اور بہت زیادہ حد تک TEV قارئین نے یہ درخواست کرنے کے لئے لکھا کہ بائبل سوسائٹی نظر ثانی کی تیاری پر سوچے۔ عملی طور پر اِس کا جو مطلب ہے وہ یہ ہے کہ جہاں مخصوص حوالوں میں مردوں اور عورتوں دونوں کی بات ہے، وہاں نظر ثانی کا مقصد ایک ایسی زبان ہے جو مکمل طور پر مذکر جنس کی حامل نہ ہو۔ تاہم، اِس کے ساتھ ساتھ بہت خیال رکھا گیا کہ بائبلی وقتوں کے قدیم آباءو دین کی ثقافت کے تاریخی حالات کو نہ بگاڑا جائے (صفحہ iii-iv)۔

حلقوں کی تمام بائبل سوسائٹیز اور یو بی ایس کے درجنوں ترجمہ کے مشیر اے بی ایس کی طرف سے مدعو کئے گئے کہ TEV/GNB کے اُن تمام حوالہ جات کی نشاندہی کریں جن پر اُن کے خیال میں مزید سوچنے کی ضرورت تھی۔ غور وفکر کے لئے ۶۰۰۰ سے زیادہ حوالہ جات جمع کروائے گئے، اور ایک مشترکہ تین مرحلوں پر مشتمل چھانٹی کرنے کے عمل کے بعد جس کا مقصد اتفاق رائے پیدا کرنا تھا کہ کونسے لازماً دوبارہ ترجمہ کئے جائیں، تقریباً ۲۵۰۰ متن کے حوالوں پر مجموعی اتفاق ہوا (جو انتہائی توجہ کے ساتھ کئے گئے تا کہ انداز اور الفاظ کی تعداد میں خلل بہت کم ہو)۔[1]

TEV/GNB کے ترجمہ کا نظریہ

ترجمہ کا TEV/GNB کا نظریہ ''حرکی مترادف ترجمہ'' کا نظریہ ہے جو قارئین پر مرکوز اور معنٰی پر مبنی طریقہ ہے اور مقصود قارئین کی جدید زبان میں واضح ترین، انتہائی فطری اور قابل سمجھ ''حرکی مترادفات''

---

[1] دوسرے ایڈیشن کی نظر ثانی کے عمل میں غور وفکر کے لئے دوسری قسم بہت زیادہ محدود تھی اور یہ وہ حوالے تھے جن کا ادراک کیا گیا کہ ایک تشریحی (یا کچھ مثالوں میں انداز کے اعتبار سے) نکتہ نظر کے حوالے سے مشکل پیدا کرنے والے ہیں۔ دوسرے ایڈیشن میں صرف ۳۰ کے قریب جگہوں میں اس طرح سے متن کو موافق بنایا گیا۔ دانی ایل ۸: ۱۴ کے تعلق سے کئی سامعین کی درخواستوں کے ردعمل میں پہلے کئے گئے ترجمے "1150" کی جگہ روایتی الفاظ بندی "23,00 evening and mornings" (دو ہزار تین سو صبح وشام) لائی گئی، یہ ایک متنی فیصلہ تھا جس میں تعین کرنے کے لئے کہ کیسے اِن دو مصرعوں کو لینا چاہئے، قدیم سریانی متن سے راہنمائی لی گئی۔ فلپیوں ۲: ۶ کی نہایت مشہور متنی مشکل کے تعلق سے دوسرے ایڈیشن نے متن اور متبادل قرأت پر پہلے ایڈیشن کے فیصلے کو اُلٹ دیا، سو دوسرے ایڈیشن میں متن یوں پڑھا جاتا ہے "try to remain equal" (برابر رہنے کی کوشش) اور متبادل قرأت حواشی میں دی گئی "try to become equal" (برابر بننے کی کوشش)۔ نئے عہدنامے کے کئی حوالوں میں جہاں ''خون'' کے لئے یونانی لفظ "by blood of Jesus Christ" (یسوع مسیح کے خون سے) کے الفاظ میں "by the sacrificial death of Christ" (مسیح کی قربانی والی موت کے ذریعے) ظاہر کرنے کے لئے مجاز مرسل کے طور پر استعمال ہوا ہے، سو نئے عہدنامے کے پہلے چار ایڈیشنز نے مجاز مرسل ترجمہ کو برقرار رکھا۔ لیکن یہ لفاظی بڑے پیمانے پر غلط سمجھی گئی اور کچھ قدامت پسند حلقوں میں اس پر حملہ کیا گیا۔ کچھ بائبل سوسائٹیز میں سامعین کے لئے ایک بڑی فکر تھی جو TEV/GNB کے استعمال کی طرف راغب تھے لیکن اُنہیں بتایا گیا کہ یہ قابل اعتبار نہیں تھا کیونکہ ''اس میں سے خون نکالا جا چکا ہے۔'' دوسرے بائبلی ایڈیشن (پانچواں نئے عہدنامہ کا ایڈیشن) میں TEV/GNB کے متن کی لفاظی اِن جیسے کئی حوالوں میں (مثلاً اِفسیوں ۲: ۷) "by the blood of Christ" (مسیح کے خون کے ذریعے)

میں بائبل کی اصل زبان کے متن کے معنٰی کو پہنچانا ہوتا ہے۔[1] یوجین ندا نے جو لسانیات اور علم المعانی کے ساتھ ساتھ کلاسیکی اور بائبلی زبانوں میں تربیت یافتہ تھا، ۱۹۴۰ء کی دھائی کے وسط میں اے بی ایس کے ساتھ اپنے ابتدائی سالوں سے یہ دلیل دی کہ دیانتدارانہ اور درست بائبلی ترجمہ کے لئے قارئین اور ابلاغ کے معاملات اُتنے ہی اہم ہیں جتنا بائبل کے قدیم متون اور زبانوں کا علم اہم ہے۔[2] ایسا اِس لئے ہے کہ قارئین کو جو کچھ ترجمہ میں دیا جاتا ہے وہ اُس سے معنٰی اخذ کرتے ہیں، اور اگر مترجمین احتیاط

پڑھنے کے لئے درست کی گئی لیکن ہمیشہ متبادل قرأت "by the sacrificial death of Christ" (مسیح کی قربانی والی موت کے ذریعے) حواشی میں دی گئی۔ اِن جیسے کچھ حوالوں میں کوئی تبدیلی نہ کی گئی، ایک طرح سے ایک اَور اشارہ کیا گیا کہ مجازِ مرسل ترجمہ ایک مناسب متبادل ہے۔

ہیبریو اولڈ ٹیسٹامنٹ پراجیکٹ (HOTTP) پر یو بی ایس کی مقرر کی گئی بڑے معیار کی عالمانہ ٹیم کا دس سالہ کام TEV/GNB کے پرانے عہدنامے کے متن پر TEV/GNB ٹیم کے کام کے مقابلے میں متجاوز نہیں تھا۔ HOTTP کے پانچ جلدوں پر مشتمل بڑے کام نے عبرانی بائبل میں پانچ ہزار سے زائد متنی مسائل کا تجزیہ کیا اور متن اور ترجمے کے تعلق سے آراء دیں، لیکن TEV کی ٹیم اِس مطالعے سے کسی باقاعدہ طریقے سے رجوع لانے کے قابل نہیں تھی۔ گو HOTTP مواد کی روشنی میں TEV پرانے عہدنامے کے متن کے ایک جائزے کے لئے بعد میں حمایت سامنے آئی، لیکن یہ دوسرے ایڈیشن کے عمل کے دوران کبھی بھی حصہ نہیں بنا، اور مستقبل کے لئے ایک ممکنہ عالمانہ کام تھا۔ HOTTP کی جلدیں اِس وقت شائع ہونے کے عمل میں ہیں; دیکھئے ڈی۔ بارتھ لیمی، کریٹیک ٹیکسچوئیل ڈی لوسین ٹیسٹامنٹ (فرائیبورگ ایڈیشنز یونیورسٹیرز، ۱ [۱۹۸۲]، [۱۹۹۲] ۱۱۱۔ پانچ جلدوں پر مشتمل پریلیمنری اینڈ انٹیرم رپورٹ آن دا ایچ او ٹی ٹی پی ۱۹۷۹ء میں یو بی ایس سے (انگریزی / فرنچ پر مشتمل ایک دو زبانی انداز میں) شائع ہوئی اور اب موجود ہے اور اے بی ایس اور یو بی ایس کے ہاں دستیاب ہے۔

1 دیکھئے یوجین اے۔ ندا کی وسیع کتابیات، لیکن خاص طور پر اُس کی اشاعتیں: گڈ نیوز فار ایوری وَن، ۱۹۷۷ء; ٹو ورڈ آ سائنس آف ٹرانسلیٹنگ (لیڈن برِل، ۱۹۶۴ء); اور اُس کی دوسروں کے ساتھ شائع ہونے والی اشاعتیں: ای۔ اے۔ ندا اور جے۔ ڈی۔ وارڈ، فرام وَن لینگوئج ٹو این اُدھر: فنکشنل ایکیولنس اِن بائبل ٹرانسلیشن (نیشویلے: نیلسن، ۱۹۸۶ء); ای۔ اے۔ ندا اور سی۔ ٹیبر، تھیوری اینڈ پریکٹس آف ٹرانسلیشن (لیڈن: برِل، ۱۹۶۹ء)۔

2 بائبلی علم کی دنیا میں ایک عرصے سے سمجھا جاتا آ رہا ہے کہ بائبل کو ترجمہ کرنے کے قابل ہونے کے بارے میں قابلیت یہ ہے کہ ایسا فرد بائبل کی قدیم زبانوں کو جاننے والا ہونا چاہئے۔ اور بہت کم توجہ مجموعی طور پر دی گئی جس کی ندا ایک عرصے سے بات کر رہا تھا: لسانیات، بیان کا تجزیہ، سماجی علامات، ترجمہ اور بائبلی ترجمے کے لئے ابلاغیات کے مطالعے جیسی برابر اہم حقیقتوں کا اطلاق کرنا۔ گو کہ کچھ نے اِسے دیکھا تھا۔ ولیم ڈینکر (ملٹی پرپز ٹولز فار بائبل اسٹڈی میں [نظرثانی شدہ

کا مظاہرہ نہ کریں تو قارئین اکثر غلط معانی سمجھ لیتے ہیں۔ ندا نے خاص طور پر معنیٰ پر مبنی ترجمہ کے نظریے کو تشکیل دیا اور اِس کی ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کی دھائی میں اشاعتوں کے ایک مسلسل سلسلے میں وضاحت کی۔[۱] اُس کے ابتدائی ساتھیوں بریچر (TEV / GNB کے ساتھ) اور وِنڈر لے (Spanish Version Popular کے ساتھ) نے ۱۹۶۰ء میں اِس نظریے کی ماہرانہ انداز میں مشق کی۔ ابتدائی طور پر ندا نے اِس طریقہ کار کو ''حرکی مترادفیت پر مبنی ترجمہ''[۲] کا نام دیا، لیکن بعدازاں ''حرکی مترادفیت'' ترجیح یافتہ اصطلاح بن گئی۔ اِس طریقہ کار کا مقصد ''رسمی ترجمہ'' کے بالکل اُلٹ ہے جو جدید زبان میں اصل زبان کے متن کی صورت، بناوٹ اور انداز کو بالکل ویسے ہی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اِس روایتی طریقہ کار کے حامی اِس سوچ کو ترجیح دیتے ہیں کہ ترجمہ میں درستی اور دیانتداری کی سب سے اچھی طرح حفاظت لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے، اور اِس سے فرق نہیں پڑتا کہ قاری یا سامع کی سمجھ کے لئے اُس کے معنیٰ کیا ہیں۔[۳] اِس کے برعکس، حرکی مترادفیت پر مبنی ترجمہ کا مقصد جدید زبان کی واضح ترین اور فطری صورتوں میں اصل زبان کے متن کے معنیٰ کو پہنچانا ہوتا ہے۔ ایک عبرانی

اور بڑی کی گئی اشاعت، منیاپولس: فورٹریس،]۱۹۹۳، ۲۳) نے بائبل عالموں کو ایک اہم تنبیہ کی ایک فٹ نوٹ میں اپنی وسیع پیمانے پر استعمال ہونے والی کتاب میں: تشریحی کام میں لسانیاتی ترویج اور بائبلی مطالعے کے لئے اُس کی اہمیت پر ندا کی توجہ کو بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ ''ٹو ورڈ آ سائنس آف ٹرانسلیٹنگ'' (سی ٹیبر کے ساتھ مشترک کام) اور ''دا تھیوری اینڈ پریکٹس آف ٹرانسلیشن'' کے مطالعے کے بغیر کسی کو بھی بائبلی ترجمہ کرنے یا اِس پر تنقید کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

۱۔ خاص طور پر دیکھئے، ندا، گاڈز ورڈ اِن مینز لینگویج (نیویارک: ہارپر، ۱۹۵۲)؛ ٹو ورڈ آ سائنس آف ٹرانسلیٹنگ، ۱۹۶۴ ''دا سائنس آف ٹرانسلیشن''، لینگویج ۴۵ (۱۹۶۹): ۴۸۳-۹۸؛ گڈ نیوز فار ایوری وَن، ۱۹۷۷؛ اور ندا کی دوسری اشاعتیں۔

۲۔ ندا اور ڈی وارڈ، فرام وَن لینگویج ٹو این اَدر، ۱۹۸۶۔

۳۔ یہ دیکھنا مفید ہو سکتا ہے کہ ایک حالیہ ''شکاگو ٹرانسلیشن پراجیکٹ'' جو ۱۹۹۶ء میں بائبل کورسز سکھانے والے پروفیسرز کو دیئے جانے والے ایک دعوتی خط کے ساتھ شروع ہوا اِس اعتقاد پر قائم ہے کہ ''بائبل کا ایک نیا ترجمہ خاص طور پر علمی ماحول میں استعمال کرنے کے لئے درکار ہے... جو کہ قاری کی دنیا پر مرکوز ہونے کی نسبت متن کی دنیا پر مرکوز ہو'' (شکاگو ٹرانسلیشن پراجیکٹ، انویٹیشن لیٹر، گریڈڈ ریڈرز: اردمینز، ۱)۔ یہ واضح ہے کہ بائبلی تراجم جو کمرہ جماعت کی زیادہ موافق ضروریات کے مطابق ہیں (ترجمے کئے گئے متن کے ذریعے اصل زبان کے متون کی نزدیکی سمجھ حاصل کرنے کے

یونانی بیان کے حصے کے تعلق سے انگریزی کے لئے لازمی سوال ہمیشہ یہ ہے: ایک انگریزی بولنے والا اِسے کیسے کہتا؟[1] انگریزی کے جدید قارئین یا سامعین کے لئے، ترجمہ کو بائبلی متن کا ایک تجربہ۔ اُس کا معنیٰ اور اثر۔ ویسے فراہم کرنا چاہئے کہ جیسے وہ اصل میں انگریزی ہی میں لکھا گیا تھا۔ جیسے کہ بریچر نے بیان کیا ہے اِس بارے میں کوئی سوال نہیں ہونا چاہئے کہ کیا حرکی مترادفیت پر مبنی ترجمہ بائبل کے قدیم متن کے ساتھ وفادار ہے یا نہیں، لیکن یہ سمجھا جانا چاہئے کہ یہ علم المعانی کے حوالے سے وفاداری کا تقاضا

لئے) ضروری اور قابل قدر ہیں۔ لیکن ان کی سامعین سے متعلقہ، معنیٰ پر مبنی تراجم کے ساتھ لازماً قدر کی جانی چاہئے اور سامعین پر مرکوز تراجم، جن کا مقصد ہوتا ہے کہ قارئین/سامعین کے وسیع حلقے تک بائبلی پیغام کو واضح طریقے سے پہنچایا جائے، سے خارج کرتے ہوئے انہیں نہ دیکھا جائے (جیسے لفظ کی جگہ لفظ رکھنے کے حامی اکثر علم بیان کو لیتے ہیں)۔ دیکھئے راجرایل۔ اومانسن، ''ٹرانسلیشن ایز کمیونیکیشن''، ٹی بی ٹی ۴۷/۴ (۱۹۹۶): ۱۳-۴۰۷۔

[1] ''حرکی مترادفیت'' کا نظریہ انقلابی تھا جب ابتدائی طور پر ۱۹۶۰ء کی دہائی میں TEV/GNB میں انگریزی بائبل استعمال کرنے والوں کو متعارف کروایا گیا۔ یہ سوال درحقیقت نیا نہیں ہے۔ جب مارٹن لوتھر سولہویں صدی میں جرمن زبان میں بائبل کا ترجمہ کر رہا تھا تو اُس نے بھی یہی سوال پوچھا، اور جیروم جب بہت ہی عرصہ پہلے چوتھی صدی عیسوی میں اپنے لاطینی کے ترجمے کو تیار کر رہا تھا تو اُس نے بھی اسی مسئلے پر آواز اُٹھائی۔ لوتھر کے نزدیک جو کچھ ترجمے میں ہونا چاہئے یہ ہے'' کہ مترجم خارجی لسانیاتی خصوصیات سے پرے لازمی جائے، کہ وہ گرامر کا دھیان سے لازمی مطالعہ کرے، درست معنیٰ کو پکڑنے کی کوشش کرے اور پھر اصل زبان کے بارے میں سب بھول جائے (ای۔ جی۔ شوبیرٹ، لوتھر اینڈ ہز ٹائمز [سینٹ لوئس: کنکارڈیا،] ۱۹۵۰، ۲۶۱)۔ زیادہ عملی طور پر، اپنے "Tabletalk" میں لوتھر نے اپنے طریقے کو یوں بیان کیا:

> ''جو کوئی جرمن بولتا ہے اُسے عبرانی انداز نہیں استعمال کرنا چاہئے۔ بلکہ اس کے بجائے وہ اُسے دیکھے۔ ایک بار جب وہ عبرانی مصنف کو سمجھ جائے۔ پھر وہ متن کے معنیٰ پر غور کرے، اپنے آپ سے سوال کرتے ہوئے کہ ''ایسی کسی صورتحال میں جرمن کیا کہیں گے؟'' ایک بار جب اُس کے پاس جرمن الفاظ آجائیں جو مقصد پر پورا اُتریں، تو اُسے عبرانی الفاظ کو بھول جانا چاہئے اور بہترین جرمن جو وہ جانتا ہے اُس میں آزادی سے معنیٰ کا اظہار کرے۔'' (ایم۔ لوتھر، وائما آوس گاب، ٹِشں ردن، ۲۔ ۴۸-۶۴۹)۔

جیروم نے اپنے زمانے میں بائبل کے ترجمے کے بارے میں اِس سے ملتا جلتا مشورہ دیا: ''اپنی نوجوانی سے اب تک میں نے الفاظ کی منتقلی نہیں بلکہ سمجھ کی منتقلی کا مقصد سامنے رکھا ہے... ایک زبان سے دوسری زبان میں لفظی ترجمہ معنیٰ کو مبہم کر دیتا ہے۔'' (جیروم، اپیسل، ۵۷۔ ۶)۔

کرتا ہے۔ وفاداری کو گرامر انحوی انداز پیدا کرنے کے بجائے قاری اسامع کی سمجھ کے حوالے سے دیکھنا چاہئے۔ بریچر بیان کرتا ہے کہ جہاں صورت اور مواد دونوں برقرار نہیں رہ سکتے، وہاں جدید قارئین کے لئے وقت اور ثقافت کے طویل فاصلوں پر موجود قدیم متون کے معنیٰ کا ترجمہ کرنے میں یہ صورت ہے جس کے پیغام کو سمجھنے کی خاطر قربانی دینی ضروری ہے۔[1]

۱۹۸۵ء میں اُس وقت کے دستیاب انگریزی بائبل کے کئی تراجم کے جائزے میں ایلین ڈتھی نے جدید قاری اسامع کے لئے واضح سمجھ کے متواتر مقصد کو حاصل کرنے کے لحاظ سے TEV / GNB کو سب سے زیادہ درجہ دیا اور یہ باتیں نوٹ کیں:

GNB کی ایک خاص خوبی محض الفاظ کا ترجمہ کرنا نہیں بلکہ اصل مکمل معنیٰ کا وفادارانہ ترجمہ کرنا ہے... انگریزی واضح اور مکمل طور پر جدید ہے؛ لیکن فطری پن ہر کسی کے لئے ایک عمومی مناسب درجہ برقرار رکھنے کی ضرورت کے تحت کچھ حد تک محدود ہے... GNB وہ واحد موجود ترجمہ ہے جو آج انگریزی بولنے والے تمام افراد تک خدا کی خوشخبری پہنچا سکتا ہے۔[2]

جے۔ پی۔ لوئس ترجمہ کے بارے میں اپنے تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے، ''GNB نے سنجیدگی کے ساتھ اِس حقیقت کا ادراک کیا ہے کہ اربوں انسان جو انگریزی بولتے ہیں اُن میں سے صرف ایک چھوٹی سی تعداد ہی روایتی تراجم کو مکمل طور پر سمجھنے کے قابل ہے... GNB ایسا ترجمہ ہونے کے اپنے مقصد کے بہت نزدیک ہے کہ جو کوئی بھی انگریزی پڑھتا ہے اِسے پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔''[3]

معنیٰ پر مبنی ترجمہ کا یہ طریقہ کار جو ۱۹۶۰ء کی دھائی میں بائبلی ترجمے کی TEV / GNB کی صورت میں سامنے آیا، اُس وقت ترجمے کے مطالعہ کی دُنیا کے لئے بمشکل ہی کچھ نیا تھا۔ لیکن یہ بائبلی مطالعہ اور بائبلی ترجمہ کی دُنیا کے لئے تعجب خیز اور انقلابی تھا۔ قدیم زبانوں کی صورتوں اور نحوی بناوٹوں کو ظاہر کرنے کے بجائے جدید زبان میں انتہائی فطری اور قابل سمجھ معنیٰ کے مترادفات کی تلاش پر اِس کا

---

[1] بریچر، ''گڈ نیوز فار ماڈرن مین''، ۱۷۳۔

[2] ایلین ڈتھی، بائبل ٹرانسلیشنز اینڈ ہاؤ ٹو چوز بٹ وین دیم (کارلسلی: پیٹر نوسٹر، ۱۹۸۵)، ۹۵۔

[3] جے۔ پی۔ لوئس، دی انگلش بائبل فرام دا کے جے وی ٹو دا این آئی وی (دوسرا ایڈیشن: گرینڈ ریپڈز: بیکر، ۱۹۹۱)، ۲۹۰۔

زور اِس کے کئی ابتدائی نقادوں کو یہ فرض کرنے کی طرف لے گیا کہ TEV/GNB لازماً ایک توضیح ہے، کیونکہ اِس کی لفاظی اور انداز اُس وقت تک جو بائبلی تراجم جیسے دکھائی دیتے تھے اُن سے حیران کر دینے کی حد تک مختلف تھا۔[1]

TEV/GNB میں ممتاز پہلو

TEV/GNB کے عام زبان کے اظہارات اور جدید معنیٰ کے مترادفات کے عمومی رجحان سے ہٹ کر ممتاز پہلو دکھانے کے لئے متن کی وضاحت کرنے والے چند نمونے دیئے جا سکتے ہیں۔

سامی زبان کے اثرات جیسے "and it came to pass" (اور ایسا ہوا) یا "and he got up and went" (اور وہ اُٹھا اور چلا گیا) اُور زیادہ فطری انگریزی کے ساتھ بدلے گئے۔
جہاں ممکن ہوا تکنیکی اصطلاحات کو مزید جدید اور قابل سمجھ مترادفات دیئے گئے:

مذہبی/الٰہیاتی اصطلاحات

bishops "بشپز" { church leaders "کلیسیائی قائدین" (۱۔تیمتھیس ۳: ۱، ۲)

deacons "ڈیکنز" { church helpers "کلیسیائی مددگاروں" (۱۔تیمتھیس ۳: ۸)

repent "توبہ" { turn away from your sins "اپنے گناہوں سے مُڑو" (مرقس ۱: ۱۵)

justify "راستباز" { put right with God "خدا کے ساتھ درست ہونا" (رومیوں ۳: ۲۰)

propitiation "کفارہ" { the means by which people's sins are forgiven

---

[1] یہ سمجھنا اہم ہے (اور TEV/GNB کے ابتدائی نقادوں نے بظاہر نہیں سمجھا تھا) کہ ترجمے کی دنیا کے لئے عمومی طور پر توضیح ایک جملے یا فقرے کو اُسی زبان کے اندر دوبارہ بیان کرنا ہوتا ہے، یہ ایک زبان سے دوسری زبان میں نہیں ہوتی، بلکہ کبھی کبھار وضاحتی تفصیل کے ساتھ ہوتی ہے۔ دیکھئے، مثلاً، بی۔ نیومین، "دی اولڈ وے اینڈ دا نیو وے"، ٹی بی ٹی ۲۸ (۳/۱۹۷۷): ۲۰۱-۷۔ توضیح کے برعکس، ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں پیغام کو پہنچانا ہے۔ چاہے ایک بائبلی ترجمہ رسمی یا حرکی مترادفیت پر مبنی طریقوں سے یا دونوں کے استعمال سے مکمل کیا گیا ہو، یہ ایک ترجمہ ہے کیونکہ یہ ایک زبان سے دوسری زبان میں۔ عبرانی، ارامی اور یونانی میں اصل زبانوں کے بائبلی متون سے جدید وصول کنندہ زبان میں۔ کیا گیا ہے۔ (ندا اور ڈی وارڈ، فرام وَن لینگوئج ٹو این اُدھر، ۶۰-۷۷، ۱۸۲-۸۷، اور ندا، گڈ نیوز فار ایوری وَن، ۹۷ ذیلی صفحات۔

''وہ ذریعہ جس سے لوگوں کے گناہ معاف ہوتے ہیں'' (رومیوں ۳:۲۵)

tabernacle ''خیمہ اجتماع'' } sacred tent ''مُقدّس خیمہ'' (خروج ۸:۲۵)

sheol ''پاتال'' } the world of the dead ''مُردوں کی دُنیا'' (ایوب ۶:۲۶)

جدید قارئین کے لئے لازمی تصوراتی ''فاصلے'' کے ساتھ اظہارات کے لئے اور زیادہ جدید حرکی مترادف کی تلاش کی گئی:

annointed my head with oil ''میرے سر کو تیل سے مسح کیا ہے'' } welcomed me as an honored guest ''ایک معزز مہمان کی طرح مجھے خوش آمدید کہا ہے'' (زبور ۵:۲۳)

the Lord's annointed ''خداوند کا ممسوح'' } the LORD's chosen king ''خداوند کا چُنا ہوا بادشاہ'' (۲-سموئیل ۱:۱۴)

ثقافتی/سیاسی اصطلاحات

Caesar ''قیصر'' } Roman Emperor ''رومی شہنشاہ'' (لوقا ۲۰:۲۲؛ اعمال ۸:۲۵)

publican } tax collector ''محصول لینے والا'' (متی ۴۶:۵)

in the fourth watch of the night ''رات کے چوتھے پہر میں'' } between three and six o'clock in the morning ''صبح کے تین اور چھ کے درمیان'' (متی ۲۵:۱۴)

three measures of flour ''تین پیمانہ آٹے'' } a bushel of flour ''تین ٹوکریاں آٹا'' (متی ۳۳:۱۳)

about 200 cubits ''تقریباً دو سو ہاتھ'' } about a hundred yards ''تقریباً سو گز'' (یوحنا ۸:۲۱)

500 denarii ''پانچ سو دینار'' } 500 silver coins ''پانچ سو چاندی کے سکّے'' (لوقا ۴۱:۷)

تعلقات سے متعلقہ اصطلاحات کا اظہار ایسی مثالوں کے ذریعے کیا گیا:

fathers ''باپ دادا'' } ancestors ''آباؤ اجداد'' (استثنا ۲۱:۱۱)

knew ''جانا'' } had intercourse with ''کے ساتھ مباشرت کی'' (پیدایش ۱:۴)

fell on his neck ''اپنی گردن پر گرا'' } threw his arms around him ''اپنے اردگرد اپنے بازو جھکائے'' (پیدایش ۳:۳۳)

جہاں قاری کے لئے فائدہ مند سمجھا گیا وہاں شخصی ناموں کو نیا بنایا گیا:

Ahasuerus ''اخسویرس'' } Xerxes ''زرکسیس'' (آستر ۱:۱)

Osnapper ''اسنفر'' } Ashurbanipal ''اشوربنی پال'' (عزرا ۴:۱۰)

عجیب طور پر، یوں لگتا ہے کہ یسعیاہ کے دو بیٹوں کے ناموں کے ساتھ پیش آنے کے انداز کا نتیجہ ایک بے قاعدگی ہے۔ جبکہ ایک بیٹے کے نام (۷:۳) کی سادہ طور پر نقل حرفی کی گئی ہے "Shear-Jashub" (شیاریاشوب)، اور دوسرے کا نام (۸:۱) ترجمہ کیا گیا ہے (تا کہ اِس بات کو یقینی بنایا جائے کہ قاری معنٰی کو سمجھ جائے): "Quick-Loot-Fast-Plunder" (جلدی-لوٹ-تیز-لوٹنا)۔ "Shear-Jashub" (شیاریاشوب) کا معنٰی ۷:۳ کے فٹ نوٹ میں اِس بات کو مدنظر رکھتے ہوا دیا گیا ہے کہ بہت سے اِس کے معنٰی پر غور کریں گے، ''چند ایک واپس پیچھے جائیں گے''، کہ یہ نام بھی اُتنا ہی اہم ہے جتنا دوسرا ہے۔

جہاں یہ سمجھا گیا کہ قاری کے لئے مفید ہے وہاں جگہوں کے نام روایتی نقل حرفی کی گئی صورتوں میں (جن کے معنٰی کبھی کبھار نوٹس میں دیئے جاتے ہیں) دینے کے بجائے ترجمہ کی ہوئی صورتوں میں دیئے گئے ہیں:

Allon-bacuth ''الّون بکّوت'' } Oak of Weeping ''ماتم کا بلوط'' (پیدائش ۳۵:۸)

Valley of Achor ''وادیِ عکور'' } Trouble Valley ''دُکھ کی وادی'' (یشوع ۷:۲۴ ذیلی آیات)

قاری کی مدد کرنے کے لئے کہ وہ پریشانی کا شکار نہ ہو، ترجمے کا ایک متنازعہ فیصلہ تمام حوالوں میں حورب کو سینا کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کا تھا (خروج ۳:۱؛ زبور ۱۰۹:۱۹) کیونکہ ہر ایک اصطلاح ایک ہی پہاڑ کی طرف اشارہ کرتی ہے جن میں سے سینا زیادہ شناسا ہے۔ TEV/GNB بائبل کے پہلے ایڈیشن میں، عبرانی لفظ ''کوش'' کا ترجمہ عموماً "Sudan" (سوڈان) اِس سمجھ کے ساتھ کیا گیا کہ زیادہ شناسا جغرافیائی اصطلاح جدید قاری کے لئے فائدہ مند ہو گی۔ لیکن جب شدید اعتراضات مسلسل سامنے آئے تو دوسرے ایڈیشن (۱۹۹۲ء) نے قدیم یونانی رومی اصطلاح "Ethiopia" (ایتھوپیا) کو دوبارہ استعمال کیا اور ایک تفصیلی وضاحتی فٹ نوٹ کا اضافہ کیا گیا:

عبرانی کوش: دریائے نیل کی پہلی آبشار کے جنوب میں پھیلے ہوئے ایک وسیع علاقے کا قدیم

نام کُوش ہے۔ یونانی رومی وقتوں میں اِس علاقہ کو ایتھوپیا کہا جاتا تھا، اور اس کی حدوں کے اندر جدید سوڈان کا بہت سا علاقہ اور موجودہ ایتھوپیا (ابی سینیا) کا کچھ علاقہ شامل تھا (مثلاً زبور ۶۸: ۳۱؛ ۸۷: ۴ اور کئی اَور حوالے)۔

خطیبانہ سوالات اکثر ترجمہ میں سادہ بیانات کے طور پر پیش کئے گئے ہیں کیونکہ کئی جدید قارئین خطیبانہ سوالات کی نوعیت کو نہیں سمجھتے اور اُن سے اُلجھن کا شکار ہوتے ہیں:

"کیا درخت تیرے دشمن ہیں؟" Are the trees your enemy? } the trees are not your enemy. "درخت تیرے دشمن نہیں ہیں۔" (استثنا ۲۰: ۱۹)۔

"کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے؟" Do not even the tax collectors do that? } "حتیٰ کہ محصول لینے والے بھی ایسا کرتے ہیں!" Even the tax collectors do that! (متی ۵: ۴۶ موازنہ کیجئے عبرانیوں ۱: ۵)

استعارے اکثر تشبیہات یا بغیر استعاروں کے طور پر دیئے گئے ہیں تا کہ یہ قاری کی مدد کریں کہ وہ غلط فہمی سے بچ سکے:

"The venom of asps is under their lips_like poison from their lips" "اُن کے ہونٹوں میں سانپوں کا زہر ہے" (رومیوں ۳: ۱۳)

the finger of God "خدا کی اُنگلی" } God's power "خدا کی قدرت" (لوقا ۱۱: ۲۰)

land of milk and honey "دودھ اور شہد کا مُلک" } rich and fruitful land "زرخیز اور بارور مُلک" (خروج ۳۳: ۳)

لیکن ایوب ۲۰: ۱۷ میں استعارہ "streams that flow with milk and honey" (دودھ اور شہد کی بہتی ندیوں) برقرار رکھا گیا ہے کیونکہ یہ "زیتون کے تیل کے بہتے دریاؤں" کے ساتھ شاعرانہ متوازیت میں آتا ہے۔

مضمر معلومات کا استعمال

حرکی مترادف ترجمے کبھی کبھار مضمر معلومات کا استعمال کرتے ہیں: جو قدیم قاری/سامع کے لئے جانی پہچانی تھی لیکن جدید قارئین کے لئے غیر شناسا ہے کیونکہ زیادہ تر لوگ قدیم وقتوں کے بارے میں

بہت کم جانتے ہیں۔ یہاں اصول یہ ہے کہ وہ معلومات جو متن میں مضمر ہے اور جو قدیم دور کے وقتوں کے لوگوں کے لئے قابل سمجھ تھی، ترجمے میں اُس وقت سامنے لائی جا سکتی ہے جہاں اِس قسم کی مدد کے بغیر جدید قارئین سمجھ کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ کبھی کبھار اِس معلومات کی حواشی میں وضاحت کی جاتی ہے لیکن چونکہ TEV/GNB کے عمومی قارئین حواشی پڑھنے کی طرف راغب نہیں ہیں، اِس لئے بسا اوقات ترجمہ شدہ متن کے اندر محتاط طریقے سے اِس کی وضاحت کی جاتی ہے۔

جغرافیائی اصطلاحات کے واضح پن کے ساتھ استعمال کے لئے یہ اصول اکثر اہم ہے۔ مثلاً اعمال ۱۶:۶ میں یونانی متن کہتا ہے کہ پولس اور اُس کے ساتھی'' فروگیہ اور گلتیہ کے علاقہ میں سے گذرے کیونکہ روح القدس نے اُنہیں آسیہ میں کلام سنانے سے منع کیا۔'' TEV/GNB نئے عہد نامہ میں یہاں ترجمہ "in the province of Asia" (ایشیا کے صوبہ میں) کیا گیا ہے تاکہ جدید قارئین پر واضح کیا جائے کہ ایشیا کسی بھی طرح سے براعظم کی بات نہیں ہو رہی جس سے لوگ واقف ہیں بلکہ ایک چھوٹا صوبہ ہے جسے قدیم وقتوں میں ایشیائے کوچک کہا جاتا تھا۔ اِسی طرح، رومیوں ۲:۱۲ میں یونانی اصطلاح ''نوموس'' (قانون) کا ترجمہ ایک جگہ پر "law of Moses" (موسیٰ کی شریعت) کیا گیا ہے۔ یہ قاری کی مدد کرنے کے لئے مضمر معلومات کے اصول پر کیا گیا ہے تاکہ واضح ہو کہ یہ رومی قانون (یا عمومی طور پر قانون) نہیں ہے کہ جس کی آیت میں بات ہو رہی ہے۔ قاری کے لئے واضح معنیٰ کی منتقلی میں مدد کرنے والا یہ ایک انتہائی اہم اصول ہے۔ تاہم روایتی لفظ بہ لفظ ترجمہ کے حامی اعتراض کریں گے کیونکہ ''صوبہ'' یا ''موسیٰ'' جیسے الفاظ بنیادی متن میں واضح نہیں ہیں۔

مذکورہ بالا ترجمہ کی بہت بڑی پیش رفتوں کی چند مثالیں ہیں جن کی TEV/GNB میں ابتدا کی گئی۔ ۱۹۶۰ء کی دھائی سے سینکڑوں مقامی زبانوں کے منصوبوں کے لئے جو تمام دُنیا میں کیے گئے اِس اصول اور TEV/GNB ترجمہ نے قابل تقلید نمونے کی حیثیت رکھی۔[۱] اِن میں سے کئی بین الاعتقادی منصوبے تھے، جنہوں نے پہلی دفعہ پروٹسٹنٹس اور کیتھولکس، یا کچھ مثالوں میں آرتھوڈاکس کلیسیا کو ترجمہ کے کام میں ترجمہ کرنے یا اُس میں مالی تعاون کرنے میں اکٹھے کیا۔[۲] اپنی اوّلین اشاعت سے GNB/TEV کی اب اپنی چوتھی دہائی میں دُنیا کے تمام انگریزی بولنے والے حصوں میں قبولیت اور مانگ خوب مسلسل جاری ہے۔ ۱۹۹۷ء میں ایک برطانوی انگریزی کی مطالعاتی اشاعت برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی نے شائع کی جس کا عنوان ''گڈ نیوز سٹڈی بائبل'' تھا۔ ۲۰۰۰ء میں اے بی ایس نے ایک امریکن انگلش سٹڈی ایڈیشن (جس کے مطالعاتی نوٹس ہسپانوی "Version Popular Edicion de Estudio" (ورژن پاپولر ایڈیزیون دستودیو پر مبنی ہیں) شائع کیا۔

---

۱ ڈینیئل سی۔ آرچیا، جونیئر، ایشیا میں ترجمے کے لئے ایک نمونے کے طور پر GNB کے اثر پر بحث کرتا ہے، آئی مسٹ سپیک ٹو یو پلینلی (ایڈیٹر، راجرایل۔ اومانسن: کارلسلی، یو۔ کے۔: پیٹرناسٹر، ۲۰۰۰)، ۲۰۰-۱۸۹ء، میں ''گٹنگ ایٹ دا میسج: دی انفلوئنس آف دا گڈ نیوز آن سم ٹرانسلیشنز۔''

۲ ۱۹۹۲ء میں بائبل کے حالیہ انگریزی تراجم کے جائزے میں، ڈی۔ اے۔ کارسن نے اعتراف کیا کہ اب ''بائبلی ترجمے میں بہترین انتظامی نمونے کے طور پر وسیع پیمانے پر فوقیت (حرکی مترادفیت) کی پہچان'' ہے (دا بائبل اِن دا ٹوئنٹی فرسٹ سنچری [ایڈیٹر، ایچ۔ سی۔ کے۔ فیلیڈلفیا: ٹرینیٹی پریس انٹرنیشنل اینڈ نیویارک: اے۔ بی۔ ایس۔، ۱۹۹۳]، ۳۶، میں ''نیو بائبل ٹرانسلیشنز: این اسیسمنٹ اینڈ پراسپیکٹ'')۔ سینکڑوں یو بی ایس کے اور تمام دنیا میں دیگر مقامی زبان کے ترجموں کے منصوبوں میں استعمال ہوا حرکی مترادفیت کے ترجمے کا طریقہ کار اور اصول جو مناسب طور پر TEV/GNB میں استعمال ہوئے، اب ہر جگہ بائبلی ترجمے کی مشق پر غالب ہیں۔ تاہم کچھ حالیہ بائبلی تراجم اِس طریقہ کار سے متاثر نہیں ہوئے۔

دا کنٹمپرری انگلش ورژن

(۱۹۹۱ء-نیا عہد نامہ؛ ۱۹۹۵ء-بائبل، پروٹسٹنٹ اشاعت؛ ۱۹۹۹ء-بائبل، ڈیوٹروکینن /اپاکریفا کے ساتھ بین الاعتقادی اشاعت)

جب ۱۹۶۶ء میں امریکن بائبل سوسائٹی (اے بی ایس) نے TEV/GNB نئے عہد نامہ کا پہلا ایڈیشن شائع کیا، تو اُس واقعے نے اے بی ایس کے قائم ہونے کی ایک سو پچاسویں سالگرہ کو نمایاں کر دیا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب اِس کے کنٹمپرری انگلش ورژن (CEV) نئے عہد نامہ کی پہلی اشاعت ۱۹۹۱ء میں سامنے آئی، تو اُس وقت اے بی ایس اپنا ایک سو پچھترواں سال منا رہی تھی۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ بیسویں صدی کے دوسرے نصف میں عام بول چال کی امریکی انگریزی کتنی تیزی سے بدل رہی تھی، ۱۹۹۷ء میں ایک مطالعہ میں مندرجہ ذیل اندازہ لگایا گیا:

> خوش قسمتی سے امریکن بائبل سوسائٹی نے اپنی کامیابیوں پر تکیہ نہ کیا۔ اُس نے ایک نیا ترجمہ، دا کنٹمپرری انگلش ورژن تیار کیا جو کہ اپنے پرانے متعلقہ ترجمہ کے بعد آنے والا ایک عمدہ ترجمہ ہے[۱] اور TEV/GNB نے بائبل کے مشمولات کو ۱۹۷۰ء کی دھائی کی زبان اور صورت میں پیش کیا ہے۔۔۔ دا کنٹمپرری انگلش ورژن ۱۹۹۰ء کی انگریزی بولنے والی دُنیا کی زبان اور صورتوں میں بائبل کے مشمولات کا ایک ترجمہ ہے۔[۲]

چونکہ عام بول چال کی انگریزی کے انداز اور عادات مُسلسل بدل رہی ہیں اِس لئے یہ لازماً پہچاننا چاہئے کہ آج کل جیسے ہی ایک بائبل ترجمہ مکمل ہوتا اور شائع ہوتا ہے تو وہ پہلے ہی تاریخ کا حصہ بن جاتا ہے۔ جب تک اِس کا متن جامد رہتا ہے، ایک ترجمہ بولنے والی انگریزی کے روزمرہ کے استعمال میں نئی پیش رفت کی جانب رجحان کی طرف معکوس تناسب میں غیر مستعمل ہونے کی طرف میلان رکھے گا۔

۱۔ سٹیون ایم۔ شیلے اور رابرٹ این۔ ناش، جونیئر، دا بائبل اِن انگلش ٹرانسلیشن: این اسنشیل گائیڈ (نیش ولے: ابینگڈن، ۱۹۹۷)، ۸۵۔

۲۔ ایضاً، ۲۷۔

مثلاً، ۱۹۹۷ء کے ایک ابتدائی خطاب میں یو ایس سیکریٹری آف سٹیٹ میڈلین آلبرائٹ نے سابق برٹش فارن سیکریٹری ارنسٹ بیون کی جنگ عظیم دوم کے بعد کی ایک تقریر سے اقتباس کیا۔ موجودہ دُنیا میں یو ایس اے کے عالمگیر کردار پر اپنے خیالات کا آغاز کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا:

"British Foreign Secretary Ernest Bevin called the Marshall Plan 'A lifeline to sinking men,' and it was-although I expect that some women in Europe were equally appreciative."[1]

(برٹش فارن سیکریٹری ارنسٹ بیون نے مارشل پلان کو'ڈوبتے مردوں کے لئے ایک جان بچانے والی رسی' کہا اور یہ تھا بھی۔ اگرچہ میں خیال کرتی ہوں کہ یورپ میں کچھ عورتیں ویسی ہی قدر شناس تھیں۔)

اُس جنگ کے تقریباً پچاس سال کے بعد ایک مقام پر، انگریزی کا استعمال اِس حد تک بدل گیا ہے کہ سیکریٹری آلبرائٹ بیون کے لفظ "men" (مردوں) کے متروک استعمال کو ۱۹۹۰ء کی دھائی میں ہمعصر استعمال کے مطابق کرنے کے لئے توازن پیدا کرنے والے الفاظ کا (اقتباس کے بعد) اضافہ کرنے میں مجبور ہوگئیں۔ پچاس سال کے بعد اِس انداز سے "men" (مردوں) کا استعمال کرتا ہوا ایک بیان بہت سے لوگوں کی طرف سے مخصوص جنس کے حوالے سے سمجھا جائے گا کہ یہ خواتین کو خارج کرنا یا مخاطب نہ کرنا ہے۔ "man" (مرد) یا "men" (مردوں) کا استعمال مردوں اور عورتوں دونوں کی جنس کے حوالے سے کچھ ادبی رسالوں یا ماحول میں اب بھی استعمال ہوسکتا ہے، لیکن یہ اُس انداز کو متاثر نہیں کرتا جس میں بولی جانے والی انگریزی اِس کی طرف سے دُور ہوگئی ہے۔ ۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۰ء کی دھائی کے بائبل کے بڑے انگریزی کے تراجم کا ایک جائزہ بھی اِس پر روشنی ڈالتا ہے۔ اِن تراجم میں اِس بارے میں زیادہ سروکار نہیں ہے کہ کیسے مستقل جنس مذکر پر مشتمل زبان دور ہوسکتی تھی کیونکہ خواتین قارئین / سامعین اُن اصطلاحات میں اپنے آپ کو مخاطب ہوتے ہوئے محسوس نہیں کرتی تھیں۔

لیکن ۱۹۸۰ء کی دھائی تک استعمال کے انداز میں تبدیلی بڑے پیمانے پر قبول کر لی گئی تھی۔ اتنا کہنا کافی نہیں تھا کہ دونوں قدیم بائبلی زبانیں اور انگریزی جنس مذکر کی صورتیں گرامر کی جنس کے طور پر استعمال کرتی ہیں کیونکہ روزمرہ کی بولی جانے والی انگریزی پہلے ہی نئے غیر اخراجی نمونوں کی طرف

---

[1] نیویارک ٹائمز، جون ۶، ۱۹۹۷ء۔

جاری تھی۔ اور ایسا ہی ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۰ء کی دھائی میں بھی تھا، انگریزی بائبل کے بڑے تراجم میں سے زیادہ تر نظرثانی کے عمل میں سے گزرے، خاص کر اس مشمولہ زبان کی نشوونما کے ساتھ سامنے آئے جس کی پہلے سے توقع نہیں تھی۔ یہ واضح ہوگیا کہ ابلاغ کی تمام اقسام میں مخاطب کئے جانے والے لوگوں کے گروہوں کو خارج نہ کرنے کی فکر خواص کا خبط نہیں تھا بلکہ انگریزی بولنے والوں کے لئے روزمرہ کے استعمال کے نمونوں میں ایک بنیادی تبدیلی تھی۔[1] اور کئی اور اقسام کے ابلاغ کے ساتھ بائبل کے تراجم میں ایسی پیش رفت لے کر آنے کی ضرورت تھی جو پہلے نہیں دیکھی گئی تھی۔

جب ۱۹۹۲ء میں اے بی ایس نے جنس کے اخراج پر مشتمل زبان کے معاملہ کو مخاطب کرتے ہوئے TEV/GNB کا نظرثانی شدہ متن دوسرے ایڈیشن کے طور پر شائع کیا، تو یہ قابل ذکر ہے کہ اُس نے ایک سال پہلے ۱۹۹۱ء میں صرف CEV نیا عہدنامہ شائع کیا تھا، اور ۱۹۹۵ء میں CEV بائبل کی اشاعت کی راہ پر گامزن تھی۔ بہتوں کو شاید یہ عجیب لگے کہ اے بی ایس نے TEV/GNB کے جاری کرنے کے پانچ سالوں کے اندر ۱۹۷۹ء میں نئے ترجمہ کا ایک منصوبہ اُس کی مکمل صورت، ڈیوٹرو کینن / اپاکریفا کے ساتھ بین الاعتقادی بائبل، میں شروع کرنا تھا۔ یہ پیش رفت ایک بڑھتی ہوئی آگہی ظاہر کرتی ہے کہ بائبل کے ترجمہ کے لئے مخاطبین کے تعلق سے معاملات کتنے اہم ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ یہ آگہی بھی ظاہر کرتی ہے کہ حقیقتاً مخاطبین میں تنوع ہے جن کی ضرورتیں بہت فرق ہوسکتی ہیں۔ یہ عملی آگہی بھی ظاہر کرتی ہے کہ ۱۹۹۰ء کی دھائی کے لئے ایک ترجمہ تیار کرنے میں مترجمین اُس وقت کا انتظار نہیں کر سکتے تھے کہ جب ۱۹۹۰ء اُن کے سر پر ہوتا اور وہ کام شروع کرتے۔ اور اگر مقصد ۱۹۹۰ء کے عام انگریزی بولنے والے افراد کے لئے بائبلی ترجمہ کی ضروریات کو پورا کرنا تھا تو پہلے سے موجود ترجمہ میں بہتری لانے کی نسبت ایسا بآسانی اور موثر طریقے سے ایک تازہ ترجمے میں کیا جا سکتا تھا۔ یہ بات خاص طور پر ایسے معاملات کے لئے سچ ہے جیسے: انگریزی بولنے والوں کے لئے نثر اور شاعرانہ نمونوں میں زیادہ فطری اور شناسا انگریزی جملوں کی بہتر روانی تشکیل دینا؛ پیغام کو واضح طور پر دوسروں تک پہنچانے اور خاص طور پر سمعی سمجھ کو یقینی بنانا؛ ۱۹۶۰ء کی دھائی سے سیکھے گئے انگریزی بیان کی بناوٹ

---

[1] رائے ایچ۔ کوپی رڈ، امریکن یوسیج اینڈ سٹائل (نیو یارک: وین ناسٹرینڈ رین ہولڈ، ۱۹۸۰)۔

میں قابل ذکر نئی دریافتوں کو شامل کرنا؛ ساتھ ہی ساتھ جہاں یہ واضح ہے کہ بائبلی فقرے یا سوچ کی اکائیاں صرف مردوں کو نہیں بلکہ سب لوگوں کو مخاطب کرتی ہیں وہاں غیر خارجی زبان کے نمونوں کی بناوٹ کرنا۔

CEV کی تشکیل

۱۹۸۴ء میں یوجین اے۔ نِدا اور اے بی ایس ترجمے کے شعبے نے اے بی ایس بورڈ آف مینیجرز کو ایک تجویز پیش کی۔ اس تجویز کا مقصد ۱۹۹۰ء کی دھائی کے لئے بائبل کے ایک نئے انگریزی کے ترجمہ کی تیاری تھا۔ یہ انگریزی میں فطری پن، جدیدیت اور واضح پن کو یقینی بناتے ہوئے حرکی مترادفیت کے اصولوں اور خطوط کے مطابق ہونا تھا، لیکن اِس کے باوجود یہ انتہائی بلند ادبی درجے پر ہونا تھا تاکہ یہ بائبل کے لطوریائی/ادبی ترجمہ کے طور پر خدمت کرے (خاص طور پر کلیسیائی اراکین کی)۔

TEV/GNB زندگی کے تمام شعبوں کے انگریزی بولنے والے افراد کے وسیع گروہ کی طرف سے مستعمل عام زبان کو استعمال کرتے ہوئے عام قارئین کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تیار کیا گیا تھا۔ تاہم، اِس نئے تجویز شدہ ترجمہ کا مقصد عام زبان میں ترجمہ کرنا نہیں تھا بلکہ یہ ایسے افراد پر مرکوز تھا جو اعلیٰ درجے کی انگریزی کے استعمال اور ایک کم بندشی ذخیرہ الفاظ کی حد کو ضرورت کے طور پر دیکھتے تھے یا اُسے ترجیح دیتے تھے۔[1]

اے بی ایس بورڈ نے ترجمہ کی ذیلی کمیٹی اور بورڈ ممبرز کے ساتھ بھی بھرپور طور سے اِس تجویز پر کافی بحث کے بعد ایک بہت مختلف قسم کے عمل کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ ایسی بائبل کے لئے اعلیٰ درجے کی انگریزی کے استعمال کی ضرورت کو خاص طور پر عبادت اور بائبل کی عوامی تلاوت میں تسلیم کیا گیا، تاہم اتفاق رائے یہ تھا کہ ایک بالکل مختلف قسم کے بائبلی ترجمے کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ اُن کی جوابی تجویز تھی کہ ترجمہ کا شعبہ یہ دیکھتے ہوئے کہ آج کے بچے کل کے کلیسیائی قائدین بنیں گے اور قائدین کے طور پر اُن کی ترقی کے لئے بائبل قطعی طور پر بنیادی ہے، اِس مجوزہ ترجمہ کے بجائے بچوں کی بائبل

---

[1] جو امریکی انگریزی کے استعمال میں ایک طریقہ کار ہے جو NEB/REB کے ذریعے برطانوی انگریزی استعمال میں اختیار کئے گئے طریقہ کار سے قابل موازنہ ہے۔

کے ایک ترجمے پر غور کرے۔ سو چیلنج بچوں کے لئے بائبل کا ایک حقیقی (نہ کہ مختصر کیا ہوا یا آسان بنایا گیا، یا تشریحی) ترجمہ تیار کرنا تھا[1]

سمت کے اِس اُلٹ جانے میں کارفرما بڑے عوامل میں سے ایک ۱۹۸۰ء کی دہائی کے وسط میں یونائیٹڈ بائبل سوسائٹیز میں ہر جگہ ظاہر کی جانے والی فکر تھی، جس کی ۱۹۸۱ء میں چنگ مائی، تھائی لینڈ میں ہونے والی یو بی ایس ورلڈ اسمبلی میں اور دوبارہ ۱۹۸۶ء میں بوڈاپسٹ، ہنگری میں اِس کی بات کی گئی۔ یو بی ایس کی رفاقت میں تمام بائبل سوسائٹیز کے قائدین نے یکے بعد دیگرے ہونے والی اِن بین الاقوامی اجتماعوں میں اتفاق کیا کہ نئے بائبلی تراجم یا صحائف پر مشتمل ذرائع کی تیاری میں اوّلین ترجیح لازماً بچوں اور نوجوانوں کی روحانی خوراک اور راہنمائی کے لئے ضرورتوں کو دی جانی چاہئے اور اس میں اُن صورتوں کا خیال رکھا جائے جو اُن سے متعلقہ اور اُن کے لئے قابل سمجھ ہوں۔ اے بی ایس کے بورڈ اور قیادت نے جب مختلف ممکنات کے چناؤ کا جائزہ لیا تو وہ اِس اہم اور عالمگیر تصدیق شدہ رائے سے خوب آگاہ تھے۔ یہ منشور انتہائی اہم تھا۔ وہ اِس نتیجہ پر پہنچے کہ گو ایک ادبی الطور ریائی ترجمہ واضح طور پر قابل تائید تھا، لیکن اِس کے باوجود وہ کچھ وقت کے لئے موخر کیا جا سکتا تھا، لیکن بچوں اور نوجوانوں کے لئے بائبل کا ایک ترجمہ فوری طور پر درکار تھا اور ایک بڑی ترجیح تھا۔

ایک بار جب یہ واضح ہو گیا کہ اے بی ایس ایک ایسے بائبلی ترجمے کو شروع کرنے کی خواہش رکھتا ہے جو خاص طور پر بچوں اور نوجوانوں کے استعمال کے لئے تشکیل دیا جائے گا، تو نِدا نے سفارش کی کہ اِس منصوبے کی راہنمائی کرنے کا کام بارکلے ایم۔ نیومین کے ہاتھوں میں سونپا جائے جو لسانیات اور انگریزی بیان کے مطالعوں کا وسیع پس منظر رکھنے کے ساتھ ساتھ بائبلی زبانوں میں ایک ماہر ہے۔ نیومین یو بی ایس ترجمہ کا ایک پختہ مشیر ہونے کے ساتھ ساتھ بحرالکاہل کے ایشیائی خطے میں مقامی ترجمے کے کام کی راہنمائی کرنے کا دو دہائیوں کا تجربہ رکھتے ہوئے تب یونائیٹڈ سٹیٹس میں یو بی ایس ٹرانسلیٹرز ہینڈ بک کے سلسلوں کے کلیدی حصوں پر کام کے لئے واپس لوٹا تھا، اور اِس کام کو کرنے کے لئے دستیاب تھا۔

---

[1] بارکلے ایم۔ نیومین اور دوسرے، کریٹنگ اینڈ کرافٹنگ دا کنٹمپرری انگلش ورژن (CCCEV) (نیویارک: امریکن بائبل سوسائٹی، ۱۹۹۶)، ۱۵ اور ذیلی صفحات۔

نیومین کا پہلے سال کا کام تحقیق پر مبنی تھا۔ یہ بچوں کے ادب اور ٹی وی کے پروگراموں اور ساتھ ہی ساتھ کتابوں، جریدوں، اور عمومی طور پر خبروں پر مشتمل ذرائع ابلاغ کے ایک گہرے معائنے اور تجزیے پر مشتمل تھا۔ یوں اُس نے یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ کیسے امریکی انگریزی بولی اور سمجھی جا رہی تھی، اور وہ طریقے دیکھے جن میں وہ افراد جو بچوں کے لئے لکھتے ہیں اپنی نثر اور شاعری کو تشکیل دیتے ہیں، اُس نے خاص طور پر یہ بھی دیکھا کہ کیسے قاری کی سہولت کی خاطر مواد تشکیل دیا جاتا اور خاص وضع قطع پاتا ہے۔ اس کام میں اُسے اپنے معمول کے اداراتی معاون ایم۔ جیین نیومین سے مدد ملی۔

جب اس ترجمے کے لئے متن کے نمونوں کے پہلے اصل مسودے کو تیار کرنے کا وقت تھا، تو چاروں اناجیل سے جانے پہچانے حوالوں کے ایک سلسلے سے آغاز کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ نیومین نے ابتدائی مسودے تیار کئے اور بندا اور دوسرے ماہرین کی آراء کی روشنی میں کئی مراحل میں اُن کی نظرِ ثانی کی۔ تب اس مواد کو مختلف لوگوں میں جانچنے کا فیصلہ کیا گیا، یہ دیکھنے کے لئے کہ قارئین کے کیا ردِ عمل ہو سکتے ہیں۔ سو، ۱۹۸۷ء میں اے بی ایس نے یسوع کی زندگی اور تعلیمات پر محیط ان منتخب انجیلی حوالوں کو بعنوان " آ بک اباؤٹ جیزز" شائع کیا۔ چونکہ اس مقام تک بنیادی ہدفی گروہ بچے اور نوجوان تھے، اس رسالہ کی شکل جتنے کتابچہ میں تصویریں دی گئیں جو بچوں کی کتابوں کی تصویریں بنانے والے مشہور فنکار جیین ذائر کی ہیں۔ اُس وقت مجموعی طور پر منصوبے کے کام کو " ٹرانسلیشن فار ارلی یوتھ" (TEY) کا عنوان دیا گیا۔

" آ بک اباؤٹ جیزز" کی طرف اُن افراد کا ردِ عمل بہت زیادہ پرجوش تھا جن پر اس کا جائزہ لیا گیا تھا؛ بڑی عمر کے قارئین اور اس کے ساتھ ساتھ نوجوانوں نے دیکھا کہ متن بغیر کسی مشکل کے پڑھا گیا اور اُسے سمجھنا آسان تھا۔ اِس کامیاب جائزہ کی بنیاد پر لوقا کی انجیل اور اعمال کی کتاب کے متن کے مسودے تیار کئے گئے اور نظرِ ثانی کے مرحلوں میں سے گزرے اور ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئے۔ جب ان نمونوں نے استعمال کرنے والوں کی طرف سے ویسا ہی مثبت ردِ عمل وصول کیا، تو نئے عہد نامہ کے مسودے کو مکمل کرنے اور باقی بائبل کو تشکیل دینے اور تکمیل کے لئے اوقاتِ کار کا تعین کرنے کے منصوبے بنانے کی اجازت دی گئی۔ ایسا ہی ایک نمونہ جس میں پرانے اور نئے عہد نامہ کے واقعات اور بہت زیادہ تصاویر تھیں، ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ جس کا عنوان " آ فیو ہو ڈیئرڈ ٹو ٹرسٹ گاڈ" تھا، یہ

بائبل کے اہم مرد و خواتین کی کہانیوں کے بیانات پر مشتمل تھا۔

جیسے ہی اے بی ایس نے اِس نئے ترجمے کو تکمیل کی طرف لے کر جانے کا فیصلہ کیا تو اُس کے اسٹاف نے اِس بارے میں بڑی سوچ بچار کی کہ اِس ترجمے کو کیا نام دیا جائے اور کس قسم کے قارئین تک رسائی اُن کا مقصد ہے۔ جب TEY کے نمونے کے اِن کتابچوں کے استعمال کرنے والوں کے بیانات اور گواہیاں سامنے آئیں اُنہوں نے ہر طرح سے نشاندہی کی کہ بڑی عمر کے قارئین (بچوں کے لئے تصاویر ہونے کے باوجود) انہیں کلیسیائی سکول کی جماعتوں، قیدیوں کے پروگراموں، خواندگی کی کلاسوں اور اِس طرح کے دیگر پروگراموں میں بڑے اطمینان سے استعمال کر رہے تھے۔ یہ واضح ہوتا جا رہا تھا کہ اِس ترجمے کو پیش کرنے کے لئے ایک مضبوط دلیل یہ دی جاسکتی تھی کہ صرف بچوں کا ترجمہ ہونے کے بجائے یہ کئی طرح کے لوگوں کے لئے کارآمد ہے۔ وسیع تر مقام دینے کے حامیوں نے بحث کی کہ یہ ترجمہ بچوں کے لئے قابلِ استعمال بائبل ترجمہ کی ضرورت کو پورا کر سکتا تھا (پڑھنے کے معروف و مجہول دونوں درجوں پر) لیکن اِس کے ساتھ بڑی عمر کے لوگوں کے لئے بھی مفید تھا (مثلاً نئے قارئین کے لئے جن کی انگریزی دوسری زبان تھی)۔[1] ممکنہ نئے عنوانوں کے لئے ایک سخت جانچ کے عمل اُسے کنٹمپرری انگلش ورژن کا نام دینے کا فیصلہ کیا گیا۔[2]

اُس مقام پر اے بی ایس ترجمے کے شعبے نے CEV ترجمے کی ٹیم تشکیل دینی شروع کی جس نے CEV بائبل کو مکمل کرنے کے لئے بارکلے نیومین کی قیادت میں کام شروع کرنا تھا۔ بائبلی زبانوں اور ادب کے ماہرین ڈونلڈ اے جانز اور رابرٹ ہوجزن جونیئر نے ۱۹۸۸ء میں نئے عہدنامہ کے متن پر نظرِ ثانی کا کام کرنا شروع کیا، اور CEV نئے عہدنامہ کے متن کے مسودے کی تنقید، نظرِ ثانی اور بہتری کرنے میں نیومین کے ساتھ کام کیا۔ بارکلے نیومین کی راہنمائی میں یہ دونوں نوجوان علما بتدریج CEV ترجمہ کے نظریے اور راہنمائی کے اصولوں میں غرق ہو گئے۔ اِس کے تھوڑا ہی عرصہ بعد، سٹیون

---

[1] جب ۱۹۹۵ء میں پہلا CEV بائبل ایڈیشن شائع ہوا، تو یہ بڑے قارئین کے لئے ایڈیشن اور بچوں کے لئے ایڈیشن دونوں میں سامنے آیا، جن میں لین ایڈمز کی تیار کردہ تصاویر بھی شامل تھیں جو ۳۲ پورے صفحات پر تھیں۔

[2] CEV نئے عہدنامے کی ۱۹۹۱ء کی پہلی اشاعتوں میں ذیلی عنوان رکھا گیا: بائبل فار ٹوڈیز فیملی، جس کا مقصد اس ترجمے کی تمام عمر کے لوگوں اور خاندانی استعمال کے لئے مناسبیت کو ظاہر کرنا تھا۔

ڈبلیو۔ برنی کنگ نے بھی، جو علم عہد عتیق میں پی ایچ ڈی کا ایک طالب علم تھا، نظر ثانی کے کام کو شروع کیا۔ برنی کنگ نے پہلے TEY منصوبے کے لئے اِس سے پہلے کہ وہ CEV کی حالت میں لایا جاتا ایک ابتدائی ''ڈکشنری آف ٹرمز'' (اصطلاحات کی فرہنگ) [1] کا مسودہ بنایا تھا۔ جانز نے مئی ۱۹۹۰ء میں CEV ترجمے کی ٹیم کے ایک کُل وقتی رکن کے طور پر اے بی ایس کے عملے میں شامل ہونے کے لئے سپرنگ فیلڈ، مسوری میں اسمبلیز آف گاڈ تھیولاجیکل سیمنری میں علم عہد عتیق اور علم عہد جدید کا ایک مستقل عہدہ چھوڑا۔ اِسی طرح ہوجزن نے جنوری ۱۹۹۱ء میں CEV ترجمے کی ٹیم کے ایک کُل وقتی رکن کے طور پر اے بی ایس کے عملے میں شامل ہونے کے لئے سپرنگ فیلڈ، مسوری میں ساؤتھ ویسٹ مسوری سٹیٹ یونیورسٹی کے مذہب کے شعبے میں علم عہد جدید کا ایک مستقل عہدہ چھوڑا۔ برنی کنگ نے مئی ۱۹۹۱ء میں اپنی پی ایچ ڈی کی اقامتی مطلوبات کی تکمیل کے بعد اے بی ایس میں عملے کے رکن کے طور پر اور CEV ترجمے کی ٹیم کے ایک کُل وقتی رکن کے طور پر شمولیت اختیار کی اور پرانے عہد نامہ کے مسودے کی تشکیل کے عمل میں شامل ہوا جو پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔

مئی ۱۹۹۱ء میں اے بی ایس بورڈ مینیجرز کی سالانہ میٹنگ کے وقت اُس کے ایک سو پچھترویں سال میں کنٹیمپرری انگلش ورژن نئے عہد نامہ کی پہلی اشاعت سامنے لائی گئی۔ [2] نیشنل کانفرنس آف کیتھولک بشپز یو ایس اے کی متون اور ترجموں کی کمیٹی کی جانچ پڑتال پر پورا اُترنے کے بعد CEV نیا عہد نامے کو اُس وقت کے NCCB یو ایس اے کے صدر آرچ بشپ ڈینیئل پلارچک آف سنسنیٹی، اوہائیو کے دستخط سے اجازت طبع دی گئی۔ اُسی وقت NCCB یو ایس اے نے CEV کو ''لکشنری فار ماسِس وِد چلڈرن'' کے لئے ایک باقاعدہ لطوریائی متن کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت دی۔ [3] ۱۹۹۲ء میں اے بی ایس نے دوسری CEV اشاعت ''نیو ٹیسٹامنٹ وِد ساموز اینڈ پرووربز'' جاری کی

---

1 یہ ابتدائی ''ڈکشنری آف ٹرمز'' (اصطلاحات کی فرہنگ) بالآخر CEV کی الفاظ کی فہرست بن گئی۔

2 اے بی ایس نے CEV نئے عہد نامے کے کم قیمت ایڈیشنز شائع کئے، جبکہ ٹامس نیلسن پبلشرز کو اجازت تھی کہ CEV نئے عہد نامے کے ایڈیشنز تجارتی بنیادوں پر فروخت کریں۔ ۱۹۹۵ء کی بائبل کے لئے بھی یہی انتظام کیا گیا۔

3 چونکہ CEV کا متن بچوں کے لئے بہت زیادہ موزوں ہے، اِس لئے NCCB یو ایس اے نے بچوں کی ماسِس میں عوامی تلاوت کے لئے متن کے طور پر اُس کے استعمال کی اپنی اجازت دی۔ یہ اجازت ۱۹۹۱ء میں دی گئی، کہ جب

اور اِس وضع قطع کو جس میں نئے عہدنامہ کے ساتھ پرانے عہدنامہ کی دو مشہور ترین کتابوں کو شامل کیا گیا تھا بہت زیادہ قبولیت حاصل ہوئی۔ اِس اشاعت کو بھی NCCB یو ایس اے کی جانب سے اجازتِ طبع ملی۔

CEV کا تشکیلی عمل

CEV متن کا مسودہ بنانے، جائزہ لینے، تدوین کرنے، نظرِثانی کرنے اور آخری شکل دینے میں تقریباً دس سال سے کچھ زیادہ کا عرصہ لگا۔ نئے عہدنامہ کے لئے CEV کے متن کو بار کلے نیومین نے CEV ٹیم کے تین دوسرے ساتھیوں کے ساتھ متن کے بنیادی جائزہ کاروں کے طور پر CEV ترجمے کے طریقے کے نظریے اور سوچ میں کام کرتے ہوئے مسودے کی شکل دی۔ جب ۱۹۹۰ء میں پرانے عہدنامہ کو مسودے کی شکل دینے کا کام جاری تھا تو ٹیم کے تمام اراکین جانز، برنی برنگ، ہوجزن نے پرانے عہدنامہ اور ڈیوٹروکینن / اپاکرِیفا کی کئی کتابوں کے لئے مسودے کی تشکیل کا تفویض کردہ کام کیا، اور جین نیومین نے اِداراتی معاونت فراہم کرنی جاری رکھی۔ تاہم، ۱۹۹۲ء کے وسط میں ہوجزن کا اے بی ایس کے ترجموں کے شعبے میں سامنے آنے والے نئے میڈیا کے ترجموں کے پروگرام میں اہم قائدانہ جگہ پر تبادلہ کیا گیا اور اُس مقام سے آگے ۱۹۹۵ء میں پہلی CEV بائبل کی اشاعت کے وقت تک CEV بائبل تین افراد کی ٹیم کے ذریعے مکمل ہوئی۔[1]

CEV نئے عہدنامہ کے لئے اجازت طبع دی گئی، اور تین کیتھولک پبلشرز (کیتھولک بک پبلشرز، لٹرجیکل پریس، لٹرجیکل ٹریننگ پبلیکیشنز) نے لکشری فار ماسس وِد چلڈرن کے نہایت ہی اعلیٰ ایڈیشنز تیار کیے، جن میں سے ہر ایک کی مطالعہ کے لئے تین جلدیں تھیں جو اے، بی اور سی سالوں کے لئے تھیں، اور ہر ایک میں اضافی مواد تھا۔ جب CEV نیا عہدنامہ مکمل ہو رہا تھا تو CEV ترجمے کی ٹیم نے وقت سے پہلے ہی پرانے عہدنامے اور ڈیوٹروکینن سے منتخب بائبلی حوالوں پر کام کیا۔ اپنی اجازت دینے میں، NCCB یو ایس اے نے ایک تبدیلی کی اجازت مانگی: کہ لکشری یونانی "فاتنے" کے لئے روایتی "manger" (چرنی) استعمال کرنے کے قابل ہو، کیونکہ CEV نئے عہدنامے کے پہلے ایڈیشن میں "feedbox" تھا۔ گو "feedbox" بلاشک وشبہ جدید قاری کے لئے واضح تر تھا، بشپوں نے محسوس کیا کہ لوقا کی انجیل میں سے یسوع کی پیدایش کے واقعے کا پڑھا جانا گیت "Away in a Manger" کے ساتھ موافقت نہیں رکھے گا۔ اِس تبدیلی کی اجازت دے دی گئی، لیکن CEV متن بعد ازاں نظرِثانی کے بعد "lying in a feedbox" سے "lying on a bed of hay" ہوگیا۔

[1] یہ پروٹسٹنٹ بائبل ایڈیشن کے نام سے موسوم ہوئی، جو پرانے عہدنامے کے پروٹوکینن اور نئے عہدنامے پر مشتمل تھی۔

متن کی تشکیل کے ابتدائی کئی مراحل CEV ٹیم کے ارکان نے خود کیے۔ جب ایک بار متن کا کافی بڑا حصہ ٹیم کے ارکان میں سے ایک کی طرف سے مسودہ کی شکل میں کیا جاتا تو وہ دوسروں کو جائزے اور تنقید کے لئے دیا جاتا۔ اِس مرحلے میں اکثر جائزے اور نظر ثانی کے درمیان اِدھر سے اُدھر آنا جانا شامل تھا جب تک کہ سب کے سب نظر ثانی شدہ متن کی حالت کے ساتھ مطمئن نہ ہو جاتے۔ مسودے کا متن جو نظر ثانی اور بہتری کے اِس مرحلے تک پہنچتا اُسے پھر ایک گروپ سیشن میں با آواز بلند پڑھا جاتا تاکہ یہ یقینی بنایا جائے کہ متن سمعی فہم کے لئے واضح تھا اور کوئی ایسے الفاظ یا فقرے تو نہیں تھے جو سننے والے غلط سنتے۔[1] اِس مرحلے پر ایک بار جب CEV ٹیم کے تمام ارکان نے متن کی حالت کے ساتھ اپنے مطمئن ہونے کا اشارہ کیا تو اے بی ایس کے ترجمے کے شعبے کے باقی ارکان اور اے بی ایس ترجمے کی ذیلی کمیٹی کے ارکان میں وسیع جائزے کے لئے نقول پہنچائی گئیں جس کے ارکان میں ڈوئی ایم۔ بیگل، بروس ایم میٹزگر، اور ہاورڈ کلارک کی شامل تھے،[2] اور یہ نقول مزید ماہرین کے حلقے تک پہنچائی گئیں جن میں امریکی شاعرہ ایولین ٹاور اور عبرانی بائبل کے ماہرین جیسے لیونارڈ گرین سپون تھے ،اور یہ نقول اُن کئی بائبلی علما تک بھی پہنچائی گئیں جو مختلف کلیسیائی فرقوں کے نکتہ نظر کی ترجمانی کرتے تھے جیسے آرچ بشپ جان وہیلن آف ہارٹ فورڈ، کنکٹی کٹ۔ جب اِن جائزہ کاروں سے تنقیدیں ملیں، تو CEV ٹیم ایک گروپ کے طور پر اُن کا جائزہ لینے اور پھر CEV متن میں ضروری اِداراتی اصلاح کرنے کے لئے دوبارہ ملی۔ پھر نظر ثانی شدہ CEV متن کے ساتھ جسے ''تیسرا مرحلہ'' کہا گیا، تمام انگریزی بولنے والی دُنیا میں تقریباً اَسّی اَور علماء تک نقول بھیجی گئیں جس میں یو بی ایس ترجمہ کے مشیر اور بائبل سوسائٹی کا علمی عملہ جو انگریزی متون پر کام کرتے ہیں شامل ہیں۔ اِن ماہرین

ـــ ڈیوٹرو کینن / اپاکرِیفا کے لئے CEV متن بھی اِس وقت مکمل ہوا، لیکن ایک CEV کیتھولک ایڈیشن کی اشاعت اجازت طبع کے انتظار میں رُکی رہی۔

[1] نیومین اور دوسرے، CCCEV، ۲۔۷ ذیلی صفحات۔

[2] CEV کی مسودہ کاری اور اجازت کے عمل کے دوران اے بی ایس بورڈ کے ترجمے کی ذیلی کمیٹی کے دوسرے ارکان یہ تھے: وینڈل ایم۔ ہیلیو، ہیر لڈ سی۔ بینٹ، فرانسس ٹیلر جنج، اوسولڈ سی۔ جے۔ ہافمان، رچرڈ ایل۔ جسک، این جانسٹن، آر ایس سی جے، برینٹ ایم۔ کرکلینڈ، سیلی ایس۔ رابنسن، ڈیرل ایل۔ وائٹ مین، اور جیمس وڈ۔

نے، جو بائبلی زبانوں، لسانیات، ترجمہ کے مطالعہ، ابلاغیات، انگریزی بیان اور شاعری وغیرہ کے وسیع میدان پر دسترس رکھتے تھے، پھر مزید تنقید مہیا کی جو کہ اِس کے بعد CEV ٹیم نے اِداراتی اصلاح کے حتمی مرحلے میں شامل کی۔[1]

مجموعی طور پر اِس CEV متن کی تشکیل کے عمل کے مختلف مراحل میں سو سے زیادہ جائزہ کار تھے۔ اِس مفصّل عمل کی وجہ سے، بائبل سوسائٹی کو بھروسا تھا کہ گو اِس کی محنتی ٹیم تعداد کے لحاظ سے مختصر تھی، لیکن اِس کے باوجود جو متن اُنہوں نے تشکیل دیا اُسے بہت سی آنکھوں نے دیکھا اور وہ کئی مراحل اور کئی نکتہ ہائے نظر رکھنے والے افراد کی ایک جامع جانچ پرکھ میں سے گزرا۔ جائزے کے اِس قسم کے عمل کے بعد، اے بی ایس اِس بارے میں بھی قائل تھی کہ نتیجے کے طور پر آنے والا CEV کا متن آسانی سے سمجھ آنے والی ہمعصر انگریزی میں بائبل کی قدیم زبان کے معنیٰ کی دیانتدارانہ منتقلی کرنے میں جدید طور پر ہمعصر اور درست ہے۔[2] حتمی متن کی منظوری اے بی ایس بورڈ آف ٹرسٹیز (۱۹۹۳ء سے پہلے بورڈ آف مینیجرز ہوتا تھا) نے دی۔

CEV کے ترجمہ کا نظریہ

تمام بائبل سوسائٹیز کے ترجمے کے منصوبوں کا مقصد اصل زبان کے متون کے معنیٰ کی آج کی بولی اور پڑھی جانے والی زبانوں میں واضح منتقلی ہے۔ بائبل میں، معنیٰ کی یہ منتقلی قدیم متون کے تعلق سے درستی اور دیانتداری کے ساتھ کی جانی چاہئے، تاہم یہ ایسے طریقے سے ہو کہ عام لوگ پیغام کو اپنی جدید زبانوں میں بالکل اُسی فطری پن کے ساتھ سمجھنے کے قابل ہوں جیسے قدیم سامعین اپنی زبانوں میں تجربہ کرتے تھے۔[3] جو کچھ کئی دہائیوں پہلے TEV/GNB کی تشکیل سے سیکھا اور اطلاق کیا گیا تھا اُس سب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے CEV ترجمے کی ٹیم انگریزی بیان کی بناوٹ کی سمجھ میں قابلِ ذکر نئی آگاہیوں

---

[1] متن کی اصلاح کا عمل NCCB یو ایس اے کی متون اور ترجموں پر کمیٹی نے کیا، جس کی راہنمائی بشپ رچرڈ ایل۔ سکلبا آف ملوا کی، وسکنسن نے کی، اور اس نے CEV متن کی بہتری کے لئے قابلِ ذکر اِداراتی مدد فراہم کی۔

[2] نیومین اور دوسرے، CCCEV، ۸۰-۸۱۔

[3] بائبل کے ترجمے کے بارے میں بہت سا مواد موجود ہے، لیکن اہم ذرائع یہ ہیں: ای۔ اے۔ ندا اور سی۔ ٹیبر، تھیوری اینڈ پریکٹس آف ٹرانسلیشن (لیڈن: برل، ۱۹۶۹) ۱۲ ذیلی صفحات؛ ای۔ اے۔ ندا، ٹُو ورڈ آ سائنس آف ٹرانسلیٹنگ

کوشامل کرنے کے قابل تھی (مثلاً بیان کی روانی)۔[1] یہ حساس زبان کے معاملات پر ایک نئے طریقہ کار کا اطلاق بھی کرنے کے قابل تھی (مثلاً زبان کا استعمال جو جنس کو خارج کرنے والا نہیں تھا، اور نئے عہد نامے کے حوالوں کا پُر احساس جائزہ جن میں یہودیوں کا ذکر جو کچھ جدید قارئین کی طرف سے یہودی مخالف نفرت کو بڑھاوا دینے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور CEV ٹیم CEV متن کے سمعی پہلوؤں کو بہت زیادہ محتاط توجہ بھی دینے کے قابل تھی (یعنی متن کیسے سُنائی دیتا اور کیسے پڑھا جاتا ہے)، اور ساتھ ہی ساتھ حرکی مترادف ترجمے کا نمونہ اُس کی انتہائی ہمعصر شُستگی میں مثال سے سمجھایا جیسا کہ CEV کے راہنما اصولوں کے اظہار میں بیان کیا گیا ہے:

> ترجمے کا اسلوب جسے اپنایا جائے گا ''حرکی مترادفیت'' کا اسلوب ہوگا جس کے لئے الفاظ اور گرامر کی بناوٹوں کا ایک تجزیہ کرنے اور ایک ایسی صورت میں از سرِ نو مرتب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ واضح، فطری اور غیر مبہم ہو... حاضرین کے لئے انتہائی مناسب درجے پر بائبلی متن کے معنیٰ (نہ کہ ہمیشہ صورت) کو درستی سے دکھانے کے لئے ہر کوشش کی جائے گی۔[2]

CEV کی طرف سے کی جانے والی ترجمے کی کئی پیش رفتوں میں[3] کم از کم دو انتہائی اہمیت کی حامل ہیں:

۱- ایک ایسے انداز سے انگریزی ترجمے کے متن کی بناوٹ کرنا (''از سرِ نو مرتب کرنے کے حرکی مترادفیت

(لیڈن: برِل، ۱۹۶۴)؛ الان ایس۔ ڈتھی، ہاؤ ٹو چوز یوئر بائبل ٹرانسلیشن وائزلی، دوسرا نظرثانی شدہ ایڈیشن [پہلی بار بائبل ٹرانسلیشنز اینڈ ہاؤ ٹو چوز بٹ وین دیم کے طور پر شائع ہوئی،]: ۱۹۸۵ کارلسلی: پیٹرناسٹر، ۱۹۹۵)؛ ای۔ اے۔ ینڈا اور جان ڈی وارڈ، فرام وَن لینگوئج ٹو این اَدھر: فنکشنل ایقیویلنس اِن بائبل ٹرانسلیشن (نیش وِلے: ناس نیلسن، ۱۹۸۶)۔

[1] دیکھئے بارکلے ایم۔ نیومین، ''دی اولڈ وے اینڈ دا نیو وے''، ٹی بی ٹی ۲۸/۴ (۱۹۷۷): ۷-۲۰۱؛ نیومین اور دوسرے، CCCEV، ۳۸-۴۶، ۷۲-۷۹۔

[2] CEV گائڈنگ پرنسپلز، اے بی ایس کی اندرونی غیر شائع شدہ دستاویز، ۱۹۹۱، ۱-۷؛ مزید دیکھئے نیومین اور دوسرے، CCCEV، ۷۲-۷۹۔

[3] دیکھئے نیومین اور دوسرے، CCCEV۔

کے اصول کی پیروی کرتے ہوئے)[1] کہ قاری / سامع کے لئے ہمیشہ ایک فطری روانی ہو، اور
۲- CEV متن کے ہر حصے کی سمعی خصوصیات کی طرف محتاط توجہ کا دیا جانا (یعنی کیسا واضح یہ سنائی دیتا اور سمجھا جاسکتا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ کتنی آسانی سے عام قارئین کی طرف سے پڑھا جاسکتا ہے جو کہ اہم ہے کیونکہ آج لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو پڑھی جانی والی بائبل کو صرف سنتے ہیں اور خود سے اِسے نہیں پڑھتے)۔

جو ادبی پروگراموں اور مطالعہ کی تعلیم میں مصروف ہیں اُن کی طرف سے اعداد و شمار باقاعدگی سے دیئے گئے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ یونائیٹڈ سٹیٹس میں بڑوں کی آبادی کا تقریباً نصف حصہ پڑھنے اور لکھنے کی بہت محدود مہارتیں رکھتا ہے۔[2] اگر امتیازی تصورات کہیں پر بھی کسی حد تک درست ہوں تب ہمعصر انگریزی میں بائبل کا ایک ترجمہ (جس کا مقصد ہو کہ بچے اور بائبل کا کم پس منظر رکھنے والے افراد اُسے آسانی سے استعمال کر سکیں) ایک ایسا متن ہونا چاہئے جسے ایک غیر تجربہ کار قاری بغیر رکاوٹ کے با آواز بلند پڑھ سکے، اور بائبلی اصطلاحات کے ساتھ غیر مانوس کوئی فرد بغیر غلط فہمی کے سن سکے، اور مزید یہ کہ ہر کوئی سرور حاصل کرتے ہوئے اُسے سن سکے کیونکہ انداز فطری اور واضح ہے۔

روایتی یا رسمی مطابقت کے حامل تراجم قاری کی ایک لکھے ہوئے متن کو سمجھنے کی صلاحیت پر بھروسا کرتے ہیں۔ اور یہاں CEV باقی تمام انگریزی بائبلوں سے قابلِ ذکر طور پر مختلف ہے اِس میں یہ بہت زیادہ توجہ سننے والے کی (ساتھ ہی ساتھ قاری کی بھی) ضروریات پر دیتا ہے جو روائتی بائبلی اصطلاحات کا محدود یا بالکل بھی کوئی علم نہیں رکھتے۔[3] مثلاً CEV نے لوقا ۲۳:۴۰ میں یونانی سوچ کی اکائی کا انگریزی مترادف کبھی بھی اِس طرح سے نہیں بنانا تھا:

The other, however, rebuked him saying, "Don't you fear God? You received the same sentence he did."

(مگر دوسرے نے اُسے جھڑک کر جواب دیا کہ "کیا تُو خدا سے بھی نہیں ڈرتا؟ جیسی سزا اُس نے پائی ویسی ہی تُو نے پائی۔)

---

[1] دیکھئے آگے، "ریسٹرکچرنگ" اور نیومین، "دی اولڈ دے اینڈ دا نیو دے"، ۲۰۴ بعد اور نیڈا اور ٹیبر، تھیوری اینڈ پریکٹس، ۸-۵ بعد اور ڈی وارڈ، فرام ون لینگوئج ٹو این اَدھر، ۱۹۶ ذیلی صفحات۔

[2] نیومین اور دوسرے، CCCEV، ۱۵ ذیلی صفحات۔

[3] ایضاً، ۲۵ ذیلی صفحات۔

اِسم ضمیر "he" (اُس) دراصل یسُوع کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی موت کی سزا کا اعلان اِس سے پہلے کی آیات میں کیا گیا لیکن قاری یہاں پر بڑی آسانی سے بھٹک سکتا ہے۔ انگریزی گرامر کے اصولوں کے مطابق اِس جملے میں زیرِ حوالہ شخصیت صرف خدا کی ہوسکتی ہے۔ روایتی تراجم یہ فرض کرتے ہیں کہ قاری چھپے ہوئے صفحے کا مطالعہ کرنے کے قابل ہوگا اور معنیٰ کو اخذ کر لے گا۔ لیکن CEV قاری کے ساتھ ساتھ سامع کی فکر کے حوالے سے ہمیشہ غور اور احتیاط سے ترتیب دیا گیا ہے تاکہ ایسی مشکل سے بچ سکے۔ CEV ہمیشہ اپنی انگریزی کو یوں ترتیب دیتا ہے جو صحائف کے غلط سُنے جانے سے بچائے۔ مثلاً متی ۹:۲ CEV میں یوں ہے:

"The wise men listened to what the king said and then left. And the star they had seen in the east..."

(دانا مردوں نے جو کچھ بادشاہ نے کہا سنا اور پھر چلے گئے۔ اور ستارہ جو اُنہوں نے پورب میں دیکھا تھا...)

یہاں "And" (اور) کا استعمال قابلِ ذِکر ہے۔ یہ اِس بات کو یقینی بنانے کے لئے CEV میں استعمال ہوا ہے کہ قاری "And" کہنے سے پہلے سانس لینے کے لئے ایک وقفہ لے۔ اِس کے ساتھ یہ سامع کو بھی اشارہ دیتا ہے کہ اب ایک نیا جملہ یا سوچ کی ایک نئی اکائی شروع ہو رہی ہے۔ ایک نئے انگریزی جملے کے شروع میں جیسے "And" کو رکھا گیا اُس کے بغیر ایک قاری جو جملوں کے درمیان وقفہ نہیں لیتا ہو سکتا تھا کہ سامعین اِسے یوں غلط سُنیں:

"and then left the star they had seen..."

(اور پھر اُس ستارے کو چھوڑ دیا جو اُنہوں نے دیکھا تھا)

CEV کے ممتاز پہلو

CEV کا ممتاز پہلو اور ساتھ ہی ساتھ اُس نظریے کے بنیادی پہلو جس پر یہ مبنی ہے دکھانے کے لئے، غالباً CEV سے کچھ حصوں کا جائزہ بہترین طریقہ ہے۔ ذیل میں بائبلی ترجمے کے CEV طریقے کے چند کلیدی پہلو دیئے گئے ہیں اور متقابلی مثالوں کے ساتھ واضح کئے گئے ہیں۔

سمعی غور وفکر اور سامعین کی حساسیت

معنیٰ کی منتقلی میں سامعین کی حساسیت بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اِس وجہ سے یہ ضروری ہے کہ مترجمین اپنے ہدفی سامعین کی خاص ضروریات میں ماہر ہوں، اور یہ کہ وہ سمجھتے ہوں کہ کیسے سامعین اُن متون کے معنیٰ اخذ کرنے میں شامل ہوتے ہیں جو وہ پڑھتے ہیں یا پڑھتے ہوئے سنتے ہیں۔

اِس ترجمے کا مقصد انگریزی بولنے والوں کے بڑے حلقے کی ابلاغی ضروریات کو پورا کرنا ہے کیونکہ CEV کے ہدفی سامعین کلیسیاؤں سے باہر (روایتی بائبلی اصطلاحات کے ساتھ بہت کم یا کچھ بھی واقفیت نہ رکھنے والے افراد؛ محدود بائبلی علم یا مطالعہ کی محدود مہارتیں رکھنے والے افراد؛ اور ایسے افراد جن کا بائبل کے متن کے ساتھ بنیادی تعلق اُس وقت ہوتا ہے جب کوئی اَور باآواز بلند اُن کے لئے پڑھے) بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔ یوحنا ۱۹:۲۹-۳۰ کے مختلف ورژنز کا موازنہ دکھاتا ہے کہ کیسے مترجمین معنیٰ کی منتقلی میں رکاوٹ کا باعث ہوسکتے ہیں کہ اگر سامعین متن کو غلط انداز سے سن پاتے ہیں، اور کیسے مترجمین سامعین کے لئے حساس ہوتے ہوئے واضح سمجھ کی منتقلی میں مدد کرسکتے ہیں۔

RSV کئی تراجم میں سے امتیازی ہے جو یہاں یونانی کے لئے زیادہ رسمی مطابقت ظاہر کرتا ہے:

A bowl full of vinegar stood there; so they put a sponge full of the vinegar on hyssop and held it to his mouth. When Jesus had received the vinegar, he said, "It is finished..."

(وہاں سرکہ سے بھرا ہوا ایک برتن رکھا تھا۔ پس اُنہوں نے سرکہ میں بھگوئے ہوئے سپنج کو زوفے کی شاخ پر رکھ کر اُس کے منہ سے لگایا۔ جب یسوع نے سرکہ پیا، اُس نے کہا، ''یہ تمام ہوا...'')

یہ ادائیگی اور دوسری جو اِس کے نزدیک ہیں یونانی متن کے لئے نزدیکی فعلی مطابقت کا اظہار کرتی ہیں اور یونانی اصطلاح ''ٹیٹا لسٹائے'' کے لئے روایتی فقرہ بندی "It is finished" (یہ تمام ہوا) بہت زیادہ دلچسپ ہے۔ لیکن قدیم یونانی متن کے معنیٰ کو جدید انگریزی کے سامع تک پہنچانے کے تعلق سے مذکورہ بالا با آسانی غلط معنیٰ کی منتقلی کا باعث ہوسکتی تھی۔ کم بائبلی پس منظر رکھنے والے سامعین جو کچھ وہ پڑھتے یا سنتے ہیں اُس سے معنیٰ اخذ کریں گے اور بہتوں کے لئے اسم ضمیر "It" (یہ) سے غالباً مراد ''سرکہ'' ہوگا۔

یہ سمجھنے کے بجائے کہ "It" (یہ) "all I came to do" (سب جو میں کرنے آیا) کی طرف اشارہ کرتا ہے (جیسا کہ اِس سے پہلی آیت ۲۸ میں لکھا ہے)، اِس ترجمے سے ایک قاری یا سامع باآسانی بھٹک سکتا ہے۔ "New Living Translation" میں یوحنا ۱۹: ۲۹-۳۰ کے ترجمے میں قاری یا سامع کی طرف سے غلط سمجھنے کا امکان اَور زیادہ موجود ہے (چار پہلے آنے والے "its" کے ساتھ جو کہ ممکنہ متعلقہ حوالے ہیں):

A jar of sour wine was sitting there, so they soaked a sponge in it, put it on a hyssop branch, and held it up to his lips. When Jesus had tasted it, he said, "It is finished!"

(کڑوی مے کا ایک برتن وہاں پڑا تھا، سو اُنہوں نے اُس میں ایک سپنج کو تر کیا، اُسے ایک زوفے کی شاخ پر رکھا، اور اُسے اُس کے ہونٹوں سے لگایا۔ جب یسوع نے اُسے چکھا، اُس نے کہا، "یہ تمام ہوا۔")

CEV یہاں پنہاں مسئلہ کو دیکھتے ہوئے قاری یا سامع کو اجازت نہیں دیتا کہ غلط طریقے سے اسم ضمیر کو سمجھے کہ وہ سرکے کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یسوع یہ کہہ رہا تھا کہ سب کچھ پورا ہو گیا ہے (کیونکہ یونانی "ٹیٹالسٹائے" آیت ۳۰ کے آخر میں آتا ہے):

زبور ۱۰۵: ۲۳ واضح کرتا ہے کہ کیسے جدید انگریزی کے قارئین کے لئے مشترک معلومات کی کمی [1] جو وہ قدیم سامعین کے ساتھ رکھتے ہیں اور شناسائی کی کمی جو وہ عبرانی شاعری کی متوازیت سے رکھتے ہیں غلط فہمی پیدا کر سکتی ہے۔ اِس آیت کے ایک حالیہ ترجمہ میں شاعرانہ متوازیت میں یہ دو سطریں عبرانی متن کو بہت نزدیکی سے ظاہر کرتی ہیں:

Then Israel entered Egypt;
Jacob lived as an alien in the land of Ham.

(تب اسرائیل مصر میں داخل ہوا؛ یعقوب حام کی سرزمین میں مسافر کے طور پر رہا)

یہ بناوٹ عبرانی شاعرانہ متوازیت کی ایک اعلیٰ مثال ہے جو معانی کی قافیہ بندی کی کوشش کرتی

---

[1] ای۔ اے۔ ندا، "دا پیراڈوکس آف ٹرانسلیشن"، ٹی بی ٹی ۴۲ / ۲ (۱۹۹۱) :۶-۵؛ نیومین اور دوسرے، CCCEV، ۴۷، ذیلی صفحات۔

ہے، نہ کہ آوازوں کی قافیہ بندی جیسے انگریزی بولنے والے پڑھنے یا سننے میں عادی ہوتے ہیں۔ تاہم، غیر تیار شدہ جدید قاری/سامع کے لئے متوازیت کے دو جوڑے۔ اسرائیل اور یعقوب، مصر اور حام۔ زیادہ آسانی سے مختلف حصوں کے طور پر ادراک کیے جاتے ہیں بہ نسبت ایک جیسی آواز دینے والے جوڑوں کے جن میں سے ہر ایک کا ایک جیسا معنٰی ہے۔ غرض اسرائیل جو مصر کو گیا اُسے یعقوب سے مکمل طور پر ایک فرق شخص غلط طور پر سمجھا جا سکتا ہے جو حام کی سرزمین میں رہا۔ اپنے سامعین کی خاطر CEV کے مترجمین کو یہاں فیصلہ کرنا تھا کہ کیا ترجیح یہ ہونی چاہئے کہ عبرانی شاعری کے انداز کو ظاہر کیا جائے اور قارئین/سامعین کی طرف سے ممکنہ غلط فہمی کو پیدا کرنے کا خطرہ ہو یا معنٰی کو اِس انداز سے پہنچایا جائے کہ جو ممکنہ غلط فہمی سے بچائے اور شاعری کو ایک ایسی صورت میں رکھے جو انگریزی انداز سے زیادہ مانوس ہو:

Jacob and his family came and settled in Egypt as foreigners.

(یعقوب اور اُس کا خاندان مصر میں آئے اور پردیسیوں کے طور پر رہے۔)

CEV کے قارئین/سامعین یہاں موجود علیحدہ حصوں کی تعداد سے پریشان نہیں ہوں گے لیکن اِس کے ساتھ ہی یہ کہا جانا ضروری ہے کہ ایسا ایک ترجمہ عبرانی شاعرانہ متوازیت کے مطالعے کے لئے کمرہ جماعت کے مقاصد پر پورا نہیں اُترے گا۔ یقیناً، CEV (کسی بھی بائبل سوسائٹی کے ترجمہ کی طرح) کمرہ جماعت کے سامعین پر مرکوز نہیں ہے۔ یہ عمومی طور پر اُن لوگوں پر مرکوز ہے جن کے لئے خدا کے کلام کی از حد ضرورت ہے۔ اپنے ہدفی سامعین کی نوعیت کی وجہ سے (جو کم بائبلی پس منظر رکھتے اور حواشی کو نظر انداز کرتے ہیں) CEV غرض ترجمے کے مسائل کو، اگر ممکن ہو متنی نوٹس کے بجائے ترجمہ کئے گئے متن میں حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

از سر نو ترتیب دینا

روایتی یا رسمی مطابقت رکھنے والے تراجم نے پیغام کی اصل صورت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ اِس طریقہ کار میں سب سے اہم ترین وصول کنندہ کی زبان میں ترجمہ میں منبع کی زبان کی بناوٹ سے اور ساتھ ہی ساتھ انفرادی الفاظ سے وفادار رہنا سمجھا جاتا ہے۔ تاہم علما نے بہت پہلے سے ہی دیکھ لیا تھا کہ کیسے ایسی منجمد لفاظیت دراصل پیغام کی واضح منتقلی کے خلاف کام کر سکتی تھی۔ جیروم نے پہلے ہی چوتھی

صدی میں کہا:

اپنی نوجوانی سے ہی ہمیشہ الفاظ کی نسبت معنیٰ کی منتقلی میرا مقصد تھا... ایک زبان سے دوسری زبان میں لفظی ترجمہ معنیٰ کو مبہم کر دیتا ہے۔[۱]

اور سولہویں صدی میں مارٹن لوتھر نے جو کچھ صحائف کا مترجم کرتا ہے اُس بارے میں کہا:

کہ مترجم کو لازماً خارجی لسانیاتی خصوصیتوں سے پرے سرایت کرنا ہے، کہ وہ گرامر کا دھیان سے لازماً مطالعہ کرے، بالکل وہی معنیٰ سمجھنے کی کوشش کرے، اور پھر اصل زبان کے بارے میں بھول جائے۔[۲]

اور اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ اور اُس کے ساتھی تھے ''معنیٰ سامنے لانے اور الفاظ کو نظر انداز کرنے کے لئے کافی دلیر، ایسی چیز جس کے لئے بہت سے عالم ہمیں سرزنش کریں گے۔''[۳]

ترجمہ میں زیادہ حالیہ مطمع نظر لسانیات، ابلاغیات، بیان کی بناوٹ اور علم علامات کے مطالعہ کا اثر ظاہر کرنا، توجہ کی تبدیلی صورت کی طرف لے کر گیا ہے جو ترجمہ کیا گیا پیغام تب اختیار کرتا ہے جب جدید وصول کنندگان اپنے سماجی لسانیاتی تناظر میں ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔[۴] یہ یقینی بنانے کے لئے کہ صحائف کے قدیم متون کا پیغام ایک جدید زبان میں قاری / سامع سے واضح طور پر سمجھا گیا ہے، اُس کی ''صورت'' کے لئے ضروری ہے کہ وہ از سر نو تشکیلیت کے عمل میں سے گزرے۔ ایسا جدید سامعین کی حقیقتوں کی وجہ سے ہے، اور مشترک معلومات کی کمی کی وجہ سے بھی ہے جو جدید سامعین بائبلی پیغامات کے قدیم وصول کنندگان کے ساتھ رکھتے ہیں۔[۵]

---

۱ جیروم، اپیسل، ۵۷۔۶۔

۲ ای۔ جی۔ شوبیرٹ، لوتھر اینڈ ہز ٹائمز، سینٹ لوئس: کنکارڈیا، ۱۹۵۰)، ۶۶۱۔

۳ ایچ۔ جی۔ ہیل، لوتھر: این ایکسپیریمنٹ اِن بائیوگرافی (گارڈن سٹی، نیویارک: ڈبل ڈے، ۱۹۸۰)، ۶۹۔

۴ راجر ایل۔ اومانسن، ''ٹرانسلیشن ایز کمیونیکیشن''، ٹی بی ٹی ۴۷/۱۴ (۱۹۹۶): ۱۳-۴۰۷؛ ندا، ''دا پیراڈوکسز آف ٹرانسلیشن''، ۱۳-۱۴؛ فرام وَن میڈیم ٹو این اَدھر: بیسک ایشوز فار کمیونیکیٹنگ دا سکرپچرز اِن نیو میڈیا (ایڈیٹر آر ہوجزن، جونیئر، اور پی۔ اے۔ سوک اَپ؛ کینساس سٹی: شیڈ اینڈ وارڈ اینڈ نیویارک: اے بی ایس، ۱۹۹۷) میں پال اے۔ سوک اپ، ''انڈرسٹینڈنگ آڈینس انڈرسٹینڈنگ''۔

۵ ندا اور ڈی وارڈ، فرام وَن لینگوئج ٹو این اَدھر، ۱۹۶ اور ذیلی صفحات؛ ندا اور ٹیبر، تھیوری اینڈ پریکٹس آف ٹرانسلیشن، ۸-۵؛ نیومین، ''دی اولڈ وے اینڈ دا نیو وے''، ۲۰۴؛ اومانسن، ''ٹرانسلیشن ایز کمیونیکیشن''، ۴۰۸؛ میری سل ہارن بائے،

CEV کے تعلق سے ایک مفید مثال مرقس ۱:۴ میں دیکھی جا سکتی ہے جہاں CEV میں ایک پیچیدہ یونانی بناوٹ:

"baptisma metanoias eis aphesin hamartiwn"

"a baptism of repentance for the forgiveness of sins" : RSV) گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کا ایک بپتسمہ) ازسرِ نو دو جملوں میں تشکیل دی گئی ہے۔ یہ دو جملے مجرد اسموں کے یونانی سلسلوں کے سرگرم افعال کے ذریعے سے جو اُن تجریدیتوں میں دفن ہیں معنٰی کا اظہار کرتے ہیں:

Turn back to God and be baptized!

Then your sins will be forgiven.

(خدا کی طرف واپس لوٹ آؤ اور بپتسمہ لو تب تمہارے گناہ معاف ہوں گے)

مطالعے کا عمل

پیراگراف کو بیان کی ایک بنیادی اکائی کے طور پر لینے سے CEV انداز اور مطالعے کے عمل کے درمیان انتہائی محتاط توجہ دینے کے قابل ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ ہر پیراگراف کے اندر ایسے معاملات کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے جیسے پس منظر اور پیش منظر دینا، پرانی اور نئی معلومات، مرکزِ نگاہ، ترتیب اور منطقی روانی، مضمر اور واضح معلومات، اور تغیر پذیر نشان انداز[1] یہ دیکھنے کے لئے کہ کیسے یہ معاملات جدید قاری کی مدد کرتے ہیں ۲-سموئیل ۴:۴ کے مقام پر ایک زیادہ رسمی مطابقت رکھنے والے ترجمہ (الف، نیچے) کا CEV کے ساتھ (ب، نیچے) موازنہ کرنا مفید ہو سکتا ہے:

الف۔

"Jonathan son of Saul had a son who was lame in both feet. He was five years old when the news about Saul and Jonathan came from Jezreel. His nurse picked him up and fled, but as

---

ٹرانسلیشن اسٹڈیز: این انٹگریٹڈ اپروچ (نظرِ ثانی شدہ اشاعت: ایمسٹرڈیم/فلیڈلفیا: جان بنجمنز، ۱۹۹۵)، ۱۴۱۔

[1] نیومین اور دوسرے، CCCEV، ۳۸-۳۶۔

she hurried to leave, he fell and became crippled. His name was Mephibosheth."

(ساؤل کے بیٹے یُونتن کا ایک بیٹا تھا جو دونوں پاؤں سے لنگڑا تھا۔ جب ساؤل اور یُونتن کی خبر یزرعیل سے پہنچی تو وہ پانچ برس کا تھا۔ اُس کی دایہ نے اُسے اُٹھایا اور بھاگی، لیکن جیسے ہی اُس نے بھاگنے میں جلدی کی، وہ گرا اور لنگڑا ہو گیا۔ اُس کا نام مِفیبوست تھا۔)

ب۔

"Saul's son Jonathan had a son named Mephibosheth, who had not been able to walk since he was five years old. It happened when someone from Jezreel told his nurse that Saul and Jonathan had died. She hurried off with the boy in her arms, but he fell and injured his legs."

(ساؤل کے بیٹے یُونتن کا ایک بیٹا تھا، جو اُس وقت سے چلنے کے قابل نہیں تھا جب وہ پانچ برس کا تھا۔ یہ اُس وقت ہوا جب یزرعیل سے کسی نے اُس کی دایہ کو بتایا کہ ساؤل اور یُونتن مر گئے ہیں۔ وہ لڑکے کو اپنے بازوؤں میں لئے ہوئے بھاگی، لیکن وہ گرا اور اُس کی ٹانگیں زخمی ہوئیں۔)

یہاں CEV انگریزی کو یوں ترتیب دیتا ہے کہ قدیم متن کا پیغام جدید قاری/سامع تک اِس انداز سے پہنچتا ہے جو زیادہ فطری اور شناسا ہے۔[1]

جنس کو مدِنظر رکھنا یا غیر اخراجی زبان کا استعمال

بائبلی عبرانی اور یونانی میں اسم ضمیر کی مذکر صورتیں تب استعمال ہوئی ہیں جب لوگوں کی عام طور پر بات کی گئی ہے۔ یہ اِن زبانوں کی نوعیت کا تقاضا ہے جو جنس سے مخصوص ہیں، حتیٰ کہ اِن میں اسم ضمیر کی جمع صورتوں میں بھی ایسا ہے۔ حتیٰ کہ جب واضح طور پر ملی جلی جنس پر مشتمل گروہ کو مخاطب کیا جا رہا ہے یا اُس کا ذکر ہو رہا ہے تو "men" (آدمیوں) یا "brothers" (بھائیوں) کا استعمال دیکھنا (خاص طور پر نئے عہدنامہ میں) عام ہے۔ یہ چیز کبھی انگریزی میں بھی عام تھی لیکن اب یہ معیار نہیں ہے۔ مذکر

[1] ایضاً، خاص طور پر، ۴۵۔

صورتیں اور ضمائر کبھی انگریزی میں بہت عام تھے کہ جب عام طور پر لوگوں کا ذکر کرنا ہوتا (جیسا کے اوپر یوحنا کے اقتباس میں ہے)، لیکن ۱۹۸۰ء کی دہائی میں بولی جانے والی انگریزی میں یہ ڈرامائی طور پر تبدیل ہونا شروع ہوا۔ ایک انداز کے طور پر کہ سامعین کے حصے کو زبانی طور پر خارج نہ کیا جائے یونائیٹڈ سٹیٹس میں اب ایسا طرزِ تکلم سننا معیار ہے، جیسے:

"If any one wants to see me, they should be here before 8 PM"

(اگر کسی نے مجھ سے ملنا ہے تو انہیں یہاں آٹھ بجے سے پہلے ہونا چاہئے)۔

اور اب ہمعصر عام بول چال کی انگریزی کے لئے استعمال کی راہنما کتابوں میں اس قسم کے پہچانے گئے منقسم طرزِ تکلم دیکھنا معیار ہے۔[1]

ایسی انگریزی کے استعمال سے بچنے کے لئے جو غیر ضروری طور پر جنس کا اخراج کرنے والی ہو، CEV منصوبے کے بالکل شروع میں اے بی ایس بورڈ کی ترجمے کی ذیلی کمیٹی نے کئی کلیدی راہنما خطوط تیار اور منظور کئے گئے۔ وہ یہ ہیں:

۱۔ جنس سے متعلقہ زبان کے تمام حوالوں میں، ایک بنیادی فکر ایسا انداز پیدا کرنا ہوگا جو مطلوب سامعین کے لئے فطری اور مناسب ہے۔

متی ۱۶: ۲۴ میں، جہاں یونانی متن یسوع کے مشہور دعوت نامہ کو پہنچانے میں صیغہ غائب کا انداز استعمال کرتا ہے، RSV میں ہے:

"If any man would come after me, let him deny himself and take up his cross and follow me."

(اگر کوئی شخص میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی کا انکار کرے اور اپنی صلیب اُٹھائے اور میرے پیچھے ہولے۔)

جنس کا اخراج کرنے والی زبان سے بچنے کے لئے واحد سے جمع کی طرف جانے سے (گو کہ اس میں ہمیشہ اس بات کا کچھ اندیشہ ہوتا ہے کہ شخصی خطاب کے پہلو کا کچھ حصہ کھو جائے گا) NRSV اِسے یوں پیش کرتی ہے:

"If any want to become my followers, let them deny themselves and take up their cross and follow me."

---

[1] مثلاً دیکھئے، عام بول چال کی امریکی انگریزی کے لئے کاپی رڈ اور دیگر مواد۔

(اگر کوئی میرے پیروکار بننا چاہتے ہیں، تو وہ اپنی خودی کا انکار کریں اور اپنی صلیب اُٹھائیں اور میرے پیچھے ہولیں۔)

چونکہ ہمعصر امریکی انگریزی میں ضمیر مخاطب پر مشتمل گفتگو کا انداز زیادہ فطری حرکی مترادف ہے، اس لئے اس قسم کے شخصی خطاب کے لئے جو یسُوع شاگردوں کو کر رہا تھا CEV میں ہے:

"If any of you want to be my followers, you must forget about yourself. You must take up your cross and follow me."

(اگر تم میں سے کوئی میرے پیروکار بننا چاہتے ہیں، تو لازم ہے کہ تم اپنے آپ کو بھلا دو۔ تم لازماً اپنی صلیب اُٹھاؤ اور میرے پیچھے ہولو۔)

۲۔ جہاں پر منبع کی زبان جنس کے تعلق سے مذکر اسم یا ضمائر استعمال کرتی ہے ترجمہ یہ مقصد جدید انگریزی میں جنس پر مشتمل مترادفات استعمال کرنے سے ظاہر کرے گا۔

لوقا ۵: ۱۰ کا موازنہ کرتے ہوئے ایک مثال دیکھی جا سکتی ہے، جہاں RSV میں لکھا ہے:

"henceforth you will be catching men."

(اب سے تُو آدمیوں کا شکار کیا کرے گا)

CEV واضح کرتا ہے کہ کس قسم کے "شکار" کی بات ہو رہی ہے اور یہ کہ اس میں صرف مردوں کی بات نہیں ہو رہی:

"From now on you will bring in people instead of fish."

(اب سے تُو مچھلیوں کی جگہ لوگوں کو لے کر آئے گا)

پرانے عہد نامہ سے بھی ایک مثال خروج ۱۰: ۲۳ اس کی وضاحت کرتی ہے، جہاں KJV میں لکھا ہے:

"They saw not one another, neither rose any from his place for three days."

(اُنہوں نے ایک دوسرے کو نہ دیکھا [عبرانی، ایش ایت آخیو، ایک آدمی اپنے بھائی کو]، نہ کوئی تین دن تک اپنی جگہ سے اُٹھا)

عبرانی متن یہاں پر مشکل ہے کہ فعل جمع میں ہے، لیکن فاعل "ایش" واحد ہے (گو کہ ایک مجموعی جنسی اظہار رکھتا ہے)۔ NIV میں یہ یوں ہے:

"No one could see anyone else or leave his place for three days."

(تین دن تک کوئی کسی دوسرے کو دیکھ اور اپنی جگہ چھوڑ نہیں سکتا تھا)
قاری کو سمجھ میں مدد دینے کے لئے CEV جو اس آیت کے سیاق و سباق میں مضمر ہے اُسے واضح کرتا ہے کہ مصری ہیں جن کی یہاں بات ہو رہی ہے۔ CEV میں بہترین انگریزی انداز کی بھی کوشش کی گئی۔ یکے بعد دیگرے آنے والی دو آیات میں ایک ہی فقرے کو دو بار دہرانے کے بجائے CEV میں آیت کے الفاظ "for three days" (تین دن کے لئے) کے فوراً بعد آیت ۲۳ شروع ہو جاتی ہے:

'During that time, the Egyptians could not see each other or leave their homes."

(اُس وقت مصری ایک دوسرے کو دیکھ یا اپنے گھروں کو چھوڑ نہ سکتے تھے)

۳- خاص افراد کی جنس کو بدلنے کی کوئی کوشش نہیں کی جائے گی۔

اس لئے متی ۲۷:۳۲ CEV میں یوں ہے:

"On the way they met a man from Cyrene named Simon."

(راستے میں اُنہیں ایک کرینی بنام شمعون ملا)

۴- اگرچہ قارئین کی حساسیت کے لئے ایک بڑی فکر اور آگہی ہے، تاہم بائبلی متن کی تاریخی، ثقافتی اور سماجی ترتیب ترجمہ میں ہر دفعہ درستی سے ظاہر ہونی چاہئے، حتیٰ کہ تب بھی جب یہ مذکر اور موٴنث کے کرداروں کی جدید سمجھ سے متضاد ہو۔

متی ۱۳:۳، ۳۳، ۴۴ کا RSV کا لفظی ترجمہ یوں ہے:

"A sower went out to sow...The kingdom of heaven is like leaven which a woman took and hid in three measures of flour...when it was full, men drew it ashore and sat down and sorted..."

(ایک بونے والا بونے نکلا... آسمان کی بادشاہی خمیر کی مانند ہے جسے ایک عورت نے لیا اور تین پیمانہ آٹے میں ملا دیا... اور جب یہ بھر گیا، آدمی اُسے کنارے پر کھینچ لائے اور بیٹھ گئے اور جمع کر لیں...)

انہی آیات کا NIV میں ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"A farmer went out to sow his seed...The kingdom of heaven is

like yeast that a woman took and mixed...When it was full, the fishermen pulled it up on the shore. Then they sat down..."

(ایک کسان اپنا بیج بونے گیا... آسمان کی بادشاہی خمیر کی مانند ہے جسے ایک عورت نے لیا اور ملا دیا...اور جب یہ بھر گیا، تو مچھیروں نے اُسے کنارے پر کھینچا۔ تب وہ بیٹھ گئے...)

۳:۱۳ میں ''بیج بونے والا'' یونانی میں ایک مذکر جزوِ کلام کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے، لیکن مرکزِ نگاہ بونے والے کا مذکر پن نہیں ہے، جیسا کہ NIV میں "his" (اپنا) سے واضح ہوتا ہے۔ یونانی فقرہ لفظی طور پر ویسے ہی ہے جیسے RSV میں دیا گیا ہے "A sower went out to sow" (ایک بونے والا بونے نکلا)۔ بائبلی وقتوں میں مرد اور عورتیں دونوں بیج بوتے ہیں، لیکن جیسے ۳۳:۱۳ اور ۴۸ سے ظاہر ہے، عورتیں عموماً کھانا پکاتی تھیں اور مرد مچھلیاں پکڑتے تھے، جو ہر ترجمہ میں ظاہر ہے۔ CEV میں یوں ہے:

"A farmer went out to scatter seed in a field...The kingdom of heaven is like what happens when a woman mixes a little yeast...When the net is full, it is dragged to the shore, and the fishermen sit down to..."

(ایک کسان ایک کھیت میں بیج پھینکنے گیا... جب ایک عورت تھوڑا سا خمیر ملاتی ہے اور جو کچھ ہوتا ہے آسمان کی بادشاہی اُس کی مانند ہے... جب جال بھر جاتا ہے، یہ کنارے پر کھینچ کر لایا جاتا ہے، اور مچھیرے بیٹھ گئے...)

۵- اشخاص (چاہے مرد ہوں یا عورتیں) کے لئے تمام ضمیری حوالوں کو جہاں تک ممکن ہو دوبے الفاظ میں پیش کرنے کی اور جہاں روانی یا بیان اجازت دے اسموں کو بدلنے کی ایک کوشش کی جائے گی۔

پیدائش ۲۶:۱۲-۱۳ کے حوالے میں اِس کا موازنہ کیا جا سکتا ہے، جہاں NIV میں لکھا ہے:

"Isaac planted crops in that land and the same year reaped a hundredfold, because the Lord blessed him. The man became rich, and his wealth continued to grow until he became very wealthy."

(اضحاق نے اُس زمین میں فصلیں کاشت کیں اور اُسی سال اُسے سوگنا پھل ملا، کیونکہ خداوند نے اُسے برکت دی۔ وہ آدمی امیر بن گیا، اور اُس کی دولت بڑھتی گئی یہاں تک کہ وہ بہت امیر ہو گیا۔)

جبکہ CEV میں اِس کی جگہ ترجمہ کیا گیا ہے:

"Isaac planted grain and had a good harvest that same year. The Lord blessed him, and Isaac was so successful that he became very rich."

(اضحاق نے اناج کاشت کیا اور اُس سال اُس کی بہت اچھی فصل ہوئی۔ خداوند نے اُسے برکت دی، اور اضحاق اِس حد تک کامیاب تھا کہ وہ بہت امیر ہو گیا۔)

یہاں CEV کی ترتیب (اضحاق ... اُسے ... اضحاق... وہ) بہ نسبت دوسرے ترجموں کی ترتیب کے "اضحاق... اُسے ... آدمی... اُس کی... وہ" جدید قاری / سامع کو خاص طور پر سمعی سمجھ کے لئے انگریزی کا زیادہ فطری انداز پیش کرتی ہے۔

CEV کا زبان کا استعمال جنس سے متعلقہ حساس زبان کی ایک طویل روایت پر قائم ہے جو پہلے ہی KJV سے شروع ہو چکی تھی۔ مثلاً، KJV کے مترجمین مسلسل عبرانی "بنی یسرائیل" کا ترجمہ "children of Israel" (اسرائیل کے بچے) کرنے کے عادی تھے جس کا ترجمہ لفظی طور پر "بنی اسرائیل / اسرائیل کے بیٹے" ہے۔ KJV کے مترجمین بھی جنہوں نے عام لوگوں کے لئے ترجمہ کیا، اُنہوں نے ایسا اِس لئے کیا کیونکہ اُنہوں نے واضح طور پر سمجھا کہ اِس عبرانی اظہار میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔[1]

"یہودیوں" کے تعلق سے نئے عہدنامہ کے متن کے حوالوں سے اِس انداز سے پیش آنا کہ یہودی مخالف نفرت کی تائید کے لئے اِن حصوں کو استعمال نہ کیا جائے۔

CEV نئے عہدنامے کے ہر حصے میں بنیادی سوچ یہ تھی کہ یونانی متن کے معنٰی کا ایک وفادار اور انداز کے اعتبار سے مناسب ترجمہ پیدا کیا جائے۔ ہمعصر انگریزی بولنے والے افراد کے لئے درستی اور مناسبیت کی بڑی فکر کے نتیجوں میں سے ایک نتیجہ نئے عہدنامے کے اُن حوالوں کی تعداد میں ایک قابل ذکر کمی ہے جہاں فقرہ "the Jews" (ہوئے یوداِیوئے) غلط طور پر سمجھا جا سکتا ہے کہ تمام یہودی لوگوں کی بات کر رہا ہے چاہے وہ ماضی کے ہیں یا حال کے ہیں۔ CEV ترجمے کی ٹیم قائل ہے کہ نئے عہدنامے کے

---

[1] نیومین اور دوسرے، CCCEV، ۵۶-۶۲۔

کسی بھی مصنف کا مقصد کبھی یہودی مخالف جذبات کو قائم کرنا نہیں تھا کہ جن کا بالآخر نتیجہ تاریخ میں یہودی معاشرے کے خلاف امتیاز یا ایذا پہنچانے کی صورت میں نکلتا۔

ایک ترجمے میں استعمال کی جانے والی زبان کا جذباتی (تعبیری) اثر مترجمین کی طرف سے ہر مرحلے پر نہایت احتیاط سے دیکھا جانا چاہئے۔ ہمعصر سامعین کو جو کچھ ترجمے میں پیش کیا جاتا ہے وہ اُس سے معنیٰ اخذ کریں گے، اِس لئے تعبیری ممکنات وقت سے آگے سوچنی چاہئیں۔ اگر وہ نہ ہوں تو جدید قارئین (جو زیادہ تر وہ معلومات نہیں رکھتے جس سے پہلی صدی عیسوی کے سامعین بخوبی واقف تھے) جو کچھ پڑھیں یا سنیں گے اُس سے آسانی سے غلط معانی اخذ کریں گے۔ نئے عہدنامہ کے متن میں جہاں فقرہ "the Jews" (ہوئے یوداِیوئے) آتا ہے (زیادہ تر یوحنا اور اعمال میں)[1]، کئی سالوں تک زیادہ تر تراجم میں مسلسل کئے جانے والے لفظی ترجمہ کا نتیجہ کچھ سامعین میں یہودیوں کی طرف منفی ردعمل کی صورت میں نکلا جو نئے عہدنامہ کی کتابوں کے مصنفین کا مقصد نہیں تھا۔ چونکہ یہ وہ حوالے ہیں جن کی طرف نفرت پھیلانے والے اپنے خطرناک نظریات کے منبع کے طور پر اشارہ کرتے ہیں، ایک جدید ترجمہ جو اپنے سامعین کی درستی سے اور وفاداری سے مدد کرنے کی سنجیدگی سے کوشش کرتا ہے، اُسے یہ لازماً یقینی بنانا چاہئے کہ جدید قارئین جو کچھ پڑھتے ہیں اُس سے غلط معانی اخذ نہ کریں۔

بہت سے طریقے ہیں جن میں CEV نے احتیاط سے نئے عہدنامے کا ایک متن تشکیل دیا جو اصل سماجی ثقافتی تناظر کے ساتھ وفادار بھی ہے اور انداز کے اعتبار سے مناسب بھی ہے، لیکن دو بہت اہم ہیں:

۱- CEV اُس مقام کو واضح کرتا ہے جہاں صرف کچھ یہودیوں کی بات ہو رہی تھی۔ یہ ہر اُس قاری پر حقیقت میں واضح ہونا چاہئے جو اِس بارے میں سوچنا روک دیتا ہے کہ لفظ "یہودی" چاہے وہ یہودیہ کے ہوں یا اُس کے کسی شہر کے ہوں کسی بھی نئے عہدنامے کی کتاب میں مکمل طور پر تمام یہودی معاشرے کی بات نہیں کرتا۔ آخرکار، یسوع اور اُس کے شاگرد اور ابتدائی پیروکار سب یہودی تھے۔ زیادہ تر حوالوں میں، بہترین سمجھ کے مطابق اِس کا مطلب "کچھ یہودی"، "خاص یہودی" یا "یہودی قائدین" ہے لیکن کبھی بھی اِن کا مطلب تمام یہودی لوگ نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ تاہم، وہ جدید قارئین جو قدیم ایام کے بارے میں کم جانتے ہیں، بڑے پیمانے پر اسے ایک

---

[1] یوحنا اور اعمال سے تضاد میں، متوافقہ اناجیل اِس فقرے "the Jews" (ہوئے یوداِیوئے) کو تقریباً کبھی نہیں استعمال کرتیں۔ اِس کے برعکس وہ کئی گروہوں یا تحریکوں کی بات کرتی ہیں جیسے زیلوتیس، فریسی، صدوقی اور دوسرے۔ دیکھئے مزید، ڈی۔ جی۔ برک، ٹرانسلیٹنگ ہوئے یوداِیوئے اِن دا نیو ٹیسٹامنٹ، ایکسپلوریشنز ۹/۲ (۱۹۹۵): ۱-۸۔

مجموعی اصطلاح کے طور پر دیکھ سکتے ہیں۔

۲- چونکہ CEV اپنی انگریزی ہمیشہ بیان کی روانی کے مطابق ترتیب دیتا ہے، اس لئے اُن مقامات میں جہاں لوگوں کی پہلے مکمل طور پر پہچان کرائی گئی ہے، بعد ازاں اُن کی پہچان ایک کم درجے پر کروائی گئی ہے (اکثر صرف ضمائر کے ذریعے) جیسا کہ انگریزی انداز کے لئے فطری ہے۔ ایک مثال یوحنا ۵ میں دی جا سکتی ہے جہاں "Jewish leaders" (یونانی، ہوئے یوداایوئے کے لئے "یہودی قائدین") کی جب ایک بار شناخت کروادی گئی، تو بعد کے آنے والے فقروں میں اِسی بیان کے اندر "they" (اُنہوں) یا "the leaders" (قائدین) کہا گیا ہے۔[1]

جس طرح CEV میں گلتیوں ۲: ۱۳ کو لیا گیا ہے اُس پر ایک اجمالی نظر بھی مددگار رہے۔ یہاں یونانی "ہوئے لوئے پوئے یوداایوئے" کے لئے RSV میں "the rest of the Jew s" (باقی یہودی) آیا ہے، جبکہ CEV میں "the other" (باقی) آیا ہے۔ یہاں پولُس مشہور یروشلیم کی کونسل کے تعلق سے بات کر رہا ہے جس میں یسُوع سے تعلق رکھنے والی تحریک کے بڑے قائدین (اُن میں سے سب یہودی تھے) نے اکٹھے اِس مسئلے پر بحث کی کہ کس حد تک یسُوع کے پیروکاروں (خاص طور پر غیر اقوام) کے لئے ضروری تھا کہ وہ توریت کی پیروی کریں۔ CEV میں "ہوئے لوئے پوئے یوداایوئے" "the others" (باقی) کے طور پر ترجمہ ہو سکتا ہے کیونکہ پیراگراف جس میں یہ الفاظ آتے ہیں واضح کرتا ہے کہ یہ سب فیصلہ کرنے والے یسُوع کے یہودی پیروکار ہیں۔ یہ ترجمہ جدید قاری/سامع کو یہ فرض کرنے کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ جو پولُس کی مخالفت کر رہے ہیں اُن کے ساتھ مسئلہ کسی حد تک اُن کے یہودی ہونے کی حقیقت ہے بہ نسبت اُس مشکل کے جو اُنہیں درپیش تھی کہ اپنی روایتی پارسائی کو اپنے بنیادی تشریق نو کئے گئے ایمان کے ساتھ مطابقت دے رہے تھے۔ ایک آخری مثال کا اعمال ۲۳: ۱۲-۱۳ کے مقام پر موازنہ کیا جا سکتا ہے جہاں آیت ۱۲ میں یونانی متن کہتا ہے (اِس انداز سے کہ جسے ایک جامع بیان کے طور پر لیا جا سکتا تھا) کہ "یہودیوں" نے پولُس کے خلاف ایک سازش کی۔ تاہم، آیت ۱۳ میں یہ واضح ہے کہ یہ حقیقت میں چالیس سے کچھ اوپر مردوں پر مشتمل ایک گروہ تھا جو کہ سازش میں شریک تھے۔ اِن دونوں آیات کو ایک ہی سوچ کی اکائی کے طور پر لینے سے CEV قابل ہے کہ سازشیوں کے اِس گروہ کو ایک گروہ کے طور پر بیان کرے:

---

[1] نیومین اور دوسرے، CCCEV، ۶۲-۶۳۔

"The next morning more than forty Jewish men got together and vowed..." (اگلی صبح چالیس سے زیادہ یہودی آدمی اکٹھے ہوئے اور قسم کھائی...)

ذخیرہ الفاظ

روایتی تراجم جامد الٰہیاتی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں جیسے راستباز ٹھہرانا، راستبازی، تقدیس، توبہ اور اِسی طرح اَور۔ یہ CEV میں موجود نہیں ہیں۔ ایسی اہم الٰہیاتی اصطلاحات CEV میں نہیں ہیں اور یہ کچھ لوگوں کو بڑا حیران کن لگتا ہے۔ لیکن اِن روایتی اصطلاحات کی غیر موجودگی کا مطلب یہ نہیں کہ یونانی اور عبرانی سے انگریزی میں جس معنٰی کو اُنہوں نے پہنچانے کی کوشش کی ہے وہ وہاں نہیں ہے۔ اِس کے برعکس CEV جدید سامعین اور قارئین کی خاطر زیادہ فطری معنٰی کے مترادفات استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ زیادہ تر انگریزی بولنے والے افراد کے لئے یہ روایتی اصطلاحات سادہ طور پر مبہم ہیں۔ اِس لئے یہ ایک وجہ ہے کہ CEV یہ بتانے کے لئے اَور زیادہ فطری طریقے تلاش کرتا ہے کہ یونانی اصطلاحات "خیرِس" (فضل) یا "ڈیکائیو" (راستباز ٹھہرانا) کا کیا مطلب ہے۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو آج عام گفتگو میں استعمال نہیں ہوتے۔[1]

دوسری وجہ اَور زیادہ اہم ہے: مذکورہ بالا اصطلاحات مجرد اسم ہیں، لیکن وہ افعال کو بیان کرتی ہیں جو خدا یا لوگ کرتے ہیں۔ مثلاً، "نجات" کا لفظ اِن معنٰی پر قائم کیا گیا ہے کہ خدا لوگوں کو بچاتا ہے۔ CEV اِن اصطلاحات کو ایسے انداز سے لیتا ہے کہ جو افعال اِن میں بند ہوتے ہیں اُنہیں ایسی زبان جو قابلِ سمجھ اور فطری دونوں ہے استعمال کرتے ہوئے باہر لے کر آتا ہے۔ اگرچہ یونانی لفظ "خیرِس" کا معنٰی پہنچانے کے لئے اصطلاح "grace" (فضل) CEV میں استعمال نہیں ہوئی، لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ CEV نے کسی طرح سے "فضل" کو بائبل سے باہر رکھ دیا ہے (جیسا کہ کچھ ابتدائی نقادوں نے شکایت کی)۔ مجرد اسم "grace" (فضل) سادہ طور پر لاطینی لفظ "gratia" کی انگریزی میں نقل حرفی ہے، یہ بذاتِ خود ایک تجریدیت ہے کہ کیسے خدا انسانوں کی طرف اُن کی حمایت میں اُس مہربانی سے پیش آتا ہے

---

[1] یقیناً ایسی اصطلاحات جیسے "grace" اور "justify" کا اب مطلب بالکل فرق ہے۔ "grace" کا زیادہ تر مطلب یہ سمجھا جاتا ہے "بے ساختہ دلکشی یا خوبصورتی" یا پھر کچھ کے لئے یہ "کھانے کی دُعا" ہے۔ اور لفظ "justify" اب ایک منفی احساس کا حامل ہے (خاص کاموں یا کردار کی وضاحت کرنا) جو یہ پہلے نہیں رکھتا تھا۔

جس کے وہ مستحق نہیں ہوتے۔CEV اصطلاح "charis" (خیرس) کے لئے "undeserved kindness" (غیر مستحق مہربانی) جیسے اظہارات استعمال کرتا ہے، اور یوں جدید قاری کے لئے اِس کے معنیٰ کو واضح تر کرتا ہے۔[1]

پیراگراف بنانا اور صفحے کا ترتیبی انداز

ایک اَور طریقہ جس میں CEV نے جدید قاری کی مدد کی ہے سادہ طور پر وہ طریقہ ہے جس میں یہ انگریزی متن (اور معاون نوٹس، تعارف، صفحہ کے اوپر دیئے جانے والے الفاظ، اور حوالہ جات) کو صفحے پر ترتیب دیتا ہے۔ اِس پہلو پر بڑی آسانی سے غور کیا جا سکتا ہے کیونکہ CEV کا متن صفحے پر اِس انداز سے پیش کیا گیا ہے جو جدید قارئین کے لئے فطری اور شناسا ہے۔ متنی تصور کے لئے خاص طور پر شاعری کے حصوں میں محتاط توجہ دی گئی ہے۔ پیراگراف بنانے میں انتہائی حال کی اشاعتوں کا انداز اپنایا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اِس میں پیراگراف روایتی بائبل تراجم میں آنے والے پیراگرافوں سے زیادہ ہیں۔ ہر ایک نئے بولنے والے کا براہ راست اقتباس ایک علیحدہ پیراگراف میں دیا گیا ہے۔ زیادہ پیراگراف بنانے کا یہ بھی فائدہ ہے کہ یہ قاری کے لئے اِس بات کو زیادہ آسان بناتا ہے کہ وہ ایک خاص حوالے کو ڈھونڈ سکے۔ اضافی "سفید خالی جگہ" بھی جو اِس طرح کی بناوٹوں میں ہوتی ہے آنکھ کے لئے پڑھنے میں آسانی پیدا کرتی ہے۔ اہم ابھرے ہوئے حصے جیسے نقل کی ہوئی تمثیلیں، تقریریں، اور خطوط یا اعلانات واضح طور پر بڑے ہیں، جس کا مقصد ایسے حوالوں کو نمایاں کرنا ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ پیراگرفوں کے ایک سلسلے میں داوین کے ساتھ بار بار دہرائے گئے تعارفوں کے اناڑی پن کو ختم بھی کرنا ہے۔[2]

---

[1] فضل کے لئے ڈکشنری کی تعریف کسی کی جانب برتاؤ یا مہربانی دکھانے والے کام (غیر مستحق یا غیر مستوجب) کے لئے مرکوز ہے۔ یہی "grace" (یونانی، خیرس) کا اصل معنیٰ ہے۔ دیکھئے نیومین اور دوسرے، CCCEV، ۲۶-۲۹۔ خیرس کے لئے CEV کی ادائیگی کی وضاحت کے لئے مزید دیکھئے بارکلے ایم۔ نیومین، "گریس انڈر پریشر ٹو بی انڈرسٹوڈ"، دا بائبل ٹرانسلیٹر ۴۷ (۱۹۹۶): ۳۰۱-۷۔

[2] نیومین اور دوسرے، CCCEV، ۳۰ ذیلی صفحات، ۵۷ ذیلی صفحات۔

شاعری

یہ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں شاعری کا ترجمہ کرنا خاص طور پر مشکل ہے۔[1] مزید یہ کہ انداز کے پہلو جنہیں قدیم بائبلی زبانیں شاعری میں قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اُن پہلوؤں سے بالکل مختلف ہیں جن کی انگریزی کے جدید استعمال کنندگان شاعری میں توقع کرتے اور اُس کی قدر کرتے ہیں۔ ذیل میں کچھ طریقے بیان کئے گئے ہیں جن میں CEV نے آج کے قارئین کی خاطر بائبل میں شاعری کے حوالوں کے ساتھ جدت پسندی سے پیش آنے کی کوشش کی ہے۔

۱- نپے تُلے خطوط: CEV نے شاعری میں دھیان سے نپے تلے خطوط اپنائے ہیں، سولائنوں کی حد اتفاقی نہیں ہے بلکہ معنیٰ کی اکائیوں کے مطابق منصوب شدہ ہے۔ یہ سامع کی طرف سے نہ سن سکنے کو روکتا ہے۔

۲- زبانی پڑھا جانا اور زبانی سمجھ: یہ قریبی مربوط عوامل ہیں، کیونکہ جو قاری دیکھتا ہے وہ ہے جسے وہ با آواز بلند پڑھتا ہے اور دوسرے اُسے سُنتے ہیں۔ لائنوں کو معنوی اکائیوں کے مطابق توڑ کر ترتیب دینے سے سامع کی طرف سے غلط وقفے اور غلط معانی ختم ہو سکتے ہیں۔ ایسی باتیں جیسے مسلسل بلاعلامت ہجوں کی تعداد، کیسے فقرے کے حصے شروع اور ختم ہوتے ہیں، گرامر کی بناوٹوں کی تال، ہجوں اور الفاظ کی آوازوں، پر غور سے توجہ دینے سے CEV مترجمین نے بائبل کی شاعری کو اُن انداز میں غنائی صورت میں کرنے میں مدد فراہم کی جو جدید انگریزی بولنے والوں کے لئے فطری ہیں۔

۳- خدا کو براہ راست مخاطب کرنا: لطور ریائی، اقرار پر مشتمل، اور دوسرے شاعری کے حوالوں خاص طور پر زبور کی کتاب میں عبرانی انداز ضمیر مخاطب اور ضمیر غائب کے خدا کے لئے حوالوں کے درمیان اکثر تبدیلی کی آگے پیچھے اجازت دیتا ہے۔ چونکہ اس قسم کی بے ربطی انگریزی کے لئے غیر فطری ہے، اس لئے جہاں خدا سے بات کی جارہی ہو CEV ترجمہ اُور زیادہ فطری ضمیر مخاطب کا استعمال کرتا ہے۔

۴- الفاظ اور شاعری کی صورتوں میں کفایت: جیسے زیادہ تر تراجم کرتے ہیں، CEV بھی بائبلی شاعری کو ترتیب دینے کے لئے ابتدائی اور ثانوی لائنوں کے باری باری آنے کو استعمال کرتا ہے۔ لیکن اِس میں یہ ایک نئے طریقے سے کیا گیا ہے، تاکہ انگریزی بولنے والے اِس شاعری کا تجربہ زیادہ فطری انداز میں کریں۔ CEV میں دو بنیادی لائنوں کے بعد ایک ثانوی لائن آتی ہے۔ اِس سے زبانی پڑھنے اور واضح سُننے میں آسانی ہوتی ہے اور یہ مواد کے نقصان کے بغیر الفاظ کی کفایت حاصل کرتا ہے۔ اِس کی ایک مثال زبور

---

[1] دیکھئے زوگبو اور وینڈلینڈ کے لکھے ہوئے باب ۱۳ ''پرانے عہدنامے میں شاعری کا ترجمہ کرنا'' پر بحث۔

۱۸:۷ میں دیکھی جا سکتی ہے:

"The earth shook and shivered,
and the mountains trembled
dow n to their roots."

''زمین ہل گئی اور کانپ اُٹھی۔
اور پہاڑوں نے جنبش کھائی
اپنی بنیادوں تک''

۵- پیراگراف بطور بیان کی بنیادی اکائی: جیسا کہ نثر میں ہے، اس طریقے کے لئے مناسب تغیر پذیر نشانات اور حصہ لینے والوں کی مناسب شناخت درکار ہے۔ لیکن زبور کی کتاب میں، مثلاً، انگریزی میں ایک معمول کی بات ہونے کی نسبت ایک پیراگراف کی اکائی میں خدا کو بار بار مخاطب کیا گیا ہے۔ اِس وجہ سے CEV اکثر خطاب کے ایک اسم کو پیراگراف کے شروع میں آگے کی طرف دھکیلے گا جبکہ پیراگراف میں دوسرے پھر غیر ضروری بن جاتے ہیں۔ کبھی کبھار خطاب کے دو اسم (جیسے ''خداوند'' اور ''خدا'') مختلف لائنوں یا آیات میں آتے ہیں اور اکٹھے لائے جاتے ہیں (جیسے ''خداوند خدا'')۔ چونکہ تعریف کے اعتبار سے پیراگراف بیان کی بنیادی اکائی ہے، اس لئے جب ایسے ہوتا ہے تو آیات کے نمبرز میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

۶- متوازیت: شاعرانہ متوازیت کا استعمال (خاص طور پر آوازوں کی نہیں بلکہ معنیٰ کی تال میل کرنا) عبرانی شاعری کا ایک بنیادی پہلو ہے، لیکن اس کی انگریزی شاعری میں کوئی جگہ نہیں۔ جو انگریزی بولنے بائبلی روایت اور اُس کے ادبی پہلوؤں سے شناسا نہیں، اُن کے لئے یہ تکراری، بے ڈھنگا یا غلط فہمی پیدا کرنے والا نظر آ سکتا ہے۔ CEV میں زبور کی کتاب میں کچھ متوازیت قائم رکھی گئی ہے، لیکن بہت سی مثالوں میں اس سے یوں پیش آیا گیا ہے کہ جو ایک زبور کے مواد کو اُن طریقوں سے پیش کرتا ہے جو انگریزی کے لئے زیادہ فطری ہوتے ہیں۔

۷- تخیل: جہاں بھی ممکن ہے وہاں بائبلی تخیل کو (یا بطور تشبیہ یا بطور استعارہ) قائم رکھا گیا ہے۔ قاری کی خاطر کبھی کبھار تخیل کے معنیٰ کے لئے سیاقی معلومات واضح کی گئی ہیں، جبکہ کچھ دوسری جگہوں پر مبہم تخیل کے معنیٰ کو واضح کیا گیا ہے۔[۱]

تیسرے ہزار سالہ دور کے شروع میں CEV ابھی اپنے ابتدائی سالوں میں ہے، لیکن یہ پہلے ہی بے انتہا گھروں، آؤٹ ریچ کی خدمتوں، کلیسیائی اشاعتوں اور ذرائع کے مواد، بچوں کے سیکھنے والے مواد اور بائبل مُقدّس کی جلدوں اور حتیٰ کہ موسیقی کی تالوں میں اپنی جگہ بنا چکا ہے۔ CEV لرنر بائبل،

---

۱ ایضاً، ۵۵-۴۷۔

CEV پر مبنی ایک مطالعاتی بائبل ہے جو ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی۔ ۱۹۹۹ء میں سامنے آنے والی CEV بائبل کی بین الاعتقادی اشاعت میں نہ صرف پرانے عہدنامے کا پروٹوکینن اور نیا عہدنامے کا متن شامل ہے بلکہ ڈیوٹروکینن اور اپاکریفا بھی ہیں۔ اِس ایڈیشن میں یہ کتابیں پرانے عہدنامے کے پروٹوکینن اور نئے عہدنامے کے درمیان رکھی گئی ہیں۔ اِس ایڈیشن کا مقصد یونائیٹڈ سٹیٹس میں پروٹسٹنٹ، کیتھولک، اور آرتھوڈاکس روایتوں میں وسیع پیمانے پر کلیسیائی سامعین تک پہنچنا ہے۔ اِس باب کی اشاعت کے وقت CEV کے تمام متن کے لئے نیشنل کانفرس آف کیتھولک بشپز یو ایس اے کی طرف سے اجازتِ طبع زیرِ غور ہے۔ جب یہ اجازت مل جائے گی تو اے بی ایس ایک کیتھولک ایڈیشن CEV روایتی کیتھولک ترتیب میں ڈیوٹروکینن کی کتب کے ساتھ (جو کہ پرانے عہدنامہ کے پروٹوکینن کتابوں کے درمیان بکھری ہوئی ہیں) شائع کرے گا۔

باب نمبر ۲۰

بائبل مُقدّس کا اُردو ترجمہ

کتابِ مُقدّس کا اُردو زبان میں سب سے پہلا ترجمہ جرمن مشنری شُلٹز نے ۱۷۴۳ء میں کیا تھا جو ۱۷۴۵ء میں جرمنی سے شائع ہوا۔ یہ دکھنی اُردو میں تھا جو صرف جنوبی ہند میں رائج تھی۔ شُلٹز کا ترجمہ غیر معیاری تھا۔ پہلے اچھے اُردو ترجمے کا سہرا ہنری مارٹن کے سر ہے۔ اُن کا ہندوستان میں ترجمے کا سب سے بڑا کام نئے عہدنامے کا اُردو (جسے اُس وقت ہندوستانی بھی کہتے تھے) ترجمہ تھا۔ جون ۱۸۰۷ء میں فورٹ ولیم کے چیپلین اور منتظم مسٹر ڈیوڈ براؤن کی درخواست کی پیروی کرتے ہوئے وہ سنسکرت کی بجائے ہندوستانی، فارسی اور عربی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اُن کے سپرد جو کام کیا گیا وہ مرزا فطرت اور ثابت کی مدد سے نئے عہدنامے کا اُردو میں ترجمہ اور فارسی اور عربی ترجموں کی دیکھ بھال کرنا تھا۔ اُنہوں نے اِس کام کو بڑی خوش دلی سے قبول کیا۔ اُنہوں نے ۱۸۰۵ء میں انگلستان سے روانہ ہونے سے پیشتر ہی اُردو کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ وہ اُس زمانے کے اُردو کے ایک مشہور عالم ڈاکٹر جے۔ بی۔ گلکرائسٹ سے دو ماہ تک اُردو سیکھتے رہے تھے۔ پھر وہ اپنے نو ماہ کے بحری سفر کے دوران بھی اُردو پڑھتے رہے۔ وہ رَقمطراز ہیں: ”ہندوستانی الفاظ کو سیکھنا خواہ وہ بذاتہ کتنے ہی خشک کیوں نہ ہوں، خدا کے فضل سے میرے لئے اِس قدر خوش کُن بن گیا کہ مَیں اُنہیں ہر وقت سیکھ سکتا ہوں۔“ اُنہوں نے ۱۸۰۶ء میں اعمال کی کتاب کے پہلے باب کا ترجمہ کرنا شروع کیا: ”میں نے بڑی احتیاط سے ترجمہ کرنا شروع کیا اور اُسے فارسی رسم الخط میں لکھا، تاہم مَیں حیران ہوں کہ مَیں نے کس قدر کم ترجمہ کیا ہے۔“

اُنہوں نے اِس کام کو بڑی علمیت اور قابلیت سے سرانجام دیا۔ اِس قسم کی علمیت سیرام پور کے مشنریوں کے پاس نہیں تھی اور سچ تو یہ ہے کہ اُس زمانے کے اگر سب نہیں تو اکثر مشنریوں سے اُن کی علمیت کہیں آگے بڑھی ہوئی تھی۔ جس وقت بیوکینن نے بڑے مؤثر انداز میں کہا تھا کہ ”ترجمے کا یہ کام برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کی کارسپانڈنگ کمیٹی کے ماتحت کیا جائے گا اور ہنری مارٹن اُس پر کام کریں گے جسے مارشمین نے خود شروع کیا تھا تو اُس وقت ہنری مارٹن نے یہ محسوس نہیں کیا تھا کہ وہ ایک ایسے

شعبے میں مداخلت کر رہے ہیں جسے سیرام پور کے مشنریوں نے صرف اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے اور کہ اِس پاک کام میں کچھ حسد اور رقابت کا خطرہ بھی ہے۔" اُن دنوں کی کہانی اُن لوگوں کے لئے جو زیادہ تر اِس پاک کام کے ذمہ دار تھے ماسوا عزت کے اور کچھ منعکس نہیں کرتی۔ مارٹن لکھتے ہیں کہ "میں دلی طور پر خواہش مند ہوں کہ مَیں اپنی زندگی کے آخر تک پس منظر میں رہوں۔" لیکن وہ اِس عظیم کام کی ذمہ داری قبول کر چکے تھے اور وہ اِسے اِس عزم کے ساتھ کرتے رہے کہ اُن کے ترجمے میں سلاست حُسن اور وقار ہوگا۔ وہ اس میں کتنے کامیاب ہوئے وہ اِس حقیقت سے ظاہر ہے کہ اُن کا ترجمہ اگرچہ کامل نہیں تھا تو بھی بعد کے ترجموں میں اُس سے مدد لی جاتی رہی اور یہ نئے عہدنامے کے اُس ہندی ترجمے کی بنیاد تھا جو کافی عرصہ تک مقبولِ عام رہا۔ اُس کی زبان دانی کی قدر و قیمت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ آگرہ میں مسلم سکولوں کی درسی کتب میں شامل تھا۔ وہ اپنے ترجمے کی صحت کے لئے بڑی سے بڑی مصیبت اُٹھانے کو تیار تھے اور انہوں نے کبھی جلد بازی سے کام نہ لیا۔ وہ لکھتے ہیں: "آپ مجھے سرزنش کرتے ہوں گے کہ میں اپنی ہندوستانی کو اِشاعت کے قابل نہیں سمجھتا لیکن میں مطمئن ہوں۔ گزرے ہفتے ہم نے اصلاح شروع کی۔ حاضرین میں دہلی کے ایک سیّد، لکھنؤ کے ایک شاعر، پٹنہ کے تین یا چار عالم تھے اور ان کے صدر بابر علی تھے۔ میں اور ثابت ثالث تھے۔ ہم ہر روز پانچ گھنٹے کام کرتے اور چار دن کی سخت محنت کے بعد صرف دوسرے باب کے آخر تک پہنچ سکے۔ آپ کو انجیل کب ملے گی، یہ میں نہیں جانتا۔"

ہنری مارٹن نے اپنے پیش رو مسٹر ہنٹر کے انجیل کے ترجموں کو کہاں تک استعمال کیا؟ اِس کے متعلق صفائی سے کچھ معلوم نہیں۔ اُن کا سب سے بڑا مددگار ایک مسلم عالم مرزا فطرت تھا جو مسٹر ہنٹر کے ترجموں کا بھی ذمہ دار تھا۔ نئے عہدنامہ کا پہلا مسودہ ۱۸۰۸ء میں مکمل ہوا اور اُس کی بڑی باریک بینی سے نظر ثانی کرنے کے بعد اُسے ۱۸۱۴ء میں سیرام پور پریس نے فارسی رسم الخط میں برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کے لئے شائع کیا۔ مارٹن نے اس بات کو خود بھی بہت پسند کیا۔ وہ لکھتے ہیں: "میری خواہش ہے کہ اِس قسم کے خدا کے خدمت گزار ادارے کو ضرور عزت دی جائے۔ ۱۸۱۲ء میں سیرام پور پریس میں جو تباہ کن آگ لگی تھی اُس نے اصل چھپائی کے اوراق کو تقریباً جلا دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے ٹائٹل پر لکھا تھا کہ "مارٹن نے یہ ترجمہ اصل یونانی سے کیا ہے اور بعد میں مرزا فطرت اور دیگر مقامی

علما کی مدد سے اِس کی نظرثانی کی۔

ہنری مارٹن جس لگن کے ساتھ اپنے کام کو کرتے تھے اُس کے متعلق کینن ڈبلیو۔ جے۔ ایڈمنڈ رقمطراز ہیں!" وہ اپنے جملوں میں اپنی روح کو سمو دیتے ہیں اور وہ جو اُن کی روح میں سکونت کرتا ہے اُن کی عبارت میں موجود ہے۔" اُن کا اپنا روزنامچہ بھی اِس قسم کے اِنکشافات سے بھرا ہوا ہے: "میں ترجمے کے کام میں دلی خوشی محسوس کرتا ہوں، دِن ایک لمحے کی طرح گزر جاتا ہے۔... خداوند نے اپنے کلام کا ترجمہ کرنے میں حصہ لینے کی جو اجازت مجھے دی ہے اِس کے لئے میں اُس کا بے حد ممنون ہوں۔ مَیں نے اِس سے پیشتر اِس مبارک کتاب میں کبھی بھی ایسے عجائبات، حکمت اور محبت نہیں دیکھی تھی جیسی کہ اب اِس ترجمہ کرنے کے سلسلے میں میرے مشاہدے میں آ رہی ہے۔

ہنری مارٹن کے ترجمے کی فوری نیک نامی کے سبب سے اُسے ۱۸۱۷ء میں دیوناگری رسم الخط میں شائع کیا گیا۔ اس کے بعد مارٹن کا نظرثانی شدہ ترجمہ اُردو میں منظر پر آیا، اور مارٹن کے ترجمے کو سلیس بنانے کے لئے ۱۸۳۶ء میں ایک کمیٹی قائم کی گئی جس کا نام "بنارس کمیٹی" تھا۔ اِس کمیٹی میں ایل۔ ایم۔ ایس اور سی۔ ایم۔ ایس کے مشنری اور دو ہندوستانی مسیحی شامل تھے۔ نتیجۃً ۱۸۳۷ء میں رومن رسم الخط میں اناجیل اور اعمال کی کتاب شائع کی گئیں اور ۱۸۴۲ء میں نیا عہدنامہ فارسی رسم الخط میں۔ اِس کمیٹی نے بائبل سوسائٹی کی کلکتہ شاخ کے سیکرٹری جے۔ جے۔ ہیبرلن کا ترجمہ بھی استعمال کیا جو ۱۸۴۱ء میں شائع ہوا تھا لیکن تحت اللفظ ترجمے اور چھپائی میں سنگین غلطیوں کے باعث اُسے فوراً واپس لے لیا گیا۔ ۱۸۴۳ء میں مکمل بائبل شائع کی گئی جس میں عہدعتیق کا زیادہ تر انحصار مارٹن کے مسودوں پر تھا۔ بنارس کمیٹی کے نئے عہدنامے کی عہدعتیق سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے نظرثانی کی گئی اور مسٹر جے۔ اے۔ شرمان جنہوں نے نظرثانی کی اُسے ہنری مارٹن کے ترجمے کی مطابق بنایا۔

دریں اثنا ۱۹۳۹ء میں کلکتہ کے بیپٹسٹ مشنریوں نے اپنا ترجمہ شائع کیا۔ اِس ترجمے کا انحصار زیادہ تر ولیم ییٹس کے کام پر تھا جس نے مارٹن کے ترجمے کو بڑی آزادی سے استعمال کیا تھا۔ ۱۸۶۰ء میں لندن سے "سی۔ ایم۔ ایس" کے "سی۔ ٹی۔ ہورنل" کا ترجمہ شائع ہوا۔ اِس ترجمے کا مقصد اصل یونانی کو زیادہ سے زیادہ صحیح طور پر پیش کرنا تھا۔ اِسے بائبل سوسائٹی کی شمالی ہند کی شاخ کی درخواست پر شروع کیا گیا اور اِسے ۱۸۸۵ء میں سکندر آباد میں چھاپا گیا۔ جنگِ آزادی کے دوران اِس کی چند ایک

جلدوں کے سوا باقی تمام ضائع ہو گئیں۔ اِس کی ایک جلد لندن بھیجی گئی جسے بیس ہزار کی تعداد میں مسٹر ہورنل کی نگرانی میں ۱۸۶۰ء میں چھاپا گیا۔

۱۸۶۰ء میں "سی۔ ایم۔ ایس" کے "ڈاکٹر آر۔ سی۔ میتھر" نے "بنارس ترجمہ" کی اصلاح کی اور ۱۸۶۳ء میں بائبل سوسائٹی کی شمالی ہند کی شاخ نے اُن سے تمام بائبل کی نظرثانی کرنے کی درخواست کی۔ اُنہیں کہا گیا کہ وہ جو ترمیم و اِصلاح مناسب سمجھیں کریں لیکن ہورنل کے نئے عہدنامے کے ترجے کو متواتر استعمال میں لائیں۔ یہ ۱۸۷۰ء میں عربی رسم الخط میں اور ۱۸۷۸ء میں رومن اُردو میں شائع کیا گیا۔ اسے مرزاپور کا ترجمہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ وہاں شائع ہوا تھا، اور اگرچہ بنارس، بیپٹسٹ اور ہورنل کے ترجمے استعمال ہوتے رہے۔ تاہم دوسروں کی نسبت یہی معیاری ترجمہ مانا جاتا تھا۔ ۱۸۹۳ء میں مختلف مشنوں کے سات نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ وہ ڈاکٹر میتھر کے ترجمے کو بنیاد بنا کر نئے عہدنامے کی نظرثانی کرے اور اُسے اُس اصل یونانی کے مطابق بنائے جس سے انگریزی ریوائزڈ ورژن نے اِستفادہ کیا ہے۔ زیادہ تر نظرثانی سی۔ ایم۔ ایس کے ڈاکٹر "ایچ۔ یو۔ ویٹ برخت" نے کی اور ۱۹۰۰ء میں نیا عہدنامہ رومن اور فارسی دونوں رسم الخطوں میں شائع کیا گیا۔ ۱۹۰۶ء میں پھر اُس کی نظرثانی ہوئی۔ اُسی سن میں وہ شائع کیا گیا۔

۱۹۲۰ء میں پرانے عہدنامے کی نظرثانی کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ اِس کمیٹی کے صدر جوئیل واعظ لال تھے۔ ۱۹۲۴ء میں اُن کی وفات کے بعد پروفیسر محمد اسماعیل کو صدر مقرر کیا گیا۔ دیگر ممبر ڈاکٹر آئی۔ یو۔ ناصر، دینا ناتھ گور، برکت اللہ، ڈبلیو مچن اور سی۔ ڈی۔ راکی تھے۔ رومن اُردو میں نظرثانی شدہ بائبل ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔ فارسی ایڈیشن جو الہ آباد میں چھپا ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔ ایک چھوٹے سائز میں مزید ایڈیشن جس کی فوٹوگرافی جرمنی میں ہوئی ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا اور فوٹوگراف پلیٹ سے پہلا ایڈیشن ۱۹۳۵ء میں چھپا۔

۱۹۹۲ء میں پاکستان بائبل سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری بی۔ یو۔ کھوکھر تھے۔ اُن کی قیادت میں اُردو کمپیوٹر کمپوزنگ شروع ہوئی اور یہ ذمہ داری اختر جوزف کے سپرد کی گئی جس میں کمپوزنگ کے ساتھ درستی بھی شامل تھی۔ اس سلسلے میں کمپیوٹر ٹیکنیکل سپورٹ کی خدمت انتھونی اعجاز لیموایل کو سونپی گئی۔

۱۹۹۷ء میں انتھونی اعجاز لیموایل نے پاکستان بائبل سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے

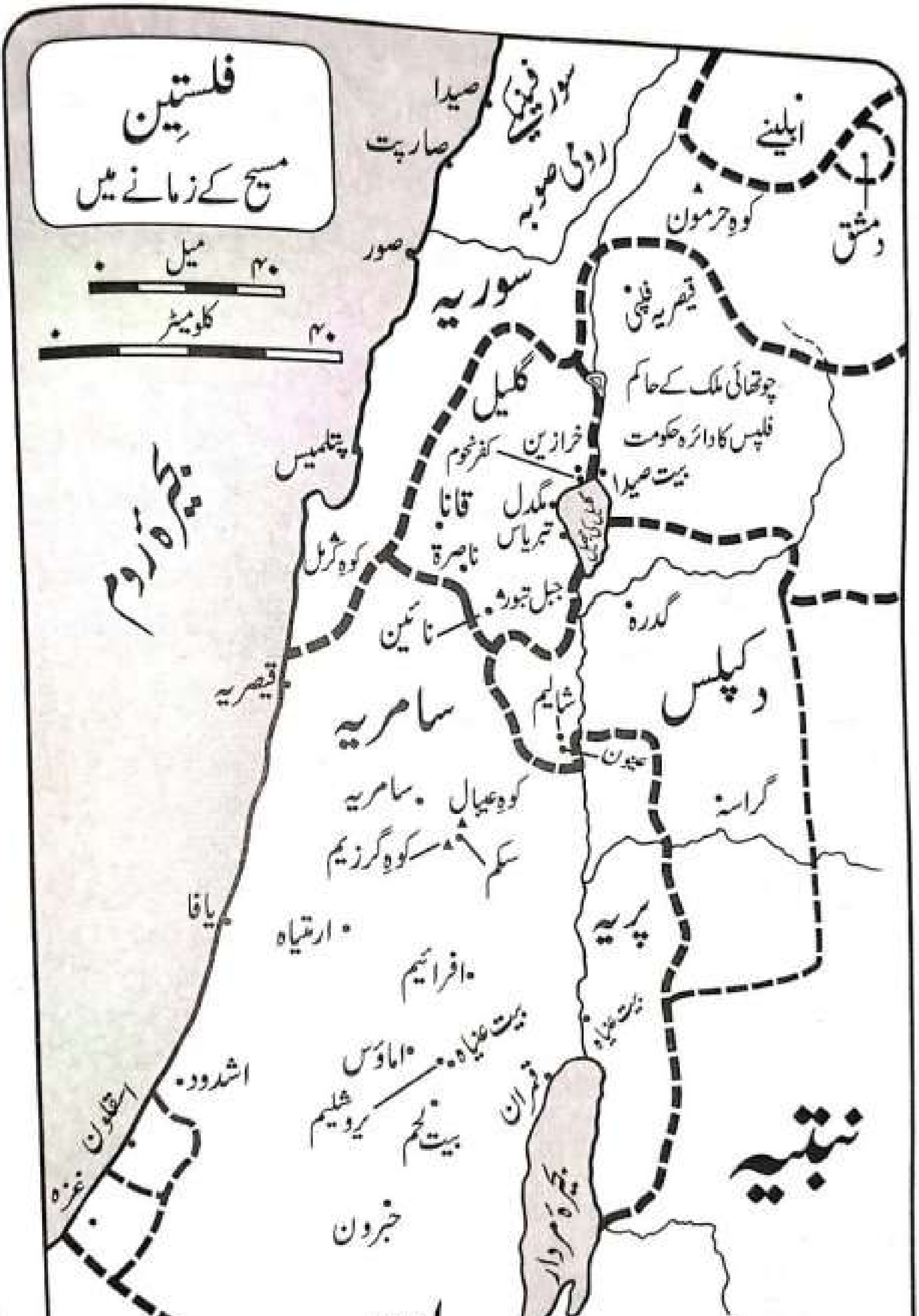
ذمہ داری سنبھالی۔ اُنہوں نے آتے ہی ''نیا عہدنامہ مطالعاتی اشاعت'' پر کام شروع کروا دیا۔ اس اشاعت نے بائبل مقدس کی ترسیل وتشہیر واشاعت کو ایک نیا رُجحان دیا، اولاً متن کے ساتھ مطالعاتی نوٹس اور فرہنگ مہیا کرنے پر کام شروع ہوا، ثانیاً یہ مکمل طور پر کمپیوٹر کمپوزڈ ایڈیشن تھا۔ اس سے پہلے تمام مستعمل بائبل ایڈیشن ۱۹۰۰ء کے سلسلہ وار کتابت ایڈیشن تھے۔

۲۰۰۲ء میں ''بائبل مقدس بچوں کے لئے'' پر کام شروع ہوا۔ اِس کتاب میں بچوں کی ضرورت اور دلچسپی مدنظر رکھتے ہوئے تمام متن کی بجائے مخصوص واقعات کا ہی انتخاب کیا گیا۔ آج یہ بائبل بچوں کے زیرِ استعمال ہے۔

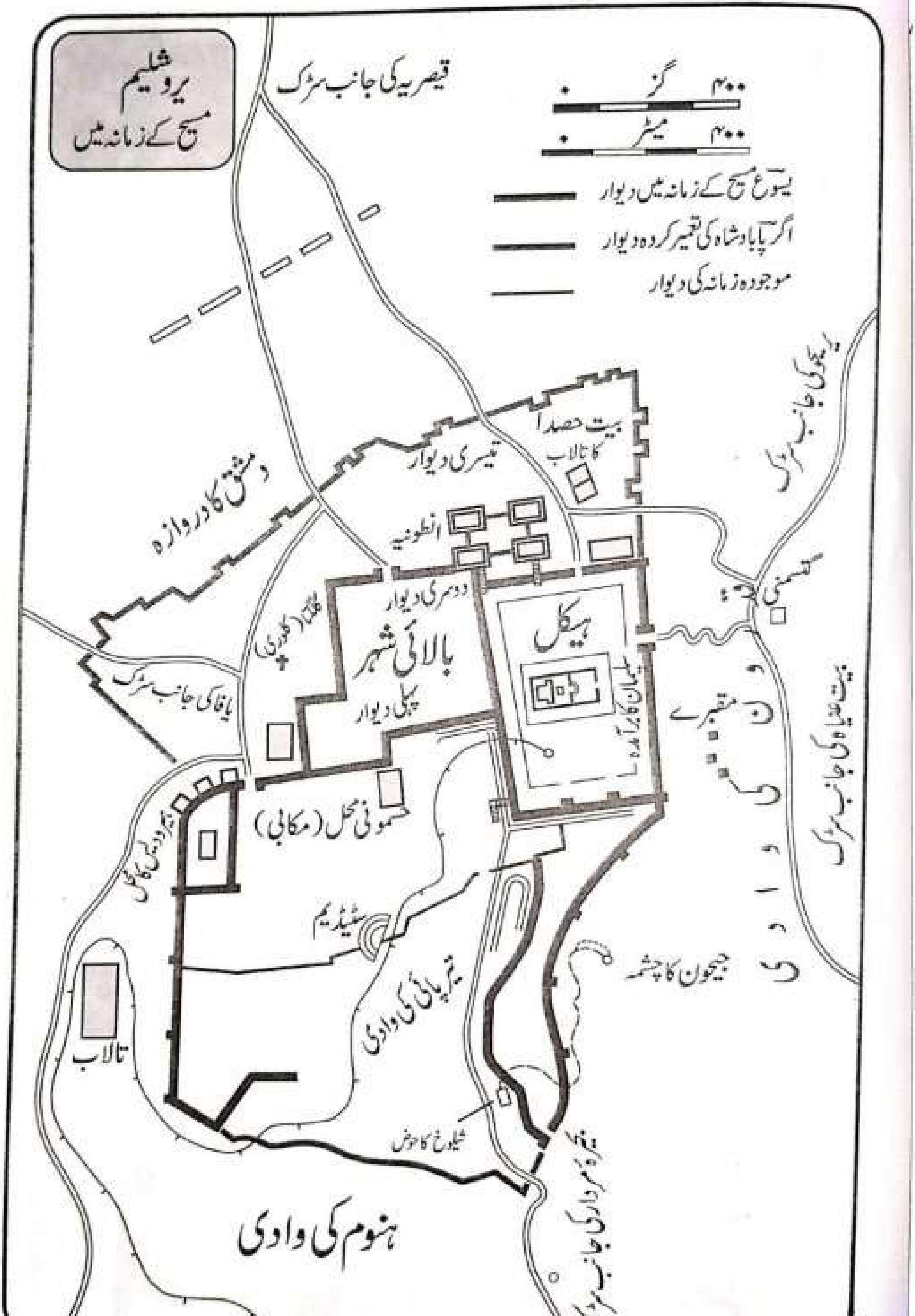
۲۰۰۶ء میں پاکستان بائبل سوسائٹی نے کاتھولک بائبل کمیشن کے ساتھ مل کر ''گریک - اُردو اِنٹرلینئر'' (Greek Urdu Interlinear) پر باقاعدہ کام شروع کر دیا جس پر فکری نشستیں پہلے ہی ۲۰۰۱ء میں ہو چکی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی نئے عہدنامہ اور پرانے عہدنامہ کے نئے ترجمے پر بھی کام شروع ہو گیا۔ یہ ترجمہ آسان اُردو زبان میں ہو گا جسے ''مینگ بیسڈ'' (Meaning Based) کہا جاتا ہے۔

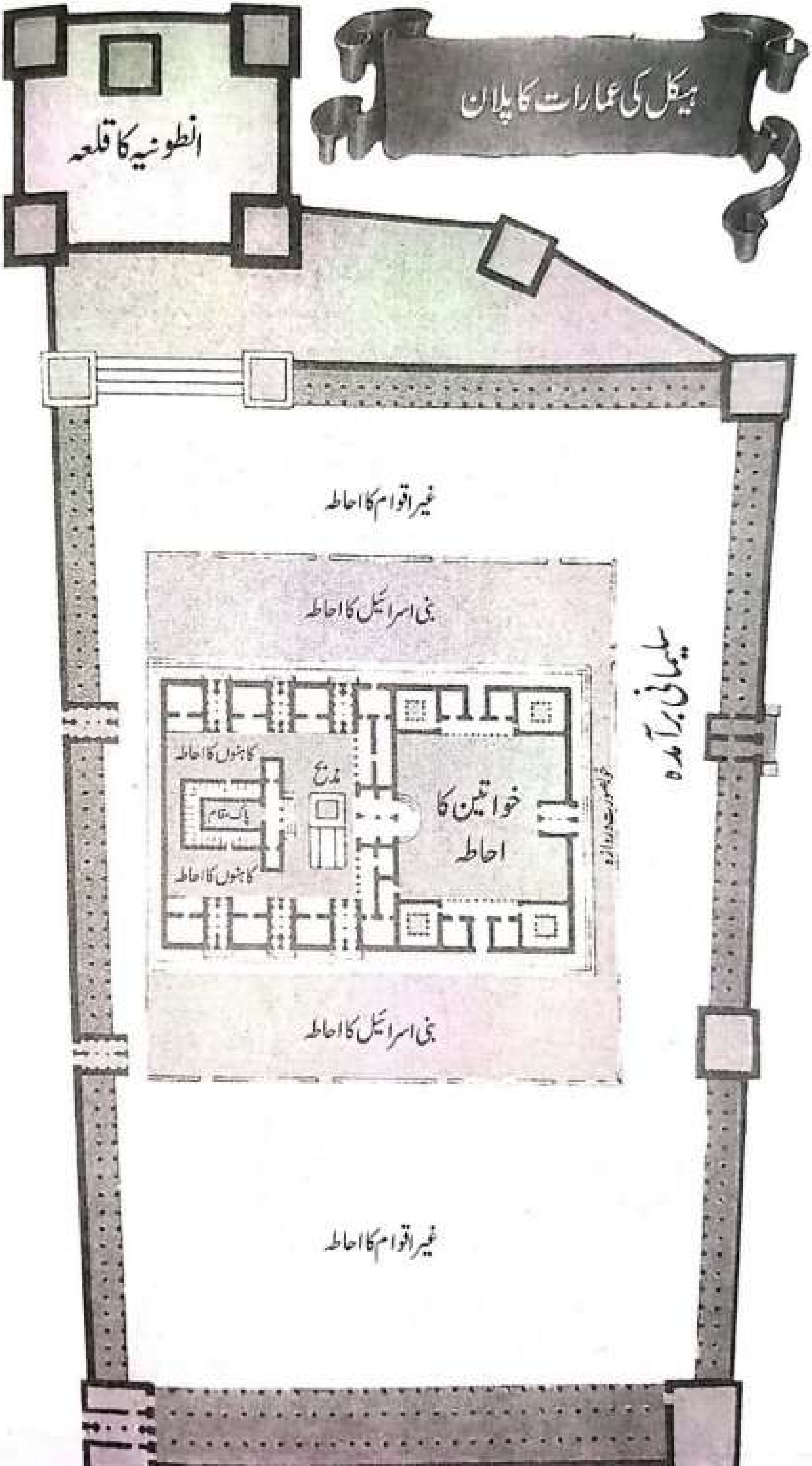
ادارہ

پاکستان بائبل سوسائٹی



فلستین
مسیح کے زمانے میں
میل
۴۰
کلومیٹر
۴۰
صیدا
صارپت
رومی صوبہ
ابلینے
دمشق
کوہ حرمون
صور
سوریہ
قیصریہ فلپی
گلیل
چوتھائی ملک کے حاکم
فلپس کا دائرہ حکومت
خرازین
کفرنحوم
بیت صیدا
پتلمیس
مگدل
تبریاس
قانا
ناصرة
کوہ کرمل
بحیرہ روم
جبل تبور
نائین
گدرہ
دکپلس
قیصریہ
سامریہ
شالیم
عینون
کوہ عیبال
سامریہ
سکم
کوہ گرزیم
گراسہ
یافا
ارمتیاہ
پریہ
افرائیم
بیت عنیاہ
اماؤس
اشدود
قمران
یروشلیم
بیت لحم
نبطیہ
اسقلون
غزہ
خبرون
ادومیہ


یروشلیم
مسیح کے زمانہ میں
قیصریہ کی جانب سڑک
۴۰۰ گز
۴۰۰ میٹر
یسوع مسیح کے زمانہ میں دیوار
اگرپا بادشاہ کی تعمیر کردہ دیوار
موجودہ زمانہ کی دیوار
دمشق کا دروازہ
تیسری دیوار
بیت حسدا کا تالاب
انطونیہ
دوسری دیوار
بالائی شہر
ہیکل
پہلی دیوار
گلگتا (کھوپڑی)
یافا کی جانب سڑک
سلیمان کا برآمدہ
مقبرے
گتسمنی
یریحو کی جانب سڑک
بیت عنیاہ کی جانب سڑک
ہیرودیس کا محل
ہسمونی محل (مکابی)
سٹیڈیم
تیروپائی کی وادی
جیحون کا چشمہ
تالاب
شیلوخ کا حوض
ہنوم کی وادی
بحیرہ مردار کی جانب سڑک


ہیکل کی عمارات کا پلان
انطونیہ کا قلعہ
غیر اقوام کا احاطہ
بنی اسرائیل کا احاطہ
سلیمانی برآمدہ
کاہنوں کا احاطہ
مذبح
پاک مقام
کاہنوں کا احاطہ
خواتین کا احاطہ
بنی اسرائیل کا احاطہ
غیر اقوام کا احاطہ

LIST OF PAPYRI MANUSCRIPTS

Name	Date	Content	Institution	Ref #	City, State	Country
P^{1}	250	Matthew 1	University of Pennsylvania	P. Oxy. 2;E 2746	Philadelphia Pennsylvania	United States
P^{2}	550	John 12	National Archaeological Museum	Inv. 7134	Florence	Italy
P^{3}	600	Luke 7,10	Österreichische Nationalbibliothek	Pap. G. 2323	Vienna	Austria
P^{4}	175-250	Luke 1-6	National Library of France	Suppl. Gr. 1120	Paris	France
P^{5}	250	John 1,16,20	British Library	P. Oxy. 208. 1781; Inv. 782. 2484	London	UK
P^{6}	350	John 10,11	Bibliothèque nationale et universitaire	Pap. copt. 379 381. 382. 384	Strasbourg	France
P^{7}	300(?)	Luke 4	Vernadsky National Library of Ukraine	Petrov 553	Kiev	Ukraine
P^{8}	350	Acts 4-6	Staatliche Museen zu Berlin	Inv. 8683	Berlin	Germany
P^{9}	250	1 John 4	Houghton Library, Harvard	P. Oxy. 402; Inv. 3736	Cambridge Massachusetts	United States
P^{10}	350	Romans 1	Houghton Library, Harvard	P. Oxy. 209; Inv. 2218	Cambridge Massachusetts	United States
P^{11}	550	1 Corinthians Chaps 1-7	Russian National Library	Gr. 258A	Saint Petersburg	Russia
P^{12}	250	Hebrews 1	Morgan Library & Museum	Pap. Gr. 3; P. Amherst 3b	New York,City	United States

Name	Date	Content	Institution	Ref #	City, State	Country
P^{13}	250	Hebrews 2-5, & 10-12	British Library Laurentian Library	P. Oxy. 657; Inv. 1532 v PSI 1292	London Florence	UK Italy
P^{14}	450	1 Corinthians Chaps 1-3	Saint Catherine's Monastery	14	Sinai	Egypt
P^{15}	250	1 Corinthians Chaps 7-8	Egyptian Museum	P. Oxy. 1008; JE 47423	Cairo	Egypt
P^{16}	300	Philippians Chaps 3-4	Egyptian Museum	P. Oxy. 1009; JE 47424	Cairo	Egypt
P^{17}	350	Hebrews 9	Cambridge University Library	P. Oxy. 1078; Add. 5893	Cambridge	UK
P^{18}	300	Revelation 1 †	British Library	P. Oxy. 1079; Inv. 2053v	London	UK
P^{19}	400	Matthew 10-11 †	Bodleian Library	P. Oxy. 1170; Gr. bibl. d. 6 (P)	Oxford	UK
P^{20}	250	James 2-3 †	Harvey S. Firestone Memorial Library	P. Oxy. 1171; AM 4117	Princeton New Jersey	United States
P^{21}	400	Matthew 12 †	Muhlenberg College	P. Oxy. 1227; Theol. Pap. 3	Allentown Pennsylvania	United States
P^{22}	250	John 15-16 †	Glasgow University Library	P. Oxy. 1228; MS 2-X.I	Glasgow	UK
P^{23}	250	James 1 †	University of Illinois	P. Oxy. 1229; G. P. 1229	Urbana, Illinois	United States
P^{24}	350	Revelation 5-6 †	Franklin Trask Library Andover Newton Theological School	P. Oxy. 1230; OP 1230	Newton Massachusetts	United States
P^{25}	350	Matthew 18-19 †	Staatliche Museen zu Berlin	Inv. 16388	Berlin	Germany

Name	Date	Content	Institution	Ref #	City, State	Country
P^{26}	600	Romans 1 †	(Joseph S) Bridwell Library Southern Methodist University	P. Oxy. 1354	Dallas, Texas	United States
P^{27}	250	Romans 8-9 †	Cambridge University Library	P. Oxy. 1355; Add. 7211	Cambridge	UK
P^{28}	250	John 6 †	Palestine Institute Museum, Pacific School of Religion	P. Oxy. 1596; Pap. 2	Berkeley California	United States
P^{29}	250	Acts 26 †	Bodleian Library	P. Oxy. 1597; Gr. bibl. g. 4 (P)	Oxford	UK
P^{30}	250	1 Ths 4-5; 2 Ths 1	Ghent University Library	P. Oxy. 1598; Inv. 61	Ghent	Belgium
P^{31}	650	Romans 12 †	John Rylands University Library	P. Ryl. 4; Gr. P. 4	Manchester	UK
P^{32}	200	Titus 1:11-15; & 2:3-8 †	John Rylands University Library	P. Ryl. 5; G. P. 5	Manchester	UK
P^{33} = P^{58}	550	Acts 7 †	Österreichische Nationalbibliothek	Pap. G. 17973, 26133, 35831,39783	Vienna	Austria
P^{34}	650	1 Co 16; 2 Co 5,10-11	Österreichische Nationalbibliothek	Pap. G. 39784	Vienna	Austria
P^{35}	350(?)	Matthew 25	Medici Library	PSI 1	Florence	Italy
P^{36}	550	John 3	Medici Library	PSI 3	Florence	Italy
P^{37}	300	Matthew 26	University of Michigan	P. Mich. 137· Inv. 1570	Ann Arbor Michigan	United States

Name	Date	Content	Institution	Ref #	City, State	Country
P^{38}	300	Acts 18-19	University of Michigan	P. Mich. 138; Inv. 1571	Ann Arbor Michigan	United States
P^{39}	250	John 8	Green Collection	P. Ox y 1780; Inv. 8864	Rochester New York	United States
P^{40}	250	Romans 1-4, & 6,9	Institute for Papyrology University of Heidelberg	P. Bad. 57; Inv. 45	Heidelberg	Germany
P^{41}	750	Acts 17-22	Österreichische Nationalbibliothek	Pap. K. 7541-48	Vienna	Austria
P^{42}	700	Luke 1-2	Österreichische Nationalbibliothek	Pap. K. 8706	Vienna	Austria
P^{43}	600	Revelation 2,15-16	British Library	Inv. 2241	London	UK
P^{44a}	600	John 10	Metropolitan Museum of Art Inv.	14. 1. 527, 1 fol	New York City	United States
P^{44b}	600	Matthew 17-18,25; John 9,12	Metropolitan Museum of Art Inv.	Inv. 14. 1. 527	New York City	United States
P^{45}	250	Mt 20-21,25-26; Mk 4-9,11-12; Lk 6-7,9-14; Jn 4-5,10-11; Acts 4-17	Chester Beatty Library Austrian National Library	BP I Pap. g. 31974	Dublin Vienna	Ireland Austria
P^{46}	200	Ro 5-6,8-16; 1 Co; 2 Co; Gal; Eph; Php; Col; 1 Th; Heb	Chester Beatty Library University of Michigan	BP II Inv. 6238	Dublin Ann Arbor, Michigan	Ireland United States

Name	Date	Content	Institution	Ref #	City, State	Country
P^{47}	250	Revelation 9-17	Chester Beatty Library	BP III	Dublin	Ireland
P^{48}	250	Acts 23	Medici Library	PSI 1165	Florence	Italy
P^{49}	250	Ephesians 4-5	Yale University Library	P. 415	New Haven Connecticut	United States
P^{50}	400	Acts 8,10	Yale University Library	P. 1543	New Haven Connecticut	United States
P^{51}	400	Galatians 1	Ashmolean Museum	P. Oxy. 2157	Oxford	UK
P^{52}	125	John 18:31-33; 18:37-38	John Rylands University Library	Gr. P. 457	Manchester	UK
P^{53}	250	Matthew 26; Acts 9-10	University of Michigan	Inv. 6652	Ann Arbor Michigan	United States
P^{54}	500	James 2-3	Princeton University Library	P. Princ. 15; Garrett Depots 7742	New Jersey Princeton	United States
P^{55}	600	John 1	Österreichische Nationalbibliothek	Pap. G. 26214	Vienna	Austria
P^{56}	500	Acts 1	Österreichische Nationalbibliothek	Pap. G. 19918	Vienna	Austria
P^{57}	400	Acts 4-5	Österreichische Nationalbibliothek	Pap.G. 26020	Vienna	Austria
P^{58} = P^{33}	550	Acts 15 †	Österreichische Nationalbibliothek	G. 17973, 26133, 35831,39783	Vienna	Austria
P^{59}	650	John 1-2, 11-12,17-18,21	Morgan Library & Museum	P. Colt 3	New York City	United States
P^{60}	650	John 16-19	Morgan Library & Museum	P. Colt 4	New York City	United States

Name	Date	Content	Institution	Ref #	City, State	Country
P61	700	Ro 16; 1 Co 1,5; Php 3; Col 1,4; 1 Th 1; Tit 3;Phm	Pierpont Morgan Library	P. Colt 5	New York City	United States
P62	350	Matthew 11	Oslo University Library	Inv. 1661	Oslo	Norway
P63	500	John 3-4	Staatliche Museen zu Berlin	Inv. 11914	Berlin	Germany
P64, P67	200	Matthew 3,5,26	Magdalen College Fundación Sant Lluc Evangelista	Gr. 18 Inv. I	Oxford Barcelona	UK Spain
P65	250	1 Thessalonians 1-2	Girolamo Vitelli Papyrological Institute	PSI 1373	Florence	Italy
P66	200	John	Bodmer library	P. Bodmer II	Cologny, Geneva	Switzerland
P68	650(?)	1 Corinthians 4-5	Russian National Library	Gr. 258B	Saint Petersburg	Russia
P69	250	Luke 22	Ashmolean Museum	P. Oxy. 2383	Oxford	UK
P70	250	Matthew 2-3, 11-12, 24	Ashmolean Museum	P. Oxy. 2385	Oxford	UK
P71	350	Matthew 19	Ashmolean Museum Girolamo Vitelli Papyrological Institute	P. Oxy. 2384 PSI inv. 3407 (was CNR 419,420)	Oxford Florence	UK Italy
P72		300	1 Peter; 2 Peter; Jude	P. Bodmer VII,VIII	Cologny, Geneva	Switzerland

Name	Date	Content	Institution	Ref #	City, State	Country
P^{73}	650	Matthew 25-26	Bodmer library	P. Bodmer L	Cologny, Geneva	Switzerland
P^{74}	650	Acts; James; 1 Pe 1-3· 2, Pe 2-3; 1 Jo; 2 Jo; 3 Jo	Bodmer library	P. Bodmer XVII	Cologny, Geneva	Switzerland
P^{75}	175-225	Luke 3-18, 22-24; John 1-15	Vatican Apostolic Library	P. Bodmer XIV, XV	Vatican City	Vatican
P^{76}	550	John 4	Österreichische Nationalbibliothek	Pap. G. 36102	Vienna	Austria
P^{77}	200	Matthew 23	Ashmolean Museum	P. Oxy. 2683 and 4405	Oxford	UK
P^{78}	300	Jude	Ashmolean Museum	P. Oxy. 2684	Oxford	UK
P^{79}	650	Hebrews 10	Staatliche Museen zu	Berlin Inv. 6774	Berlin	Germany
P^{80}	250	John 3	Fundación Sant Lluc Evangelista	Inv. 83	Barcelona	Spain
P^{81}	350	1 Peter 2-3	Professor Sergio Daris, University of Trieste	Inv. 20	Trieste	Italy
P^{81}	400	Luke 7	National and University Library of Strasbourg	Gr. 2677	Strasbourg	France
P^{83}	550	Matthew 20, 23-24	Catholic University of Leuven Library	P. A. M. Kh. Mird 16, 29	Leuven	Belgium

Name	Date	Content	Institution	Ref #	City, State	Country
P84	550	Mark 2,6; John 5,17	Catholic University of Leuven Library	P. A. M. Kh. Mird 4, 11	Leuven	Belgium
P85	400	Revelation 9-10	Bibliothèque nationale et universitaire	Gr. 1028	Strasbourg	France
P86	350	Matthew 5	Institut für Altertumskunde University of Cologne	Theol. 5516	Cologne	Germany
P87	250	Philemon	Institut für Altertumskunde University of Cologne	Theol. 12	Cologne	Germany
P88	350	Mark 2	Catholic University of the Sacred Heart	Inv. 69.24	Milan	Italy
P89	350	Hebrews 6	Medici Library	PL III/292	Florence	Italy
P90	150	John 18:36-19:1; 19:1-7 †	Ashmolean Museum	P. Oxy. 3523;65 6 B. 32/M(3-5)a	Oxford	UK
P91	250	Acts 2:30-37;	Università degli Studi di Milano	P. Mil. Vofl.Inv. 1224	Milan	Italy
		2:46-3:2	Macquarie University	P. Macquarie inv. 360	Sydney	Australia
P92	300	Ephesians 1; 2 Thessalonians 1	Egyptian Museum	PNarmuthis 69.39a/229a	Cairo	Egypt
P93	450	John 13 †	Girolamo Vitelli Papyrological Institute	PSI 108	Florence	Italy
P94	500	Romans 6	Egyptian Museum	P. Cair. 10730	Cairo	Egypt

Name	Date	Content	Institution	Ref #	City, State	Country
P^{95}	250	John 5	Medici Library	PL II/31	Florence	Italy
P^{96}	550	Matthew 3	Österreichische Nationalbibliothek	Pap. K 7244	Vienna	Austria
P^{97}	600	Luke 14	Chester Beatty Library	BP XVII	Dublin	Ireland
P^{98}	150(?)	Revelation 1	Institut Français d'Archéologie Orientale	P. IFAO inv. 237b	Cairo	Egypt
P^{99}	400	Glossary, words and phrases from: Ro, 2 Co, Gal and Eph	Chester Beatty Library	BP XXI (Ac. 1499), fol 11-14	Dublin	Ireland
P^{100}	300	James 3-5	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4449	Oxford	UK
P^{101}	250	Matthew 3-4	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4401	Oxford	UK
P^{102}	300	Matthew 4	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4402	Oxford	UK
P^{103}	200	Matthew 13-14	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4403	Oxford	UK
P^{104}	150	Matthew 21: 34-37; 21:43,45?	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4404	Oxford	UK
P^{105}	500	Matthew 27-28	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4406	Oxford	UK
P^{106}	250	John 1	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4445	Oxford	UK

Name	Date	Content	Institution	Ref #	City, State	Country
P107	250	John 17	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4446	Oxford	UK
P108	250	John 17/18	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4447	Oxford	UK
P105	250	John 17/18	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4447	Oxford	UK
P109	250	John 21	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4448	Oxford	UK
P110	300	Matthew 10:13-15, 25-27	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4494	Oxford	UK
P111	250	Luke 17	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4495	Oxford	UK
P112	450	Acts 26-27	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4496	Oxford	UK
P113	250	Romans 2	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4497	Oxford	UK
P114	250	Hebrews 1	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4498	Oxford	UK
P115	300	Revelation 2-3,5-6,8-15	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4499	Oxford	UK
P116	600	Hebrews 2-3	Austrian National Library	P. Vindob. G 42417	Vienna	Austria
P117	400	2 Corinthians 7	University of Hamburg	Inv. 1002	Hamburg	Germany
P118	250	Romans 15-16	Institut für Altertumskunde University of Cologne	Inv. 10311	Cologne	Germany

Name	Date	Content	Institution	Ref #	City, State	Country
P^{119}	250	John 1	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4803	Oxford	UK
P^{120}	350	John 1	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4804	Oxford	UK
P^{121}	250	John 19	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4805	Oxford	UK
P^{122}	400	John 21	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4806	Oxford	UK
P^{123}	350	1 Corinthians 14-15	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4844	Oxford	UK
P^{124}	550	2 Corinthians 11	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4845	Oxford	UK
P^{125}	300	1 Peter 1:23-2:5; 2:7-12	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4934	Oxford	UK
P^{126}	350	Heb. 13:12-13. 19-20	Girolamo Vitelli PSI Papyrological Institute	inv. 1479	Florence	Italy
P^{127}	350	Acts 10-17 †	Ashmolean Museum	P. Oxy. 4968	Oxford	UK

Colour Key	
Manuscripts belong to the Oxyrhynchus Papyri	The P^{12}-numbers are the standard system of Gregory-Aland.
Manuscripts belong to the Bodmer Papyri	Dates are estimated to the nearest 50 year increment.
Manuscripts belong to the Chester Beatty Papyri	Content is given to the nearest chapter; verses are sometimes listed. Thus, many of the papyri are small fragments, not whole chapters.

LIST OF HEBREW MANUSCRIPTS

Nash Papyrus, dated to the 2nd BC – 1st AD.

Severus Scroll (named for the Roman Emperor who restored this scroll, reportedly seized from the Temple in Jerusalem, to the Jewish community in 220), a lost manuscript of early 1st century AD, only a few sentences are preserved by Rabbinic literature.

Codex Hilleli, a lost manuscript of circa AD 600, destroyed in 1197 in Spain, only a few sentences are preserved by Rabbinic literature.

Codex Muggeh (or Muga)(="corrected"), lost, cited as a source in Massoretic notations.

Scroll 2, dated AD 1155-1255, University of Bologna Library

Masorah manuscripts

Codex Orientales 4445, dated between AD 820 and 850; the manuscript contains Genesis-Deuteronomy 1:33 (less Numbers 7:47–73 and Numbers 9:12–10:18).

Codex Cairensis, (Prophets) pointed by Moses Ben Asher, dated by a colophon AD 895 (the oldest manuscript bearing the date of its writing), (was in Cairo, now in Jerusalem).

Codex Babylonicus Petropolitanus, (Latter Prophets) dated AD 916, Russian National Library.

Aleppo Codex, AD 930, Museum Ben Zwi (Israel), (was complete, supposedly pointed by Aaron Ben Asher, partly destroyed in 1947); this ms is the basis of the *Jerusalem Crown* edition.

Codex Leningradensis, (complete) copied from a Ben Asher manuscripts, dated AD 1008, Russian National Library; this ms is the basis of the *Biblia Hebraica Stuttgartensia* and other editions.

Michigan Codex, (Torah) 10th century.

Codex Reuchlinanus (Prophets), dated AD 1105.

Codex Yerushalmi, lost, reportedly used in Spain (circa 1010) by Jonah ibn Janah.

Erfurt Codices (complete, Berlin), E1 circa 14th century, E2 possibly 13th century, E3 possibly 11th century.

Codex Jericho, (Pentateuch) lost, cited in the notes to a Massoretic manuscript written circa 1310.

Codex Ezra, lost, C.D. Ginsburg owned a manuscript written in 1474 which purported to have been copied from this.

Codex Sinai, mentioned in Massoretic notes and reportedly used by Elia Levita (circa 1540).

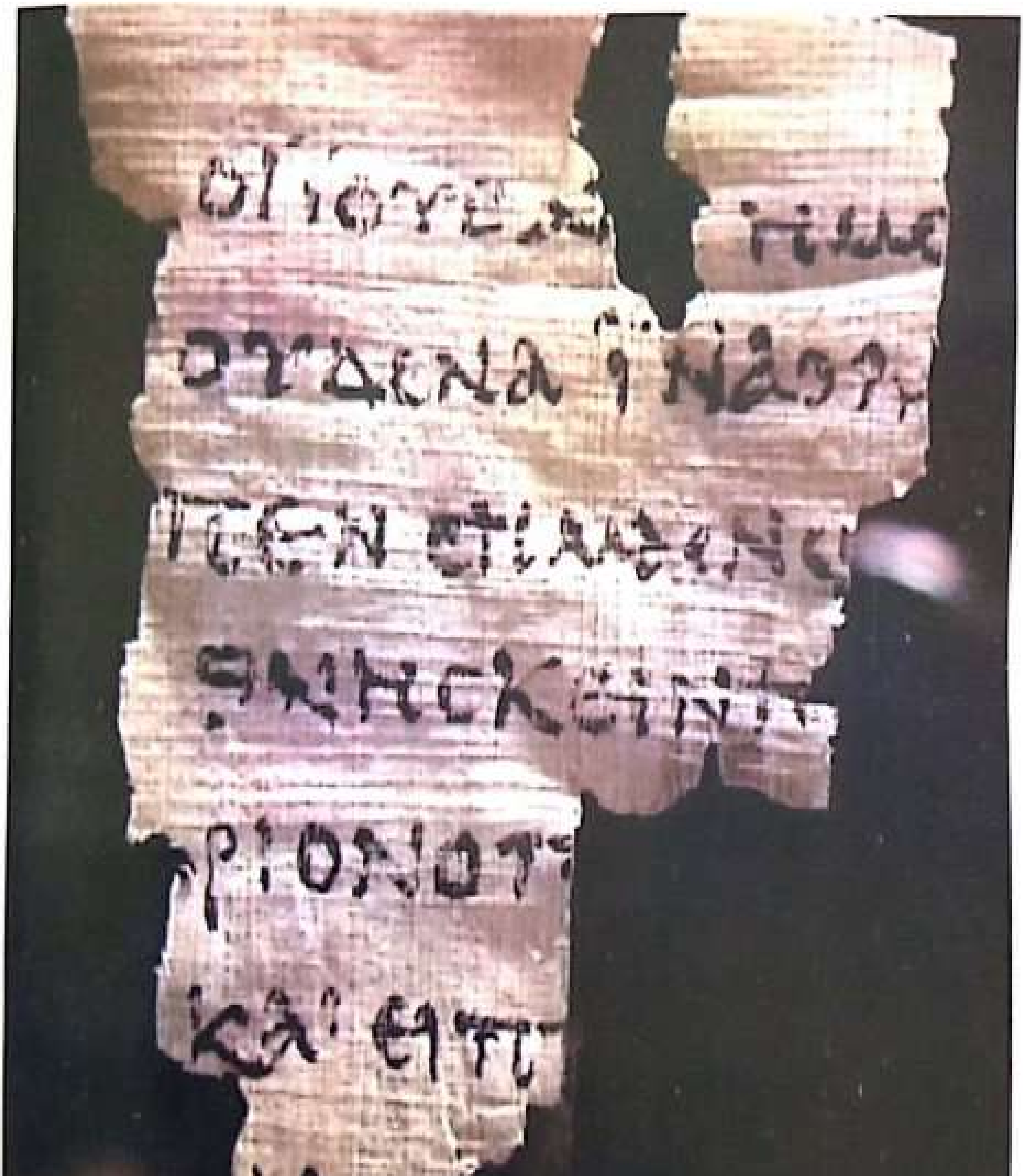
Codex Sanbuki (named for Zambuqi, on the Tigris River), lost, frequently quoted in Massoretic annotations and apparently seen (circa 1600) by Menaham Lonzano.

Codex Great Mahzor, lost, mentioned in Massoretic notes (the title suggests that this codex contained only the Pentateuch and those selections from the Prophets that were read during the liturgical year).

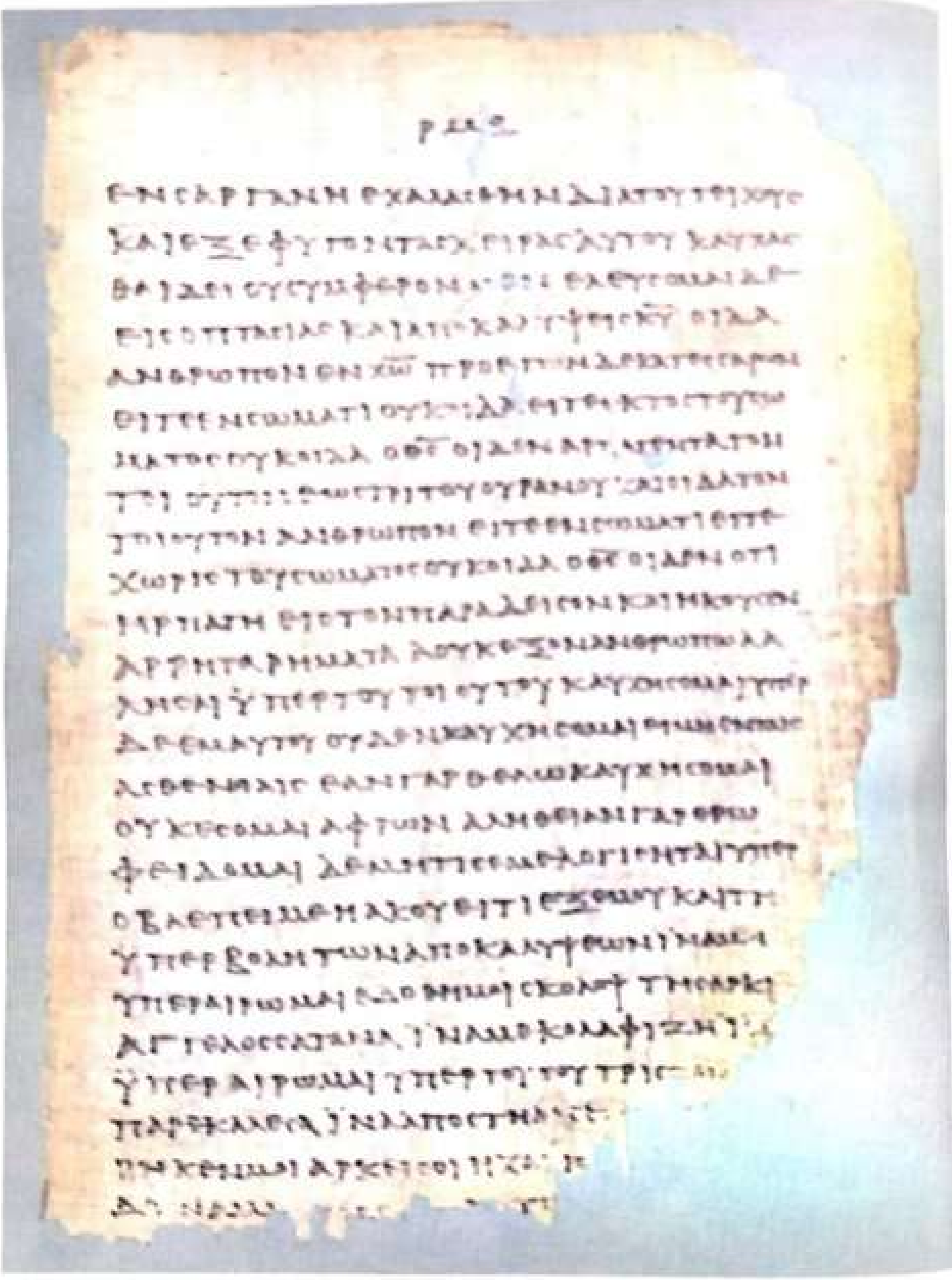
Cairo Geniza fragments contains portions of the Old Testament in Hebrew and Aramaic, discovered in Cairo synagogue, which date from about 4th century AD.

Ben Asher Manuscripts.

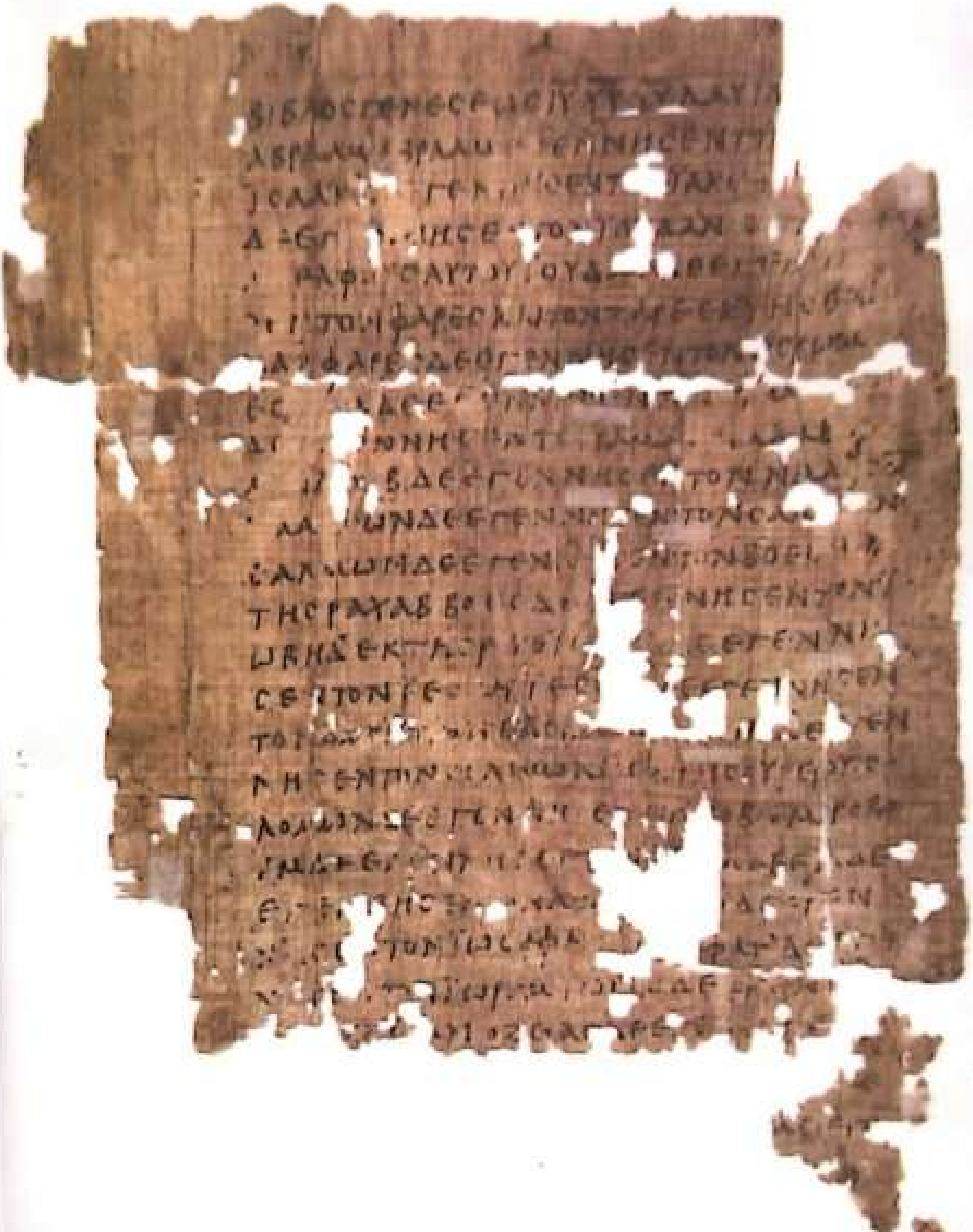
Dead Sea Scrolls (Between 250 BC and 70 AD.
1QIs^a (a copy of the book of *Isaiah')*
1QIs^b (a second copy of the book of *Isaiah*)
4QDeut^n, contains the Decalogue.
4Q106
4Q107
4Q108
4Q240
6Q6
11QPs^a, contains 41 canonical Psalms



Papyrus P52 of Rylands Library, Manchester, UK. It is from the 2nd century AD and this fragment is the oldest papyrus.



Papyrus manuscript P^{46} . Dates around 200 AD and contains the last 8 chapters of Romans; all of Hebrews; virtually all of 1 & 2 Corinthians; all of Galatians; Ephesians; ; Philippians; Colossians and 2 chapters of 1 Thesalonians. 30 papyri are in University of Michghan, USA and 56 at Chester Beatty Library in Dublin, Ireland.



3rd century Papyrus manuscript discovered at Oxythynchus in Egypt. It is designated as P1 and Contains the Gospel of Matthew.



P. Bodmer 14/15 – P75 – This New Testament codex was found by a farmer in1952 in Jabal Abu Mana, Egypt. It was hidden in a clay jar in the desert. The surviving pages of the codex contain large sections of the Gospel of Luke and John. It has been dated to the late second or early third century. It is possible that only a 150 years separates this copy from the original Gospels of Luke and John.

(Photo of the copy of the papyrus housed in the Pakistan Bible Society Museum.)



Codex Sinaiticus written around the 4th century AD. It is one of the best Greek texts of the New Testament. Discovered in the 19th century at the Greek Orthodox Monastery (St. Catharines) of Mount Sinai.

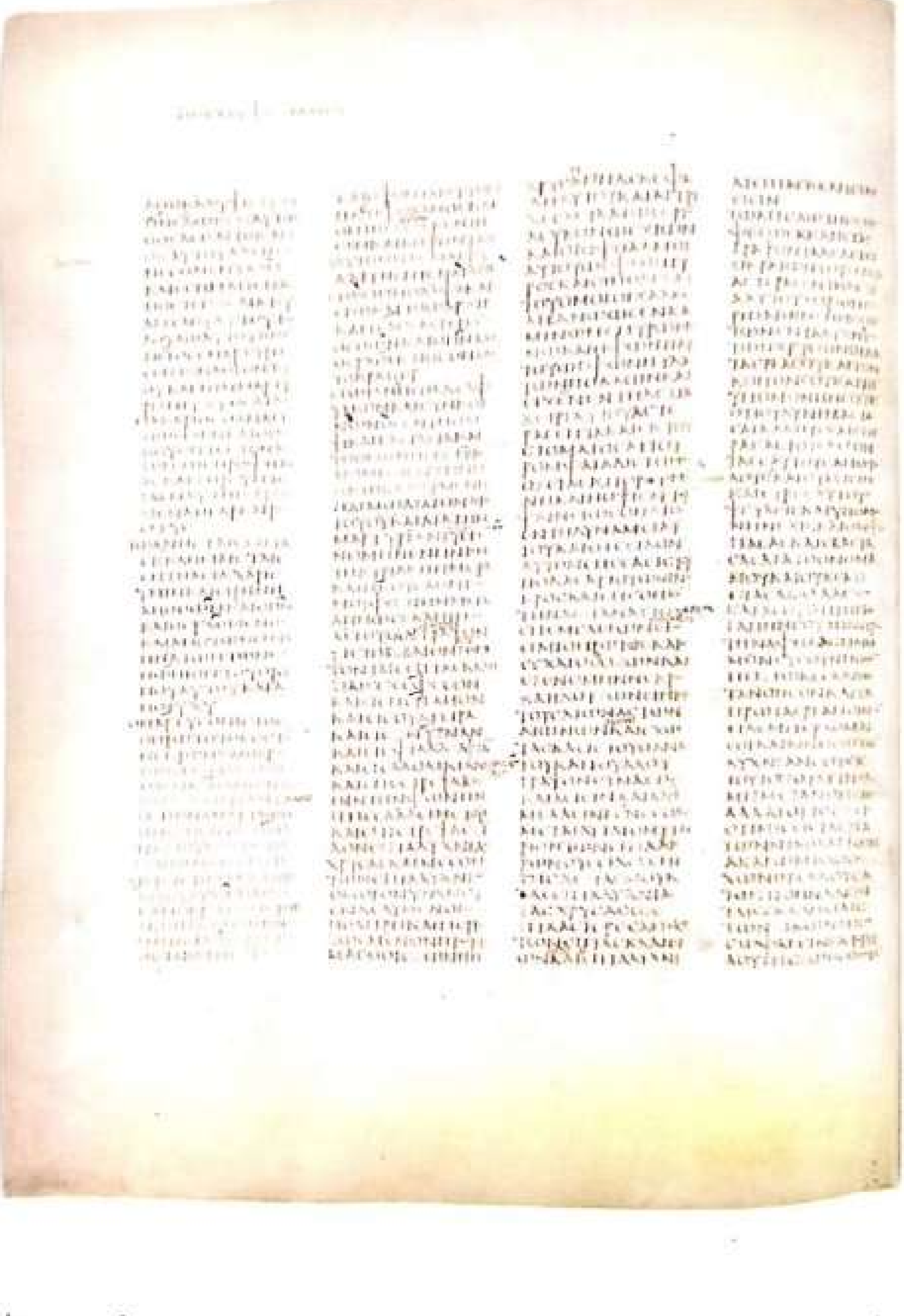
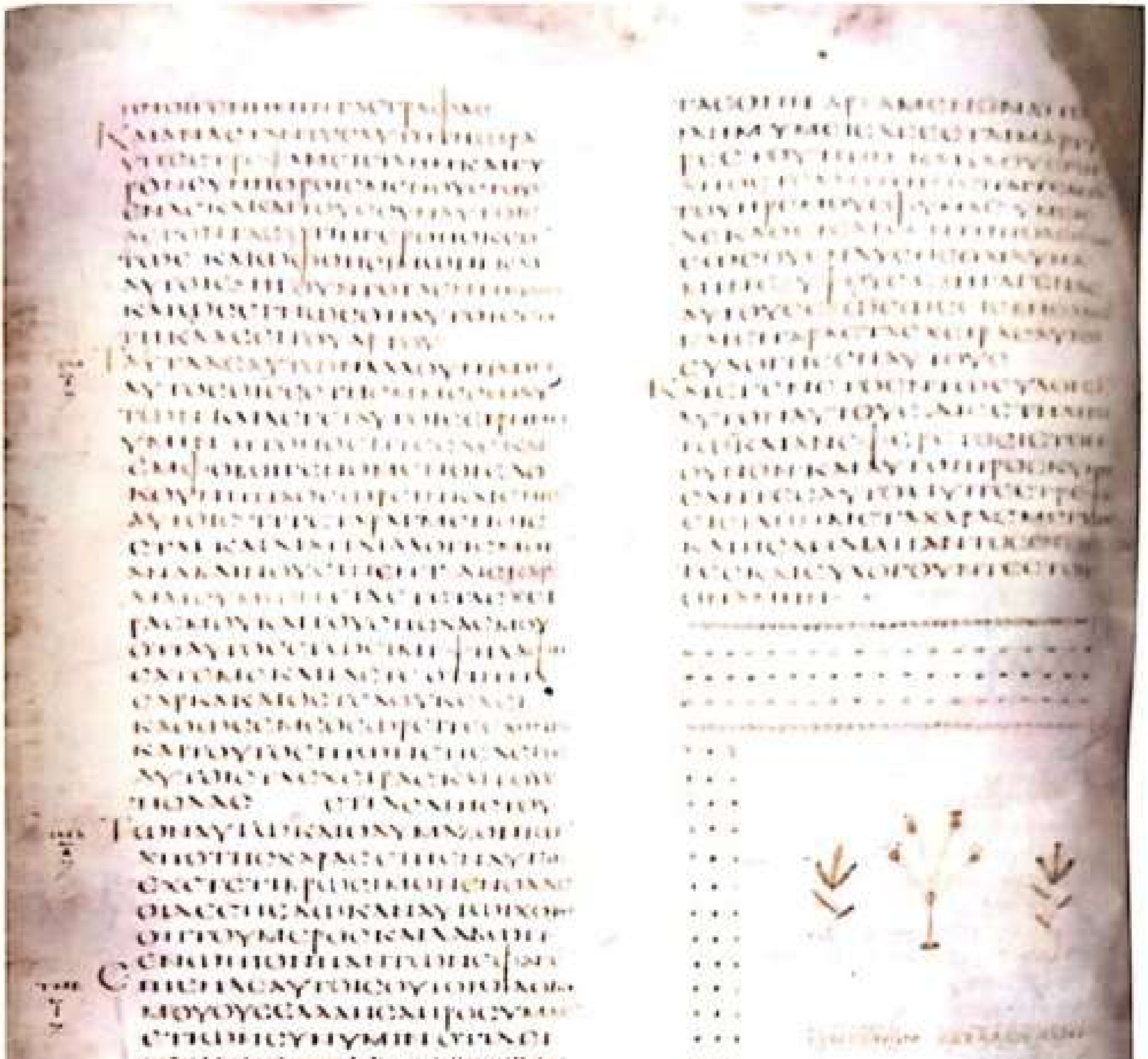


Image of a page of the Codex Sinaiticus written around the 4th century AD. It is one of the best Greek texts of the New Testament. Discovered in the 19th century at the Greek Orthodox Monastery (St. Catharines) of Mount Sinai.



Codex Alexandrinus is a 5th century Greek uncial manuscript and is one of the most complete manuscripts of the Bible. It is housed in one of the showcases in the Ritblat Gallary of the Britsih Library, UK



Codex Vatincus is a 4th century AD Greek manuscript written on vellum. It is written on 759 leaves and is one of the best Greek manuscripts of the Bible housed in the Vatican Libray, Vatican. This page has the ending of 2 Theslonians and the beginning of Hebrews.



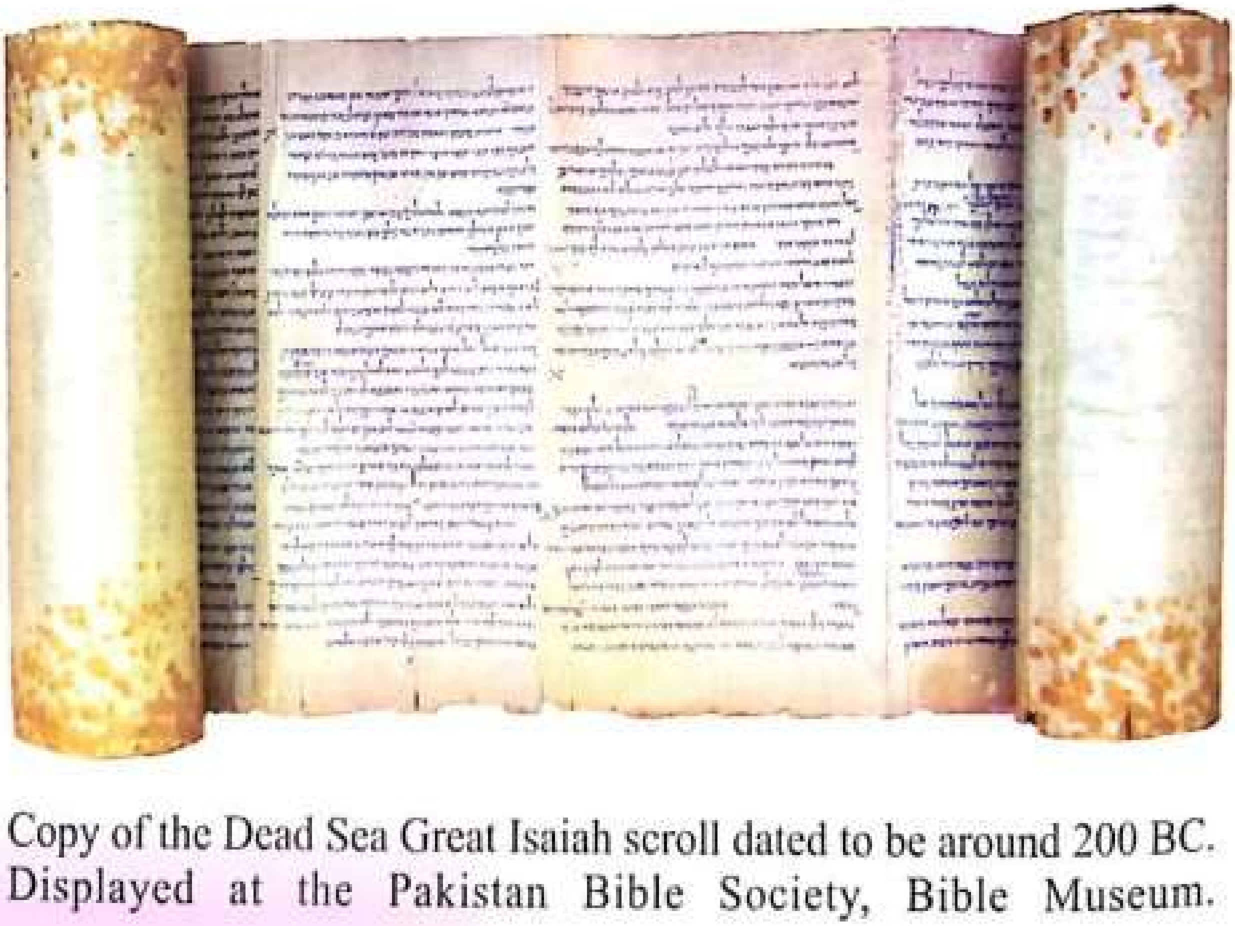
The "Ten Commandments" Scroll (4Q41 Pl. 981, IAA 579160 –Dead Sea). Approximately thirty portions of copies of the book of Deuteronomy were discovered among the Dead Sea Scrolls. This scroll preserves the entire Decalogue (Ten Commandments) in the form that has been handed down to us this day.



The Psalms Scrolls – Songs of Ascent (11Q5Pl. 976 1/2/3/4, IAA 602597 – Dead Sea). There are fifteen Songs of Ascent (Psalms 120-134). Recited by pilgrims while making their way "up" to Jerusalem for the three annual festivals. The four leaves reproduced here contain portions of eleven of the fifteen Songs of Ascent. They date to the first half of the 1st century CE.



Copies of Hebrew and Greek manuscripts displayed at the Bible Museum, Inaugurated on February 9, 2013, to commemorate the completion of 150 years of ministry of the Pakistan Bible Society.



Copy of the Dead Sea Great Isaiah scroll dated to be around 200 BC. Displayed at the Pakistan Bible Society, Bible Museum.



An artist's cutaway model of the synagogue at Capernium, probably built on the same site in which Jesus Christ taught. The Torah scroll was read on each Sabbath. (PBS Bible Museum).

A scaled model of Jerusalem. (PBS Bible Museum).





پاکستان بائبل سوسائٹی

ISBN- 978-969-250-8633